فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ

فتاویٰ قاسمیہ

منتخب فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی
خادم الافتاء و الحدیث جامعہ قاسمیہ
مدرسہ شاہی مرادآباد، الہند

(جلد ۱۰)

المجلد العاشر

بقية الجنائز من الصلٰوة الجنائز
الی باب الشهيد، كتاب الزكٰوة
۳۸۹۴ ــــــــ ۴۴۰۴

ناشر
مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، الہند
01336-223082

مکمل اجمالی فہرست ایک نظر میں

	رقم المسأله		عنوانات
المجلد الأول	١	١٧٢	مقدمة التحقيق، الإيمان والعقائد إلى باب ما يتعلق بالارواح.
المجلد الثاني	١٧٣	٥٥٧	بقية الإيمان والعقائد من باب الحشر إلى باب ما يتعلق بأهل الكتاب، التاريخ والسير، البدعات والرسوم.
المجلد الثالث	٥٥٨	١٠٠٥	بقية البدعات والرسوم من باب رسومات جنائز إلى رسومات نكاح، كتاب العلم إلي باب ما يتعلق بالكتابة.
المجلد الرابع	١٠٠٦	١٤١٥	بقية كتاب العلم من كتابة القرآن إلي باب الوعظ والنصيحة، الدعوة والتبليغ، السلوك والاحسان، الأدعية والأذكار.
المجلد الخامس	١٤١٦	١٩٣٥	الطهارة بتمام أبوابها، الصلوة من أوقات الصلوة إلى صفة الصلوة.
المجلد السادس	١٩٣٦	٢٤٥٧	الجماعة، المساجد، الإمامة.
المجلد السابع	٢٤٥٨	٢٩٦٤	بقية الصلوة من تسوية الصفوف إلي سجود التلاوة.
المجلد الثامن	٢٩٦٥	٣٤٢٣	بقية الصلوة من الذكر والدعاء بعد الصلوة، الوتر، ادراک الفريضة، السنن والنوافل، التراويح، صلوة المسافر.

المجلد	من	إلى	المحتوى
المجلد التاسع	٣٤٢٤	٣٨٩٣	بقية الصلوة، صلوة المريض، الجمعة، العيدين، الجنائز إلي حمل الجنازة.
المجلد العاشر	٣٨٩٤	٤٤٠٤	بقية الجنائز من صلوة الجنائز إلي باب الشهيد، كتاب الزكوة.
المجلد الحادي عشر	٤٤٠٥	٤٨٧٣	بقية الزكوة، كتاب الصدقات، الصوم، بتمام أبوابها إلي صدقة الفطر.
المجلد الثاني عشر	٤٨٧٤	٥٣٤٨	كتاب الحج بتمام أبوابها، النكاح إلى باب نكاح المكره.
المجلد الثالث عشر	٥٣٤٩	٥٩٤٣	بقية النكاح إلي باب المهر.
المجلد الرابع عشر	٥٩٤٤	٦٤٦٢	الرضاع، الطلاق إلي باب الكناية.
المجلد الخامس عشر	٦٤٦٣	٦٩٠٢	بقية الطلاق، الرجعة، البائن، الطلاق بالكتابة، الطلاق الثلاث، الشهادة في الطلاق، الحلالة.
المجلد السادس عشر	٦٩٠٣	٧٤٠٢	بقية الطلاق، تعليق الطلاق، التفويض، الفسخ والتفريق، الظِهار، الإيلاء، الخلع، الطلاق على المال، العدة، النفقة، ثبوت النسب، الحضانة.
المجلد السابع عشر	٧٤٠٣	٧٨٦٧	الأيمان والنذور، الحدود، الجهاد، اللقطة، الامارة والسياسة، القضاء، الوقف إلي باب المساجد.
المجلد الثامن عشر	٧٨٦٨	٨٤٠٨	بقية الوقف من الفصل الثالث، المسجد القديم إلي مصلى العيد، والمقبرة. (قبرستان)

المجلد	من	إلى	الموضوعات
المجلد التاسع عشر	۸٤۰۹	۸۸۵٦	بقية الوقف، باب المدارس، كتاب البيوع، البيع الصحيح، الفاسد، المرابحة، الصرف، السلم، الوفاء، الشفعة، المزارعة.
المجلد العشرون	۸۸۵۷	۹۳۵۰	الشركة، المضاربة، الربوا بتمام أنواعها.
المجلد الحادي والعشرون	۹۳۵۱	۹۷۳۵	الديون، الوديعة، الأمانة، الضمان، الهبة، الإجارة.
المجلد الثاني والعشرون	۹۷۳٦	۱۰۲٤۵	الغصب، الرهن، الصيد، الذبائح بتمام أنواعها، الأضحية بتمام أنواعها، العقيقة، الحقوق، بأكثر أبوابها إلي باب حقوق الأقارب.
المجلد الثالث والعشرون	۱۰۲٤٦	۱۰۷۰۵	بقية الحقوق، الرؤيا، الطب والرقىٰ بتمام أنواعها، كتاب الحظر والإباحة إلي باب السابع، ما يتعلق باللحية.
المجلد الرابع والعشرون	۱۰۷۰٦	۱۱۲۰۵	بقية الحظر والإباحة، باب الأكل والشرب، الانتفاع بالحيوانات، الخمر، الدخان، الهدايا، الموالاة مع الكفار، المال الحرام، الأدب، اللهو، استعمال الذهب والفضة، كسب الحلال، الغناء، التصاوير.
المجلد الخامس والعشرون	۱۱۲۰٦	۱۱٦۰۰	الوصية، الفرائض بتمام أبوابها.
المجلد السادس والعشرون	۱	۱۱٦۰۰	فهارس المسائل

❖❖ ❍❖❍

فہرست مضامین

۱۰/بقیة کتاب الجنائز

٦/باب صلاة الجنازة

مسئلہ نمبر:　　　صفحہ نمبر

مسئلہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۳۸۹۴	نماز جنازہ کا مسنون طریقہ	۳۴
۳۸۹۵	نماز جنازہ کی نیت کس طرح کی جائے	۳۶
۳۸۹۶	نماز جنازہ کا طریقہ	۳۸
۳۸۹۷	کیا جنازہ میں مقتدی کے لئے دعاء پڑھنا لازم ہے؟	۳۹
۳۸۹۸	متعدد میتوں پر ایک ساتھ نماز جنازہ پڑھنا	۴۰
۳۸۹۹	نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھنا	۴۲
۳۹۰۰	نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم	۴۳
۳۹۰۱	نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ بنیت قرأۃ حنفیہ کے یہاں کیوں ممنوع ہے؟	۴۵
۳۹۰۲	نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ اور ضم سورۃ	۴۷
۳۹۰۳	نماز جنازہ میں ہر تکبیر پر ہاتھ کیوں اٹھایا جاتا ہے؟	۴۸
۳۹۰۴	نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑنے کا مسئلہ	۵۰
۳۹۰۵	نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دینا	۵۰

۳۹۰۶	چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دینے کا مسئلہ اور بارش میں جوتے پہن کر نماز پڑھنا............	۵۱
۳۹۰۷	نماز جنازہ میں امام صاحب دعا بھول جائیں تو؟............	۵۳
۳۹۰۸الف	نابالغ بچے یا بچی کی نماز جنازہ میں کون سی دعا پڑھی جائے؟	۵۴
۳۹۰۸ب	نابالغ لڑکے اور لڑکی کی نماز جنازہ کی دعا میں کونسی ضمیر پڑھیں	۵۵
۳۹۰۹	جس بچہ کے زندہ یا مردہ نیز مذکر و مؤنث ہونے کا پتہ نہ چلے تو اس کی نماز جنازہ میں کون سی دعا پڑھی جائے............	۵۶
۳۹۱۰	نماز جنازہ میں تین تکبیر پر سلام پھیر دینا............	۵۷
۳۹۱۱	نماز جنازہ میں تین یا پانچ تکبیر کہنے کا حکم............	۵۸
۳۹۱۲	نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہنا............	۶۰
۳۹۱۳	جس شخص سے نماز جنازہ میں کئی تکبیریں چھوٹ جائیں تو وہ کس طرح پڑھے؟............	۶۱
۳۹۱۴	نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کرنے کا حکم............	۶۲
۳۹۱۵الف	عورت ومرد کے جنازے ایک ساتھ آجائیں تو چار پائیوں کی ترتیب............	۶۳
۳۹۱۵ب	متعدد نابالغ بچوں کی نماز جنازہ میں کونسی دعا پڑھیں؟......	۶۴
۳۹۱۶	بڑوں کے ساتھ نابالغ بچوں کے جنازہ رکھنے کی ترتیب......	۶۵
۳۹۱۷	نماز جنازہ کی صفوں میں جگہ چھوڑنا............	۶۶
۳۹۱۸	نماز جنازہ کی صفوں میں کتنا فصل ہو؟............	۶۷
۳۹۱۹	مسلمان اور کافر کی لاش مخلوط ہو جائیں تو نماز جنازہ کا طریقہ	۶۸
۳۹۲۰	غائبانہ نماز جنازہ کا حکم............	۶۹

۳۹۲۱	غائبانہ نماز جنازہ	۷۰
۳۹۲۲	ولی کی اجازت سے پڑھائی گئی نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا	۷۱
۳۹۲۳	ولی کی اجازت یا عدم اجازت سے پڑھی گئی نماز جنازہ کا تکرار	۷۳
۳۹۲۴	نماز جنازہ میں قہقہہ مار کر ہنسنا	۷۴
۳۹۲۵	نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا	۷۴
۳۹۲۶	نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا	۷۵

۱۱ / باب القبور

۳۹۲۷	ایک ہی قبر میں چند مردوں کو دفن کرنا	۷۷
۳۹۲۸	صندوق یا بکس میں دفن کرنا	۷۸
۳۹۲۹	مسجد یا مدرسہ کے ذمہ دار کا احاطہ مسجد یا مدرسہ میں دفن ہونا کیسا ہے؟	۷۹
۳۹۳۰	میت کو قبر میں رکھنے والوں کا جوتے چپل پہنے رکھنا	۸۰
۳۹۳۱	دوران تدفین قبرستان میں جوتا چپل پہن کر چلنا	۸۱
۳۹۳۲	قبر کس کیفیت کی ہونی چاہیے؟	۸۲
۳۹۳۳	قبر کی گہرائی کتنی ہو؟	۸۳
۳۹۳۴	قبر میں اوپر کے حصے کی گہرائی کتنی ہو؟	۸۳
۳۹۳۵	قبر کے اندرونی حصہ کی مٹی سے لپائی کرنا	۸۶
۳۹۳۶	ڈھائی ہوئی قبر کو ہموار کرنا	۸۷
۳۹۳۷	قبر میں ملنے والی ہڈیوں کا کیا کریں	۸۸
۳۹۳۸	مصنوعی دانتوں کو قبر میں رکھنا	۸۸
۳۹۳۹	دفن کرنے کے بعد ایک قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا	۸۹

۳۹۴۰ شک کی بنیاد پر دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنا ۹۰
۳۹۴۱الف معائنہ کی غرض سے دفن شدہ نعش کو نکالنا ۹۱
۳۹۴۱ب چوبیس گھنٹہ پہلے اپنی قبر تیار کر کے رکھنا ۹۳
۳۹۴۱ج زندگی میں اپنی قبر تیار کر کے اس میں دفن کی وصیت کرنا ۹۴

۱۲/باب التدفین

۳۹۴۲ میت کو قبر میں لٹانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ ۹۶
۳۹۴۳ میت کو قبر میں دائیں کروٹ قبلہ رخ لٹانا ۹۷
۳۹۴۴ قبر پر تختہ کس طرح سے بچھانا بہتر ہے؟ ۹۸
۳۹۴۵ تدفین کی دعاء منها خلقنکم کا ثبوت ۹۹
۳۹۴۶ قبر میں مٹی بیٹھ کر ڈالیں یا کھڑے ہوکر ۱۰۰
۳۹۴۷ قبر میں مٹی ڈالنے کا صحیح طریقہ ۱۰۰
۳۹۴۸ دفن کے کئی دن بعد آنے والے کا قبر پر مٹی ڈالنا ۱۰۱
۳۹۴۹ تختہ وغیرہ کے بغیر میت پر مٹی ڈالنا ۱۰۲
۳۹۵۰ قبر میں رکھنے کے بعد سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا کرنا ۱۰۳
۳۹۵۱ عورت کو دفن کرتے وقت پردہ کرنا ۱۰۴
۳۹۵۲ پاٹن کس طرح سے بچھائے جائیں ۱۰۵
۳۹۵۳ میت کو پوسٹ مارٹم کے لئے قبر سے نکالنا ۱۰۶
۳۹۵۴ پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت ۱۰۷
۳۹۵۵ میت کا پوسٹ مارٹم کرانا ۱۰۸
۳۹۵۶ ایکسیڈنٹ میں ملنے والے معاوضہ کا حکم ۱۰۹
۳۹۵۷ ایکسیڈنٹ یا حادثہ میں مرنے والوں کا معاوضہ ۱۱۰

۳۹۵۸ سونا نگلنے والے کا پیٹ چاک کرنا ۱۱۱

❑ ۱۳ / باب الدعاء بعد الدفن وغیرہ

۳۹۵۹ دفن میں مدد کرنے والوں سے میت کی طرف سے معافی مانگنا ۱۱۳
۳۹۶۰ تدفین کے بعد پسماندگان سے مصافحہ ومعانقہ کرنا ۱۱۴
۳۹۶۱ میت کو دفنانے کے بعد اجتماعی دعا کرنا ۱۱۶
۳۹۶۲ دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ۱۱۷
۳۹۶۳ دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا حکم ۱۱۸
۳۹۶۴ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ۱۱۹
۳۹۶۵ دفن کرنے کے بعد اجتماعی طور پر جہری دعا کرنا ۱۲۲
۳۹۶۶ دفن کے بعد کے اعمال ۱۲۳
۳۹۶۷ بعد دفن اجتماعی طور پر دعا کرنا ۱۲۶
۳۹۶۸ دفنانے کے بعد قبر کی طرف متوجہ ہوکر سورہ بقرہ کی آیات پڑھنا ۱۲۷
۳۹۶۹ دفن کے بعد فاتحہ خوانی کرنا ۱۲۹
۳۹۷۰ قبر پر سورۂ بقرہ پڑھنے کا طریقہ ۱۳۰
۳۹۷۱ بعد دفن جنازہ میں شریک ہونے والوں کیلئے کھانے کا اہتمام ۱۳۱
۳۹۷۲ تدفین کے بعد کھانا کھانے کے لئے اعلان کرنا ۱۳۲

❑ ۱۴ / باب إلقاء الأشجار والعطور......

۳۹۷۳ قبر میں بیر کی شاخ رکھنا ۱۳۴
۳۹۷۴ دفناتے وقت تختوں پر بیر کی ٹہنی ڈالنا ۱۳۵
۳۹۷۵ قبر کی نشاندہی کے لئے قبر پر پودا لگانا ۱۳۵

۳۹۷۶ قبر پر شاخ گاڑنا ۱۳۷

۳۹۷۷ قبر پر شاخ گاڑنا ۱۴۰

۳۹۷۸ قبر پر پھول یا ہری پتی گھاس وغیرہ ڈالنا ۱۴۲

۳۹۷۹ قبر پر کتنی شاخیں گاڑیں ۱۴۳

۳۹۸۰ قبر پر درخت لگانا ۱۴۴

۳۹۸۱ کیا علمائے دیوبند قبروں پر شاخ گاڑنے کو منع کرتے ہیں؟ ۱۴۵

۳۹۸۲ بعد دفن قبر پر اگر بتی جلانا گلاب کا پھول چھڑکنا ۱۴۶

❑ ۱۵/باب البناء علی القبور

۳۹۸۳ کن لوگوں کی قبروں پر کتبہ لگانے کی گنجائش ہے؟ ۱۴۸

۳۹۸۴ قبر پر کتبہ لگانا کیسا ہے؟ ۱۴۹

۳۹۸۵ قبروں پر نام وتاریخ وفات کا کتبہ لگانا ۱۵۰

۳۹۸۶ قبر کی چاروں جانب پختہ عمارت تعمیر کرنا ۱۵۱

۳۹۸۷ قبر پر عمارت بنانا ۱۵۲

۳۹۸۸ قبروں پر کتبہ وغیرہ لگانا ۱۵۳

❑ ۱۶/ باب التعزیة والحداد (سوگ منانا)

۳۹۸۹ موت ہو جانے کی وجہ سے کھانا نہ پکانا ۱۵۴

۳۹۹۰ کیا تین دن تک سوگ منانا ضروری ہے؟ ۱۵۵

۳۹۹۱ میت کے اہل خانہ کا تین دن تک کھانا نہ پکانا اور دوسروں کا کھانا بھیجنا ۱۵۶

۳۹۹۲ نوحہ کرنا حرام ہے ۱۵۸

۳۹۹۳	تعزیتی جلسہ	۱۵۸
۳۹۹۴	تعزیتی جلسہ کرنا	۱۶۰
۳۹۹۵	تعزیت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟	۱۶۴

۱۷ / باب زیارۃ القبور

۳۹۹۶	مزار کی شرعی حیثیت	۱۶۶
۳۹۹۷	کن کن لوگوں کی قبروں کی زیارت کے لئے مسافت سفر طے کرنا جائز ہے؟	۱۶۹
۳۹۹۸	زیارت قبور اور ایصال ثواب کا مستحب طریقہ	۱۷۱
۳۹۹۹	کیا اہل قبور سلام سن کر اس کا جواب دیتے ہیں؟	۱۷۲
۴۰۰۰	راستہ گزرتے ہوئے مزارات کو سلام کرنا	۱۷۳
۴۰۰۱	قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا	۱۷۶
۴۰۰۲	قبر بوسی کا مسئلہ	۱۷۷
۴۰۰۳	روزانہ فجر کے بعد زیارت قبور کے لئے جانا	۱۷۸
۴۰۰۴	زیارت قبور کے لئے عورت کا قبرستان جانا	۱۷۹
۴۰۰۵	عورتوں کا مزارات پر جانا اور چادر چڑھانا	۱۸۰
۴۰۰۶	عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کا حکم	۱۸۱
۴۰۰۷	عورتوں کے لئے زیارت قبور	۱۸۳
۴۰۰۸	عورتوں کا اولیاء کی قبروں پر جانا	۱۸۴
۴۰۰۹	قبروں پر چادر چڑھانا	۱۸۵
۴۰۱۰	حاجت روائی کی خاطر چراغاں کرنا	۱۸۶

۱۸/باب ایصال الثواب للمیت

۴۰۱۱	کیا مؤمن اپنی قبر میں ثواب کا محتاج ہے؟	۱۸۸
۴۰۱۲	ایصال ثواب زندہ مردوں دونوں کو کیا جاسکتا ہے؟	۱۸۹
۴۰۱۳	ایصال ثواب سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یا راحت میں اضافہ ہوتا ہے!	۱۸۹
۴۰۱۴	مرنے کے بعد بعض جائز و ناجائز اعمال	۱۹۱
۴۰۱۵	کیا میت کو ثواب پہنچتا ہے؟	۱۹۲
۴۰۱۶	کیا ایصال ثواب کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے؟	۱۹۳
۴۰۱۷	قرآن خوانی، میلاد، خیرات اور نوافل کے ثواب کی مقدار	۱۹۴
۴۰۱۸	کیا مردہ ایصال ثواب کرنے والے کو پہچانتا ہے؟	۱۹۵
۴۰۱۹	ایصال وثواب کا بہتر طریقہ	۱۹۷
۴۰۲۰	غریبوں کو کھانا کھلائیں یا مسجد و مدرسہ کی تعمیر کرائیں	۱۹۸
۴۰۲۱	مالی صدقات کا ثواب مرحومین کو پہونچانا کس حدیث سے ثابت ہے؟	۱۹۹
۴۰۲۲	کیا عبادات بدنیہ کا ثواب پہونچانا بھی حدیث سے ثابت ہے؟	۲۰۰
۴۰۲۳	کیا قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہونچتا	۲۰۱
۴۰۲۴	قرآن پڑھ کر متعدد اموات کو ثواب پہنچانا	۲۰۳
۴۰۲۵	نابالغ بچہ کا ایصال ثواب کرنا	۲۰۵
۴۰۲۶	نابالغ کو ایصال ثواب اور دودھ بخشنا	۲۰۵
۴۰۲۷	قبر کے پاس قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا	۲۰۶

۴۰۲۸	قبر پر بیٹھ کر قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا............	۲۰۷
۴۰۲۹	قبر پر قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا............	۲۰۹
۴۰۳۰	ایصال ثواب کے لئے تیجہ اور سوا لاکھ کلمہ طیبہ پڑھنا............	۲۱۰
۴۰۳۱	کلمہ طیبہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا............	۲۱۱
۴۰۳۲	نماز، روزہ اور مالی صدقہ کا ثواب مرحومین کو بخشنا............	۲۱۲
۴۰۳۳	تراویح میں پڑھے گئے قرآن شریف کا ثواب بخشنا............	۲۱۳
۴۰۳۴	چنے پڑھوا کر ایصال ثواب............	۲۱۳
۴۰۳۵	درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب............	۲۱۵
۴۰۳۶	ایصال ثواب کی نیت سے مسجد میں صفیں خرید کر دینا............	۲۱۵
۴۰۳۷	بلا وضو کئے ایصال ثواب کرنا............	۲۱۶
۴۰۳۸	نماز جنازہ کے بعد ایصال ثواب کے لئے اعلان کرنا............	۲۱۷
۴۰۳۹	کسی دوسرے مقام پر ایصال ثواب اور کھانا............	۲۱۸
۴۰۴۰	ایصال ثواب کے لئے دن کی تعیین کرنا............	۲۱۹
۴۰۴۱	مروجہ اجتماعی قرآن خوانی سے متعلق چند سوالات............	۲۲۰
۴۰۴۲	قرآن خوانی کے لئے اعلان اور لوگوں کو جمع کرنا کیسا ہے؟	۲۲۳
۴۰۴۳	قرآن خوانی کے لئے اعلان کر کے بلانا............	۲۲۶
۴۰۴۴	ایصال ثواب کے لئے اجتماعی قرآن خوانی کا حکم............	۲۲۷
۴۰۴۵	قرآن خوانی میں تلاوت کے بعد کچھ سورتیں پڑھ کر دعا کرنا	۲۲۸
۴۰۴۶	گھر بلا کر قرآن خوانی کرانا............	۲۲۹
۴۰۴۷	مدرسہ کے طلبہ سے ایصال ثواب کرانا............	۲۳۰
۴۰۴۸	مدرسہ کے اوقات میں طلبہ سے قرآن خوانی کرانا............	۲۳۱

۴۰۴۹	طلبہ کا قرآن خوانی کے بعد کھانا پینا	۲۳۲
۴۰۵۰	اکٹھے ہوکر بآواز بلند قرآن خوانی اور اس کے بعد کچھ انعام لینا یا کھانا پینا	۲۳۳
۴۰۵۱	قرآن خوانی کے بعد کچھ کھانا پینا یا ہدیہ پیش کرنے کا حکم......	۲۳۴
۴۰۵۲	فاتحہ کی حقیقت	۲۳۶
۴۰۵۳	مروجہ فاتحہ خوانی کے بعد کھانا کیسا ہے؟	۲۳۷
۴۰۵۴	کھانے پینے کی چیزوں پر فاتحہ پڑھنا	۲۳۸
۴۰۵۵	کھانے پر فاتحہ خوانی کا حکم	۲۳۹
۴۰۵۶	میت کے ورثاء اور مالداروں کے لئے ایصال ثواب کا کھانا کھانا کیسا ہے؟	۲۴۰
۴۰۵۷	خودکشی کرنے والے کو ایصال ثواب کرنا	۲۴۱
۴۰۵۸	رقم لے کر ایصال ثواب کرنا	۲۴۲

۱۹ / باب الشهيد

۴۰۵۹	شہید حقیقی کی تدفین کیسے کی جائے	۲۴۳
۴۰۶۰	کیا فسادات میں مقتول مسلمان شہید ہوں گے؛	۲۴۴
۴۰۶۱	کیا ہندو مسلم لڑائی میں قتل ہونے والے شہید ہیں؟	۲۴۵
۴۰۶۲	ہندو پاک کے درمیان لڑنے والے مسلمان شہید ہیں، یا نہیں؟	۲۴۶
۴۰۶۳	ایکسیڈنٹ میں مرنے والا شہید ہے یا نہیں؟	۲۴۸
۴۰۶۴	ایکسیڈنٹ سے ہلاک ہونے والے شہید حکمی	۲۴۹
۴۰۶۵	مال کی حفاظت میں مقتول شہید ہے یا نہیں	۲۵۰

۴۰۶۶ کیا اپنی جان ومال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا شہید ہے؟ ۲۵۱
۴۰۶۷ کیا بندوق سے ظلماً مارا ہوا شخص شہید ہے ۲۵۳
۴۰۶۸ حاملہ عورت کا ولادت کے دردزہ میں انتقال ۲۵۴
۴۰۶۹ حاملہ عورت ولادت میں فوت ہوجائے تو پیٹ چیر کر بچہ نکالنا ۲۵۵

۱۱ / کتاب الزکوٰۃ

۱ / باب الزکاۃ ومتعلقاتہا

۴۰۷۰ زکوٰۃ نہ دینے کا عذاب ۲۵۷
۴۰۷۱ بیت المال قائم کرنا ۲۵۸
۴۰۷۲ بیت المال سے قرض دینا ۲۵۹
۴۰۷۳ زکوٰۃ وصول کرنے کی کمیٹی بنانا ۲۶۰
۴۰۷۴ زکوٰۃ وفطرہ کا پیسہ بیت المال کی شکل میں جمع کرنا ۲۶۱
۴۰۷۵ غریب علماء کے نام ٹرسٹ قائم کرنا ۲۶۲
۴۰۷۶ فقیر زکوٰۃ کی رقم کہاں خرچ کرے؟ ۲۶۳
۴۰۷۷ محلّہ کی کمیٹی کا زکوٰۃ کی رقم جمع کرکے برادری کے فقراء وغرباء پر خرچ کرنا ۲۶۴
۴۰۷۸ اپنی برادری کو زکوٰۃ دینے کے لئے زکوٰۃ کی رقم جمع کرکے رکھنا ۲۶۶
۴۰۷۹ زکوٰۃ کا ثواب مرحومین کو پہنچانا اور ان کی رسید دوسروں کے نام سے کٹوانا ۲۶۷
۴۰۸۰ غیر صاحب نصاب کے لئے سوال کرنا کیسا ہے؟ ۲۶۸
۴۰۸۱ جس شخص کو زکوٰۃ دی اس کے یہاں کھانا کھانا ۲۶۹

۴۰۸۲ ولی کا یتیم کے زکوٰۃ کے مال کو اپنے مال میں ملانا ۲۷۰

۲/باب وجوب الزکاۃ

۴۰۸۳ نمو کی تعریف اور وجوب زکوٰۃ کی شرط ۲۷۲
۴۰۸۴ حوائج اصلیہ کی شرط ۲۷۳
۴۰۸۵ غیر استعمالی گھریلو سامان پر زکوٰۃ کا حکم ۲۷۶
۴۰۸۶ زائد برتن وشوکیس وغیرہ میں زکوٰۃ کا حکم ۲۷۸
۴۰۸۷ دیگچی برتن وغیرہ حوائج اصلیہ میں داخل ہیں ۲۷۹
۴۰۸۸ ملک تام کی تعریف ۲۸۰
۴۰۸۹ حولان حول کے بعد زکاۃ واجب ہوتی ہے ۲۸۱
۴۰۹۰ سال کی ابتدا وانتہا میں نصاب مکمل ہونے پر وجوب زکوٰۃ ۲۸۲
۴۰۹۱ وجوب زکوٰۃ کے لئے سال گذرنا شرط ہے ۲۸۳
۴۰۹۲ پہلے عشرہ میں زکوٰۃ نکالنے والے کا دوسرے عشرہ میں جمع کردہ رقم کی زکوٰۃ ۲۸۵
۴۰۹۳ حولان حول کے بعد زکوٰۃ صحیح مال پر ۲۸۵
۴۰۹۴ کیا ایک مرتبہ زکاۃ نکالدینے کے بعد دوبارہ اس مال پر زکوٰۃ نہیں ہے؟ ۲۸۶
۴۰۹۵ نصاب زکوٰۃ کی مقدار ۲۸۷
۴۰۹۶ موجودہ اوزان کے اعتبار سے زکوٰۃ کا نصاب ۲۸۸
۴۰۹۷ سونے، چاندی کا نصاب شرعی موجودہ اوزان کے اعتبار سے ۲۸۹
۴۰۹۸ جیب میں رکھے ہوئے خرچ کے پیسے بھی نصاب میں شامل ہیں ۲۹۰

۴۰۹۹	موجودہ دور کے تولہ کے حساب سے سونے کا نصاب آٹھ تولہ سات گرام ۴۸۰ ملی گرام ہے................................	۲۹۱
۴۱۰۰	کیا دورحاضر میں سونے کے نصاب کو انفع للفقراء قرار دیا جاسکتا ہے؟..................................	۲۹۳
۴۱۰۱	درمیان سال میں لائے ہوئے مال تجارت پرزکوٰۃ............	۲۹۷
۴۱۰۲	سال کے درمیان اضافہ شدہ پربھی زکوٰۃ لازم..................	۲۹۸
۴۱۰۳	ضم نصاب کی صورت میں مزکی کا سونے چاندی یا ان کی رقم سے زکوٰۃ ادا کرنا..................................	۲۹۹
۴۱۰۴	مال نصاب پرگذشتہ برسوں کی زکاۃ..................................	۳۰۰
۴۱۰۵	گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ دیناواجب ہے یانہیں؟..................	۳۰۲
۴۱۰۶	حج کے لئے رکھے ہوئے روپیوں پرزکوٰۃ..........................	۳۰۲
۴۱۰۷	حج کی منظوری پرجورقم جمع نہیں ہوئی اس کی زکوٰۃ............	۳۰۳
۴۱۰۸	حج کمیٹی میں دی گئی رقم پرزکوٰۃ کا حکم..............................	۳۰۴
۴۱۰۹	حج کے لئےبھیجی گئی رقم پرزکوٰۃ کا حکم..............................	۳۰۶
۴۱۱۰	پرائیویٹ ٹورکوحج کے لئے دی گئی رقم پرزکوٰۃ..................	۳۰۷
۴۱۱۱	گروپ لیڈر کے پاس جمع شدہ رقم پرزکوٰۃ..........................	۳۱۰
۴۱۱۲	حج کمیٹی کی واپس کردہ رقم کی زکوٰۃ کا حکم........................	۳۱۱
۴۱۱۳	مال حرام پرزکوٰۃ اورحج کا حکم......................................	۳۱۲
۴۱۱۴	مالِ حرام کی زکوٰۃ..	۳۱۴
۴۱۱۵	مال حرام میں زکوٰۃ کا حکم..	۳۱۵
۴۱۱۶	رشوت اورمال حرام کی زکوٰۃ..	۳۱۷

۴۱۱۷	مال حرام کی زکوٰۃ کے بجائے پورا مال صدقہ کردینا لازم ہے؟	۳۲۰
۴۱۱۸	مخلوط مال میں حرام مال واپس کرنے کے بعد ما بقیہ پر زکوٰۃ	۳۲۱
۴۱۱۹	بقدر حلال پر زکوٰۃ، اور بقدر حرام واجب التصدق............	۳۲۲
۴۱۲۰	حرام وحلال برابر ہوتو زکوٰۃ کیسے نکالیں؟..........................	۳۲۳
۴۱۲۱	حلال کوحرام سے الگ کرکے زکوٰۃ ادا کرنا..........................	۳۲۵
۴۱۲۲	حلال مال، حرام کے مقابلہ میں مغلوب ہواور بقدر نصاب ہوتو زکوٰۃ کیسے؟....................................	۳۲۶
۴۱۲۳	مالِ مغصوب کی زکاۃ کس پرواجب ہے........................	۳۲۷
۴۱۲۴	وقف شدہ معقول فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ ہے یانہیں..................	۳۲۸
۴۱۲۵	مدارس، مساجد، قومی ورفاہی فنڈ کے مال پر زکوٰۃ کا حکم......	۳۲۹
۴۱۲۶	صاحب نصاب طالب علم پر زکوٰۃ کا وجوب..................	۳۳۰
۴۱۲۷	پرائیویٹ یونٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم............................	۳۳۱
۴۱۲۸	GPF پر زکوٰۃ فرض ہے یانہیں؟..............................	۳۳۴
۴۱۲۹	زکوٰۃ کے مسائل..	۳۳۵
۴۱۳۰	والد کی فیملی میں رہنے والی اولاد صاحب نصاب ہوتو دونوں پر زکوٰۃ وقربانی واجب ہے..	۳۳۶
۴۱۳۱	ایک ہزارروپیہ پر سال گذرنے سے زکوٰۃ کا حکم..................	۳۳۸
۴۱۳۲	چوبیس ہزارروپیہ پر کتنی زکوٰۃ ہے؟..............................	۳۳۹
۴۱۳۳	۷۵؍ ہزار کی مالیت پر زکوٰۃ جبکہ ۲؍ ہزار کا مقروض ہو............	۳۴۰
۴۱۳۴	ڈیڑھ لاکھ روپیہ پر حولان حول کی صورت میں زکوٰۃ کا وجوب	۳۴۲
۴۱۳۵	مالک مکان کو یکمشت دی گئی رقم کی زکوٰۃ کس کے ذمہ لازم ہے؟	۳۴۲

۴۱۳۶	بائع کو دی گئی ایڈوانس رقم پر زکوٰۃ ادا کرنا کس پر لازم ہے؟	۳۴۴
۴۱۳۷	کرایہ کی پیشگی ادا شدہ رقم اور پگڑی کی زکوٰۃ	۳۴۴
۴۱۳۸	ڈپوزٹ کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟..........................	۳۴۸
۴۱۳۹	امانت کی زکوٰۃ کی ادائے گی کس پر لازم ہے؟..................	۳۴۹
۴۱۴۰	ذاتی مکان میں زکوٰۃ واجب نہیں................................	۳۵۰
۴۱۴۱	ناقص مکان اور زمین پر زکوٰۃ کا حکم	۳۵۱
۴۱۴۲	فروخت شدہ مکان کی قیمت پر زکوٰۃ..............................	۳۵۲
۴۱۴۳	تصویروں کو فروخت کر کے اس کی آمدنی سے زکوٰۃ دینا......	۳۵۳
۴۱۴۴	کیا NSC پر زکوٰۃ واجب ہے؟..................................	۳۵۴
۴۱۴۵	مالدار تاجر پر زکوٰۃ اور ادائیگی کا طریقہ..........................	۳۵۵
۴۱۴۶	پیتل کی بنائی گئی تصویروں کی آمدنی پر زکوٰۃ.....................	۳۵۶
۴۱۴۷	شادی کے لئے جمع شدہ مال میں زکوٰۃ کا حکم.....................	۳۵۷
۴۱۴۸	مکان و شادی کے لئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ........................	۳۵۷
۴۱۴۹	ضرورت کے لئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ	۳۵۸
۴۱۵۰	بینک میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ	۳۵۹
۴۱۵۱	حولان حول کے بعد بینک یا ڈاکخانہ میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ کا حکم	۳۶۱
۴۱۵۲	قرض کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا حکم..............................	۳۶۲
۴۱۵۳	قرض کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟......................	۳۶۳
۴۱۵۴	مدیون پر زکوٰۃ..	۳۶۴
۴۱۵۵	قرض کے علاوہ مابقیہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی	۳۶۶
۴۱۵۶	قرض کی زکوٰۃ کون ادا کرے گا..............................	۳۶۷

۴۱۵۷	دین اور قرض کی زکوٰۃ کس پر لازم	۳۶۸
۴۱۵۸	قرض وصول ہونے سے پہلے اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں	۳۷۲
۴۱۵۹	قرض وصول ہونے پر اس کی زکوٰۃ کا حکم	۳۷۳
۴۱۶۰	مال غیر مقبوض پر قبضہ سے پہلے زکوٰۃ کا حکم	۳۷۴
۴۱۶۱	قرض کی وصولیابی کے بعد گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ	۳۷۵
۴۱۶۲	طویل الأجل قرض اور کونسا دین مانع زکوٰۃ	۳۷۷
۴۱۶۳	قسطوں میں وصول ہونے والی رقم پر زکوٰۃ کس طرح ادا کریں؟	۳۷۹
۴۱۶۴	بونڈس اور حکومت کو بطور قرض دی گئی رقم کی زکوٰۃ	۳۸۰

❑ ۳/باب زكاة الذهب والفضة والحلي

۴۱۶۵	سونے چاندی کی زکوٰۃ	۳۸۲
۴۱۶۶	موجودہ اوزان کے اعتبار سے سونے چاندی کا نصاب زکوٰۃ	۳۸۳
۴۱۶۷	صرف چھ تولہ سونا ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں	۳۸۴
۴۱۶۸	سو تولہ چاندی سے زائد مقدار پر زکوٰۃ کا وجوب	۳۸۵
۴۱۶۹	ایک ہزار روپیہ کے سونے پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی؟	۳۸۶
۴۱۷۰	سامان تجارت اور تھوڑے سونے پر زکوٰۃ	۳۸۸
۴۱۷۱	سونا چاندی علیحدہ طور پر بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ کس طرح نکالے	۳۸۹
۴۱۷۲	سونا چاندی الگ الگ نصاب کو نہیں پہونچے تو؟	۳۹۰
۴۱۷۳	سوا کلو چاندی اور ۴ تولہ سونے کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائیگی؟	۳۹۱
۴۱۷۴	پانچ تولہ سونا اور تین تولہ سونے کے بقدر روپیہ پر زکوٰۃ	۳۹۳
۴۱۷۵	چار تولہ سونا اور دو تولہ چاندی سے وجوب زکوٰۃ	۳۹۴

۴۱۷۶	سونے چاندی کی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کریں؟............	۳۹۵
۴۱۷۷	زیورات پر زکوٰۃ کس حساب سے دی جائے گی..................	۳۹۷
۴۱۷۸	سونے چاندی کی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کی جائے؟......	۳۹۸
۴۱۷۹	زیورات کی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کی جائے؟.................	۳۹۹
۴۱۸۰	رشتہ دار کے پاس رکھی چاندی پر زکوٰۃ کا حکم..................	۴۰۰
۴۱۸۱	گروی رکھے ہوئے زیور پر زکوٰۃ کا حکم........................	۴۰۱
۴۱۸۲	مسلم فنڈ میں رکھے زیور پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟............	۴۰۲
۴۱۸۳	گزشتہ سالوں کی ادائے گی کا طریقہ................................	۴۰۴
۴۱۸۴	سالوں سے مدفون زیورات کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا طریقہ	۴۰۴
۴۱۸۵	زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا شوہر پر واجب ہے یا بیوی پر......	۴۰۶
۴۱۸۶	بیوی کے زیورات میں شوہر پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی......	۴۰۹
۴۱۸۷	بیوی کے زیورات یا مال کی زکوٰۃ شوہر کا ادا کرنا.................	۴۱۰
۴۱۸۸	شادی کے لئے رکھے ہوئے زیورات کی زکوٰۃ ماں باپ پر ہے یا لڑکی پر؟..	۴۱۰
۴۱۸۹	سسرال سے ملے ہوئے زیورات کی زکوٰۃ کس پر............	۴۱۱
۴۱۹۰	شادی میں ملے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ........................	۴۱۳
۴۱۹۱	ایضاح المسائل کے ایک مسئلہ کی وضاحت.....................	۴۱۴
۴۱۹۲	ہیرے جواہرات کی زکوٰۃ..	۴۱۵

❐ ۴/باب أموال التجارة

۴۱۹۳	مال تجارت میں زکوٰۃ کی ادائے گی کا طریقہ.................	۴۱۹

۴۱۹۴	مال تجارت میں زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟	۴۲۰
۴۱۹۵	تجارت کے مال کی زکوٰۃ کیسے نکالی جائے گی؟	۴۲۱
۴۱۹۶	مشترکہ کاروبار میں زکوٰۃ کی ادائے گی کیسے ہو؟	۴۲۲
۴۱۹۷	کمپنی اور مشترکہ کاروبار کے حصہ داروں کی زکوٰۃ	۴۲۳
۴۱۹۸	استعمالی مشینوں پر زکوٰۃ	۴۲۵
۴۱۹۹	سامان تجارت کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ	۴۲۶
۴۲۰۰	تجارت کے سامان پر زکوٰۃ کا حکم	۴۲۷
۴۲۰۱	پلاٹ پر زکوٰۃ کا حکم	۴۲۸
۴۲۰۲	تجارتی زمین پر زکوٰۃ واجب ہے	۴۳۰
۴۲۰۳	فروخت کرنے کے لئے خریدی گئی زمین پر زکوٰۃ	۴۳۱
۴۲۰۴	تجارتی زمین پر زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ	۴۳۳
۴۲۰۵	بلڈر کے مکان وزمین پر زکوٰۃ سے متعلق ایک مسئلہ	۴۳۴
۴۲۰۶	فلیٹ اور بلڈنگ کے خریداروں کی پیشگی رقم پر زکوٰۃ	۴۳۶
۴۲۰۷	تجارتی پلاٹ اور اموال تجارت میں کس طرح زکوٰۃ	۴۳۸
۴۲۰۸	تجارتی پلاٹ کی زکوٰۃ کس وقت کی قیمت کے اعتبار سے ہوگی؟	۴۴۰
۴۲۰۹	پیٹرول کی زکوٰۃ وخمس کی شرعی حیثیت	۴۴۲
۴۲۱۰	تجارتی زمین کی زکوٰۃ	۴۴۶
۴۲۱۱	پیشگی رقم پر زکوٰۃ کا حکم	۴۴۹
۴۲۱۲	بیعانہ کی رقم ادا کرنے کے بعد مابقیہ رقم پر زکوٰۃ	۴۵۰
۴۲۱۳	تجارتی زمین پر ہر سال ادائیگی زکوٰۃ کے وقت کی قیمت معتبر ہے	۴۵۱
۴۲۱۴	وکیل بالشراء کے پاس پھنسے ہوئے روپیوں پر زکوٰۃ	۴۵۲

۴۲۱۵	جس مال تجارت کی قیمت ادا کر کے قبضہ نہیں کیا اس کی زکوٰۃ	۴۵۴
۴۲۱۶	غیر مقبوض مال کی زکوٰۃ............	۴۵۷
۴۲۱۷	ناقص اور نامکمل مکان کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ............	۴۵۸
۴۲۱۸	استعمال کے لئے خریدے گئے پلاٹ کی رقم پر زکوٰۃ............	۴۵۹
۴۲۱۹	مکان بنانے کے ارادے سے خریدی گئی زمین میں تجارت کی نیت کرنا............	۴۶۰
۴۲۲۰	مکان بنانے کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ پر فروخت گی سے قبل زکوٰۃ نہیں............	۴۶۱
۴۲۲۱	تجارت کی نیت سے خریدنے کے بعد پلاٹ پر مکان بنانے کے ارادہ سے زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی؟............	۴۶۳
۴۲۲۲	تجارت کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ میں رہائشی مکان بنانا	۴۶۴
۴۲۲۳	استعمالی عمارت یا دوکان کی آمدنی پر زکوٰۃ............	۴۶۵
۴۲۲۴	فلیٹ اور بلڈنگ بنا کر فروخت کرنے پر زکوٰۃ کا حکم............	۴۶۶
۴۲۲۵	رہائش کے لئے خریدی گئی زمین پر فلیٹ تعمیر کر کے فروخت کرنے پر زکوٰۃ کا حکم؟............	۴۶۸
۴۲۲۶	کرایہ پر دی گئی جائیداد کی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہے............	۴۶۹
۴۲۲۷	ٹینٹ ہاؤس کے سامانوں کی زکوٰۃ کا حکم............	۴۷۰
۴۲۲۸	دوکان اور اسکول کی آمدنی پر زکوٰۃ............	۴۷۱
۴۲۲۹	کپڑوں کے تھانوں کی زکوٰۃ تخمینہ سے ادا کرنا............	۴۷۲
۴۲۳۰	تجارتی مرغیوں پر زکوٰۃ انڈے اور بچے پیدا کرنے والی پر نہیں	۴۷۳
۴۲۳۱	کمپنی کی عمارتوں میں رہائش پذیر ملازموں پر بلڈنگ کی زکاۃ واجب ہے یا کمپنی پر............	۴۷۴

۴۲۳۲	پگڑی کی زکوٰۃ کس پر	۴۷۵
۴۲۳۳	کمپنی کے حصص اور شیئرز کی زکوٰۃ	۴۷۷
۴۲۳۴	شیئرز کی زکوٰۃ کیسے ادا کریں؟	۴۷۸
۴۲۳۵	شیئرز کی اصل رقم اور منافع دونوں پر زکوٰۃ	۴۷۹
۴۲۳۶	شیئرز کی زکوٰۃ میں رأس المال اور منافع دونوں کا اعتبار	۴۸۰
۴۲۳۷	انشورنس میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے	۴۸۲

❑ ۵/باب أداء الزكوٰة

۴۲۳۸	مالیت کا حساب لگائے بغیر محض اندازے سے زکوٰۃ ادا کرنا	۴۸۴
۴۲۳۹	زکوٰۃ دیتے وقت یہ نیت کرنا کہ مستحق ہے تو زکوٰۃ ورنہ امداد	۴۸۴
۴۲۴۰	زکوٰۃ کی الگ کردہ رقم کے علاوہ سے زکوٰۃ دینا	۴۸۵
۴۲۴۱	غیر مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی	۴۸۷
۴۲۴۲	حولان حول سے قبل زکوٰۃ دینا	۴۸۸
۴۲۴۳	پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا	۴۸۹
۴۲۴۴	پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا	۴۹۰
۴۲۴۵	پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا	۴۹۱
۴۲۴۶	پیشگی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد فقیر ہوگیا	۴۹۲
۴۲۴۷	انگریزی تاریخ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنے والا قمری تاریخ کا تعین کس طرح کرے؟	۴۹۳
۴۲۴۸	گذشتہ سال کی زکوٰۃ کس قیمت سے نکالی جائے؟	۴۹۴
۴۲۴۹	کپڑے کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کس دن کی قیمت کا اعتبار ہے؟	۴۹۵

۴۲۵۰	ادائیگی زکوٰۃ کے وقت کی قیمت معتبر ہے....................	۴۹۶
۴۲۵۱	زکوٰۃ میں یوم الأداء کی قیمت کا اعتبار ہے....................	۴۹۷
۴۲۵۲	بہن کے کھاتے یا موبائیل وغیرہ میں زکوٰۃ کی رقم ڈالنا......	۴۹۸
۴۲۵۳	زکوٰۃ میں گھٹیا چیز دینے سے متعلق ایک مفصل فتویٰ............	۴۹۹
۴۲۵۴	مستحق زکوٰۃ کو تحفہ یا ہدیہ کہہ کر زکوٰۃ دینا....................	۵۰۴
۴۲۵۵	بالغ اولاد کی طرف سے والدین کا زکوٰۃ وفطرہ ادا کرنا............	۵۰۵
۴۲۵۶	قرض بتا کر دینے سے ادائیگی زکوٰۃ کا حکم....................	۵۰۶
۴۲۵۷	مقروض کو مالک بنائے بغیر صرف زبان سے کہہ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی؟....................	۵۰۸
۴۲۵۸	فقیر کو نصاب سے زیادہ زکوٰۃ کی رقم دینا....................	۵۰۹
۴۲۵۹	بقدر نصاب زکوٰۃ کی رقم کسی کو دینا....................	۵۱۰
۴۲۶۰	اداء زکوٰۃ میں ضم نصاب کا حکم....................	۵۱۱
۴۲۶۱	مستحق کے نام سے زکوٰۃ لے کر اپنے اوپر خرچ کرنا............	۵۱۲
۴۲۶۲	گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا طریقہ اور اس کے استعمال کا حکم....................	۵۱۴
۴۲۶۳	مال تجارت کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا طریقہ....................	۵۱۵
۴۲۶۴	مستحق زکوٰۃ ملازم کو دی ہوئی چیز واپس لے کر دوسرے کو دینا	۵۱۷
۴۲۶۵	چھوٹے بھانجے کو اسکول خرچ میں زکوٰۃ دینا....................	۵۱۸
۴۲۶۶	نئے سلے ہوئے کپڑے زکوٰۃ میں دینا....................	۵۱۹
۴۲۶۷	استعمال شدہ کپڑا زکوٰۃ میں دینا....................	۵۲۰
۴۲۶۸	مستعمل کپڑے زکوٰۃ میں دینا....................	۵۲۱

۴۲۶۹	زکوٰۃ میں بری کا استعمالی کپڑا دینا........................	۵۲۲
۴۲۷۰	استعمال شدہ کپڑے اور برتن زکوٰۃ میں دینا........................	۵۲۳
۴۲۷۱	زکوٰۃ میں رقم کے بجائے کپڑا، برتن وغیرہ دینا........................	۵۲۴
۴۲۷۲	زکوٰۃ کی رقم سے غریب بچوں کو کپڑے اور کتابیں دینا......	۵۲۵
۴۲۷۳	بعد التملیک زکوٰۃ کی رقم سے تبلیغی حضرات کے لئے لحاف سلوانا	۵۲۶
۴۲۷۴	زکوٰۃ وصدقات کی رقم سے مسلمانوں کی حفاظت کی غرض سے اسلحے خریدنا........................	۵۲۷
۴۲۷۵	زکوٰۃ کی رقم سے غریب شخص کو سامان خرید کر دینا........................	۵۲۸
۴۲۷۶	زکوٰۃ کی رقم سے غریب کو حج کرانا........................	۵۲۹
۴۲۷۷	زکوٰۃ کی رقم سے قرآن کریم اور دینی کتابیں خرید کر تقسیم کرنا	۵۳۰
۴۲۷۸	زکوٰۃ کی رقم سے فیس ادا کرنا........................	۵۳۱
۴۲۷۹	زکوٰۃ کے روپئے سے ہنر سیکھنے کے لئے ماسٹر رکھنا........	۵۳۲
۴۲۸۰	مدزکوٰۃ سے سید کا قرض ادا کرنا........................	۵۳۳
۴۲۸۱	شادی کے لئے زکوٰۃ کی رقم لینا........................	۵۳۴
۴۲۸۲	زکوٰۃ کی رقم غریب کی شادی میں دینا........................	۵۳۷
۴۲۸۳	زکوٰۃ کے پیسے سے شادی کرانا........................	۵۳۷
۴۲۸۴	غریب بچی کی شادی میں بقدر نصاب زکوٰۃ دینا........................	۵۳۹
۴۲۸۵	بذریعہ چیک زکوٰۃ کی رقم دینا........................	۵۴۰
۴۲۸۶	چیک کے ذریعہ دی گئی رقم میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی تفصیل......	۵۴۱
۴۲۸۷	زکوٰۃ کی رقم مریض کی دوا یا تعمیر میں لگانا........................	۵۴۳
۴۲۸۸	زکوٰۃ کی رقم سے اسپتال میں غرباء کا علاج کرانا........................	۵۴۳

۴۲۸۹	زکوٰۃ کی رقم سے پتھری کی دوا منگا کر تقسیم کرنا	۵۴۵
۴۲۹۰	غریب کا قرض اپنی زکوٰۃ کی رقم سے ادا کرنا	۵۴۷
۴۲۹۱	قرضدار سے زکوٰۃ کی رقم لے کر قرضہ کی ادائے گی	۵۴۸
۴۲۹۲	مقروض کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ	۵۴۹
۴۲۹۳	زکوٰۃ کی رقم سے مقروض کے قرض کی ادائیگی اور زکوٰۃ کا حکم	۵۵۰
۴۲۹۴	اپنے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دے کر اس سے قرضہ وصول کرنا	۵۵۲
۴۲۹۵	زکوٰۃ کی رقم مدیون کے قبضہ میں دے کر واپس لینے سے زکوٰۃ وقرض کی ادائیگی	۵۵۳
۴۲۹۶	ادائیگی زکوٰۃ کے لئے قرض دار کا مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دینا	۵۵۴
۴۲۹۷	مقروض فقیر شخص کا زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنانا	۵۵۵
۴۲۹۸	فقیر کو زکوٰۃ کی رقم سے مکان خرید کر دینا	۵۵۶
۴۲۹۹	زکوٰۃ کی رقم سے کمرے بنوانا	۵۵۷
۴۳۰۰	مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنا کر دینا	۵۵۸
۴۳۰۱	زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنا کر مستحق کو دینا	۵۵۹
۴۳۰۲	مال زکوٰۃ سے مکان تعمیر کر کے فقیر کو مالک بنانا	۵۶۱
۴۳۰۳	زکوٰۃ کی رقم سے غریب کو کرایہ پر مکان دلوانا	۵۶۳
۴۳۰۴	پگڑی میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟	۵۶۴
۴۳۰۵	کیا پگڑی پر فقیر کو مکان لے کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟	۵۶۵
۴۳۰۶	سودی قرض لے کر زکوٰۃ ادا کرنا	۵۶۶
۴۳۰۷	سودی قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ کی رقم دینا	۵۶۷
۴۳۰۸	زکوٰۃ کا پیسہ سودی قرض میں دینا	۵۶۸
۴۳۰۹	زکوٰۃ کی رقم سے سودی قرض ادا کرنے یا منہا کرنے کا حکم	۵۶۹

❐ ٦/باب المصرف

۴۳۱۰	صاحب نصاب کون ہے؟	۵۷۲
۴۳۱۱	صدقہ واجبہ اورزکوٰۃ کے مستحق کون؟	۵۷۲
۴۳۱۲	فقیرومسکین کسے کہتے ہیں؟	۵۷۳
۴۳۱۳	فی سبیل اللہ کا مصداق	۵۷۴
۴۳۱۴	بدائع کی عبارت سے غلط فہمی	۵۸۰
۴۳۱۵	کیا فی سبیل اللہ کے مصداق ، مدارس ،مساجد اوراکیڈمیاں ہوسکتی ہیں؟	۵۸۲
۴۳۱۶	زکوٰۃ وصدقۂ فطر کا بہترین مصرف	۵۸۳
۴۳۱۷	زکوٰۃ کس کودیں طلبہ کویا غریب لوگوں کو؟	۵۸۴
۴۳۱۸	غیر مالک نصاب غریب کوزکوٰۃ لینا	۵۸۵
۴۳۱۹	غریب شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے	۵۸٦
۴۳۲۰	سخت مجبوری میں زکوٰۃ کا روپیہ لینا	۵۸۷
۴۳۲۱	کیا رکشہ چلانے والا صاحب نصاب ہے	۵۸۸
۴۳۲۲	جس شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہواس کوزکوٰۃ دینا	۵۸۹
۴۳۲۳	صدقہ فطر کے نصاب کا مالک مستحق زکوٰۃ نہیں	۵۹۰
۴۳۲۴	کسی کوز بردستی زکوٰۃ دینا	۵۹۲
۴۳۲۵	استحقاق زکوٰۃ سے متعلق سوالات وجوابات	۵۹۳
۴۳۲٦	صدقات واجبہ کے مصارف	٦۰۰
۴۳۲۷	رشتہ داروں اورطلباءمدارس کوزکوٰۃ دینا	٦۰۴

۴۳۲۸ صاحب نصاب اقرباء کو زکوٰۃ دینا ۶۰۵
۴۳۲۹ کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ ۶۰۶
۴۳۳۰ زکوٰۃ کا طریقہ اور رشتہ داروں یا کنبہ کو زکوٰۃ دینا ۶۰۷
۴۳۳۱ زکوٰۃ کی رقم سے بیٹے کا قرض ادا کرنا ۶۰۸
۴۳۳۲ اپنی اولاد کو زکوٰۃ دینا ۶۰۹
۴۳۳۳ بیٹی کو زکوٰۃ دینا ۶۱۰
۴۳۳۴ بیٹے کا باپ کو زکوٰۃ دینا ۶۱۱
۴۳۳۵ فقیر خسر کو داماد زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ ۶۱۲
۴۳۳۶ مالدار والد کی غریب اولاد کو زکوٰۃ دینا ۶۱۳
۴۳۳۷ دولت مند شخص کی نابالغ اولاد کو زکوٰۃ دینا ۶۱۴
۴۳۳۸ نافرمان وشرابی اولاد کو زکوٰۃ اور امداد دینے یا وراثت سے محروم کردینے کا حکم ۶۱۵
۴۳۳۹ کیا بھائی بھائی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ ۶۱۷
۴۳۴۰ تجارت کو فروغ دینے کے لئے بھائی کو زکوٰۃ دینا ۶۱۸
۴۳۴۱ بھائی کا اپنی بہن یا بھائی کو زکوٰۃ دینا ۶۱۹
۴۳۴۲ کیا بھائی بہن کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ ۶۲۰
۴۳۴۳ حقیقی بہن کو زکوٰۃ دینا ۶۲۱
۴۳۴۴ بالغ غیر شادی شدہ بہن کو زکوٰۃ دینا ۶۲۲
۴۳۴۵ بہن کا بھائی کو زکوٰۃ کی رقم دینا ۶۲۳
۴۳۴۶ بہن کا بھائی کو بطور قرض زکوٰۃ کی رقم دینا ۶۲۴
۴۳۴۷ بہن بھائی بہنوئی سالے وغیرہ کو زکوٰۃ دینے کا حکم ۶۲۵

۴۳۴۸ بھائی بھتیجہ، بہن بھانجی، پھوپھی کو زکوٰۃ دینا ۶۲۶
۴۳۴۹ ساتھ میں رہنے والی بھابھی کو زکوٰۃ دینا ۶۲۷
۴۳۵۰ نابالغ کو زکوٰۃ دینا ۶۲۸
۴۳۵۱ سید کو زکوٰۃ ۶۲۹
۴۳۵۲ سید اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا ۶۳۰
۴۳۵۳ سیدہ بیوہ عورت کو زکوٰۃ دینا ۶۳۳
۴۳۵۴ کیا آل ہاشم کو بھی صدقات واجبہ دینا جائز نہیں؟ ۶۳۴
۴۳۵۵ صاحب نصاب لڑکی کی شادی کے لئے زکوٰۃ دینا ۶۳۵
۴۳۵۶ زکوٰۃ، فطرہ، قربانی کی کھال کس کو دی جائے؟ ۶۳۶
۴۳۵۷ ایک فقیر کو بیک وقت مکمل نصاب کا مالک بنانا ۶۳۷
۴۳۵۸ غریب کو مال زکوٰۃ دے کر صاحب نصاب بنانا ۶۳۸
۴۳۵۹ زکوٰۃ کی رقم سے جنگی ہتھیار خریدنا یا تنخواہ میں دینا ۶۳۹
۴۳۶۰ وکیل کا زکوٰۃ کی رقم مؤکل کی بیوہ اولاد کو دینا ۶۴۱
۴۳۶۱ تنخواہ نہ کافی ہونے والے ملازم کا زکوٰۃ لینا ۶۴۲
۴۳۶۲ تجارت اور اچھی مزدوری کرنے والے کا زکوٰۃ لینا ۶۴۳
۴۳۶۳ ۲۵، ۳۰، بیگہ زمین کے مالک کا ادائے قرض کے لئے زکوٰۃ وصول کرنا ۶۴۴
۴۳۶۴ غیر صاحب نصاب جائیداد کے مالک کو زکوٰۃ دینا ۶۴۵
۴۳۶۵ مالداروں کے گھر رہنے والی غریب لڑکی کو زکوٰۃ دینا ۶۴۶
۴۳۶۶ حج کے لئے زکوٰۃ کا سوال کرنا ۶۴۷
۴۳۶۷ نابینا حاجی کی مدد کے لئے بینا کو زکوٰۃ کی رقم سے بھیجنا ۶۴۸
۴۳۶۸ تبلیغ والوں کو مد زکوٰۃ سے کھانا کھلانا ۶۴۹

۴۳۶۹	ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے زکوٰۃ وصدقہ دینا......	۶۵۰
۴۳۷۰	صاحب نصاب کوعلاج کے لئے زکوٰۃ دینا......	۶۵۱
۴۳۷۱	غریب مریض کے علاج ومعالجہ کے لئے زکوٰۃ دینا......	۶۵۲
۴۳۷۲	صدقات وزکوٰۃ ہسپتال میں صرف کرنا......	۶۵۳
۴۳۷۳	زکوٰۃ کی رقم غریبوں کے لئے تیارشدہ ہوسپٹل میں لگانا......	۶۵۴
۴۳۷۴	صاحب نصاب فقیر برادری کے افراد کوزکوٰۃ دینا......	۶۵۶
۴۳۷۵	سودیا زکوٰۃ کی رقم سے موٹر لگوانا......	۶۵۷
۴۳۷۶	زکوٰۃ کی رقم تجہیز وتکفین میں خرچ کرنا......	۶۵۸
۴۳۷۷	ڈپوزٹ میں دینے کے لئے زکوٰۃ کی رقم دینا......	۶۵۹
۴۳۷۸	زکوٰۃ کی رقم کمیٹی کی رجسٹری وغیرہ میں صرف کرنا......	۶۶۰
۴۳۷۹	صدقات واجبہ کی رقم سے بیت المال کی رسید چھپوانا......	۶۶۲
۴۳۸۰	زکوٰۃ،فطرہ،صدقہ کی رقم سے مسافرخانہ تعمیر کرنا......	۶۶۲
۴۳۸۱	زکوٰۃ کی رقم سے تعمیری قرض کی ادائیگی......	۶۶۳
۴۳۸۲	کیا مقروض مستحق زکوٰۃ ہے؟......	۶۶۵
۴۳۸۳	کیا مقروض مستحق زکوٰۃ ہے؟......	۶۶۷
۴۳۸۴	مقروض کوزکوٰۃ کی رقم دینا......	۶۶۸
۴۳۸۵	مقروض کوزکوٰۃ کی رقم دینا......	۶۶۹
۴۳۸۶	مقروض شخص کی زکوٰۃ سے امداد کرنا......	۶۷۰
۴۳۸۷	قرضدار کوزکوٰۃ دینے کا حکم......	۶۷۱
۴۳۸۸	مقروض کوقرض سے زائد زکوٰۃ دینا......	۶۷۲
۴۳۸۹	غریب مقروض کو مالدار قرضخواہ کا زکوٰۃ کی رقم دینا......	۶۷۳

۴۳۹۰	زکوٰۃ کی رقم سے قرض کی ادائیگی	۶۷۴
۴۳۹۱	مالدار مقروض کو زکوٰۃ دینا	۶۷۵
۴۳۹۲	مالدار کا اپنا قرض ادا کرنے کے لئے زکوٰۃ لینا	۶۷۶
۴۳۹۳	غیر مستحق کا زکوٰۃ لے کر تجارت کرنا	۶۷۹
۴۳۹۴	کاروبار شروع کرنے کے لئے مدز کوٰۃ سے کتنی رقم دے سکتے ہیں؟	۶۸۰
۴۳۹۵	تجارت کو فروغ دینے کے لئے زکوٰۃ حاصل کرنا	۶۸۰
۴۳۹۶	کاروباری مقروض فقیر کو زکوٰۃ دینا	۶۸۲
۴۳۹۷	تجارتی مقروض کو زکوٰۃ دینے کا شرعی حکم	۶۸۳
۴۳۹۸	تجارتی مقروض مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں؟	۶۸۴
۴۳۹۹	سودی قرض ادا کرنے کے لئے زکوٰۃ دینا	۶۸۶
۴۴۰۰	غریب قاتل کو زکوٰۃ دینا	۶۸۸
۴۴۰۱	شیعہ کو زکوٰۃ دینا	۶۸۹
۴۴۰۲	کیا شیعہ کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟	۶۹۰
۴۴۰۳	غریب غیر مسلم کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا	۶۹۱
۴۴۰۴	زکوٰۃ وصدقۃ الفطر غیر مسلم کو دینا	۶۹۲

۱۰ بقیة کتاب الجنائز

۱۰ / باب صلاة الجنازة

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

نماز جنازہ کا مسنون طریقہ

سوال: [۳۸۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ اس کی ترکیب اور کیفیت کیا ہے؟ اس کو بیان فرمائیں عین نوازش ہوگی، بینوتو جروا۔

المستفتي: شعیب احمد، میرٹھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام میت کے سینہ کے برابر کھڑا ہو جائے، اور مقتدی امام کے پیچھے صف بندی کریں، اور ہر دو صف کے درمیان زیادہ فاصلہ رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف معمولی فاصلہ کافی ہے، اور بہتر یہ ہے کہ کم از کم تین صف بنائیں، لہٰذا اگر مقتدی کم ہوں، مثلاً صرف پانچ ہی آدمی ہوں، تو پہلی اور دوسری صف میں دو دو اور تیسری صف میں ایک شخص کھڑا ہو اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے، کہ جس کے جنازہ میں تین صفیں ہوں، اس کی مغفرت ہو جاتی ہے، اور جنت نصیب ہوتی ہے، اس کے بعد نماز جنازہ شروع کرنے کے لئے امام تکبیر کہے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ

اٹھا کر باندھ لے اوراس کے بعد ثناء پڑھے، پھر ثناء سے فراغت کے بعد ہاتھ اٹھائے بغیر دوسری تکبیر کہے، اور درود ابراہیمی پڑھے اور درود ابراہیمی سے فراغت کے بعد ہاتھ اٹھائے بغیر تیسری تکبیر کہہ کر بالغ مرد وعورت کے لئے مذکورہ دعا پڑھے۔

اللّٰهم اغفر لحينا، وميتنا، وشاهدنا، وغائبنا، وصغيرنا، وكبيرنا، وذكرنا، وأنثانا، اللّٰهم من أحييته منا فأحيه على الإسلام ومن توفيته منا فتوفه على الإيمان.

لیکن اگر میت بالغ کی جگہ نابالغ لڑکا یالڑکی ہے،تو دعاءمیں درج ذیل الفاظ پڑھے۔

اللّٰهم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا أجراً وذخراً، واجعله لنا شافعاً ومشفعاً. البتہ لڑکی کی صورت میں **اجعلها** پڑھے، پھراس کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے اور چھوڑنے کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دے، دلائل ملاحظہ فرمایئے:

عن مرثد بن عبدالله اليزني قال: كان مالك بن هبيرة إذا صلىٰ على جنازة، فتقال الناس عليها جزّأهم ثلاثة أجزاء، ثم قال: قال رسول الله ﷺ: من صلى عليه ثلاثة صفوف فقد أوجب. (سنن الترمذي، الجنائز، باب كيف الصلاة على الميت والشفاعة له، النسخة الهندية ۱/ ۲۰۰، دارالسلام رقم: ۱۰۲۸)

عن أبي هريرةؓ، قال نعى النبى ﷺ إلى أصحابه النجاشي، ثم تقدم فصفوا خلفه فكبر رابعاً. (صحيح البخارى، الجنائز، باب الصفوف على الجنازة، النسخة الهندية ۱/۱۷٦، رقم:۱۳۰٤، ف:۱۳۱۸)

عن الشعبى قال: التكبيرة الأولىٰ على الميت ثناء على الله، والثانية صلاة على النبى صلى الله عليه وسلم، والثالث دعاء للميت، والرابعة تسليم. (مصنف عبد الرزاق، باب القراءة والصلاة فى الدعاء للميت، المجلس العلمي۳/٤۹۱، رقم: ٦٤۳٤)

عن أبي هريرةؓ أن رسول الله ﷺ كان إذا صلى على جنازة، قال:

اللّٰهم اغفر لحينا، وميتنا، وشاهدنا، وغائبنا، وصغيرنا، وكبيرنا،وذكرنا، وأنثانا، اللّٰهم من أحييته منّا فأحيه على الإسلام، ومن توفيته منا فتوفه على الإيمان . (المستدرك ، كتاب الجنائز ، قديم ۱/ ۳۵۸، مكتبه نزار مصطفى الباز جديد ۲/۲ ۵۱، رقم: ۱۳۲٦ ، سنن الترمذى الجنائز، باب مايقول فى الصلاة على الميت ، النسخة الهندية ۱/ ۱۹۸، دارالسلام رقم: ۱۰۲٤)

عن يونس عن الحسن أنه كان إذا صلى على الطفل قال: اللّٰهم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا أجراً . (مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب الدعاء على الطفل ، المجلس العلمي۳/ ۵۲۹، رقم: ٦۵۸۸)

وفى الصبي والمجنون يقول: اللّٰهم اجعله لنا فرطاً ، واجعله لنا ذخراً، واجعله لنا شافعا ومشفعاً. (شرح النقايه ، باب فى الجنائز ، مكتبه اعزازيه ديوبند ۱/ ۱۳٤)

وسننها أربع: قيام الإمام بحذاء صدر الميت ذكراً أو أنثىٰ والثناء بعدالتكبيرة الأولىٰ ، والصلاة، على النبى ﷺ بعد الثانية ، والدعاء للميت بعد الثالثة ..... ويسلم بعد الرابعة من غير دعاءٍ . (نورالإيضاح ، باب أحكام الجنائز ، كتب خانه امداديه ديوبند/۱۲۹، ۱۳۰)

ولا يعقد بعد التكبير الرابع؛ لأنه لا يبقى ذكر مسنون حتى يعقد فالصحيح أنه يحل اليدين ثم يسلم .(سعايه شرح شرح الوقايه ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ۲/ ۱۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۶/۷ھ

نماز جنازہ کی نیت کس طرح کی جائے

سوال: [۳۸۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

نیت کی میں نے جنازہ کی نماز فرض کفایہ چار تکبیروں کے ساتھ دعا واسطے اس میت کے ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے درود واسطے حضور ﷺ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف پیچھے اس امام کے اللہ اکبر، اس تفصیل کے ساتھ نیت کا ثبوت کہیں سے ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو نیت کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ نیت کے عربی الفاظ بھی نقل فرمادیں، جواب بحوالہ عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتي: محمد افتخار، پوکھر بھنڈا، ضلع دیوریا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوالنامہ میں درج شدہ الفاظ کا استعمال کرنا، قرآن وحدیث اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں اور نہ ہی اس کے عربی الفاظ قرآن وحدیث اور کسی فقہ کی کتاب میں موجود ہیں، بلکہ یہ بعد کے لوگوں کے اپنی طرف سے بنائے ہوئے الفاظ ہیں، اس لئے نماز جنازہ میں اتنی نیت کر لینا کافی ہے، کہ میں اس امام کے پیچھے اس میت کی دعاء کیلئے نماز جنازہ پڑھتا ہوں، اور یہ بھی کہنا زبان سے ثابت نہیں ہے، بلکہ صرف دل ودماغ میں سوچ لینا کافی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۸۹، جدید ڈابھیل ۸/ ۵۴۸، بہشتی زیور ۱۱/ ۳۱)

وفی صلوٰة الجنازة ینوی الصلوٰة لله تعالیٰ والدعاء للمیت.

(الأشباه قديم / ٦٢)

وفي صلاة الجنازة ينوي الصلاة لله تعالىٰ، والدعاء للميت. (هنديه، كتاب الصلاة، الفصل الرابع فى النية زكريا ١/ ٦٦، جديد٢/ ١٢٣ حلبى كبير، الصلاة، الشرط السادس النية، اشرفيه ديو بند/ ٢٤٩، البنايه، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها، اشرفيه ديو بند٢/ ١٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۶۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
یکم/ ۵/ ۱۴۲۱ھ

نماز جنازہ کا طریقہ

سوال: [۳۸۹٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ میں مقتدی امام کے پیچھے درود شریف اور میت کی دعاء جو پڑھی جاتی ہے وہ پڑھے یا خاموش رہے، اسی طرح جنازہ کی نماز میں کتنے فرائض ہیں، اور کتنی سنتیں ہیں، یعنی کیا کیا رکن فرض اور کیا کیا سنتیں ہیں، مفصل ومدلل انداز میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: محمد مصطفیٰ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح امام پر تکبیرات کہنا فرض ہے، اسی طرح مقتدی کیلئے بھی تکبیرات کہنا فرض ہے، جس طرح امام کیلئے ثناء درود شریف اور دعا وغیرہ پڑھنا مسنون ہے، اسی طرح مقتدی کیلئے بھی مذکورہ چیزیں پڑھنا مسنون ہے، غرض یہ کہ جو چیزیں امام پر فرض ہیں، وہی مقتدی پر بھی فرض ہیں، اور جو چیزیں امام کیلئے مسنون ہیں، وہی چیزیں مقتدی کے حق میں بھی مسنون ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ امام تکبیرات اور سلام بلند آواز سے کہے گا، اور مقتدی آہستہ سے کہیں گے۔

والإمام والقوم فیه سواء .... ویخافت فی الکل إلا فی التکبیرات والإمام والقوم فیه سواء. (عالمگیری، کتاب الصلاۃ،الباب الحادی والعشرون، فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت زکریا ۱/۱٦٤، جدید ۱/۲۲٥)

ویسر الکل إلا التکبیر ..... لکن فی البدائع ! العمل فی زماننا علی الجهر بالتسلیم. (درمختار مع الشامی کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبي کراچی ۲/۲۱۳، زکریا ۳/۱۱۱)

اور نماز جنازہ میں دوفرض ہیں (۱) چار تکبیریں۔ (۲) قیام اور ایک واجب سلام ہے پھیرنا، اور تین چیزیں مسنون ہیں، (۱) پہلی تکبیر کے بعد ثناء۔ (۲) دوسری تکبیر کے بعد درود

شریف۔(۳) تیسری تکبیر کے بعد دعاء۔

ورکنها التكبيرات والقيام. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي کراچی ۲/۲۰۹، زکریا۳/۱۰۵، مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، باب أحكام الجنائز، فصل فی الصلوٰة عليه جديد دارالكتاب ديو بند /۵۸۰، قديم /۳۱۸)

ويسلم وجوبا بعد التكبيرة الرابعة من غير دعاء بعدها فی ظاهر الرواية.

(مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، جديد مکتبه دارالكتاب قديم/ ۳۲۱)

والثناء بعد التكبيرة الأولىٰ والصلوٰة على النبی صلى الله عليه وسلم بعد التكبيرة الثانية والدعاء للميت ولنفسه وجماعة المسلمين بعد التكبيرة الثالثة الخ. (مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، أحكام الجنائز، فصل فی الصلاة، عليه، دارالكتاب ديو بند/۵۸۳، ۵۸۴، قديم /۳۲۰، شامی كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنائز، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبی کراچی ۲/۲۰۹، زکریا ۳/۱۰۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۷۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۵ھ

کیا جنازہ میں مقتدی کیلئے دعاء پڑھنا لازم ہے؟

سوال: [۳۸۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جنازہ کی نماز میں دعائیں پڑھنا مقتدی کیلئے ضروری ہے؟

المستفتي: ولی الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں، (۱) چار تکبیرات۔

(۲) کھڑے ہوکر نماز پڑھنا اور تین چیزیں سنت ہیں۔
(۱) حمد وثناء جس کو ثناء پڑھنے سے تعبیر کرتے ہیں، (۲) درود شریف پڑھنا۔
(۳) اخیر میں دعاء پڑھنا۔

عن سعيد بن أبي سعيد المقبرى عن أبيه أنه سأل أبا هريرة كيف تصلي على الجنازة ؟ فقال أبو هريرةؓ : أنا لعمر الله أخبرک اتبعها من أهلها ، وإذا وضعت كبرت ، وحمدت الله ، وصليت على نبيه ثم أقول اللّٰهم إنه عبدک . الحديث: (موطا مالك ، الجنائز ، باب مايقول المصلي على الجنازة ، النسخةالهندية / ۷۹)

عن الشعبي قال: التكبيرة الأولىٰ على الميت ثناء على الله ، والثانية صلاة على النبي ﷺ، والثالثة دعاء للميت ، والرابعة تسليم . (مصنف عبدالرزاق ، باب القراءة والدعاء فى الصلاة على الميت ، المجلس العلمي۳/ ۴۱۹، رقم: ۶۴۳۴)

وركنها التكبيرات ، والقيام ، وسننها التحميد، والثناء والدعاء فيها. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ، كتاب صلاة ، باب صلاة الجنازة ، زكريا۳/ ۱۰۵، ۱۰۶، كراچى۲/ ۲۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ صفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۵۰۵)

متعدد میتوں پر ایک ساتھ نماز جنازہ پڑھنا

سوال: [۳۸۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) اگر ایک ساتھ دو چار جنازے آجائیں تو ان سب کی نماز ایک ساتھ پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟
(۲) اگر کئی جنازے ایک ساتھ آجائیں تو ان جنازوں کی چار پائیاں کس طرح رکھی

جائیں، اور امام صاحب کہاں کھڑے ہوں؟

المستفتي: عبدالسبحان، جامع مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) اگر ایک ساتھ کئی جنازے آجائیں تو ان سب کی نماز الگ الگ پڑھنا لازم یا ضروری نہیں ہے، بلکہ سب کی نمازیں ایک ساتھ پڑھنا بھی بلاکراہت جائز اور درست ہے۔

عن ابن عباس قال: أتي بهم رسول الله ﷺ يوم أحد فجعل يصلي على عشرة عشرة وحمزة هو كما هو، يرفعون وهو كما هو موضوع.

(سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في الصلاة على الشهداء ودفنهم، النسخة الهندية ۱۰۹/۱، دارالسلام رقم: /۱۵۱۳، وهكذا في مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب إذا اجتمعت الجنائز الرجال، المجلس العلمي ۴۶۹/۳، رقم: ۶۳۵۶، شرح معاني الآثار، باب الصلاة على الشهداء بيروت ۳۳/۲، رقم: ۲۸۱۲)

ولو اجتمعت الجنائز يخير الإمام إن شاء صلى على كل علىٰ حدة، وإن شاء صلىٰ علىٰ الكل دفعة بالنية على الجميع. (عالمگیری، الباب الحادي والعشرون، في صلاة الجنازة، الفصل الخامس في الصلاة على الميت زكريا ۱۶۵/۱، جديد ۲۲۶/۱)

(۲) اگر متعدد میتوں کی نماز ایک ساتھ پڑھنا ہو تو ان کی چارپائیوں کے رکھنے کی مختلف شکلیں فقہاء نے بیان کی ہیں، اور ان میں آسان شکل یہی ہے کہ سب کے سینے ایک دوسرے کے مقابل اور برابر میں ہوں، اور امام ان تمام میتوں کے سینے کے برابر میں کھڑا ہو جائے۔

عن إبراهيم في الجنائز إذا اجتمعت قال: تصفها صفا، بعضها أمام بعض وتصفها جميعاً يقوم الإمام وسطها، الحديث: (كتاب

الآثار لمحمد بن الحسن ، الجنائز ، باب الصلاۃ علی جنازۃ الرجال و النساء ، الرحیم اکیڈمی کراچی ۱/ ۲۱٤، رقم: ۲٤۳)

وإن شاء جعلها صفا ممايلي القبلة و احداً خلف واحد بحيث يكون صدر كل جنازة ممايلي الإمام ليقوم بحذاء صدر الكل . (در مختار مع الشامی ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ ،کراچی ۲/ ۲۱۹، زکریا ۳/ ۱۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۲۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/ ۳/ ۱۴۲۸ھ

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھنا

سوال: [۳۸۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور قرأت کا ثبوت سراً یا جہراً کسی حدیث سے ہے یا نہیں؟ ایک صاحب فرماتے تھے، کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے اس کا ثبوت ملتا ہے؟

المستفتي: بشیر الدین، مونگیری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت میں نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا ذکر موجود ہے، دوسری سورتیں پڑھنا کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔

عن ابن عباسؓ أن النبی ﷺ قرأ علی الجنازة بفاتحة الكتاب .

الحديث: (ترمذی ، الجنائز ، باب ماجاء فی القراءۃ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب ، النسخۃ الھندیۃ ۱/ ۱۹۸، دارالسلام رقم: ۱۰۲٦)

درحقیقت بات یہ ہے کہ نماز جنازہ میں دعاء کا حکم ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

أبو ابراهيم الأشهلي عن أبيه قال: كان رسول الله صلى الله عليه

وسلم إذا صلى على الجنازة ، قال: اللّٰهم اغفر لحينا وميتنا ، وشاهدنا، وغائبنا، وصغيرنا، وكبيرنا، وذكرنا ، وأنثانا (إلىٰ قوله) اللّٰهم من أحييته منا فأحيه على الإسلام ، ومن توفيته منا فتوفه على الإيمان . (ترمذی، الجنائز ، باب مایقول فی الصلاة علی المیت ،النسخة الهندیة ۱/۱۹۸، دارالسلام رقم: ۱۰۲٤)

عن أبي هريرةؓ سمعت النبي ﷺ يقول: إذا صليتم على الميت فأخلصوا له الدعاء . (سنن أبي داؤد ، الجنائز ، باب الدعاء للميت ، النسخة الهندية ۲/٤٥٦، دارالسلام رقم: ۳۱۹۹)

اورسورۂ فاتحہ کوقرأت کے ارادہ سے نہیں بلکہ دعا کے ارادہ سے پڑھنے کی گنجائش ہے، اورابن عباس کی روایت میں دعاء کے ارادہ سے پڑھنا مقصود ہے۔

ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء ، فلا بأس به ، وإن قرأها بنية القراءة لا يجوز ، لأنها محل الدعاء دون القراءة . (هنديه ، الباب الحادى والعشرون فی الجنائز ، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا ۱/۱٦٤، جدید ۱/۲۲٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/۱۱/۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۲۱۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱۱/۱۴۱۵ھ

نماز جنازۂ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم

سوال: [۳۹۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں نام نہاد اہل حدیث (غیر مقلدین) اکثر وبیشتر مسائل کے متعلق بحث کرتے رہتے ہیں، جس کی بنا پر میرے ذہن میں بھی بسا اوقات خلجان پیدا ہوجا تا ہے، امید ہے کہ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

کیا حضور اکرم ﷺ سے بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے؟ اگر نہیں تو

احناف کا مسلک اس کے برخلاف کیوں ہے؟

المستفتي: ابوالکلام، سدھارتھ نگری۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سورۂ فاتحہ کا نماز جنازہ میں پڑھنا صاف طور پر حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے سے متعلق حضرات صحابہؓ سے منقول ہے، حضور ﷺ سے پڑھنا ثابت نہیں ہے، حضور ﷺ کے بعد بہت سے صحابہ سے بھی سورۂ فاتحہ کا نماز جنازہ میں نہ پڑھنا ثابت ہے، ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي سعيد المقبري عن أبيه أنه سأل أبا هريرة كيف تصلي على الجنازة فقال: أبو هريرة إنا لعمر الله أخبرك اتبعهامن أهلها، فإذا وضعت كبرت وحمدت الله وصليت علىٰ نبيه ثم أقول اللّٰهم عبدك وابن عبدك وابن أمتك كان يشهد أن لا إلٰه إلا أنت وأن محمداً عبدك ورسولك، وأنت أعلم به اللّٰهم إن كان محسنا فزد في إحسانه، وإن كان مسيئاً فتجاوز عنه سيآته، اللّٰهم لا تحرمنا أجره ولا تفتنا بعده. (مصنف ابن أبي شيبه، الجنائز، مايبدأ في التكبيرة الأولىٰ في الصلاة عليه الخ، مؤسسه علوم القرآن ۷/ ۲۵۲، ۳/ ۲۹۵، رقم: ۱۱۴۹۵، مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب القراءة والدعاء في الصلاة على الميت المجلس العلمي ۳/ ۴۸۸، حديث: ۶۴۲۵)

عن نافع أن ابن عمر كان لا يقرء في الصلاة على الجنازة. (مصنف ابن أبي شيبه، كتاب الجنائز، من قال ليس على الجنازة قراءة مؤسسه علوم القرآن ۷/ ۲۵۸، ۳/ ۲۹۸، رقم: ۱۱۵۲۲)

أن ابن مسعود قال: إن النبي ﷺ لم يوقت فيها قولا ولا قراءة.

(مغني ابن قدامه بيروت ۲/ ۱۸۰)

عن علی أنه کان إذا صلی علیٰ میت یبدأ فیحمد الله ویصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم یقول أللّٰهم اغفر لأحیائنا وأمواتنا وألف بین قلوبنا وأصلح ذات بیننا و اجعل قلوبنا علی قلوب خیارنا .
(مصنف ابن أبی شیبه ،الجنائز ، من قال لیس علی المیت دعاء الخ مؤسسه علوم القرآن ۷/ ۲۵۱، ۳/ ۲۹۵، رقم: ۱۱۴۹٤)

عن أبي المنهال قال سألت أبا العالیة عن القراء ة فی الصلاة علی الجنازة بفاتحة الکتاب فقال ماکنت أحسب أن فاتحة الکتاب تقرء إلا فی صلوٰة فیها رکوع وسجود . (مصنف ابن أبي شیبه ، کتاب الجنائز ، من قال لیس علی الجنازة قراء ة جدید مؤسسه علوم القرآن ۷/ ۲۵۸، ۳/ ۲۹۹، رقم: ۱۱۵۲٤)

عن موسیٰ بن علی عن أبیه قال قلت لفضالة بن عبیدة هل یقرء علی المیت شیء قال لا. (مصنف ابن أبی شیبه ، الجنائز، من قال لیس علی الجنازة قراء ة مؤسسه علوم القرآن ۷/ ۲۵۹، ۳/ ۲۹۹، رقم: ۱۱۵۲۵)

عن سعید بن أبي بردة عن أبیه قال: قال له رجل أقرء علی الجنازة بفاتحة الکتاب، قال: لا تقرء . (مصنف ابن أبي شیبه ،الجنائز ، من قال لیس علی الجنازة قراء ة مؤسسه علوم القرآن ۷/ ۲۵۹، رقم: ۱۱۵۲٦، ۳/ ۲۹۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ۷/ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۸۸۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/ ۷/ ۱۴۲۶ھ

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ بنیت قرأت حنفیہ کے یہاں کیوں ممنوع ہے؟

سوال: [۳۹۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز

جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اگر حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ؟ تو کن کن ائمہ کے نزدیک جائز ہے؟ اور حنفیہ کے یہاں عدم جواز کی علت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں بنیت قراءت سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مکروہ ہے، حنفیہ مکروہ تحریمی کے قائل ہیں اور مالکیہ مکروہ تنزیہی کے، ہاں دعا کی نیت سے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی مطلقاً اجازت ہے، اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بنیت قراءت سورۂ فاتحہ کا پڑھنا جائز ہے، حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک بنیت قراءت سورۂ فاتحہ کے نماز جنازہ میں مکروہ ہونے کی علت یہ ہے کہ نماز جنازہ قرائت کا محل نہیں ہے بلکہ یہ موقع دعا ہے۔

وقراءة الفاتحه مكروهة تحريماً بنية التلاوة ، جائزة بنية الدعاء عند الحنفية ومكروهة تنزيها عند المالكية ، وركن عند الآخرين. (الفقه الإسلامی وادلته صلاة الجنازة ، وأحكام الجنائز والشهداء والقبور ، مكتبه هدی انٹر نیشنل۲/ ٤٣٦)

وليس فيها قراءة القرآن عندنا وهو قول عمر وابنه وعلي وأبي هريرةؓ وبه قال: مالک وقال الشافعیؒ و أحمدؒ يقرأ الفاتحة فی الأولیٰ وهو مروي عن ابن عباس أنه صلى على جنازة فقرأ فاتحة الكتاب قال لتعلموا أنها سنة رواه الترمذی وغيره ، ولنا ماقدمناه من قول عمر وغيره ولو قرأ الفاتحة بنية الثناء والدعاء جاز. (حلبي كبير ، الصلاة ، فصل فی الجنائز/ ٥٨٦، مكتبه اشرفيه)

ولا يقرأ فيها القرآن ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء فلا بأس به ، وإن قرأها بنية القراءة لا يجوز لأنها محل الدعاء دون القراءة . (هنديه ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الخامس فی الصلاة على الميت ، زكريا ١/ ١٦٤، اتحاد جديد ١/ ٢٢٥)

وعين الشافعي الفاتحة فى الأولىٰ وعندنا تجوز بنية الدعاء وتكره بنية القراء ة لعدم ثبوتها فيها عنه عليه الصلاة والسلام ، وتحته فى الشامية : وبه قال أحمد ، لأن ابن عباسؓ صلى على جنازة فجهر الفاتحة وقال عمداً فعلته ليعلم أنها سنة ، ومذهبنا قول عمر وابنه وعلي وأبي هريرةؓ وبه قال مالک كما فى شرح المنية ، وقوله تكره بنية القراء ة : فى البحر، عن التجنيس والمحيط : لا يجوز لأنها محل الدعاء دون القراء ة ومثله في الولوالجية والتاتار خانية وظاهره أن الكراهة تحريمية . (شامی ، کتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، زکریا۳/ ۱۱۱، کراچی ۲/ ۲۱٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/۵/۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۲۸)

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورۃ

سوال: [۳۹۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا اور ضم سورۃ کرنا نیز جہر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر مذکورہ باتوں کا ثبوت ہے تو وہ مقتدی جو متبعین امام ابوحنیفہؒ ہیں کیا کریں؟ آیا وہ بھی امام کیساتھ پڑھیں یا خاموشی کے ساتھ سنیں، اور صرف تکبیرات کہیں: یا نماز ہی نہ پڑھیں، احناف کی نماز کس شکل میں صحیح ہوگی؟ مدلل ومفصل جواب سے نوازیں۔

المستفتي: جلیس احمد ٹانڈہ بادلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز جنازہ میں بنیت قرأت سورۂ فاتحہ کا پڑھنا حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے، البتہ اگر بنیت دعا سورۂ فاتحہ پڑھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن جہراً پڑھنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے، اور ضم سورۃ کسی طرح جائز نہیں ہے، کیونکہ سورۃ

بنیت دعانہیں پڑھی جاتی ہے۔(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۵/ ۳۱۷، ۵/ ۳۲۶، ۵/ ۳۴۷)

ولا يقرأ فيها القرآن ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء فلا بأس به وإن قرأها بنية القراءة لا يجوز لأنها محل الدعاء دون القراءة الخ. (فتاویٰ عالمگیری، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا ۱/ ۱٦٤، جدید ۱/ ۲۲٥، شامی، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، زکریا ۳/ ۱۱۱، کراچی ۲/ ۲۱۳، ۲۱٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۸/۶/۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۴۱۳)

نماز جنازہ میں ہر تکبیر پر ہاتھ کیوں اٹھایا جاتا ہے؟

سوال: [۳۹۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیگر ائمہ کے نزدیک نماز جنازہ کی ہر تکبیر پر ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک ہر تکبیر پر ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے ہیں صرف پہلی تکبیر ہی پر اٹھائے جاتے ہیں، دونوں فریق کی دلیل کیا ہے؟ جواب دیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر پر ہاتھ اٹھانا مسنون ہے ان کی دلیل درج ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

عن ابن عباس ؓ أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه على الجنازة في أول تكبيرة ثم لا يعود. (سنن الدار قطنی، کتاب الجنائز، باب وضع الیمنی علی الیسری، ورفع الأیدی عند التکبیر دارالکتب العلمیة بیروت ۲/ ٦۲، رقم: ۱۸۱٤)

عن أبي هريرة ؓ أن رسول الله ﷺ كبر على الجنازة فرفع يديه فی أول تكبيرة ووضع اليمنى على اليسرىٰ. (ترمذی شریف، الجنائز، باب ماجاء

في رفع اليدين على الجنازة ،النسخة الهندية ١/٦ ٢٠، رقم:٢٠٦، دارالسلام رقم: ١٠٧٧)

عن معمر عن بعض أصحابنا أن ابن عباسؓ كان يرفع يديه في التكبيرة الأولىٰ ثم لايرفع بعد و كان يكبر أربعاً. (مصنف عبد الرزاق ، كتاب الجنائز ، باب رفع اليدين فى التكبير على الجنائز ، المجلس العلمي٣/ ٤٧٠، رقم: ٦٣٦٢)

حنفیہ کے علاوہ باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز جنازہ کی ہر رکعت میں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے،ان حضرات کی دلیل درج ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

أن ابن عمر كان يرفع في التكبيرات الأربع على الجنازة. (مصنف عبد الرزاق ، الجنائز ، باب رفع اليدين فى التكبير على الجنائز ، المجلس العلمي٣/ ٤٧٠، رقم: ٦٣٦٠)

عن نافع عن ابن عمر قال كان يرفع يديه في كل تكبيرة على الجنازة. (مصنف ابن أبى شيبه ، فى الرجل يرفع يديه فى التكبير على الجنازة ، مؤسسه علوم القرآن جديد٧/٤ ٢٥، رقم: ١١٤٩٨)

أن عمر بن عبد العزيز كان يرفع يديه في كل تكبيرة من تكبير الجنازة . (مصنف ابن أبي شيبه ، فى الرجل يرفع يديه فى التكبير على الجنازة ، مؤسسه علوم القرآن جديد٧/٤ ٢٥، رقم: ١١٤٩٩)

عن معمر عن الزهري قال: ترفع يديک في كل تكبيرة من التكبيرات الأربع و به نأخذ. (مصنف عبد الرزاق ، الجنائز ، باب رفع الدين فى التكبيرعلى الجنائز ، المجلس العلمي٣/٤٦٩، رقم: ٦٣٥٧)

لہٰذا اس مسئلہ میں کسی کوکسی پرنکیر نہیں کرنی چاہئے ،کیونکہ دلائل سب کے پاس موجود ہیں۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/۵/۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۴۰/۱۱۵۲۶)

نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑنے کا مسئلہ

سوال: [۳۹۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ میں دعا سے فارغ ہونے کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر دونوں ہاتھ چھوڑ دینا پھر دونوں طرف سلام پھیرنا کیسا ہے، اور ہاتھ چھوڑنے کی کیا وجہ ہے، کیا ہاتھ چھوڑنے سے سنت کا ترک کرنا لازم تو نہیں آتا، قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: لئیق احمد رفیقی نگینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: افضل اور اولیٰ نماز جنازہ میں یہی ہے کہ دعا پڑھ کر چوتھی تکبیر کہنے کے بعد پہلے ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں، اور اسکے بعد سلام پھیرا جائے، اسلئے کہ چوتھی تکبیر کہنے کے بعد سلام پھیرتے وقت نہ تو کوئی دعا ہے، اور نہ تحریمہ باقی ہے لہذا ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنا ہی افضل اور اولیٰ ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۱/ ۳۲۹، کفایت المفتی قدیم ۴/ ۹۶، جدید زکریا ۴/ ۱۰۹، جدید زکریا مطول ۵/۲ ۳۵، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/ ۹۹، جدید زکریا ۷/ ۳۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۶/ ۴۶۰، جدید ڈابھیل ۸/ ۵۵۵، امداد الفتاویٰ ۱/ ۷۳۵، امداد الأحکام ۲/ ۴۴۲)

ولا یعقد بعد التکبیر الرابع لأنه لا یبقیٰ ذکر مسنون حتی یعقد فالصحیح أنه یحل الیدین ثم یسلم الخ. (سعایه شرح شرح وقایه، کتاب الصلاة باب صفة الصلاة ۲/ ۱۵۹) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۱۶۹)

نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دینا

سوال: [۳۹۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز

جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد سلام کے وقت ہاتھ باندھے رہیں یا ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیریں شرعی مسئلہ واضح فرمائیں؟ نوازش ہوگی۔

المستفتي: محمد عمران، سیوہارا، بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کہنے کے بعد پہلے ہاتھ چھوڑ دیں اس کے بعد سلام پھیریں، اس کی وجہ یہ ہے کہ سلام پھیرتے وقت نہ تو تحریمہ باقی ہے اور نہ کوئی دعاء اس لئے پہلے ہاتھ چھوڑ نا اور پھر سلام پھیرنا افضل ہے۔

(مستفاد: عزیز الفتاویٰ/ ۳۲۹، امداد الفتاویٰ ۱/ ۳۵۷، امداد الأحکام ۲/ ۴۴۲، ایضاح المسائل/ ۷۴)

ومن هنا يخرج الجواب عما سئلت في سنة ست وثمانين أيضا من أنه هل يضع مصلي الجنازة بعد التكبير الأخير من تكبيراته ثم يسلم أم يرسل ثم يسلم وهو أنه ليس بعد التكبير الأخير ذكر مسنون فليس فيه الإرسال.

(سعايه، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بيان إرسال يدين ...... بعد التكبير الأخير من تكبيرات صلاة الجنازة، مطبوعه مصطفائی ۲/ ۱۵۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۲۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۱۳ھ

چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دینے کا مسئلہ اور بارش میں جوتے پہن کر نماز پڑھنا

سوال: [۳۹۰٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) نماز جنازہ میں دعا سے فارغ ہونے کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے چوتھی تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ نا اور ہاتھ چھوڑنے کے بعد سلام پھیرنا یا چوتھی تکبیر کے بعد دائیں طرف سلام پھیرنے کے ساتھ ہاتھ چھوڑنا کیسا ہے؟ اور کیا وجہ ہے؟

(۲) اگر بارش کی وجہ سے زمین میں کیچڑ ہو جائے اور ناپاک ہونے کا ظن غالب ہو تو جوتے اتار کر ان پر پیر رکھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ دعا پڑھ کر چوتھی تکبیر کہنے کے بعد پہلے ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں اس کے بعد سلام پھیرا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے وقت نہ تو تحریمہ باقی ہے اور نہ کوئی دعاء ہے اسلئے پہلے ہاتھ چھوڑنا اور پھر سلام پھیرنا افضل اور اولیٰ ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ/۳۲۹، ایضاح المسائل/۷۴)

ومن هنا يخرج الجواب عما سئلت في سنة ست وثمانين أيضا من أنه هل يضع مصلى الجنازة بعد التكبير الأخير من تكبيراته ثم يسلم أم يرسل ثم يسلم وهو أنه ليس بعد التكبير الأخير ذكر مسنون فليس فيه الإرسال. (سعايه، مطبوعه مصطفائی، ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ۲/ ۱۵۹)

(۲) اگر بارش کی وجہ سے زمین میں کیچڑ ہو جانے کی وجہ سے نجاست کا ظن غالب ہے تو جوتے اتار کر پھر ان جوتوں پر پیر رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۷۳، فتاویٰ رشیدیہ قدیم ۴/۴۳۳، جدید زکریا/ ۴۰۸، احسن الفتاویٰ ۴/۱۹۲)

ولو افترش نعليه وقام عليها جاز فلا يضر نجاسة ما تحتها لكن لا بد من طهارة نعليه مما يلي الرجل لا مما يلي الأرض. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ، كتاب الصلاة ، باب أحكام الجنائز ، دارالكتاب ديوبند / ۵۸۲، قديم /۳۱۹، ومثله فى التاتار خانيه ، كتاب الصلاة، الفصل الثانى فى الفرائض زكريا ۲/ ۳۱، رقم: ۱۵۹٤، كوئٹه قديم ۱/ ٤۲۱، عالمگيرى ، الباب الثالث في شروط الصلاة ، الفصل الثاني فى طهارة ما يستر به العورة وغيره زكريا ۱/ ٦۲، جديد ۱/ ۱۱۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۸۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۷/۱۴۲۱ھ

نماز جنازہ میں امام صاحب دعا بھول جائیں تو؟

سوال: [۳۹۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ میں اگر امام صاحب سے سہواً دعا چھوٹ جائے تو ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اسی طرح مقتدی سے بھولے سے دعا چھوٹ جائے تو اسکی نماز ہوگی یا نہیں؟ نیز اس کے اعادہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جواب دیں؟

المستفتي: عبدالحمید محلّہ: بندوقچیان،
قصبہ: دھامپور، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: میت پر دعاء پڑھنا صرف مسنون ہے ارکان صلوٰۃ میں سے نہیں، لہذا بھولے سے چھوٹ جانے کی صورت میں نماز میں کوئی فساد نہیں آیا، نماز ادا ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۵/۳۴۳، محمودیہ قدیم ۲/۳۷۴، جدید ڈابھیل ۸/۵۵۰)

وليس الدعاء من أركانها على التحقيق. (حاشية الطحطاوی علی مراقي الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل في الصلاة عليه دارالكتاب ديوبند /۵۸۵، قديم /۳۲۱)

وركنها شيئان التكبيرات الأربع والقيام. (شامی، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، كراچی ۲/۲۰۹، زكريا ۳/۱۰۵، حلبي كبير، فصل فی صلاة الجنازة، الرابع الصلاة على الميت اشرفيه ديوبند /۵۸٤، زكريا ۳/۱۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۶۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۴/۱۴۲۱ھ

نابالغ بچے یا بچی کی نماز جنازہ میں کون سی دعا پڑھی جائے؟

سوال: [۴۹۰۸ (الف)]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
(۱) نابالغ بچہ کی نماز جنازہ میں کون سی دعا پڑھی جائے۔
(۲) نابالغ لڑکی کی نماز جنازہ میں کون سی دعا پڑھی جائے، اور کس طرح پڑھی جائے؟
(۳) اگر لڑکا، لڑکی ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو دعا کس طرح پڑھی جائے؟ مفصل بیان کریں، نوازش ہوگی؟

المستفتي: احسان الحق قاسمی سیتاپوری،
گرام مہولیہ، پوسٹ ریوان، ضلع: سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نابالغ بچہ کی نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد حسب ذیل دعا پڑھی جائے۔

اللّٰهم اجعله لنا فرطاً اللّٰهم اجعله لنا زخراً، اللّٰهم اجعله لنا شافعاً و مشفعاً .... (البحر الرائق، الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، زکریا ۲/۳۲۳، کراچی کوئٹه ۲/۱۸٤، الفتاویٰ التاتار خانیه زکریا ۲/٤٥، رقم: ۳٦۸٥)

(۲) جو لڑکی نابالغ ہے اس کی نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد دعا کے الفاظ میں مذکر کی ضمیر کی جگہ مؤنث کی ضمیر استعمال کرنے کا حکم ہے، لہٰذا نابالغ لڑکی کی نماز جنازہ میں دعا کے الفاظ اس طرح سے پڑھنے کا حکم ہے، جو ذیل میں درج ہے۔

اللّٰهم اجعلها لنا فرطاً اللّٰهم اجعلها لنا زخراً، اللّٰهم اجعلها لنا شافعاً ومشفعًا و في مجمع الأنهر وإن كان الميت مؤنثا أنث الضمائر الراجعة إليها. (طحطاوی مع المراقی جدید دارالکتاب دیوبند/۵۸٦، ومثله فی مجمع الأنهر، مکتبه فقیه الأمت دیوبند ۱/۲۷۱)

(۳) نابالغ لڑکا اور لڑکی ایک ساتھ جمع ہو جائیں اور دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھی جائے، تو تیسری تکبیر کے بعد دعا کے الفاظ میں تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا جائے گا، جو ذیل

میں درج ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

اللّٰهم اجعلهما لنا فرطاً اللّٰهم اجعلهما لنا ذخراً اللّٰهم اجعلهما لنا شافعاً ومشفعاً.

فقہاء کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

وینبغی أن یلاحظ المصلی فی دعائه التذکیر والتأنیث والتثنیة والجمع بما یناسب حال المیت الذی یصلی علیه. (الموسوعة الفقهیه الکویتیه ۲۵/۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

نابالغ لڑکے ولڑکی کی نماز جنازہ کی دعا میں کون سی ضمیر پڑھیں

سوال: [۳۹۰۸(ب)]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگرنابالغ لڑکا یا نابالغ لڑکی کی میت ہوتو دونوں کی نماز جنازہ ساتھ پڑھی جائیگی یا علیحدہ علیحدہ ،اگرساتھ پڑھی جائیگی تو ضمیر مذکر کیساتھ یا مؤنث کے ساتھ؟

المستفتي: جلیس احمد، ٹانڈہ بادلی، ضلع رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: علیحدہ علیحدہ پڑھنا اوردونوں کی نماز ایک ساتھ پڑھنا دونوں طرح جائز ہے، اور جب دونوں کی نماز ایک کیساتھ پڑھی جائے تو دعا میں تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا جائے گا، تثنیہ کی ضمیر مذکر ومؤنث دونوں کی یکساں ہوا کرتی ہے، اس لئے کوئی شبہ نہیں ہے۔

وینبغی أن یلاحظ المصلی فی دعائه التذکیر والتأنیث والتثنیة والجمع بما یناسب حال المیت الذی یصلی علیه. (الموسوعة الفقهیه الکویتیه ۲۵/۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ رصفر ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۱۴۰)

جس بچہ کے زندہ یا مردہ نیز مذکر ومؤنث ہونے کا پتہ نہ چلے تو اس کی نماز جنازہ میں کون سی دعا پڑھی جائے

سوال: [۳۹۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت حمل سے تھی وہ کسی وجہ سے جنگل گئی اور جنگل میں اس کے بچہ پیدا ہوگیا اور بچہ ہونے کے بعد عورت مرگئی، اور وہ بچہ بھی مرا ہوا ہے، اور اس بچہ کو کوئی جانور ناف سے لیکر شرمگاہ تک کھا گیا، کوئی پہچان نہیں ہے، لہٰذا کوئی ثبوت بتائیں کہ کیا پہچان ہوگی کیونکہ اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے وقت کوئی نہیں تھا، بچہ جو ہوا یہ بھی پتہ نہیں کہ زندہ پیدا ہوا یا مردہ پیدا ہوا، لہٰذا بچہ کی کیا پہچان ہوگی، اور نماز جنازہ ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ دعا میں بھی فرق ہے، لہٰذا کوئی پہچان بتائیں کہ لڑکا ہے یا لڑکی کیونکہ کفن دفن بھی ہوگیا؟

المستفتي: محمد موسیٰ، مدرسہ ازہر العلوم،
اصالت پورہ ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جبکہ بچہ پر ذکور واناث کی کوئی علامت موجود نہیں ہے، تو مسلمان اس کا مکلّف نہیں ہے، اور تغلیباً لڑکے کی دعا پڑھ لی جائے، نیز نماز جنازہ میں دعا نہ فرض ہے اور نہ واجب بلکہ سنت ہے، اس لئے بلا دعا بھی جنازہ وتکبیرات اربعہ پڑھ لی جائیں، تو فرضیت ادا ہوجائے گی، اور جنازہ میں صرف قیام اور چار تکبیرات فرض ہیں، نیز مذکورہ حالت میں بچہ کو زندہ پیدا شدہ تسلیم کرکے اسپر نماز جنازہ پڑھ لی جائے۔

وركنها شيئان التكبيرات الأربعة والقيام، وسنتها ثلثة التحميد، والثناء، والدعاء فيها الخ. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، كراچی ۲/۲۰۹، زكريا ۳/۱۰۵، حلبي كبير، فصل فی صلاة الجنازة، الرابع

الصلاة علی المیت اشرفیه دیو بند/ ۵۸٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ / صفر ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۱۴۰)

نماز جنازہ میں تین تکبیر پر سلام پھیر دینا

سوال: [۳۹۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلۂ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) نماز جنازہ میں تین تکبیروں کے بعد امام نے ایک طرف سلام پھیر دیا، پھر یاد آیا تو میت کی دعا پڑھی اس کے بعد دونوں طرف سلام پھیرا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ نماز جنازہ ادا ہوگئی یا نہیں؟ لوگوں میں اختلاف ہورہا ہے، کوئی کہتا ہے کہ نماز ہوگئی کوئی کہتا ہے کہ نماز نہیں ہوئی؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

(۲) نماز نہ ہونے کی صورت میں اس نماز کو کافی سمجھ کر میت دفن کردی گئی تو اب کیا کیا جائے؟ عین نوازش ہوگی۔

المستفتي: فیض الحسن، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: نماز جنازہ میں چار تکبیرات فرض ہیں، ان میں سے کسی ایک کے ترک سے نماز فاسد ہوجائے گی، لہٰذا امام کے چوتھی تکبیر چھوڑ دینے کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی، اور اعادہ لازم ہوگا۔

الإمام إذا اقتصر على ثلثة فسدت فيما يظهر، وإذا فسدت على الإمام فسدت على المأموم لترك ركن من أركانها. (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة عليه قديم/ ۳۲۲، دارالکتاب دیو بند/ ۵۸۷، هنديه، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا ۱/ ۱٦٤، جدید ۱/ ۲۲۵، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٦/ ٢٨)

(۲) اس حالت میں دفن کرنے کے بعد میت کے سڑنے اور پھٹنے سے پہلے یعنی گرمیوں میں تین دن کے اندر اندر اور سردیوں میں چھ سات دن کے اندر اندر نماز قبر پر پڑھی جائے گی، اگر یہ مدت گذر گئی تو اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۵/ ۳۲۸)

عن أبي هريرةؓ أن امرأة سوداء كانت تقم المسجد ، أو شاباً ففقدها رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأل عنها أو عنه ؟ فقالوا : مات ،قال أفلا كنتم آذنتموني؟ قال: فكأنهم صغروا أمرها ، أو أمره ، فقال: دلوني على قبره، فدلوه ، فصلى عليها ،ثم قال: إن هذه القبور مملوءة ظلمة على أهلها، وإن الله عزوجل ينورها لهم بصلاتي عليهم .

(صحيح مسلم ، الجنائز ، باب الصلاة على القبر ، النسخة الهندية ١ /٣٠٩، بيت الأفكار رقم: ٩٥٦ ، صحيح البخارى ، الجنائز ، باب الصلاة على القبر بعد ما يدفن ، النسخة الهندية ١ /١٧٨، رقم: ١٣٢٢ ، ف: ١٣٣٧)

وإن دفن وأهيل عليه التراب بغير صلوٰة أو بها بلا غسل ، أو ممن لا ولاية له صلي على قبره استحساناً مالم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير وقيل يقدر ثلاثة أيام . (شامى ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنائز، زكريا ٣/ ١٢٥ ، كراچى ٢/ ٢٢٤ ، هنديه ، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز ، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت زكريا١ /١٦٥ ، جديد١ /٢٢٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۷۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/ ۴/ ۱۴۱۷ھ

نماز جنازہ میں تین یا پانچ تکبیر کہنے کا حکم

سوال: [۳۹۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی امام نے جنازہ کی نماز میں پانچ تکبیریں کہدیں یا تین تکبیریں کہیں ایک چھوڑ دی تو اس صورت

میں نماز جنازہ درست ہو جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق : نماز جنازہ کے اندر اگر امام نے تین تکبیریں کہی ہیں تو نماز فاسد ہوگئی، دو بارہ نماز کو ادا کرنا ہوگا۔

وصلوٰة الجنازة أربع تكبيرات ولو ترك واحدةً لم تجز صلاته هكذا في الكافي . (عالمگیری، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا ۱/ ۱٦٤ ، جدید ۱/ ۲۲۵ ، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٦/ ٢٨)

الإمام إذا اقتصر على ثلاثة فسدت فيما يظهر ، وإذا فسدت على الإمام فسدت على المأموم لترك ركن من أركانها . (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ، باب أحكام الجنائز ، فصل الصلاة عليه دارالكتاب ديو بند/٥٨٧)

اور اگر امام نے پانچ تکبیریں کہی ہیں، تو نماز درست ہوگئی۔

عن ابن جريج، قال: أخبرني الحارث بن عبد الرحمن بن أبي ذباب أنهم لم يختلفوا أن النبي ﷺ صلى على النجاشي ، ببقيع المصلى ، قال عبد الرزاق ، وكان الثوري إذا كبر على الجنازة أربعا سلم ولم ينتظر الخامسة، وأنا على ذلك .(مصنف عبد الرزاق ، باب التكبير على الجنائز ، المجلس العلمى ٣/ ٤٨٣ ، رقم: ٦٤٠٨)

ولو كبر إمامه خمساً لم يتبع لأنه منسوخ فيمكث المؤتم حتى يسلم معه إذا سلم ، به يفتى . (در مختار ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، كراچی ٢/ ٢١٤ ، زكريا ٣/ ١١٢ ، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب أحكام الجنائز ، فصل الصلاة عليه ، دارالكتاب ديوبند/ ٥٨٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۷/ ۶/ ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۶۸۳)	۸/ ۶/ ۱۴۲۳ھ

نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہنا

سوال: [۳۹۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرادآباد کے قریب ایک گاؤں میں امام صاحب نے نماز جنازہ میں چار تکبیروں کے بجائے پانچ تکبیریں کہہ دیں، پھر ایک دن کے بعد لوگوں نے خیال کیا کہ امام صاحب نے چار تکبیروں کے بجائے پانچ تکبیریں کہی ہیں، تو کیا اس پانچویں تکبیر سے نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں؟ اگر فاسد ہوگئی تو دوبارہ پڑھی جائیگی تو اس کی کیا شکل ہوگی، حال یہ ہے کہ مردہ کو دفن کیے ہوے ایک دن ہو چکا ہے، اور نماز کے دوران کچھ مقتدیوں کو پانچویں تکبیر کا خیال بھی ہوا لیکن انہوں نے لقمہ نہیں دیا، اس کے باوجود انھوں نے اتباع کی تو کیا جاننے کے باوجود پانچویں تکبیر کی اتباع کرنے سے نماز صحیح ہوجائے گی یا نہیں؟

المستفتي: محمد شاہنواز، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز جنازہ میں چار تکبیروں کے بجائے پانچ تکبیریں کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی، اور جب نماز فاسد نہیں ہوئی تو اب دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اور جنھوں نے پانچویں تکبیر میں اتباع کی ہے ان کی نماز بھی صحیح ہوگئی۔

أما كونها أربعاً فعليه الأئمة الأربعة ..... قال أبو عمر بن عبد الله انعقد الإجماع على الأربع فلو كبر الإمام خمسا لا يتبعه المقتدي بل يقف ساكتا حتى يسلم فيسلم معه لأن الزيادة على الأربعة منسوخة، ولا متابعة في المنسوخ. (حلبی کبیر، فصل فی الجنائز، اشرفیه دیوبند/٥٨٦)

ولو كبر إمامه خمسا لم يتبع لأنه منسوخ فيمكث المؤتم حتى يسلم معه إذا سلم به يفتى. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة کراچی ٢/٢١٤، زکریا ٣/١١٢، مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، فصل قديم

مصری ۱/ ۱۸٤، دارالکتب العلمیه بیروت جدید ۱ /۲۷۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۹۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۳/ ۱۴۳۱ھ

جس شخص سے نماز جنازہ میں کئی تکبیریں چھوٹ جائیں تو وہ کس طرح پڑھے؟

سوال: [۳۹۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نماز جنازہ میں امام کے ساتھ شروع میں شریک نہ ہوسکا، بلکہ تین تکبیر نکلنے کے بعد شریک ہوا تو اب یہ کس طرح نماز پوری کرے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ شخص فوراً نیت نہ باندھے بلکہ امام کی چوتھی تکبیر کا انتظار کرے، جب امام چوتھی تکبیر کہے تو اس کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے اور پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے پہلے چھوٹی ہوئی تکبیریں مکمل کر لے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۸/ ۵۹۴، میرٹھ ۱۳/ ۱۰۵)

ولو كبر الإمام تكبيرة أو تكبيرتين أو ثلاث تكبيرات ، ثم جاء رجل لا يكبر ، ولكنه ينتظر حتى يكبر الإمام فيكبر معه ، ثم إذا سلم الإمام قضىٰ ما عليه قبل أن ترفع الجنازة . (بدائع ، فصل في بيان كيفية الصلاة على الجنازة كراچی ۱/ ۳۱٤، زکریا ۲/ ۵۳، كذا فی الشامی: کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة زکریا ۳/ ۱۱٤، کراچی ۲/ ۲۱۷، تاتار خانیه ، کتاب الصلاة ، الفصل الثانی والثلاثون صلاة الجنازة ، زکریا۳/ ۵۰، رقم: ۳٦۹۵، هندیه ، البا ب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا ۱/ ۱٦۵، جدید ۱/ ۲۲٦،

خانية على الهندية ، باب في غسل الميت وما يتعلق به زكريا ١/ ١٩٢، جديد ١/ ١٢٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٦/ ربیع الثانی ١٤٣٥ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٤٠/ ١١٤٩٥)

نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کرنے کا حکم

سوال: [٣٩١٤]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی بستی یا گاؤں میں کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ہو اور میت کو بغیر نماز کے دفن کر دیا جائے یا بچہ کا جنازہ بغیر نماز کے دفن کر دیا جائے، تو اس صورت میں اب نماز قبر پر پڑھ لی جائے یا نہیں؟ اگر پڑھ لی جائے تو جماعت کریں یا فرداً فرداً ادا کی جائے گی، جو بھی صورت ہو بیان فرمائیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتي: محمد یسین، محمود پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب تک میت کا جسم پھٹنے اور سڑنے کا گمان غالب نہ ہو جائے، اسوقت تک قبر پر باجماعت نماز جنازہ ادا کرنا درست ہے، اور سڑنے گلنے کی خاص مدت متعین نہیں ہے، بلکہ اسکا مدار سردی گرمی اور مٹی کی تاثیر وغیرہ پر ہے۔

(مستفاد: بہشتی زیور ١١/ ٩٢، فتاویٰ دار العلوم ٥/ ٢٨٨)

عن أبي هريرة رضى الله عنه ، أن أسود رجلاً أو امرأة ، كان يقم المسجد فمات ولم يعلم النبى صلى الله عليه وسلم بموته ، فذكره ذات يوم فقال: ما فعل ذلك الإنسان قالوا: مات يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أفلا آذنتموني، فقالوا: إنه كان كذا و كذا قصته ، قال: فحقروا شأنه ، قال: فدلوني على قبره ، فأتى قبره فصلى عليه.

(صحيح البخاری ، الجنائز ، باب الصلاة على قبر بعد ما يدفن ، النسخة الهندية ١/١٧٨، رقم: ١٣٢٢، ف: ١٣٣٧، صحيح مسلم ، الجنائز، باب الصلاة على القبر، النسخة الهندية ١/٣٠٩، بيت الأفكار رقم: ٩٥٦ ، سنن أبي داؤد، الجنائز، باب الصلاة على القبر، النسخة الهنديه ٢/٤٥٧، دارالسلام رقم: ٣٢٠٣، مسند أحمد بن حنبل ٣/١٥٠، رقم: ١٢٥٤٥)

وإن دفن وأهيل عليه التراب بغير صلاة أوبها بلا غسل أو ممن لا ولاية له صلي على قبره استحساناً مالم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير. (شامی، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة ، زكريا٣/١٢٥، كراچی٢/٢٢٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٩ رصفر ١٤١٠ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٢٥/١٦٧٣)

عورت اور مرد کے جنازے ایک ساتھ آجائیں تو چارپائیوں کی ترتیب کا کیا حکم ہے؟

سوال: [٣٩١٥]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر عورت مرد دونوں طرح کے جنازے ایک ساتھ آجائیں تو کس ترتیب سے چارپائیاں رکھی جائیں؟ جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

المستفتي: عبدالسبحان، جامع مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد کا جنازہ امام کی طرف رکھا جائے اور عورت کا جنازہ مرد والے جنازہ سے جانب قبلہ میں رکھا جائے، یعنی مرد کو امام سے قریب رکھا جائے

اورعورت کواس کے بعدرکھاجائے ،اسی طرح اگرکئی مرداورکئی عورتیں ہوں توامام سے قریب مردوں کورکھاجائے ،اورمردوں میں بھی جوسب سے افضل ہوگااس کوبالکل امام سے قریب رکھاجائے ،اس کے بعد جانب قبلہ میں عورتوں کوآگے رکھتے جائیں ،اس طریقہ سے سب جنازہ کی نمازایک ساتھ پڑھی جائے ،حرمین شریفین میں حج کے موقع پراسی طرح کئی کئی جنازہ کی نمازایک ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

عن عمار مولیٰ الحارث بن نوفل أنه شهد جنازة أم كلثوم وابنها فجعل الغلام مما يلي الإمام، فأنكرت ذلك وفي القوم: ابن عباس وأبو سعيد الخدري، وأبو قتادة، وأبو هريرة فقالوا: هذه السنة. (سنن أبي داؤد، الجنائز، باب إذا حضر جنائز رجال و نساء من يقدم، النسخة الهندية ٢/٤٥٥، دارالسلام رقم: ٣١٩٣، سنن النسائي، الجنائز، باب اجتماع صبي وامرأة، النسخة الهندية ١/٢١٧، دارالسلام رقم: ١٩٧٣، ١٩٧٤، مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب كيفية الصلاة على الرجال والنساء، المجلس العلمي٣/٤٦٥، رقم: ٦٣٣٧)

فيصف الرجال إلىٰ جهة الإمام ثم الصبيان ثم الخناثى ثم النساء. (عالمگيرى، الباب الحادى والعشرون فى صلاة الجنازة، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت زكريا ١/١٦٥، جديد ١/٢٢٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
٢٧/٣/١٤٢٨ھ
(الف فتویٰ نمبر:٣٨/ ٩٣٢٨)

الجواب صحیح:
احقرمحمدسلمان منصورپوری غفرلہ
٢٧/٣/١٤٢٨ھ

متعددنابالغ بچوں کی نمازجنازہ میں کونسی دعاپڑھیں؟

سوال: [٣٩١٦]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگرنابالغ بچے اوربچی کاجنازہ جمع ہوجائے اوران کی نمازجنازہ اکٹھاپڑھنے کی ضرورت ہوتوکون سی دعا

پڑھی جائیگی لڑکے والی یا لڑکی والی یا اس کے علاوہ کوئی اور؟

المستفتي: عبدالحمید، بندوقچیان، دھامپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب نابالغ لڑکے اورلڑکی کا جنازہ اکٹھا ہوجائے اورایک ساتھ نماز ادا کرنے کی ضرورت ہوتو ایسی صورت میں لڑکے کی دعا پڑھنی چاہیے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ٥/ ٣٦٨)

ولا يستغفر للصبي ولكن يقول اللهم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا أجراً وذخراً واجعله لنا شافعاً ومشفعاً . (هدايه كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، اشرفيه ديوبند ١/ ١٨٠، درمختار على الشامي ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، كراچی ٢/ ٢١٥، زكريا ٣/ ١١٣)

عن الحسن ،أنه كان إذا صلى على الطفل قال: اللهم اجعله لنا فرطاً، واجعله لنا أجراً. (مصنف عبد الرزاق ، الجنائز، باب الدعاء على الطفل ، المجلس العلمي ٣/ ٥٢٩، رقم: ٦٥٨٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٧ ربیع الاول ١٤٢٨ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٨/ ٩٣٢٨)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢٧/ ٣/ ١٤٢٨ھ

بڑوں کے ساتھ نابالغ بچوں کے جنازے رکھنے کی ترتیب

سوال: [٣٩١٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر بڑوں کے ساتھ نابالغ بچوں کے جنازے بھی ہوں تو بچوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اوران کو کس ترتیب سے رکھا جائے؟

المستفتي: عبدالسبحان، جامع مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بڑوں کے ساتھ نابالغ بچے بھی ہوں تو ان کے جنازوں کو امام کے سامنے رکھنے کی ترتیب یوں ہوتی ہے کہ اگر بڑوں میں سے مرد ہوں، تو امام کے سامنے مرد کا جنازہ رکھا جائے، اس کے بعد نابالغ بچوں کا جنازہ رکھا جائے، اور اگر مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ہوں تو مردوں اور بچوں کے بعد عورتوں کا جنازہ رکھا جائے، اور اگر صرف نابالغ بچے اور عورتیں ہوں تو امام سے قریب بچوں کا جنازہ رکھا جائے، اس کے بعد عورتوں کا جنازہ رکھا جائے، اور بالغوں کے ساتھ جب نابالغوں کی نماز بھی ایک ساتھ پڑھنا ہو تو پہلے بالغوں کی دعا پڑھی جائے اس کے بعد نابالغوں کی دعا پڑھی جائے، پھر اس کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرا جائے۔

فیصف الرجال إلیٰ جهة الإمام ثم الصبیان ثم الخناثیٰ ثم النساء ثم المراهقات. (عالمگیری، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا ١/١٦٥، جدید ١/٢٢٦)

بقي ما إذا کان فیهم مکلفون وصغار والظاهر أنه یأتي بدعاء الصغار بعد دعاء المکلفین. (طحطاوی علی المراقی، باب أحکام الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، دارالکتاب دیوبند /٥٩٣) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٧ ربیع الاول ١٤٢٨ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٨/ ٩٣٢٨)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢٧/٣/١٤٢٨ھ

نماز جنازہ کی صفوں میں جگہ چھوڑنا

سوال: [٣٩١٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ کی صفوں کے درمیان سجدہ کے بقدر جگہ چھوڑنا کیسا ہے، اور نہ چھوڑنے کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد عبد العلیم، مراد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز جنازہ میں صفوں کے درمیان جگہ چھوڑنا بے اصل ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۵/ ۲۸۹، محمودیہ قدیم ۱۶/ ۴۴۸، میرٹھ ۱۳/ ۲۰۸، ڈابھیل ۸/ ۵۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ ۷/ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۷۰)

نماز جنازہ کی صفوں میں کتنا فصل ہو؟

سوال: [۳۹۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صحن مدرسہ میں نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے، مدرسہ والے جنازہ رکھنے کی جگہ نیز صفوں کیلئے زمین پر پختہ نشان بنا رہے ہیں، تاکہ قبلہ رو ہونے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے، جب صفوں کا نشان ڈالا گیا تو ہر دو صف کے درمیان کا فاصلہ دو فٹ بیٹھتا ہے اس پر مدرسہ کے ایک مولوی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ اتنا فاصلہ نہ رکھا جائے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ صفیں اس انداز سے بنیں کہ دو صفوں کے درمیان نہ تو کوئی فاصلہ ہو اور نہ اتنی تنگی ہو کہ پچھلی صف والے کا سینہ اگلی صف والے نمازی کی پیٹھ سے مس رہے، اس پر دوسرے مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں اگر اتنا (دو صفوں کے درمیان دو گز کا فاصلہ چھوڑ کر کہا) فاصلہ ہو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیا واقعی نماز جنازہ میں صفوں کا فاصلہ مساجد کی صفوں کی طرح رکھ کر نماز پڑھنا اور ہر دو صفوں کو متصل بنانا ایک ہی حیثیت رکھتا ہے یا بہتر ہے کہ درمیان میں کوئی معتد بہ فاصلہ نہ رکھا جائے؟

المستفتي: مفتی شباہت علی، سہس پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پہلے مولوی صاحب کا قول صحیح اور درست ہے کہ

مساجد کی صفوں کی طرح فاصلہ رکھنا ضروری نہیں بلکہ اتنا فاصلہ کافی ہے کہ پچھلی صف والوں کا سینہ اگلی صف والوں کی پیٹھ سے مس نہ کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۲۹۸، میرٹھ ۱۳/ ۲۰۸، ڈابھیل ۸/ ۵۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ر صفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۶۸۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/ ۲/ ۱۴۱۷ھ

مسلمان اور کافر کی لاش مخلوط ہو جائیں تو نماز جنازہ کا طریقہ

سوال: [۴۹۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ساتھ دو آدمی سفر کر رہے تھے، جن میں ایک مسلمان تھا اور دوسرا ہندو تھا، اور دوران سفر ایسا حادثہ پیش آیا جس میں دونوں کے جسم کا نچلا حصہ بالکل غائب ہو گیا، اور مسلم کے چہرے پر داڑھی بھی نہیں تھی، جس سے انتقال کے بعد ایک کو دوسرے سے ممتاز کیا جائے، تو اس صورت حال میں کس کی نماز جنازہ پڑھی جائے، اور کس کی شریعت کے مطابق تجہیز و تکفین کی جائے، کیونکہ وہاں ان دونوں کو پہچاننے والا کوئی بھی نہیں ہے؟

المستفتي: حبیب احمد قصبہ، پھول بہڑ، لکھیم پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مسلم اور غیر مسلم کی پہچان نہ ہو سکے تو دونوں کو سامنے رکھکر نماز جنازہ پڑھی جائیگی، اور نیت یہ ہونی چاہئے، کہ مسلم کی نماز جنازہ ادا کر رہے ہیں، اور شریعت کے مطابق دونوں کی تجہیز و تکفین کی جائیگی اور پھر ان کو دفن بھی مسلمانوں کے قبرستان میں کیا جائے گا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/ ۴۸۷)

وقال بعضهم يصلى عليهم وينوى بالصلوة والدعاء للمسلمين لأنهم إن عجزوا عن تعيين العمل للمسلمين لم يعجزوا عن تمييز القصد فى الدعاء لهم وقال بعضهم يدفنون فى مقابر المسلمين الخ. (بدائع الصنائع،

فصل فی صلاة الجنائز ، فصل فی بیان شرائط وجوب الغسل کراچی ١/٣٠٣، زکریا٢/٣١، ہندیہ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الثانی فی الغسل زکریا ١/١٥٩، جدید ١/٢٢٠، شامی ، کتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، زکریا٣/٩٣، کراچی ٢/٢٠٠، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٦/٣٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٠/ جمادی الثانیہ ١٤١٦ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٢/ ٤٤٧٩)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٠/٦/١٤١٦ھ

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

سوال: [٣٩٢٠]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے، اور حنفیہ کے نزدیک کیا حکم ہے؟ اس کو وضاحت کے ساتھ تحریر کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احناف اور مالکیہ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں، جبکہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جائز ہے، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت نجاشیؓ پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی، حضرات حنفیہ اور مالکیہ فرماتے ہیں، کہ آپ ﷺ کے سامنے نجاشی کے درمیان کے حجابات اٹھا دیئے گئے تھے، اور آپ ﷺ کے سامنے حضرت نجاشیؓ کا جنازہ کر دیا گیا تھا، اور وہ آپ ﷺ کے لئے غائبانہ نہیں تھا، بلکہ آپ ﷺ کے سامنے ایسا منکشف کر دیا گیا تھا، کہ آنحضرت ﷺ نے جنازہ کو اپنے سامنے دیکھ کر نماز پڑھائی ہے، لہٰذا آپ ﷺ کے لئے حضرت نجاشیؓ کا جنازہ حاضر تھا غائب نہیں تھا۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/٧٢، محمودیہ ڈابھیل ٨/ ٦٦٦)

هذا تشريع منه وسنة لإمامة الصلوٰة علىٰ كل غائب وهذا قول الشافعيؒ وأحمدؒ في إحدى الروايتين عنه ، وقال أبو حنيفةؒ ومالكؒ : هذا

خاصٌّ به وليس ذلک لغيره. (أوجز المسالك جديد دمشق ٤/٤٤٤، رقم: ١٤٥١٨)

وبهذا القيد علم أنها لا تجوز علىٰ غائبٍ، وأمّا صلوٰته عليه الصلوٰة والسلام على النجاشي فإما لأنه رفع له سريره حتى رآهٗ بحضرته. (حلبي كبير، فصل فى الجنائز، اشرفيه ديو بند/٥٨٣)

فلا تجوز علىٰ غائب، وأما صلوٰته علىٰ النجاشي فإما لأنه رفع له عليه الصلوٰة والسلام سريره حتىٰ رآه بحضرته، فتكون صلوٰة من خلفه علىٰ ميتٍ يراهُ الإمام وبحضرته دون المأمومين وهذا غير مانعٍ من الاقتداء. (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، كوئٹه ٢/١٨٩، زكريا ٢/ ٣١٤، ٣١٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۰۰)

غائبانہ نماز جنازہ

سوال: [۳۹۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو مسلمان فسادات میں شہید ہوگئے ہیں، ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ غائبانہ نماز جنازہ کی شرعاً کیا حیثیت ہے، اوراس کا شریعت میں ثبوت ہے یا نہیں؟ مفصل مع حوالہ جواب سے نوازیں عین کرم ہوگا۔

المستفتي: رئیس احمد، محلّہ دولت باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ نہیں ہے، اور نہ ہی وہ شرعی طور پر معتبر ہوگی، اسلئے کہ نماز جنازہ کے صحیح ہونے کیلئے میت کا سامنے موجود ہونا شرط ہے، اور وہ شرط یہاں مفقود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت نجاشیؓ اور حضرت معاویہ بن معاویہ مزنیؓ کی جونماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائی ہے اسکی وجہ یہی تھی کہ ان دونوں حضرات کا جنازہ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ حضورﷺ کے سامنے کردیا تھا، اسلئے آپﷺ نے اس طرح ادا فرمائی ہے، کہ بظاہر غائبانہ ہے درحقیقت غائبانہ نہیں ہے، اور اب یہ خصوصیت کسی کو حاصل نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۷۲، احسن الفتاویٰ ۴/۲۰۰، فتاویٰ دارالعلوم ۵/۳۴۶)

قال أصحابنا لا يصلى على ميت غائب وقال الشافعيؒ يصلى عليه استدلالاً بصلوٰة النبي ﷺ على النجاشي وهو غائب ولا حجة له فيه لما بينا على أنه روى أن الأرض طويت له ولا يوجد مثل ذلک فی حق غيره الخ. (بدائع، فصل فی صلاة الجنازة، قبيل فصل بيان كيفية الصلاة على الجنازة زكريا ۲/۴۸، كراچی قديم ۱/۳۱۲)

وعن أبي حنيفةؒ والمالكية لا يشرع ذلک الخ. (بذل مصری، الجنائز، باب الصلاة على المسلم بموت فی بلاد الشرك ميرٹھ ۴/۲۰۸، جديد دارالبشائر الإسلاميه دمشق ۱۰/۴۹۴، مصری ۱۴/۱۷۵، هكذا شامی، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، زكريا ۳/۱۰۴، كراچی ۲/۲۰۹، البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة زكريا ۲/۳۱۴، ۳۱۵، كوئٹه ۲/۱۸۹، حلبي كبير، فصل فی الجنائز، اشرفيه ديوبند/۵۸۳، حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة على الميت، دارالكتاب ديوبند/۴۷۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍شعبان ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۲۶۲)

ولی کی اجازت سے پڑھائی گئی نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا

سوال: [۳۹۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم نے

کچھ دنوں قبل میت کی نماز جنازہ سورج غروب ہونے سے قبل ادا کی تاکہ قبل از مغرب تدفین عمل میں آسکے لیکن کچھ اصحاب نے کہا تدفین میں دیر لگ جائیگی ،مغرب کا وقت بالکل قریب ہے، اس لئے مغرب بعد تدفین کریں گے، اس پر سب کا اتفاق ہوگیا، پھر نماز مغرب کے بعد کچھ اور عزیز ورشتہ دار آ گئے ،جنھوں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی ،ان لوگوں نے نماز جنازہ دوبارہ پڑھنے پر اصرار کیا تو اس اصرار پر سب لوگوں نے دربارہ نماز جنازہ ادا کی تو سوال یہ ہے کہ ہم لوگ عند اللہ گنہگار تو نہیں ہوئے ، نیز دوبارہ نماز جنازہ ادا کی تو یہ ہم حنفیوں کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: حبیب اللہ تاج، سعودیہ عرب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جب نماز جنازہ ولی کی اجازت وشرکت سے پڑھ لی جائے، تو دوبارہ میت کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ ناجائز کام کا ارتکاب موجب گناہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۵/ ۳۴۹)

ولا يصلى على ميت إلا مرة واحدة والتنفل بصلوة الجنازة غير مشروع. (عالمگيری، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة على الميت، زكريا ١/ ١٦٣، جديد ١/ ٢٢٥، حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح، باب أحكام الجنائز، السلطان أحق بصلاته، دارالكتاب ديوبند/ ٤٨٧)

وإن صلى الولي لم يجز لأحد أن يصلي بعده. (شامی، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة كراچی ٢/ ٢٢٣، زكريا٣/ ١٢٤، هنديه، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة على الميت زكريا ١/ ١٦٤، جديد ١/ ٢٢٥)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۷۹)

ولی کی اجازت یاعدم اجازت سے پڑھی گئی نماز جنازہ کا تکرار

سوال: [۳۹۲۳]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک میت کی نماز جنازہ متعدد مرتبہ ہوسکتی ہے یانہیں؟ ولی نے پڑھ لی ہوتو کیاحکم ہے؟ اوراگر ولی نے نہ پڑھی تو کیاحکم ہے لیکن اس کی اجازت سے پڑھی گئی ہو۔

المستفتي: محمد ایوب، بارہ بنکوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرولی نے نماز جنازہ نہیں پڑھی ہےاوراسکی طرف سے اجازت بھی معلوم نہیں ہے،تو متعدد بار پڑھی جاسکتی ہے،لیکن جولوگ ایک بار پڑھ چکے ہیں،وہ دوبارہ نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں۔

فإن صلى غيره أي غير من له حق التقدم بلا إذن ولم يقتدبه أعادها هو إن شاء ولا يعيد معه أي مع من له حق التقدم من صلى مع غيره. (مراقی الفلاح علی الطحطاوی، کتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، السلطان أحق بصلاته، دارالكتاب ديوبند / ٥٩١، قديم / ٣٢٤، مجمع الأنهر، كتاب الصلاة با ب صلاة فصل دارالكتاب العلمية بيروت ١/٢٦٩، هنديه، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت زكريا١/١٦٣، جديد١/٢٢٥، شامى، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة زكريا٣/١٢٣، كراچى ٢/٢٢٣)

اوراگر ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی ہے، یااسکی اجازت سے پڑھی گئی ہوتو دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا مشروع نہیں ہے۔(مستفاد: عزیز الفتاویٰ ١/٣٣٠)

أما إذا أذن له أو لم يأذن ولكن صلى خلفه فليس له أن يعيد لأنه سقط حقه بالإذن أو بالصلاة مرة وهي لا تتكرر. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب أحكام الجنائز، السلطان، أحق بصلاته ،دارالكتاب ديوبند / ٥٩١، قديم

/٣٢٤، شامی ، کتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، زکریا٣/١٢٤، کراچی ٢/٢٢٣، هندیه ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا١/١٦٤، ١/٢٢٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۶۶۶/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۶ھ

نماز جنازہ میں قہقہہ مار کر ہنسنا

سوال: [۳۹۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ کے دوران ایک شخص قہقہہ مار کر ہنستا ہے، تو قہقہہ سے وضو ٹوٹ جائیگا یا نہیں؟ یا نماز بھی فاسد ہو جائیگی؟ مفصل جواب سے نوازیں۔

المستفتي: اصغر علی، ٹانڈہ بادلی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز جنازہ میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے البتہ نماز جنازہ باطل ہو جائیگی۔

فلا تنقض فی صلاة جنازة وسجدة تلاوة لکن یبطلان . (شامی ، کتاب الصلاة، باب الوضوء کراچی ١/١٤٥، زکریا١/٢٧٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۰۵۵/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۳۰ھ

نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال: [۳۹۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز

جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت کیساتھ جواب سے نوازیں۔

المستفتي: مولانا محمد کاظم، مدرسہ رحمانیہ، ٹانڈہ بادلی، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا حدیث وفقہ اور اسلامی شریعت میں ثابت نہیں ہے، اور خود نماز جنازہ شرعاً دعا ہے، اسلئے بعد میں دعا بدعت ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید زکریا ۴/ ۹۷، قدیم ۴/ ۸۵، جدید زکریا مطول ۵/ ۳۴۴، فتاویٰ دارالعلوم ۵/ ۳۰۵)

ولا يدعو للميت بعد صلاة الجنازة لأنه يشبه الزيادة في صلوٰة الجنازة الخ. (مرقات، كتاب الجنائز، الدعاء بعد صلاة الجنازة مرتان، امداديه ملتان ٤/ ٦٤، مصرى قديم ٢/ ٣٦٩)

ولا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنائز، لأنه دعا مرة لأن أكثرها دعاءٌ الخ. (فتاویٰ بزازيه على هامش الهنديه، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون ٤/ ٨٠، جديد ١/ ٥٣)

ولا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجنازة. (الفتاویٰ التاتار خانيه، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون الجنائز، المتفرقات زكريا ٣/ ٩٠، رقم: ٣٧٩٤، المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون، الجنائز، المجلس العلمي ٣/ ١٠٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۶۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۶/ ۱۴۱۱ھ

نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: [۳۹۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز

جنازہ کے بعد فوراً میت کو سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا رواج ہے کیا ایسا کرنا شرع کے اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: حبیب الرحمٰن، ۲۴ ر پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز جنازہ بذات خود دعا ہے، اس لئے مزید دعا کی ضرورت نہیں اور باقی یہ طریقہ کہ نماز جنازہ کے بعد میت کو سامنے رکھ کر دعا کرنا تو یہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام اور سلف سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا مذکورہ طریقہ کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۱/ ۲۲۵، عزیز الفتاویٰ/ ۳۳۶)

ولا يدعو للميت بعد صلوٰة الجنازة لأنه يشبه الزيادة فى صلاة الجنازة . (مرقاة ، كتاب الجنائز، الدعاء بعد صلاة الجنازة ، مرقاة ، امداديه ملتان ٤/ ٦٤، مصرى قديم ٣/ ٦٤)

لا يقوم بالدعاء بعد صلوٰة الجنائز ، لأنه دعا مرة لأن أكثرها دعاء .

(بزازيه على هامش الهنديه، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون ٤/ ٨٠، جديد ١/ ٥٣، البحرالرائق، كتاب الجنائز، فصل فى السلطان أحق بصلاته زكريا ٢/ ٣٢١، كراچى ٢/ ١٨٣ ، خلاصة الفتاوىٰ ، الفصل الخامس والعشرون فى الجنائز ، نوع منه إذا اجتمعت الجنائز) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ر شعبان ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۷۸)
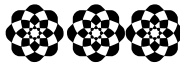
۱۱/ باب القبور

ایک ہی قبر میں چند مردوں کو دفن کرنا

سوال: [۳۹۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض شہروں میں جگہ تنگ ہونے کی بنا پر ایک شخص قبرستان کیلئے جگہ خرید لیتا ہے، اور اس قبر میں ایک نعش کو دفن کرنے کے بعد پھر اسی کے خاندان میں سے کچھ مدت کے بعد کسی کا انتقال ہوتا ہے، تو اس کو بھی اسی میں دفن کرنا چاہتا ہے، اسی طرح سے یکے بعد دیگرے سب کو ایک ہی قبر میں دفن کرنا چاہتا ہے، تو اس طریقہ پر کئی نعش کو ایک ہی قبر میں دفن کرنا کیسا ہے؟ نیز اگر دفن کرسکتا ہے تو کتنی مدت پر؟ جواب سے نوازیں؟

المستفتي: امتیاز احمد، بہراوی، گریڈیہ بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک ہی قبر میں متعدد مردوں کو دفن کرنا شرعاً جائز ہے، مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ پہلے سے دفن کردہ مردہ کے گوشت و پوست وغیرہ گل کر بالکل ختم ہوگئے ہوں اس سے پہلے قبر کھودنے میں چوں کہ میت کی ہتک حرمت لازم آتی ہے، (جو ممنوع ہے) اس لئے دوسرا مردہ دفن کرنا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۴۰، فتاویٰ دارالعلوم ۵/ ۳۷۸)

ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ. (شامی، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في دفن المیت زکریا۳/ ۱۳۸، کراچی ۲/ ۲۳۳، تبیین الحقائق، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، قبیل فصل فی التعزیۃ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۴۶، زکریا ۱/ ۵۸۹، ہندیہ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریا۱/ ۱۶۷، جدید ۱/ ۲۲۸، البحرالرائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ

الجنازة ، قبيل باب الشهيد كوئٹه ۲/ ۱۹٤، زكريا۲/ ۳٤۲)

وفى فتح القدير ولا يحفر قبر لدفن آخر إلا إن بلى الأول فلم يبق له إلا عظم . (فتح القدير ، كتاب الصلاة ، باب الجنائز ، قبيل باب الشهيد ، زكريا ۲/ ۱۵۰، كوئٹه ۲/ ۱۰۱، دار الفكر مصري قديم ۲/ ۱٤۱، هكذا فى حلبى كبير ، فصل فى الجنازة اشرفيه / ٦۰۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۳۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/ ۶/ ۱۴۱۸ھ

صندوق یا بکس میں دفن کرنا

سوال: [۳۹۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی کا انتقال ہوگیا اس کے دفن کیلئے لکڑی کا ایک بکس بنوایا گیا اس بکس میں میت رکھی گئی اس کے بعد بکس کے ساتھ ہی اس کو دفن کیا گیا، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد اشرف، بروالان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زمین نرم ہے تو بکس اور صندوق میں رکھکر دفن کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے، ہاں البتہ اگر زمین نرم نہیں ہے، اور بلا ضرورت صندوق میں رکھکر دفن کیا جاتا ہے تو مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/ ۲۹۵، ڈابھیل ۹/ ۵۴)

ولا بأس باتخاذ تابوت .... له عند الحاجة كرخاوة الأرض (تحته فى الشامية) أي يرخص ذلك عند الحاجة وإلا كره . (الدر مع الرد ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب فى دفن الميت زكريا ۳/ ۱٤۰، كراچى ۲/ ۲۳٤، وهكذا فى الهندية، الباب الحادى والعشرون صلاة الجنائز ، الفصل السادس فى القبر

والدفن زکریا ۱/ ۱٦٦، جدید ۱/ ۲۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۱۸٦)

مسجد یا مدرسہ کے ذمہ دار کا احاطۂ مسجد یا مدرسہ میں دفن ہونا کیسا؟

سوال: [۳۹۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ مسجد یا مدرسہ کی زمین میں محض ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے دفن ہوتے ہیں یا تو ان کے کہنے کی وجہ سے دفن کیا جاتا ہے، یا ان کے وارثین کے کہنے کی وجہ سے دفن کیا جاتا ہے، تو اس طرح دفن کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد یا مدرسہ کے احاطہ کی زمین میں مسجد یا مدرسہ کے ذمہ دار کو دفن کرنا شرعاً جائز نہیں، اس لئے کہ یہ حکماً غصب ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔
(منتخبات نظام الفتاویٰ ۲/ ۳۴۷، احسن الفتاویٰ ۴/ ۱۹۳، محمودیہ ڈابھیل ۱۴/ ۳۳۹، میرٹھ ۲۱/ ۱۲۷)

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يعار ولا يرهن، قال ابن عابدين قوله: لا يملك : أي لا يكون مملوكا لصاحبه ولا يملك أي لا يقبل التمليك لغيره، بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه. (شامی، کتاب الوقف، فبيل فی شرط واقف الكتب أن لا تعار إلا برهن زکریا٦/ ٥٣٩، کراچی ٤/ ٣٥٢)

شرط الواقف كنص الشارع أي في وجوب العمل به وفى المفهوم والدلالة. (شامی، كتاب الوقف، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع زکریا٦/ ٦٤٩، کراچی ٤/ ٤٣٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ جمادی الاُخریٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵٦۱)

میت کو قبر میں رکھنے والوں کا جوتے چپل پہنے رکھنا

سوال: [۳۹۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو دفن کرتے وقت جوتے چپل پیر میں رکھنا کیسا ہے؟ مثلاً میت کو قبر میں اتارنے والوں اور تختہ رکھنے والوں کا اپنے پیروں میں چپل رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: میت کو دفن کرتے وقت میت کو قبر میں اتارنے والوں اور تختہ رکھنے والوں کا اپنے پیروں میں جوتے چپل پہنے رکھنا جائز ہے ہاں البتہ خلاف ادب ہے! (مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴/۳۱۴)

ومن السنة أن لا يطأ القبور فی نعليه ويستحب أن يمشی على القبور حافياً.

(حاشية الطحطاوی، باب أحكام الجنائز، فصل فی زيارة القبور دارالكتاب ديوبند/ ٦٢٠)

عن بشير مولیٰ رسول الله ﷺ، قال: بينما أنا أما شي رسول الله ﷺ مر بقبور .... ثم حانت من رسول الله ﷺ نظرة، فإذا رجل يمشي في القبور عليه نعلان، فقال: يا صاحب السبتيتين، ويحک ألق سبتيتيک، فنظر الرجل، فلما عرف رسول الله ﷺ خلعهما فرمیٰ بهما.

(أبو داؤد كتاب الجنائز، باب المشي بين القبور فی النعل، النسخة الهنديه ٢/ ٤٦٠، دارالسلام رقم: ٣٢٣٠، نسائی، كتاب الجنائز، كراهية المشيي بين القبور، فی النعال السبتية، النسخة الهندية ١/ ٢٢٣، دارالسلام رقم: ٢٠٥٠)

يخلع النعال إذا دخل المقابر، وهذا مستحب، وقال الجمهور من العلماء بجواز ذلک، وهو قول الحسن وابن سيرين والنخعي والثوری وأبي حنيفة ومالکٍ والشافعی وجماهير الفقهاء من التابعين. (حاشيه بذل المجهود، كتاب الجنائز، باب المشي بين القبور فی النعل جديد دارالبشائر الإسلاميه بيروت ١٠/ ٥١٩)

وأقل أحواله الندب ولأن خلع النعلين أقرب إلى الخشوع وزيُّ أهل التواضع واحترام أموات المسلمين وإخبار النبيﷺ بأن الميت يسمع قرع نعالهم لاينفي الكراهة . (المغنی۲/۲۲۳)

والمشي في المقابر بنعلين لا يكره عندنا . (هنديه، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریا۱/۱٦۷، جديد ۱/۲۲۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۱۵)

دوران تدفین قبرستان میں جوتا چپل پہن کر چلنا

سوال: [۳۹۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں جوتے چپل پہن کر چلنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً میت کو دفن کرنے جانا ہوا ہے اور جہاں پر قبر بنی ہے وہاں تک پہونچنے کیلئے بہت سی قبروں کے درمیان سے گزرنا پڑ رہا ہے تو ایسی صورت میں جوتا چپل پہن کر قبر تک جانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبرستان میں قبروں کے درمیان جوتے چپل پہن کر چلنا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۹/۱۳۹، میرٹھ ۱۳/۳۱۱)

عن أبي هريرةؓ عن النبي ﷺ أن الميت يسمع خفق نعالهم إذا ولو مدبرين واستدل به على جواز المشيي بين القبور بالنعال. (فتح الباری ، کتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال تحت رقم: ۱۳۳۸، دارالريان للتراث بيروت ۳/۲٤٥، اشرفيه ديوبند ۳/۲٦٤)

عن جرير بن حازم قال: رأيت الحسن وابن سيرين يمشيان بين القبور في نعالهما .(مصنف ابن أبي شيبه، مؤسسه علوم القرآن بيروت ۷/۱۳ ٥، برقم: ۱۲۲۷ ۱)

قال الخطابي : خبر أنس ؓ يدل على جواز لبس النعل لزائر القبور وللماشي بحضرتها وبين ظهرانيها. (بذل المجهود ، كتاب الجنائز، باب المشي بين القبور في النعل قديم مطبوعه سهارنپور ٤/ ۲۱۳، جديد دارالبشائر الإسلاميه بيروت ۱۰/ ٥۲۰)

وفي قوله ؑ : إنه يسمع خفق نعالهم ، إذا ولو اعنه دليل على إباحة دخول المقابر بالنعال . (ابن حبان ، فصل في زيارة القبور زكريا الزجر عن دخول القابر بالنعال ٥/ ٦۸)

والمشي في المقابر بنعلين لا يكره عندنا. (هنديه ،الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن زكريا ۱/ ۱٦۷، جديد ۱/ ۲۲۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ رمحرام الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۱۸)

قبر کس کیفیت کی ہونی چاہئے؟

سوال: [۳۹۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عام طور سے جو یہاں قبر کھودی جاتی ہے، جس کو شق کہتے ہیں ،اسکی چوڑائی اور لمبائی اور اوپری حصہ کتنا ہونا چاہئے۔ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: محمد ہاشم ،بہرائچی، متعلم مدرسہ شاہی ،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: چوڑائی اتنی ہو کہ اندر کے حصہ میں آرام سے

میت کو لٹایا جا سکے ، اور اوپر کے حصہ میں دونوں جانب اندر کے حصہ سے اتنا زائد کیا جائے ،جس سے تختہ وغیرہ اچھی طرح رک جائے ،اورلمبائی میت کی لمبائی کے برابر ہواور گہرائی میں اوپر کا حصہ نصف قد کے برابر ہواور نیچے کا حصہ اتنا گہرا ہوکہ میت کو رکھنے کے بعد تختہ میت کے جسم سے نہ لگے۔

والشق أن يحفر حفيرةً كالنهر ويبنى جانباها باللبن أوغيره ويوضع الميت بينهما ويسقف عليه باللبن أوالخشب ولا يمس السقف الميت الخ. (شرح كبيرى ، فصل فى الجنائز، اشرفيه ديوبند/٥٩٥، حاشية الطحطاوى على المراقى ، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فى حملها ودفنها ، دارالكتاب ديوبند /٦٠٧، هنديه،كتاب الصلوٰة ، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن زكريا ١/١٦٦، جديد ١/٢٢٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳رمحرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۴/۶۴۰۰)

قبر کی گہرائی کتنی ہو؟

سوال: [۳۹۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر کا صندوق جس جگہ پر تختے بچھائے جاتے ہیں،اس جگہ کی گہرائی زمین کی سطح سے کتنی ہونی چاہئے؟، نیز تختے رکھنے کی جگہ کے بعد نیچے کتنی گہرائی اور ہونی چاہئے؟

المستفتي: قمرالدین،کھیڑا ٹانڈہ،رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قبر کی گہرائی کے بارے میں مغربی یوپی میں کچھ لاپرواہی سے کام لیا جاتا ہے،صندوق سے اوپر والے حصے کی گہرائی بہت ہی کم رکھی جاتی ہے ،حالانکہ شرعا اسکی گہرائی قد آدم کے برابر یا کم سے کم صندوق والے حصے پر تختہ رکھنے کے بعد

جب اس کے اوپر کوئی انسان کھڑا ہو جائے تو نصف قد آدم کے برابر سطح زمین سے نیچے کی گہرائی ہونی چاہئے، اور صندوق والاحصہ جس میں میت کو رکھا جاتا ہے اسکی گہرائی بقدر ضرورت رکھی جائے، جیسا کہ حدیث اور فقہی جزئیات سے واضح ہوتا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

عن الحسن قال: أوصى عمر أن يجعل عمق قبره قامة وبسطة.

(المصنف لابن أبي شيبه، الجنائز، ماقالوا إعماق القبر مؤسسه علوم القرآن بيروت ٣٢٤/٧، رقم: ١١٧٨٤)

يحفر القبر نصف قامة أو إلىٰ الصدر ولمن يزد كان حسناً وفى الحجة: روى الحسن بن زياد عن الإمام أنه قال طول القبر على قدر طول الإنسان وعرضه قدر نصف قامة ...... ثم يوضع الميت بينهما، ويسقف عليه باللبن أو الخشب ولا يمس السقف الميت. (طحطاوى على المراقى، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فى حملها ودفنها، دارالكتاب ديوبند/٦٠٧، شامى، كتاب الصلوٰة، باب صلاة الجنازة، مطلب فى دفن الميت زكريا ١٣٩/٣، كراچى ٢٣٤/٢، مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، باب صلاة الجنائز، دارالكتب العلميه بيروت ٢٧٥/١، تاتار خانية، الصلاة، الفصل الثانى والثلاثون فى الجنائز، نوع آخر فى القبر والدفن زكريا٣/٧٦، رقم: ٣٧٥٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۶۹/۴۱)

قبر میں اوپر کے حصے کی گہرائی کتنی ہو؟

سوال: [۳۹۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر کی گہرائی کتنی ہونی چاہئے، اوپر والاحصہ کتنا گہرا ہونا چاہئے؟ اور نیچے والاحصہ جس میں میت کو رکھا جاتا ہے، اس کی گہرائی کتنی ہونی چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر کے دو حصے ہوتے ہیں، (۱) ایک وہ حصہ جس میں میت کو رکھا جاتا ہے۔ (۲) اور ایک تختوں سے اوپر والا حصہ، اس کی گہرائی پورے قد آدم ہو، ورنہ کم از کم آدمی کے نصف قد کے برابر ہونی چاہئے، اور اندر کے حصہ کی گہرائی کم از کم اتنی ہونی چاہئے کہ اس پر تختہ رکھنے سے تختہ میت سے نہ لگے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۳/ ۹۵، محمودیہ ڈابھیل ۹/ ۴۸، میرٹھ ۱۳/ ۲۵۴، دار العلوم ۵/ ۳۸۵)

عن الحسن قال: أوصى عمرؓ أن يجعل عمق قبره قامةوبسطة .

(مصنف ابن أبی شیبه ، الجنائز، ماقالوا فی اعماق القبر مؤسسه علوم القرآن بيروت ۷/ ۳۲٤، برقم: ۱۱۷۸٤)

(يوضع فيها الميت) بعد أن يبنى حافتاه باللبن أو غيره ثم يوضع الميت بينهما ويسقف عليه باللبن أو الخشب ولا يمس السقف الميت. (حاشية الطحطاوی ، الصلاة ، باب أحكام الجنائز ، فصل فی حملها و دفنها ، دارالكتاب ديوبند/ ۶۰۷)

وينبغي أن يكون مقدار عمقه إلى صدر رجل وسط القامة وكل ما ازداد فهو أفضل ؛ لأن فيه صيانة الميت عن الضياع . (الجوهرة النيرة ، باب الجنائز دارالكتاب ديوبند ۱/ ۱۳۱، مراقی الفلاح الصلاة ، باب أحكام الجنائز، / ۲۲۰، هنديه، الباب الحادی والعشرون فی صلوٰة الجنائز، الفصل السادس فی القبر و الدفن زكريا ۱/ ۱۶۶، جديد ۱/ ۲۲۷)

عن محمد أنه قال: ينبغي أن يكون مقدار العمق إلىٰ صدر رجل وسط القامة ، قال : وكل ما از داد فهو أفضل ، وعن عمرؓ : أنه قال: يعمق القبر إلىٰ صدر الرجل ، وإن عمقوا مقدار قامة الرجل فهو أحسن.

(تاتارخانیة ، الصلاة ، الفصل الثلاثون فی الجنائز، نوع آخر فی القبر والدفن زکریا۳/۷۶، برقم: ۳۷۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۱۷)

قبر کے اندرونی حصہ کی مٹی سے لپائی کرنا

سوال: [۳۹۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں قبر تیار کرنے کے بعد اس کی ملتانی مٹی سے لپائی کرتے ہیں، پھر جنازہ رکھتے ہیں، کیا لپائی کرنا سنت ہے، ملتانی کے علاوہ دوسری مٹی سے نہیں کرسکتے؟ ضروری ہے ملتانی مٹی سے؟ مذکورہ بالا مسائل کا مکمل حل فرما کر ممنون فرمائیں وعنداللہ ماجور ہوں؟

المستفتي: عبدالعظیم، مسجد بساتیان،
قصبہ: نول گڑھ، صوبہ: راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبر کے اندرونی حصہ میں ملتانی مٹی سے لپائی کرنا کسی بھی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے، اسلئے ایسے امور کا التزام بدعت وکراہت سے خالی نہ ہوگا، حدیث شریف میں آیا ہے۔

عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهورد. (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على جور فالصلح مردود ۱/۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷، صحیح مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور النسخة الهندية ۲/۷۷، بيت الأفكار رقم: ۱۷۱۸، سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب في لزوم النسخة الهندية ۲/۶۳۵،

دارالسلام رقم: ٤٦٠٦، مشکوۃ شریف ١/ ٢٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍رجب ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۲۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۷/۱۴۱۳ھ

ڈھائی ہوئی قبر کو ہموار کرنا

سوال: [۳۹۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر قبر ڈھ جائے، تو اس کو مٹی چڑھا کر ہموار کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

المستفي: عبداللہ عمر قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ڈھائی ہوئی قبر پر مٹی چڑھا کر ہموار کرنا جائز ہے۔
(مستفاد فتاویٰ دارالعلوم ۵/ ۳۷۵، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/ ۱۱۴، گ میرٹھ ۱۳/ ۳۰۸)

وإذا خربت القبور فلا بأس بتطيينها لما روي أن النبي ﷺ مر بقبر ابنه إبراهيم فرأى فيه حجراً سقط منه فسدّه وأصلحه ثم قال من عمل عملاً فليتقنه. (تاتار خانية، الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز،، نوع آخر في القبر والدفن زكريا ٣/ ٧٢، برقم: ٣٧٣٧)

عن مكحولٍ قال: بينما رسول الله ﷺ جالس على قبر ابنه، إذ رأى فرجة فقال للحفار: ائتني بمدرة لأسدها أما أنها لا تضر، ولكن يقرّ بعين الحي. (مصنف عبدالرزاق، بيروت ٣/ ٥٠٨، برقم: ٦٤٩٩، كنز العمال، دارالكتب العلمية ١٥/ ٢٥٦، برقم: ٤٢٣٩٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۰۷)

قبر میں ملنے والی ہڈیوں کا کیا کریں

سوال: [۳۹۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر کھودی گئی اس میں مردار کی ہڈیاں نکلیں تو وہ ہڈیاں اس میں دفنائیں گے یا نہیں؟

المستفتي: افضل حسین قاسمی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر سے نکلی ہوئی پرانی ہڈیوں کو اسی قبر کے کنارے دبا دیا جائے، پھر میت کو اسی قبر میں دفن کیا جا سکتا ہے، اس قبر کو بند کر کے دوسری قبر کھودنا ضروری نہیں اور نہ ہی ان ہڈیوں کو پھینکا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/ ۳۱۰، جدید ڈابھیل ۹/ ۹۶، فتاویٰ دارالعلوم ۵/ ۳۷۸)

ولا يدفن اثنان في قبر واحد إلا لضرورة ولا يحفر قبر لدفن آخر إلا إن بلي الأول فلم يبق له إلا عظم إلا أن لا يوجد بد فيضم عظام الأول ويجعل بينهما حاجزاً من تراب .(فتح القدير، باب الجنائز، فصل في الدفن زكريا ديوبند ۲/ ۱۵۰، کوئٹه ۲/ ۱۰۲، دارالفکر مصری ۲/ ۱۴۱، شامي، کتاب الصلاة، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت زكريا ۳/ ۱۳۸، کراچی ۲/ ۲۳۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۲۰۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴/ ۱۱/ ۱۴۱۵ھ

مصنوعی دانتوں کو قبر میں رکھنا

سوال: [۳۹۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مصنوعی دانت مرتے وقت اگر منھ میں نہ ہوں تو کیا قبر میں رکھ دینا چاہئے؟

المستفتي: احمد نجیب، آندھروی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مصنوعی دانت چونکہ انسان کے جسم کا جزو نہیں ہیں، اسلئے مرتے وقت ان کو نکال دینا چاہئے، اور صورت مسئولہ میں جبکہ وہ پہلے ہی سے باہر ہیں، تو انھیں قبر میں نہیں رکھا جائے گا۔

وينزع عنه ما ليس من جنس الكفن نحو السلاح والجلود والفرو والحشو والخف والقلنسوة . (عالمگیری، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السابع فی الشهید زکریا ۱/۱٦۸، جدید ۱/۲۲۹)

ويدفن بدنه وثيابه إلا ماليس من جنس الكفن، كالفرو والحشو والخف والسلاح . (مجمع الأنهر، کتاب الجنائز، باب الشهيد، دارالكتاب العلمية بيروت ۱/۲۷۹)

وينزع عنه ماليس صالحا للكفن كالفرو والحشو والسلاح والدرع. (نور الإيضاح، باب الشهيد، امدادیه دیوبند/۱۳٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۳/۱۴۲۸ھ

دفن کرنے کے بعد ایک قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا

سوال: [۳۹۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو نہلا وکفنا کر اور نماز جنازہ پڑھ کر دفنا دینے کے بعد قبر سے نکالنا اور کسی دوسرے مقام پر لیجا کر دفنانا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ یا حرام، پوری تشریح فرمادیں مہربانی ہوگی؟

المستفتي: سعادت حسین، اسلام نگر، قصبہ: سیوہارہ، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی طور پر دفن کر چکنے کے بعد دوسری جگہ دفن

کرنے کے لئے قبر کے اندر سے میت کو نکالنا ناجائز اور سخت گناہ ہے، جبکہ جہاں دفن کیا گیا وہاں سے نکالنے پر وہاں کے ذمہ داروں کی طرف سے کوئی اصرار نہ ہو، لہٰذا اگر ایسا کیا گیا ہے، تو کرنے والے سب گنہگار رہوں گے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۷۷۴)

ولا يـجوز نقله أي الميت بعد دفنه بأن أهيل عليه التراب ، وأما قبله فيخرج بالإجماع بين أئمتنا طالت مدة دفنه أو قصرت للنهى عن نبشه والنبش حرام حقا لله تعالىٰ إلا أن تكون الأرض مغصوبة فيخرج لحق صاحبها إن طلبه . (مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى، كتاب الصلاة ، باب أحكام الجنائز، فصل فى حملها ودفنها، دارالكتاب ديوبند/٤ ٦١، ٦١٥)

ولا يجوز نقله بعددفنه بالإجماع إلا أن تكون الأرض مغصوبة أو أخذت بالشفعة . (نورالايضاح ، الصلاة، باب الجنائز، فصل فى حملها ودفنها امداديه ديوبند/٤ ١٣)

أما بعد الدفن فيحرم إخراجه ونقله إلا إذا كانت الأرض التى دفن فيها مغصوبة أو أخذت بعد دفنه بشفعة . (الفقه علىٰ المذاهب الأربعة مباحث الجنائز، مبحث الشهيد، نبش القبر، دارالفكر بيروت ١/٥٣٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر شوال ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۴۷۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۰/۲۳ھ

شک کی بنیاد پر دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنا

سوال: [۳۹۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سائل ہری چگوں والی مسجد کے قریب قبرستان کا مہتمم ومتولی ہے، پولس تقریباً ۱۹/۱۸ر دن کی پرانی میت (ایک عورت) کو قبر سے کھودنا چاہتی ہے، اور نکالنا چاہتی ہے، کیا شرعی اور مذہبی نقطۂ

نظر سے میت کی بے حرمتی ہوگی اور آپ شرعی اور مذہبی نقطۂ نظر سے اپنا فتویٰ دینے کی زحمت فرمائیں کہ یہ کہاں تک جائز ہے؟

المستفتي: محمد منظور احمد قریشی، ہری چگوں والا قبرستان، اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض شکوک وشبہات کی وجہ سے دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنا اسلامی شریعت میں جائز نہیں ہے، نہ حکومت کے لوگوں کیلئے جائز ہے اور نہ ہی عوام مسلمانوں کیلئے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۴/ ۱۸۹، جدید زکریا ۴/ ۲۰۱، جدید زکریا مطول ۵/ ۵۱۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۲۹۶، جدید ڈابھیل ۹/ ۱۳۴)

ولا يخرج منه بعد إهالة التراب . (درمختار ، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت كراچی ۲/ ۲۳۸، زکريا ۳/ ۱۴۵)

والنبش حرام حقا لله تعالیٰ، قال الطحطاوی، ولا يباح نبشه بعد الدفن أصلاً. (مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی ، باب أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها ، دارالكتاب ديوبند/ ۶۱۴، ۶۱۵، حلبي كبير ، فصل في الجنائز، مسائل متفرقة من الجنائز، اشرفيه ديوبند/ ۶۰۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۸/ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۴۰)	۸/ ۱۱/ ۱۴۲۰ھ

معائنہ کی غرض سے دفن شدہ نعش کو نکالنا

سوال: [۳۹۴۱ (الف)]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کا قتل ہوگیا ہے، اور اس کو نماز جنازہ پڑھ کر دفن بھی کردیا گیا ہے، اتفاق سے اب یہ صورت درپیش ہے کہ قاتل کی گرفتاری اور بعض قانونی ناگزیر ضرورت کی وجہ سے نعش کا

معائنہ بے حد ضروری ہے کیا اس طرح کی ضرورت کی وجہ سے دفن شدہ نعش کو قبر سے نکالنے کی کوئی گنجائش ہے، اگر کوئی گنجائش ہو وضاحت سے تحریر فرمائیں؟

المستفتي: مقصود احمد قاسمی، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شرعی طریقہ سے دفن کے بعد اب صرف نعش کے معائنہ کیلئے قبر سے نکالنا شرعاً جائز نہ ہوگا۔

ولا يخرج منه بعد إهالة التراب إلا لحق آدمي كأن تكون الأرض مغصوبة أو أخذت بشفعة الخ. (در مختار، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت كراچى ٢/٢٣٨، زكريايو بند٣/١٤٥)

والنبش حرام حقا لله تعالیٰ، قال الطحطاوى، ولا يباح نبشه بعد الدفن أصلاً. (مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى، باب أحكام الجنائز، فصل في حملها ودفنها، دارالكتاب ديوبند/٦١٤، ٦١٥، حلبي كبير، فصل في الجنائز، مسائل متفرقة من الجنائز، اشرفيه ديوبند/٦٠٧)

نیز معائنہ بھی غیر مسلموں کا ہوتا ہے، اس میں میت اور اسلام کی ہتک حرمت لازم آ سکتی ہے۔

عن ابن مسعود قال: أذى المؤمن في موته كأذاه في حياته. (المصنف لإبن أبي شيبه، كتاب الجنائز، ماقالوا في سبب الموتى وماكره من ذلك تحقيق شيخ عوامه، مؤسسه علوم القرآن ٧/٤٣٢، رقم: ١٢١١٥)

أكرام الميت مندوب إليه في جميع مايجب كإكرامه حيا، وإهانته منهي عنها كما في الحيوة. (شرح الطيبى، الجنائز، باب دفن الميت تحت رقم الحديث/١٧١٤، كراچى ٣/٣٨٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۲۸۲)

چوبیس گھنٹہ پہلے قبر تیار کر کے رکھنا

سوال [۳۹۴۱(ب)]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چوبیس گھنٹہ پہلے قبر کھودی گئی، چوبیس گھنٹہ میں میت کو یہاں لاکر دفن کرنا ہے، تو ایسی صورت میں میت کے دفن سے پہلے قبر کے پاس کسی آدمی کا موجود رہنا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر کھودنے کے بعد تدفین سے پہلے قبر کی حفاظت کے لئے قبر کے پاس کسی آدمی کا رہنا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اور حضرت ربیع بن خیثمؒ وغیرہ نے کئی دن قبل اپنی قبر تیار کر رکھی تھی مگر کسی کو قبر پر نگرانی اور حفاظت پر مامور نہیں کیا گیا تھا۔

مات أبو سفيان بالمدينة، وصلى عليه عمر بن الخطابؓ، وقبر في دار عقيل بن أبي طالب بالبقيع، وهو الذي حفر قبر نفسه قبل أن يموت بثلاثة أيام.

(اعلاء السنن، أبواب الجنائز، باب استحباب غرز الجريدة الرطبة على القبر، دار الكتب العلمية بيروت ۳۴۵/۸، كراچي ۳۰۲/۸، المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب أبي سفيان بن الحارثؓ قديم ۲۵۵/۳، جديد مكتبة نزار مصطفىٰ الباز بيروت ۹۰۵/۵، رقم: ۵۱۰۸)

من حفر قبراً لنفسه فلا بأس به ويؤجر عليه، هكذا عمل عمر بن عبد العزيز والربيع بن خيثم وغيرهم. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، نوع آخر في القبر والدفن، زكريا ۷۶/۳، رقم: ۳۷۴۹، هندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن، زكريا قديم ۱۶۶/۱، زكريا جديد ۲۲۷/۱)

ويحفر قبرًا لنفسه، وقيل يكره والذي ينبغي أن لا يكره تهيئة نحو الكفن. (شامي، كتاب الصلاة، باب صلوة الجنازة، مطلب في اهداء ثواب القراءة للنبي صلى الله عليه وسلم، زكريا ٣/ ١٥٤، كراچي ٢/ ٢٤٤)

قوله: بخلاف القبر، لقوله تعالىٰ: وماتدري نفس بأي أرض تموت حفره لاينا في الآية لنفعه في الجملة ولو لغيره. (تقريرات رافعي على شامي، زكريا ٣/ ١٢٤، كراچي ٢/ ١٢٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف رجسٹر خاص)

زندگی میں اپنی قبر تیار کر کے اس میں دفن کی وصیت کرنا

سوال: [۳۹۴۱ (ج)]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ: اپنی زندگی میں اپنی قبر کھود کر تیار کر لیتے ہیں اور متعلقین سے کہتے ہیں، اسی میں مجھے دفن کرنا ہے کیا اس طرح اپنی زندگی میں قبر تیار کر کے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتي: عمیر، غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اپنی زندگی میں ہی قبر تیار کر کے رکھ لینا اس بات پر دلیل ہے کہ اس کے دل ودماغ میں موت وقبر کی باتیں تصور میں رہتی ہیں اور موت وقبر کی باتیں تصور میں رہنا اور ان کو یاد رکھنا باعث اجر وثواب ہے حدیث شریف میں ایسے شخص کو عقل مند اور سمجھدار بتایا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا "**یارسول الله! أي المومنين أكيس**"، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" **أكثرهم للموت ذكراً وأحسنهم استعداداً له قبل أن ينزل بهم أولئک من الأكياس**" یہ ایک لمبی حدیث کا مختصر حصہ ہے۔

ملاحظہ ہو مستدرک حاکم جدید ۸/ ۳۰۷۹، رقم: ۸۰۶۲۳، اس سلسلے میں مزید چند روایات اور جزئیات ملاحظہ فرمائیے:

حدثنا محمد بن عمر قال: أبوسفيان بن الحارث بن عبد المطلب بن هاشم.......... ومات أبو سفيان بن الحارث بالمدينة بعد أخيه نوفل بن الحارث بأربعة أشهر إلا ثلاث عشرة ليلة ويقال: مات سنة عشرين وصلى عليه عمر بن الخطاب، وقبر في دار عقيل بن أبى طالب بالبقيع وهو الذي حفر نفسه قبل أن يموت بثلاثة أيام. (المستدرك للحاكم، ذكر مناقب أبي سفيان بن الحارث الخ-٣/٢٨٤، ٢٨٥، مكتبه نزار مصطفى الباز ٥/١٩٠٥، رقم: ٥١٠٨)

ومن حفر قبراً لنفسه قبل موته فلا بأس به ويؤجر عليه، هكذا عمل عمر بن عبد العزيز والربيع بن خيثم وغيرهم. (تاتار خانية، كتاب الصلاة، الجنائز، القبر والدفن ٣/٧٦، رقم: ٣٧٤٩)

ومن حفر قبراً لنفسه فلا بأس به ويؤجر عليه. (هنديه كتاب الصلاة، الجنائز، الفصل السادس: فى القبر والدفن ١/١٦٦، قديم جديد ١/٢٢٧، حلبى كبير /٦١٠، قبيل فى احكام المسجد، طحطاوى على المراقى، الجنائز، فصل فى حملها ودفنها /٦١٥)

ويحفر قبراً لنفسه أي لابأس به. (شامى، كراچى، باب صلاة الجنازة ٢/٢٤٤، زكريا٣/١٥٤)

اعلم أن استعداد الكفن للمرأ لا بأس به وحفر القبر قبل أوانه لا يحمد.............. والدليل على الثانى ما فى فتح البارى قال بن بطال وقد حفر جماعة من الصالحين قبورهم على الموت. (اعلاء السنن ٨/٢٧١، ٢٧٢)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ
(فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

۱۲ / باب التدفین

میت کو قبر میں لٹانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

سوال: [۳۹۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو قبر میں دائیں کروٹ پر لٹانا چاہیئے یا سیدھا لٹانا چاہیئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت کو قبر میں دائیں کروٹ پر لٹانا مسنون ہے، البتہ سیدھا لٹا کر صرف چہرہ قبلہ سمت کر دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

عن ابن عباسؓ أن رسول الله ﷺ دخل قبراً ليلاً، فأسرج له سراج، فأخذه من قبل القبلة الحديث. (سنن الترمذی، الجنائز، باب ماجاء فی الدفن بالليل، النسخة الهندية ۱/۲۰٤، دارالسلام رقم: ۱۰۵۷، المعجم الكبير للطبرانی، دارإحياء التراث العربي ۱۱/۱٤۱، رقم: ۱۱۲۹۵)

ويوجه إلیٰ القبلة على جنبه الأيمن بذلك أمر النبی ﷺ عليا لما مات رجل من بنی عبد المطلب فقال: ياعلی! استقبل به القبلة استقبالا، وقولوا جميعا باسم الله وعلى ملة رسول الله، وضعوه بجنبه ولا تكبوه على وجهه ولا تلقوه على ظهره كذا فی الجوهرة والحلبی. (حاشية الطحطاوی، على مراقی الفلاح، باب أحكام الجنائز، دارالكتاب ديو بند/۶۰۹)

ويوضع فی القبر على جنبه الأيمن مستقبل القبلة. (خلاصة الفتاویٰ، باب الجنائز، ۱/۲۲۶، مكتبه فقيه الأمت، حلبي كبير، كتاب الصلاة فصل فی الجنائز، اشرفيه ديو بند/۵۷۶)

ویوضع فی القبر علی شقه الأیمن متوجها إلی القبلة . (تاتار خانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثانی والثلاثون ، الجنائز، القبر والدفن زکریا۳/٦٦ ۹، رقم: ۳۷۲۹)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۵/۵/۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۲۵)

میت کو قبر میں دائیں کروٹ قبلہ رخ لٹانا

سوال: [۳۹۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حافظ، عالم، مفتی، پیر، مرشد کو بعد وصال لحد میں کروٹ سے قبلہ رخ رکھا جائے یا عام میت کی طرح؟ جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

المستفتي: حافظ محمد ایوب، علیگڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ حکم صرف حافظ عالم مفتی کیلئے نہیں بلکہ عام مسلمانوں کیلئے یہی حکم ہے کہ قبر میں دائیں کروٹ پر قبلہ رخ رکھا جائے ، اس میں عام مسلمان اور حافظ، عالم ومفتی کا کوئی فرق نہیں۔

عن عبید بن عمیر عن أبیه أنه حدثه وکانت له صحبة ، أن رجلا سأله فقال: یارسول اللہ (إلی قوله) البیت الحرام قبلتکم أحیاء وأمواتاً . (سنن أبي داؤد ، الوصایا ، باب ماجاء فی التشدید فی أکل مال الیتیم ، النسخة الهندیة ۲ /۳۹۷، دارالسلام رقم: ۲۸۷۵ ، المعجم الکبیر للطبرانی، دار إحیاء التراث العربي۱۷/٤۷، رقم: ۱۰۱، المستدرك ، کتاب الإیمان قدیم ۱/ ۵۹، مکتبه نزار مصطفی الباز جدید ۱/٨٦، ۸۷، رقم: ۱۹۷ ، کتاب التوبة والإنابة قدیم ٤/ ۲۵۹، جدید ۷/٤ ۲۷۳، رقم: ٦ ٦ ٦ ۷)

ویوضع فی القبر علی جنبه الأیمن مستقبل القبلة الخ.(فتاویٰ عالمگیری، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان إلی مکان آخر زکریا۱/۱۶۶، جدید۱/۲۲۷، کراچی ۲/۲۳۶، کوئٹہ ۱/۶۶۰، احسن الفتاویٰ ۴/۲۲۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۵۹۱)

قبر پر تختہ کس طرف سے بچھانا بہتر ہے؟

سوال: [۳۹۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جنازہ یعنی میت قبر میں رکھنے کے بعد لکڑی کا تختہ سرہانے یا پائتانے کس طرف سے بچھانا بہتر ہے؟ کیا عورت میت یا مرد میت کے لئے تختہ بچھانے میں کوئی فرق ہے؟

المستفتي: محمد جابر خاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قبر میں لکڑی کا تختہ یا بانس وغیرہ کس طرف سے بچھانا بہتر اور افضل ہے، صراحت سے اس کی کوئی قید شریعت سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا اختیار ہے کہ جدھر سے بھی مناسب ہو ادھر سے بچھائے اور اس میں مرد عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

ویستوي اللبن علیه والقصب لما روی أنه علیه الصلاة والسلام جعل علی قبره اللبن. (تبیین الحقائق ۱/۵۸۶)

ویبنی جانباه باللبن أو غیره ویوضع المیت ویسقف.(کبیری، فصل فی الجنائز، اشرفیہ دیوبند/۵۹۸، حاشیة الطحطاوی، باب أحکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها جدید دار الکتاب دیوبند/۶۰۹، قدیم/۵۰۳، الفقه علی المذاهب الأربعة مکمل

/۲۹٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ صفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۴۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۲/۱۳ھ

تدفین کی دعاء منہا خلقنٰکم کا ثبوت

سوال: [۳۹۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر مٹی ڈالتے وقت جو دعاء پڑھی جاتی ہے، **منها خلقنكم**، الأية: کیا کسی حدیث شریف میں موجود ہے، اگر موجود ہے تو مع حوالہ تحریر فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جی ہاں: ان الفاظ کے ساتھ دفن کے وقت دعاء پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے، ملاحظہ فرمایئے:

عن أبی أمامة (رضی الله عنه) قال: لما وضعت أم كلثوم ابنةرسول الله صلى الله عليه وسلم فی القبر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم منها خلقنكم وفيها نعيد كم ومنها نخرجكم تارة أخرىٰ الخ. (مسند احمد ٥/٢٥٤، رقم: ٢٢٥٤٠)

ہاں البتہ سند میں علی بن یزید ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب رقم: ۴۸۳۳)

عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى على جنازة ثم أتى قبر الميت فحثىٰ عليه من قبل رأسه ثلاثاً. (سنن ابن ماجه ١/١١٢)

يستحب حثيه من قبل رأسه ثلاثاً لما روى عن أبی هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى على جنازة ثم أتى القبر فحثىٰ عليه من قبل رأسه ثلاثاً ويقول: فی الحثية الأولى: منها خلقنكم وفی الثانية: وفيها نعيدكم، وفی الثالثة: ومنها نخرجكم تارة أخرىٰ.

(الموسوعة الفقهية الكويتية ٢١/١٤، وحاشية الطحطاوی، الجنائز، دارالكتاب

دیو بند/ ٦١٠، ٦١١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳٦ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۳۹۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳٦/۵/۱۹ھ

قبر میں مٹی بیٹھ کر ڈالیں یا کھڑے ہو کر

سوال: [۳۹۴٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مردہ کو دفن کرتے وقت بیٹھ کر مٹی ڈالنا چاہئے یا کھڑے ہو کر دینا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دفن کے وقت بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر مٹی دینا صراحت کے ساتھ صحیح حدیث میں کوئی تشریح نظر سے نہیں گذری لہٰذا جس طرح بھی سہولت ہو اس طرح دینا جائز ہے، اس میں قابل اعتراض چیز نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۰۹۳)

قبر میں مٹی ڈالنے کا صحیح طریقہ

سوال: [۳۹۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد حاضرین مقبرہ کھڑے ہو کر مٹی ڈالیں گے یا بیٹھ کر، سرہانے کی طرف سے یا پاؤں کی طرف سے ایک مرتبہ یا تین مرتبہ؟ صراحت کے ساتھ صحیح طریقہ مع حوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتي: محمد مصدق حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر پر تین مٹھی مٹی میت کے سرہانے کی طرف سے کھڑے ہوکر ڈالنا مستحب ہے، اور اگر مٹی دینے والوں کی بھیڑ زیادہ ہوجائے تو جس طرف سے گنجائش ہو اسی طرف سے مٹی دینے کی گنجائش ہے۔

عن أبي هريرةؓ أن رسول الله ﷺ صلى على جنازة، ثم أتى قبر الميت، فحثى عليه من قبل رأسه ثلاثاً. (سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في حشو التراب في القبر، النسخة الهندية، دارالسلام/ ١٥٦٥، المعجم الأوسط، من اسمه عبد الرحمن دارالفكر ٣/ ٣٠٨، رقم: ٤٦٧٣)

ويستحب لمن شهد دفن الميت أن يحثو في قبره ثلاث حثيات من التراب بيديه جميعاً، ويكون من قبل رأس الميت. (عالمگيرى، الباب الحادى والعشرون، صلاة الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن زكريا ١/ ١٦٦، جديد ١/ ٢٢٧، وهكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب أحكام الجنائز، دارالكتاب ديوبند/ ٦١١، الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فى دفن الميت زكريا ٣/ ١٤٣، كراچى ٢/ ٢٣٦، البنايه، باب الجنائز، فصل فى الدفن اشرفيه ديو بند ٣/ ٢٥٧، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢١/ ١٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۱/۸/۱۴۲۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۴۰۳)	۱۴/۸/۱۴۲۸ھ

دفن کے کئی دن بعد آنے والے کا قبر پر مٹی ڈالنا

سوال: [۳۹۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص اپنے رشتہ دار کے جنازے میں شریک نہیں ہوا، کئی دنوں کے بعد حاضر ہوا اب وہ قبر پر مٹی ڈالنے کی فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے تو سوال یہ ہے کہ قبر پر مٹی کتنی مدت تک ڈال سکتے ہیں؟ جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

المستفتی: مولانا عارف باللہ، ۲۴/ پرگنہ، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باضابطہ مسنون طریقہ سے میت کی تدفین ہوچکی ہو اور قبر بھی صحیح طریقہ سے بنادی گئی ہو پھر کئی دن کے بعد کسی رشتہ دار کا اس ارادہ سے قبر پر مٹی ڈالنا کہ اس کو مٹی ڈالنے کی فضیلت حاصل ہوجائے کسی معتبر کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گزرا ہاں البتہ ایسا کرنا جائز ہے کہ اگر قبر کے اوپر کوئی پتھر وغیرہ ہو یا قبر ڈھل گئی ہو تو اس کو برابر کردینے کی گنجائش ہے۔

وذكر في بعض المواضع أنه لا بأس بالطين للقبور لما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه مر بقبر ابنه إبراهيم فرأى فيه حجراً فستره فقال من عمل عملاً فليتقنه. (الولوالجيه ١/١٦٧، مكتبه دارالايمان، سهارنپور)

وفي النوازل: سئل أبو نصر عن تطيين القبر؟ قال: لا بأس به وفي الغياثية وعليه الفتوىٰ. (التاتار خانية، جديدزكريا٣/ ٧١)

عن ابن عون قال: سئل محمد بن سيرين هل تطين القبور ؟ فقال: لا أعلم به بأساً. (المصنف لابن ابي شيبة، الجنائز، في تطيين القبر و ما ذكر فيه ٧/ ٣٦٢، رقم: ١١٩٢٣) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۹۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۳/۱۳ھ

تختہ وغیرہ کے بغیر میت پر مٹی ڈالنا

سوال: [۳۹۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ میت کے اوپر تختہ وغیرہ کے بغیر مٹی ڈالی جائے گی، کیونکہ میت کو مٹی لگنا ضروری ہے، بکر کہتا ہے کہ اس طرح میت کے اوپر تختہ وغیرہ کے بغیر مٹی ڈالنا جائز نہیں؟ لہٰذا دونوں میں سے کس کی بات صحیح ہے؟

المستفتي: فخر الزماں، کشن گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سیدھی قبر کی صورت میں قبر کے دو حصے ہوتے ہیں نیچے حصہ میں میت کو رکھا جاتا ہے، اور اوپر کے حصہ میں میت کے اوپر کی جانب تختہ یا بانس بچھا کر پھر مٹی ڈالنے کا حکم ہے، زید کا قول درست نہیں اور بکر کا قول درست ہے۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص أن سعد بن أبي وقاص قال في مرضه الذي هلك فيه الحدوا لي لحداً، وانصبوا على اللبن نصبا، كما صنع برسول الله صلى الله عليه وسلم. (مسلم، الجنائز، في استحباب اللحد، النسخة الندية ۱/ ۳۱۱، بیت الأفکار رقم: ۹٦٦)

ويسقف عليه اللبن ولا يمس السقف الميت الخ. (شرح كبيرى غنية المستملى، فصل فى الجنائز، اشرفيه ديوبند/ ۵۹۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳٦/ ۷۸۹۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۱/ ۱۴۲۴ھ

قبر میں رکھنے کے بعد سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا کرنا

سوال: [۳۹۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو قبر کے اندر رکھ کر اسکے سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا ''بسم اللہ وعلیٰ ملت رسول اللہ'' کے پڑھنے کے سلسلے میں جو بھی حکم ہو اس کو وضاحت سے بیان فرمائیں؟

المستفتي: حافظ محمد لقمان علی، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ پوری دعا میت کو قبر میں

رکھتے وقت مطلقاً پڑھنا ثابت ہے۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: إذا وضعتم موتاكم في قبورهم فقولوا بسم الله وعلى ملة رسول الله. (المستدرك، الجنائز، مكتبه نزار مصطفى الباز ٢/٥٢٣، وهكذا فى سنن الترمذى، الجنائز، باب ماجاء مايقول إذا أدخل الميت في قبره، النسخة الهندية ١/٢٠٢، دارالسلام رقم: ١٠٤٦، سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء فى إدخال الميت القبر، النسخة الهندية ١/١١١، دارالسلام رقم: ١٥٥، مسند أحمد بن حنبل ٢/٢٧، رقم: ٤٨١٢، ٤٩٩٠، ٥٢٣٣، ٥٣٧٠، ٦١١١)

ويقول واضعه بسم الله وعلى ملة رسول الله. (هنديه، الباب الحادى والعشرون، فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن زكريا ١/١٦٦، جديد ١/٢٢٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/۷/۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۴۰۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۸/۱۴۲۸ھ

عورت کو دفن کرتے وقت پردہ کرنا

سوال: [۳۹۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت کی تدفین کے وقت نامحرم کا قبر کے پاس کھڑا ہونا یا قبر میں دیکھنا از روئے شرع کیسا ہے؟ جواب سے نوازیں، نوازش ہوگی؟

المستفتي: جلیس احمد، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عورت کی تدفین کے وقت پردہ کے اہتمام کا حکم حدیث میں وارد ہوا ہے، اسلئے نامحرم کیلئے قبر میں دیکھنا ممنوع ہے۔

عن علی بن أبي طالبؓ أنه أتاهم قال: ونحن ندفن میتاً وقد بسط الثوب علی قبره، فجذب الثوب من القبر وقال: إنما یصنع هذا بالنساء. (السنن الکبری للبیهقی، الجنائز، باب ماروی فی ستر القبر بثوب، دارالفکر ۳۹۹/۵،رقم: ۷۱٤۹)

ویسجی قبر المرأة بثوب لما روی أن فاطمةؓ سجی قبرها بثوب الخ. (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فی سنة الدفن کراچی ۳۱۹/۱، ۳۲۰، زکریا ۶۳/۲، ٦٤، المبسوط للسرخسی، باب غسل المیت، دارالکتاب العلمیة بیروت ٦۲/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۷۶/۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۵/۲ھ

پاٹن کس طرف سے بچھائے جائیں

سوال: [۳۹۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات مردے کو قبر میں رکھنے کے بعد اگر عورت ہے تو اس کے پاؤں کی جانب سے پاٹن (پٹرے وتختے) رکھتے ہیں، اور اگر مرد ہے تو سرہانے کی طرف سے پاٹن رکھتے ہیں، اور بعض لوگ اس کا الٹا کرتے ہیں، یعنی اگر مرد ہے تو اس کے پاؤں کی طرف سے اور اگر عورت ہے تو اس کے سرہانے کی طرف سے پاٹن رکھتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد ہو تو پاٹن سرہانے کی جانب سے رکھا جائے، اور عورت ہو تو پاؤں کی طرف سے یا اس کے برعکس کتب فقہ میں مجھے اس طرح کی کوئی صراحت نہیں ملی، لیکن پاٹن رکھنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ مٹی میت پر نہ گرنے پائے۔

(ویسوی اللبن علیه والقصب) قوله القصب قال فی الحلیة وتسد

الفرج التی بین اللبن بالمدرو القصب کي لا ینزل التراب منها علی المیت . (شامی ، کتاب الصلاۃ ، باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی دفن المیت ، کراچی ۲/۲۳٦ ، زکریا ۳/۱٤۲، کبیری ، صلاۃ الجنائز، باب الدفن اللحد اشرفی جدید /٥۹۸، ٥٥٤، کبیری ، صلاۃ الجنائز، باب الدفن فی اللحد ، اشرفی جدید/٥۹۷ /٥۹۸،قدیم: ٥٥٤)

ہاں البتہ بغلی قبر کے بارے میں یہ صراحت ملتی ہے کہ اینٹوں کو میت کے دائیں اور قبلہ کی جانب سے رکھا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ٦۵۲٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۳ھ

میت کو پوسٹ مارٹم کیلئے قبر سے نکالنا

سوال: [۳۹۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دفن کے بعد میت کو پوسٹ مارٹم وغیرہ کے لئے قبر سے نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دفن کے بعد قبر کھولنا اور میت کو پوسٹ مارٹم کے لئے نکالنا جائز نہیں، اسی طرح کسی اور وجہ سے بھی بلا کسی شدید عذر کے نکالنا جائز نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید ۴/۲۰۱، جدید زکریا مطول ۵/ ۵۱۷،قدیم ۸۴/ ۱۸۹، محمودیہ میرٹھ ۱۳/ ۲۹۷، محمودیہ ڈابھیل ۹/ ۱۳۴)

ولا یسع إخراج المیت من القبر بعد مادفن إلا إذا کانت الأرض مغصوبة . (خانیة علی هامش الهندیه، باب فی غسل المیت وما یتعلق به زکریا ۱/ ۱۹۵،جدید ۱/ ۱۲۱ ، کذا فی الإشباه والنظائر / ۲۵۲، زکریا)

والنبش حرام حقا للّٰہ تعالیٰ. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی، باب

أحكام الجنائز، فصل فی حملها و دفنها جدید، دار الكتاب دیوبند/ ٤ ٦ ١ ، قدیم / ٧ ٠ ٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/۶/۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۵۶)

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

سوال: [۳۹۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آدمی کے جل جانے یا ایکسیڈنٹ ہوجانے یا اور کسی بنا پر ہلاک ہوجانے پر اس کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے، جس میں مردہ کو چیر پھاڑ کر کے اسکی بے حرمتی ہوتی ہے، یہ حکومت کا قانون ہونے کی بنا پر ہوتا ہے، لیکن شریعت کی رو سے پوسٹ مارٹم کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کو قابل احترام قرار دیا ہے، میت کے بدن کو چھونے سے منع فرمایا ہے، اس سے مردہ کو تکلیف ہوتی ہے، تو پوسٹ مارٹم کی شرعاً کیسے گنجائش ہوسکتی ہے، اس بارے میں مفصل تحقیق کر کے مسئلہ کو وضاحت کیساتھ مدلل لکھیں، نوازش ہوگی؟

المستفتي: احمد علی، خادم تحفیظ القرآن، مدرسہ شاہی، ضلع، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: میت کا پوسٹ مارٹم کرنا از روئے شرع جائز نہیں ہے، اسلئے کہ یہ انسانی حرمت کے خلاف ہے، شریعت انسان کی بے حرمتی کی قطعاً اجازت نہیں دیتی ہے، لہذا پوسٹ مارٹم کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔

والآدمی محترم بعد موته على ما كان عليه فی حياته فكما لا يجوز التداوی بشيىء من الآدمی الحي إكراما له لا يجوز التداوی بعظم الميت.

(شرح السير الكبير ١/ ٩٠، بحواله جواهر الفقه قديم ٤/ ١ ٥، جديد زكريا٧/ ٦٢)

قال رسول الله ﷺ كسر عظم الميت ككسر عظم الحي . (ابو داؤد، كتاب الجنائز، باب فی الحفار يجد العظم هل يتنكب ذلك المكان ، النسخة الهندية ۴۵۸/۲ ، دارالسلام رقم: ۳۲۰۷)

أخرج ابن أبی شيبه عن ابن مسعود قال: أذیٰ المؤمن فی موته كأذاه فی حياته ـ (مصنف ابن أبی شيبه ، مؤسسه علوم القرآن ۴۳۲/۷ ، رقم: ۱۲۱۱۵)

قال الطيبی إنه لا يهان الميت كما لا يهان الحي . (حاشية /٦، مشكوٰة، كتاب الجنائز، باب دفن الميت ، الفصل الثانی /۱۴۹)

إكرام الميت مندوب إليه فی جميع مايجب كإكرامه حيا، وإهانته منهی عنها كما فی الحيوٰة . (شرح الطيبي ، كتاب الجنائز، باب دفن الميت تحت رقم الحديث/ ۱۷۱۴ ، مطبوعه كراچی ۳۸۷/۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم/صفر ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۲/۲ھ

میت کا پوسٹ مارٹم کرانا

سوال: [۳۹۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شریعت میں پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت میں پوسٹ مارٹم جائز نہیں؛ کیونکہ بدن انسانی مرنے کے بعد بھی اسی طرح قابل تکریم ہے، جس طرح مرنے سے پہلے، تاہم قانونی مجبوری کی بناء پر پوسٹ مارٹم کرالیا گیا تو ورثاء گنہگار نہ ہونگے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/ ۷۴۱، کفایت المفتی جدید ۴/ ۲۰۰، جدید زکریا مطول ۵/ ۵۱۷، قدیم ۴/ ۱۸۸، کتاب الفتاویٰ ۳/ ۲۵۰)

عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال: كسر عظم الميت ككسره حيّاً .

(أبوداؤد شريف، كتاب الجنائز، باب في الحفار يجد العظم هل يتنكب ذلك المكان، النسخةالهندية ۲/ ٤٥٨، دارالسلام رقم: ۳۲۰۷)

لا يجوز بيع شعر الآدمي ولا الانتفاع به ولا بشيئ من أجزائه : لأن الآدمي مكرم غير متبذل فلا يجوز أن يكون شيئًا من أجزائه مهاناً مبتذلاً .

(مجمع الأنهر ، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد ، فقيه الأمة ۳/ ۸۵، كذا في سكب الأنهر ۳/ ۸۵، اوجز المسالك ٤/ ٥٨٧، دمشق ، بيروت) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ؍ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۰۵)

ایکسیڈنٹ میں ملنے والے معاوضہ کا حکم

سوال: [۳۹۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا ایک حادثہ میں انتقال ہو گیا، کیا زید کے ورثاء کو گاڑی والے کی جانب سے یا اس کمپنی سے جس سے اس گاڑی کا بیمہ ہو یا حکومت کی طرف سے معاوضہ اور پیسہ لینا جائز ہے؟

المستفتي: عبداللہ، مرادآبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حادثہ یا ایکسیڈنٹ میں انتقال ہونے والے کو حکومت یا دوسرے فریق کی طرف سے جو معاوضہ ملتا ہے مرحوم کے ورثاء کیلئے اس معاوضہ کا لینا جائز ہے، اور راجح قول کے مطابق وہ معاوضہ میت کے تمام شرعی ورثاء کے درمیان میت کے ترکہ کی طرح تقسیم ہو جائے گا۔ (مستفاد: انوار رحمت/ ۳)

عن إبراهيم عن عليؓ في الفارسين يصطدمان قال يضمن الحي دية الميت وعن الحكم عن عليؓ في الفارسين اصطدما فمات أحدهما أنه يضمن الحي دية الميت . (نصب الرايه ، كتاب الديات ، باب جناية البهيمة ، والجناية عليها ،

دارنشر الکتب الإسلامیه، لاهور، پاکستان ٤/ ٣٨٦، المصنف لإبن أبی شیبه، کتاب الدیات، الرجل یصدم الرجل مؤسسه علوم القرآن، بیروت ١٤/ ٢٢١، رقم: ٢٨٢٠٧، ٢٨٢٠٥)

وإذا اصطلح القاتل وأولیاء القتیل علی مال سقط القصاص ووجب المال قلیلاً کان أو کثیراً. (هدایه، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، اشرفی دیوبند ٤/ ٥٧١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍صفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۴۶۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۴ھ

ایکسیڈنٹ یا حادثہ میں مرنے والوں کا معاوضہ

سوال: [۳۹۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ریل وغیرہ سے کوئی آدمی مرگیا تو اس کے ورثاء کو سرکار کچھ رقم دیتی ہے؟

(۲) بس سے مرجائے تو بس کا مالک کچھ رقم اپنی خوشی سے دیتا ہے؟

(۳) اسی طرح بس سے مرنے والے کے وارث بس والے سے زبردستی بذریعۂ مقدمہ جان کا بدلہ لیتے ہیں، ان تینوں شکلوں میں رقم لینا درست ہے یا کوئی فرق ہے؟ نیز مرنے والے کے بچہ یتیم ہیں لیکن ان کے باپ نے بہت سی جائیداد چھوڑی ہے جنگل میں زمین کافی ہے ویسے بھی صاحب ثروت ہیں گاؤں کے بڑے لوگوں میں شمار ہوتا ہے، دادا وغیرہ موجود ہیں اب یہ دادا اپنی پوتی پوتے وغیرہ کیلئے بس والے سے بذریعۂ مقدمہ زبردستی رقم لیتے ہیں تو یہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا غریب مالدار کا کچھ فرق ہے؟

المستفتي: امام مسجد، بشن پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ۱/ ۲/ ۳/ جی ہاں تینوں شکلوں میں وارثین کیلئے ضابطہ کے مطابق طے شدہ رقم وصول کرنا جائز ہے، اور وارثین غریب ہوں یا مالدار ہردو

صورت میں لینا جائز ہے۔

عن علیؓ فی فارسین اصطدما فمات أحدهما ، فضمن الحي الميت،

عن علیؓ فی الفارسین یصطدمان قال: یضمن الحي دیة المیت . (المصنف لإبن أبی شیبه، کتاب الدیات الرجل یصدم الرجل مؤسسه علوم القرآن ، بیروت ۱۴/۱/۲۲۱، رقم: ۲۸۲۰۵،۲۸۲۰۷، نصب الرایه ، کتاب الدیات ، باب جنایة البهیمة ، والجنایة علیها ، دارنشرالکتب الإسلامیه ، لاهور ، پاکستان ۴/۳۸۶)

ولو أن فارسین أحدهما یسیر و الآخر واقف أو رجلین أحدهما یمشی و الآخر واقف فاصطدما فعلی السائر و الماشی الکفارة (و قوله) فضمان التی عطبت علی الآخر الخ . (قاضی خان ، علی الهندیة ، کتاب الجنایات ، فصل فی القتل الذی یوجب الدیة زکریا۳/۴۴۴، جدید۳/۳۲۵)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۴۲۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۴/۱۴۱۶ھ

سونا نگلنے والے کا پیٹ چاک کرنا

سوال: [۳۹۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے ۳۰/۴۰ ہزار روپئے کا سونا نگل لیا وہ سونا اس کے پیٹ میں چلا گیا اب سوال یہ ہے کہ اس میت کے پیٹ کو چاک کر کے سونا نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: نسیم احمد، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر شخص مذکور نے بالقصد دوسرے شخص کا سونا نگل لیا اس کے بعد اس کا انتقال ہوگیا تو ایسی صورت میں اس کا پیٹ چاک کر کے سونا نکال لینا جائز

اور درست ہے ،اگر چہ مال کی صیانت وحفاظت کے مقابلہ میں انسان کا احترام اور حرمت اعلی اور فائق ہے، لیکن جب اس نے بالقصد سونے کو نگل لیا ہے، تو اس کی طرف سے تعدی کی وجہ سے اس کا احترام زائل ہو گیا، لہٰذا اس کا پیٹ چاک کر کے سونا نکالنا درست ہو گا۔

ولو بلع مال غيره ومات هل يشق ؟ قولان والأولىٰ نعم وفي الشامية: لأنه وإن كان حرمة الأدمي أعلى من صيانة المال لكنه أزال احترامه بتعديه.

(شامی، کتاب الصلوٰۃ ، باب صلوٰۃ ، مطلب فی دفن المیت ،زکریا۳/۱۴۵/۲۳۸)

إذا ابتلع لؤلؤة قيل ظاهره أن ماذكره هو المذهب وهو رواية عن محمد ومقتضىٰ ماعلل به أنه لوابتلع دنا نير غيرہ يشق بطنه والمنقول خلافه ففي البزازية أنه يشق بطنه في اللؤلؤة والدنانير وقوله في موضع آخر ماهو موافق لما قيل ثم قال ولعل الذى اقتضاه تعليل المصنف هو الصحيح. (الحموى على الأشباه قديم تحته القاعدة الخامسة /١٤٥)

إذا ابتلع الرجل درة فمات ولم يدع مالا عليه القيمة .... وفي الاختيار جعل عدم شق بطنه عن محمد ثم قال: وروى الجرجاني عن أصحابنا أنه يشق لأنه حق الآدمي مقدم على حق الله تعالىٰ ومقدم على حق الظالم المتعدى انتهى وهذا أولىٰ. (فتح القدير، کتاب الصلوٰۃ ، قبیل باب الشهید کوئٹه ۲/۱۰۲، زکریا ۲/۱۵۰۹، حلبی کبری، فصل فی الجنائز ، اشرفیه دیو بند/۶۰۸)

لیکن اگر اپنا ذاتی سونا نگلا ہے تو اس کے متعلق کوئی صریح عبارت نہیں ملی ۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۵/ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ
۲۵/۱۱/۱۴۳۵ھ	(الف فتویٰ نمبر:۴۱/۱۱۷۵۵)

۱۳ / باب الدعاء بعد الدفن وغیرہ

دفن میں مدد کرنے والوں سے میت کی طرف سے معافی مانگنا

سوال: [۳۹۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب لوگ جنازہ کو قبرستان لیکر جاتے ہیں تو کچھ لوگ میت کو دفن کرنے میں مشغول ہوجاتے ہیں، جبکہ کچھ لوگ اپنے عزیز وا قارب کی قبروں پر فاتحہ خوانی میں لگ جاتے ہیں اور پھر مٹی ڈالتے وقت سب حاضر ہوجاتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا درست ہے، یا سب کو دفن میں شریک رہنا چاہئے، نیز دفن کے بعد میت کے عزیز وا قارب میں سے کوئی ایک دفن میں مدد کرنے والوں سے میت کی طرف سے معافی مانگتا ہے کہ جس نے جو کام کیا ہو خدا کیلئے معاف کردیں تو کیا اس طرح معافی مانگنا درست ہے جبکہ دفن کرنا تو سب کا حق ہے؟

المستفتي: جمیل احمد، ایم پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جنازہ کے ساتھ جانے والے لوگ دفن کی بھیڑ کے وقت وہاں بھیڑ لگانے کے بجائے اپنے عزیز وا قارب کی قبروں کی زیارت میں لگ جائیں یہ بہتر اور افضل ہے، اور بھیڑ کم ہوجائے تو جاکر مٹی دے کر دفن میں شریک ہوجائیں، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، ایک مسلمان کے جنازہ کے ساتھ چلنا اور اس کو دفن کرنا یہ دوسرے مسلمانوں پر اس مرنے والے کا حق اور اخلاقی فریضہ ہے، لہٰذا میت کی طرف سے دفن میں مدد کرنیوالوں اور کام میں شریک ہونے والوں سے معافی مانگنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: للمسلم على المسلم ست بالمعروف، يسلم عليه إذا لقيه، ويجيبه إذا دعاه، ويشمته

إذا عطس، ويعوده إذا مرض، ويتبع جنازته إذامات ، ويحب له ما يحب لنفسه . (سنن الترمذی ، أبواب الأدب ، باب ماجاء في تشميت العاطس ، ألنسخة الهندية ۲/ ۱۰۲، دارالسلام رقم : ۲۷۳۶، الأدب المفرد ، دارالكتاب العلميه بيروت/ ۲۷۱، ۲۷۲، رقم: ۹۲۲، مسند الدارمي، دارالمغني۳/ ۱۷۲۰، رقم: ۲۶۷۵، مسند أحمد بن حنبل ۱/ ۸۹، رقم: ۶۷۳، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ۳/ ۸۱، رقم: ۸۵۰، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ۹/ ۳۵۱، رقم: ۹۷۴۸، مشکوٰۃ شريف ۱/ ۳۹۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱/۷/۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۸/ ۸۸۸۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/۷/۱۴۲۶ھ

تدفین کے بعد پسماندگان سے مصافحہ ومعانقہ کرنا

سوال: [۳۹۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں یہ رسم عام ہے کہ جب میت کو دفن کردیا جاتا ہے،اس کے بعد اس کے قریبی رشتہ دار مثلاً بیٹے بھائی چچا وغیرہ سب ترتیب سے ایک جگہ کھڑے ہوجاتے ہیں، اور تدفین سے فراغت پر لوگ یکے بعد دیگرے آکر مذکورہ وارثین سے ملاقات کرتے ہیں ، اور کبھی ایسا ہوتا ہے، کہ اگر قبرستان مسجد کے قریب ہے تو تدفین کے بعد مذکورہ حضرات مسجد میں ہی آکر ترتیب سے کھڑے ہوجاتے ہیں، اور لوگ ان حضرات سے مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں،تو معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا تدفین کے بعد میت کے پسماندگان سے مصافحہ ومعانقہ کرنا مسنون ہے یا مستحب یا واجب یا بدعت وغیرہ اسی طرح مسجد میں کھڑے ہوکر اس عمل کو انجام دینا درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد نوید،میل وشارم،تملنا ڈو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کسی شخص کے انتقال کے موقع پر اس کے پسماندگان اورعزیز واقارب کی تعزیت کرنا اور ان سے تسلی وغیرہ کے کلمات کہنا مستحب ومسنون ہے، حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من عزىٰ ثكلى كسي بردا في الجنة. (ترمذی شریف، الجنائز، باب آخر فی فضل التعزیة، النسخة الهندیة ۲۰۶/۱، دارالسلام رقم: ۱۰۷۶)

قيس أبو عمارة قال سمعت عبد الله بن أبی بكر بن محمد أبي عمرو بن حزم يحدث عن أبيه عن جده عن النبی ﷺ أنه قال: مامن مؤمن يعزي أخاه بمصيبة، إلا كساه الله سبحانه من حلل الكرامة يوم القيامة. (ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء فی ثواب عن عزیٰ مصاباً، النسخة الهندیة ۱۱۵/۱، دارالسلام رقم: ۱۶۰۱)

لیکن اس تعزیتی اور تسلی کی ملاقات کیلئے بہترین جگہ میت کا گھر ہے اور میت کے گھر میں نہ ہو سکے تو کہیں بھی ملاقات ہوجائے تو یہ جائز اور درست ہے، چاہے مسجد میں ہوجائے، یا قبرستان میں ہوجائے یا میت کے رشتہ دار کے گھر ہو جائے، یا خطوط کے ذریعہ ہوجائے، ہر طرح کی ملاقات سے یہ سنت ادا ہوجائے گی، لیکن اس کے لئے قبرستان یا قبرستان کے قریب کی مسجد میں ملاقات لازم نہیں ہے، ہاں البتہ اگر سہولت اور آسانی کیلئے یہاں بھی یہ کام ہوجاتا ہے تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے، بشرطیکہ ان جگہوں پر بطور رسم نہ ہو تسلی کے لئے ان سے مصافحہ اور معانقہ کرنا اور اس دوران ان سے تسلی کے کلمات کہنا جائز اور درست ہے۔

إن النبی صلی الله عليه وسلم عزّی رجلاً، فقال: يرحمك الله ويأجرک. (السنن الکبریٰ، الجنائز، باب مایقول فی التعزیة من الترحم علی المیت والدعاء له ولمن خلف دارالفکر بیروت ۴۱۳/۵، برقم: ۷۱۹۳)

ولا بأس –إلیٰ– و بتعزية أهله وترغيبهم في الصبر. (درمختار ، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة ، قبیل مطلب فی الثواب علی المصیبة کراچی ۲/ ۲۳۹، زکریا۳/ ۱٤٦، ١٤٧)

التعزية لصاحب المصيبة حسن. (عالمگیری، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، مسائل فی التعزیة زکریا ۱/ ۱٦٧، جدید ۱/ ۲۲۸، البنایه ، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل فی الدفن اشرفیه دیوبند۳/ ۲٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۲۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۵/۲۹ھ

میت کو دفنانے کے بعد اجتماعی دعا کرنا

سوال: [۳۹۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں میت کو دفنانے کے بعد اس کی قبر کے ارد گرد قبلہ رخ کھڑے ہوکر اس طرح اجتماعی دعا کرنا کہ ایک دعا کرے اور بقیہ آمین کہیں جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتي: مفتی محمد سمیر، استاد مدرسہ فلاح دین،
ضلع عثمان آباد صوبہ، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قبرستان میں میت کو دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حدیث سے ثابت ہے لیکن اس طرح اجتماعی دعا صراحت سے ثابت نہیں کہ ایک شخص دعا کرائے اور باقی سب آمین کہیں، اس لئے بہتر یہی ہے کہ قبر کے مخالف جانب ہوکر اپنے اپنے طور پر انفرادی دعا کریں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/ ۳۰۷، فتاویٰ عثمانی ۱/ ۲۷٦، ۲۷۷، احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۲۵)

عن ابن مسعودؓ رأيت رسول الله ﷺ في قبر عبد الله ذى النجادين الحديث، وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه .
(فتح البارى، كتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة، قديم ١١/١٤٤، زكريا ١١/١٧٣، تحت رقم الحديث ٦٣٤٣)

عن عائشةؓ قالت: ...... حتى جاء البقيع فقام فأطال القيام ثم رفع يديه ثلث مرات قال النووى تحته فيه استحباب إطالة الدعاء وتكريره ورفع اليدين فيه . (مسلم شريف، الجنائز، باب مايقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، النسخة الهندية ١/٣١٣، تحت رقم الحديث، بيت الأفكار/٩٧٤)

يستحب الوقوف بعد الدفن قليلاً والدعاء للميت مستقبلاً وجهه . (شرح الصدور، باب مايقال عند الدفن والتلقين طبع لاهور كشميرى بازار/٦٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍صفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۲/۱۴۳۵ھ

دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: [۳۹۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دفن میت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ چونکہ ایضاح المسائل میں احسن الفتاویٰ سوم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مستحب ہے، حالانکہ احسن الفتاویٰ کی پہلی جلد میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں، کہ بدعت ہے، اسلئے حضرت والا سے درخواست ہے کہ تحقیقی جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: مبارک حسین القاسمی، خادم:
مدرسہ بدر العلوم، بیر پورتھان، ضلع مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز اور درست ہے، اور ایضاح المسائل/۶۷ پر یہی مسئلہ فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلۃ قدیم ۱۱/۱۴۴، اشرفیہ ۱۱/۱۷۳، تحت رقم الحدیث: ۶۳۴۳ پر ہے اور احسن الفتاویٰ جلد اول کے حوالہ سے جو اشکال کیا ہے، کہ اس میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے بدعت لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نے پہلے بدعت لکھا تھا، لیکن بعد میں صریح جزئیہ مل جانے کی بنا پر اپنے سابق فتویٰ سے رجوع کرکے جواز کا قول لکھا ہے، جو (احسن الفتاویٰ ۴/۲۲۴) پر موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ر محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۶۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۱/۱۴۲۶ھ

دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا حکم

سوال: [۳۹۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت دفنانے کے بعد میت کے لوگ قبرستان کے باہر آنے پر سب ملکر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، کیا یہ عمل صحیح ہے یا بدعت ہے؟ مسئلہ کا حل تو آپ ہی کر سکتے ہیں تاکہ قوم بدعت اور گناہ سے بچ جائے، اس کیلئے آپ کی طرف متوجہ ہوا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قبرستان کے اندر یا قبرستان کے باہر اجتماعی انداز سے دعا کا ثبوت نہیں ہے، البتہ انفرادی طور پر مطلقاً دعا کرنا ثابت ہے، اور دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھانے کی گنجائش ہے، لیکن بہتر شکل یہ ہے کہ قبروں سے دوسری طرف رخ کرکے دعا کی جائے، قبروں کی طرف ہو کر دعا نہ کی جائے تاکہ اشتباہ اور

شکوک وشبہات سے حفاظت ہوجائے۔

وفی حدیث عبد الله بن مسعودؓ رأیت رسول الله ﷺ فی قبر عبد الله ذی النجادین الحدیث وفیه لما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا یدیه أخرج أبو عوانة فی صحیحه. (فتح الباری ،کتاب الدعوات ، باب الدعاء مستقبل القبلة بیروت قدیم ۱۱/ ۱٤٤، زکریا ۱۱/ ۱۷۳، تحت رقم الحدیث/۶۳٤۳)

عن ابن مسعودؓ قال: والله لکأني أریٰ رسول الله ﷺ في غزوة تبوک – إلیٰ– فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا یدیه یقول: اللّٰهم إني أمسیت عنه راضیا فارض عنه، وکان ذلک لیلاً، فوالله لقد رأیتنی ولوددت أني مکانه . (مرقاةشرح المشکاة ، باب في دفن المیت ، الفصل الثاني ، مکتبه امدادیه ملتان ٤/ ۷۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/۲/۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۹۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۲/۱۴۲۴ھ

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: [۳۹۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ متبعین اہل سنت والجماعت بوقت دفن ویسے ہی دعا کیا کرتے تھے میت کیلئے یعنی بغیر ہاتھ اٹھا کر اور بہت عرصے سے یہی طریق ان کا رہا اور اسے علماء دیوبند وا کابر امت کا معمول بہ سمجھ کر کرتے تھے، اور ویسے تو اکابر امت حضرت شیخ الحدیث زکریا صاحبؒ حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحبؒ اور حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ سب کا عمل یہ دیکھا گیا ہے، کہ قبر کے پاس بغیر ہاتھ اٹھا کر میت کیلئے دعا فرماتے تھے، اب کچھ دنوں سے جنوبی افریقہ کے بعض علاقہ میں علماء دیوبند کی طرف سے منسوب بعض علماء وشیوخ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے سلسلہ میں یہ عمل رائج کرنے لگے، کہ

سب حاضرین قبلہ کی طرف منھ کر کے ہاتھ اٹھاتے ہوئے دعا کریں، اور استدلال میں صحیح ابی عوانہ اور تخریج حافظ فی الفتح کی حدیث پیش کرنے لگے، یہاں تک کہ اس سلسلہ میں ان حضرات کی طرف سے ایک کتاب چھپ چکی ہے کہ جس میں اس بات کو ثابت کرنیکی کوشش کی گئی ہے، کہ یہ جو طریقہ انھوں نے اختیار کیا ہے سنت ہے اور حدیث پاک سے مؤید ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بزرگان دین متین اور علماء اکابر نے اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کیا آیا کہ وہ اس حدیث سے ناآشنا تھے، (العیاذ باللہ) یا یہ کہ کوئی اور وجہ تھی، جس کی بنا پر انھوں نے رفع یدین عندالقبر اگر چہ استقبالاً للمقبلة ہو ترک فرمادیا تھا؟ کیا نو پید علماء وشیوخ کا حدیث پر عمل ومستدل اصح اور قابل اتباع ہے یا ماضی کے علماء اعیان ومشائخ عظام کا تعامل وطریق زیادہ قابل اتباع اور لائق عمل ہے، افتونا ماجورین وادخلوا الجنة مسرورین.

المستفتي: احقر شعیب رافت، ساکن ڈڈیر، جنوبی افریقہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: میت کو دفن کرنے کے بعد میت کے واسطے قبرستان میں دعا مانگنا جائز ہے لیکن ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے یا بغیر ہاتھ اٹھائے اس سلسلہ میں ایک صحابی کا واقعہ ملتا ہے، کہ سفر تبوک کے موقع پر ان صحابی کی وفات ہوگئی تھی، ان کو دفن کرنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی طرف متوجہ ہوکر ان الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی: ''اللّٰهم إني أمسيت عنه راضياً فارض عنه'' اس دعا کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے تھے یا نہیں اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں صحیح ابوعوانہ کے حوالہ سے ہاتھ اٹھانے کی روایت نقل فرمائی ہے، اسی طرح امام عزالدین بن الاثیر نے اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ہاتھ اٹھانے کی روایت نقل فرمائی ہے لیکن صحیح ابوعوانہ اور اسد الغابہ کی وہ حدیث شریف کس درجہ کی ہے اس کی نشاندہی نہیں فرمائی ہے، نیز اس وقت

صحیح ابوعوانہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے، اسلئے ہم بھی براہ راست اس حدیث شریف کی سندی حیثیت سے واقفیت حاصل نہ کرسکے اور صاحب اسد الغابہ نے بھی حدیث کی پوری سند نقل نہیں فرمائی ہے، اور حضرت امام ابوبکر ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں مسند بزار کے حوالہ سے اس حدیث شریف کو نقل فرمایا ہے مگر اس میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر موجود نہیں ہے، اور ساتھ میں امام ابوبکر ہیثمیؒ نے اس حدیث کے راوی عباد بن احمد العرزمی کو متروک کہا ہے، لہذا ان روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ استقبال قبلہ کے ساتھ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور بغیر ہاتھ اٹھائے دعا مانگنا بھی جائز ہے، لهذا اس مسئلہ کو آپس کے اختلاف کا سبب نہ بنایا جائے۔

عن عبد الله بن مسعودؓ أنه قال: لكأني أرىٰ رسول الله ﷺ في غزوة تبوك وهو في قبر عبد الله ذى النجادين (إلىٰ ماقال) فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه يقول: اللّٰهم إني أمسيت عنه راضياً فارض عنه.

(اسد الغابه ، دارالفكر ٤/ ١٢٤ ، مرقاة شرح المشكاة، باب فى دفن الميت ، الفصل الثانى ، مكتبه امداديه ملتان ٤/ ٧٥)

وفي حديث ابن مسعود رأيت رسول الله ﷺ في قبر عبد الله ذى النجادين الحديث ، وفيه : فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه أخرجه أبو عوانه في صحيحه. (فتح البارى ، كتاب الدعوات ، باب الدعاء مستقبل القبلة بيروت قديم ١١/ ٤٤٤، اشرفيه ١١/ ١٧٣، تحت رقم الحديث /٦٣٤٣)

وعن عبد الله يعني ابن مسعودؓ قال: لكأني أسمع رسول الله ﷺ في غزوة تبوك وهو في قبر عبد الله ذى النجادين إلى ماقال: فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة فقال : اللّٰهم إني أمسيت عنه راضياً فارض عنه، رواه البزار عن شيخه عباد بن أحمد العرزمي وهو متروك . (مجمع الزوائد ٩/ ٣٦٩، مسند البزار ، مكتبه العلوم والحكم ٥/ ١٢٢، رقم: ١٧٠٦)

سوال نامہ میں جن اکابر ومشائخ کا عمل ہاتھ نہ اٹھانے کے متعلق پیش کیا گیا ہے، وہ اپنی جگہ درست ہے مگران اکابر نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے جواز کا فتویٰ بھی صادر فرمایا ہے، ان کے عمل میں احتیاط کا پہلو ہے، کہ عوام میں قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا معمول اس طرح جاری نہ ہوجائے کہ استقبال قبلہ کو چھوڑ کر قبر کی طرف دعا مانگنے لگیں اسلئے ان اکابر نے عملی طور پر احتیاط کا راستہ اختیار کیا اور جب فتویٰ لکھنے اور مسئلہ بتانے کا موقع آیا تو حدیث کی روشنی میں مسئلہ بتایا، اور حدیث میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا جواز ثابت ہے چنانچہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود الحسن صاحبؒ کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے، دعا بغیر ہاتھ اٹھائے بھی کی جاسکتی ہے، اور ہاتھ اٹھا کر بھی۔ (فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/۴۰۶، جدید ڈابھیل ۹/ ۱۴۷ تا ۱۴۶) پر بھی یہ بات کہی گئی ہے، اور حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں اور مفتی کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی میں دونوں طرح جائز لکھا ہے۔ (امداد الفتاویٰ زکریا ۱/۳۰۷، کفایت المفتی قدیم ۴/ ۴۸، جدید زکریا ۴/ ۶۰، جدید زکریا مطول ۵/ ۳۴۱)

لہٰذا اس مسئلہ کو اختلاف کا سبب نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۴؍ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۲۹۴)	۱۴۲۵/۳/۱۴ھ

دفن کرنے کے بعد اجتماعی طور پر جہری دعا کرنا

سوال: [۳۹۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہاں پر عموماً لوگ قبرستان میں میت کو دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، اور کوئی عالم یا امام مسجد بآواز بلند دعا کراتے ہیں باقی سبھی حضرات آمین کہتے ہیں، ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا بالجہر کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو اسمیں کس درجہ کی کراہت ہے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بہتر ہے یا بنا ہاتھ اٹھائے سری دعا بہتر ہے یا جہری؟

المستفتي: عبد الجبار، اننت پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہاتھ اٹھا کر قبروں کی طرف رخ کرکے اجتماعی طور پر بالجہر دعا کرنا ثابت نہیں، البتہ اتنا ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کے بعد قبلہ کی طرف رخ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی ہے، لہٰذا اگر کوئی اس پر عمل کرنا چاہے تو قبر کی طرف پشت یا دائیں بائیں الگ ہو کر قبلہ کی طرف رخ کر کے جبکہ سامنے قبریں نہ ہوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرسکتا ہے، تاکہ شبہ نہ ہو کہ اہل قبر سے مانگ رہا ہے، البتہ اجتماعی دعا کا التزام نہیں ہونا چاہئے کبھی کبھار ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: امداد الاحکام زکریا ۱/ ۳۱۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/ ۸۰، جدید ڈابھیل ۹/ ۱۴۶، احسن الفتاویٰ زکریا ۴/ ۲۲۴)

قال ابن تيمية في اقتضاء الصراط المستقيم فإنه إنما يرخص فيما إذا سلم عليه ثم أراد الدعاء أن يدعو مستقبل القبلة أما مستدبر القبر أو منحرفاً عنه ولا يدعو مستقبل القبر. (بحواله امداد الأحكام ۱/ ۳۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ۵/ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۶۲)

دفن کے بعد کے اعمال

سوال: [۳۹۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) مٹی دینے کے بعد فوراً بعد التدفین حضور اکرم ﷺ کا عمل کیا تھا؟ اور آپ ﷺ نے بعد التدفین حضرات صحابہ کو کن کن اعمال کا حکم دیا تھا؟

(۲) بعد التدفین یہ اعلان کرنا کہ بھائیو ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اول درود شریف ایک بار سورۂ فاتحہ ایک بار، قل ہو اللہ گیارہ بار، پھر آخر میں درود شریف ایک بار پڑھکر یہ کہیں کہ یا اللہ جو قرآن ہم نے پڑھا ہے اس کا ثواب حضور اکرم ﷺ کی روح کو پہونچا کر اس میت کی روح کو اس کا ثواب پہونچا یہ طریقہ سنت رسول کے مطابق ہے؟

(۳) بعد التدفین مطلقاً بغیر سورۃ کی تعداد بتائے کچھ قرآن کریم سے پڑھ کر ایصال ثواب کرنا سنت رسول ہے یا خلفاء راشدین کا یہ معمول رہا ہے؟

(۴) کیا دعاء مغفرت اور ایصال ثواب میں کچھ فرق ہے؟

المستفتي: مسلمانان، شریف نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) دفن کرنے کے بعد کچھ دیر کے لئے قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لئے دعاء مغفرت اور ثابت قدمی کی دعاء کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ عمل آپ ﷺ نے خود بھی کیا ہے، اور صحابہ کرامؓ کو بھی حکم فرمایا ہے، جیسا کہ ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے۔

عن عثمان بن عفانؓ قال كان النبى صلى الله عليه وسلم إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال: استغفروا لأخيكم واسئلوا له بالتثبيت فإنه الآن يسئل . (ابو داؤد شريف، الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للميت ، النسخةالهندية ۲/ ٤٥٩ ، دارالسلام رقم: ۳۲۲۱، السنن الكبرىٰ للبيهقى ، الجنائز ، باب مايقال بعدالدفن قديم ٤/ ٥٦، دارالفكر ٥/ ٤٠٣، رقم: ٧١٦٣)

اسی طرح آپ ﷺ سے سورۂ بقرہ کا اول وآخر سے پڑھنے کا حکم منقول ہے:

عن عبد الله بن عمرؓ يقول: سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول: إذا مات أحدكم فلا تحبسوه ، وأسرعوا به إلى قبره وليقرأ عند رأسه فاتحة الكتاب وعند رجليه بخاتمة البقرة في قبره. (المعجم الكبير للطبرانى، داراحياء التراث العربي ١٢/ ٣٤٠ ، رقم: ١٣٦١٣، شعب الإيمان للبيهقى ، باب فى الصلاة ، من مات من أهل القبلة ، فصل في زيارة القبور، دارالكتب العلمية بيروت ٧/ ١٦، رقم: ٩٢٩٤، مشكوٰة شريف/ ١٤٩)

(۲) سوالنامہ میں ذکرکردہ طریقہ پر اول درود شریف ایک بار سورۂ فاتحہ ایک بار قل ھو

اللہ شریف گیارہ بار پھر آخر میں درود شریف ایک بار پڑھکر یہ کہنا کہ یا اللہ جو قرآن ہم نے پڑھا ہے اس کا ثواب حضور اکرم ﷺ کی روح کو پہونچا کر اس میت کی روح کو اس کا ثواب پہونچا یہ طریقہ قرآن وحدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے البتہ اس تعیین اور تخصیص کے ساتھ کسی خاص طریقہ کو صحیح سمجھ کر ثواب پہونچانے کی گنجائش ہے، اوراس میں مذکورہ تعیین و تخصیص کے ساتھ کسی خاص طریقہ کو صحیح قرار دینے کا ثبوت نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۳۷۷)

وفی شرح اللباب ویقرأ من القرآن ما تیسر لهٗ من الفاتحة وأول البقرة إلی المفلحون وآیة الکرسی وآمن الرسول وسورة یٰسٓ وتبارک الملک وسورة التکاثر والإخلاص إلی قوله ثم یقول: اللّٰهم أوصل ثواب ما قرأناه إلی فلان أو إلیهم . (شامی ، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة قبیل مطلب في قراءة المیت وأهداء ثوابها له کراچی ۲/۲۴۳، زکریا ۳/ ۱۵۱)

(۳) بعد التدفین بغیر کسی تعیین عدد کے کوئی بھی سورۃ یا سورۃ کا جز پڑھکر میت کو ایصال ثواب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اس کا ثبوت حدیث شریف میں مذکورہ ہے کہ آپ ﷺ نے بعد التدفین سورۂ بقرہ کا اول وآخر پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

عن عبد الله عمرؓ یقول: سمعت النبی ﷺ یقول: إذا مات أحدکم فلا تحبسوه ، وأسرعوا به إلیٰ قبره، ولیقرأ عند رأسه بفاتحة الکتاب وعند رجلیه بخاتمة البقرة فی قبره. (المعجم الکبیر ، داراحیاء التراث العربي ۱۲/ ۳٤۰، حدیث ۱۳٦۱۳، مجمع الزوائد ۳/ ٤٤، مشکوٰة شریف /۱٤۹)

(۴) دفن کے بعد دعائے مغفرت اور ایصال ثواب دونوں کا ثبوت ہے اور دعائے مغفرت حسب ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

عن عثمان بن عفان قال: کان النبی صلی الله علیه وسلم إذا فرغ من دفن المیت وقف علیه ، فقال: استغفروا لأخیکم واسألوا له بالتثبیت فإنه الآن یسئل . (سنن أبي داؤد، الجنائز، باب الإستغفار عند القبر للمیت ، النسخة

الهندية ۲/ ۴۵۹، دار السلام رقم: ۳۲۲۱)

اور ایصال ثواب حدیث کی روشنی میں فقہاء کی حسب ذیل عبارت سے ثابت ہے۔

وفي شرح اللباب ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأول البقرة إلى المفلحون وآية الكرسي وآمن الرسول وسورة يٰسٓ وتبارك الملك وسورة التكاثر والإخلاص إلى قوله ثم يقول: اللّٰهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى فلان أو إليهم. (شامي، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة قبيل مطلب في قراءة الميت وأهداء ثوابها له كراچي ۲/ ۲۴۳، زكريا۳/ ۱۵۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۰۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۵/۶ھ

بعد دفن اجتماعی طور پر دعا کرنا

سوال: [۳۹۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہت سی جگہوں پر دیکھا گیا ہے کہ جب مردہ کو قبر میں دفن کرکے فارغ ہوتے ہیں، تو تمام حاضرین ہر چہار جانب سے قبر کو گھیر کر کھڑے ہوجاتے ہیں، اور اجتماعی دعا امام صاحب کراتے ہیں، اور میت کیلئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد انوار الحق قاسمی، جھارکھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: قبرستان کے اندر یا قبرستان کے باہر اجتماعی انداز سے دعا کا ثبوت نہیں ہے، البتہ انفرادی طور پر مطلقاً دعا کرنا ثابت ہے، اور دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھانے کی گنجائش ہے، لیکن بہتر شکل قبروں سے دوسری طرف رخ کرکے دعا کی جائے، قبروں کی طرف ہوکر دعا نہ کی جائے، تاکہ اشتباہ اور شکوک وشبہات سے حفاظت ہوجائے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۳۰۷، جدید ڈابھیل ۹/ ۱۴۴)

وفی حدیث ابن مسعودؓ رأیت رسول الله ﷺ فی قبر عبد الله ذی النجادین : الحدیث وفیه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً یدیه أخرج أبو عوانة فی صحیحه . (فتح الباری ، کتاب الدعوات ، باب الدعاء مستقبل القبلة بیروت قدیم ۱۱/۱٤٤، اشرفیه ۱۱/۱۷۳، تحت رقم الحدیث ٦٣٤٣)

عن عثمان بن عفانؓ قال: کان النبی ﷺ إذا فرغ من دفن المیت وقف علیه ، فقال: استغفروا لأخیکم ، واسألوا له بالتثبیت ، فإنه الآن یسأل . (سنن أبي داؤد، الجنائز، باب الإستغفار، عند القبر للمیت ، النسخة الهندیة ٢/٤٥٩، دارالسلام رقم: ٣٢٢١)

وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمهٔ(قوله جلوس الخ) لما فی سنن أبي داؤد کان النبی ﷺ إذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبره وقال : استغفروا لأخیکم واسئلوا الله له التثبیت فإنه الآن یسأل الخ. (شامی ، کتاب الصلاة، باب صلاةالجنازة، مطلب في دفن المیت کراچی ٢/٢٣٧، زکریا ٣/١٤٣، حشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، کتاب الصلاة، باب أحکام الجنائز، دارالکتاب دیوبند/٦١٦)

قال الطحطاوی إذا فرغوا من دفن المیت یستحب الجلوس (المکث) عند قبره بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمه. (الموسوعة الفقهیة الکویتیة ١٦/٤٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/۳/۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۹۶۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۳/۱۴۲۴ھ

دفنانے کے بعد قبر کی طرف متوجہ ہوکر سورہ بقرہ کی آیات پڑھنا

سوال: [۳۹۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو

دفنانے کے بعد تمام آدمی جمع ہوکر قبر کیطرف متوجہ ہوکر کچھ پڑھتے ہیں، اسکے بعد قبلہ رخ ہوکر دعا مانگتے ہیں؟ کیا یہ درست ہے؟

المستفتي: حافظ لقمان علی، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت کو دفنانے کے بعد ایک آدمی کا سرہانے کھڑے ہوکر کے سورۂ بقرہ کی شروع کی آیتیں مفلحون تک اور دوسرے کا پائتانے کھڑے ہوکر سورۂ بقرہ کی اخیر کی دوآیتوں کا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔

وکان ابن عمر یستحب أن یقرأ علی القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها. (شامی ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ ، مطلب في دفن المیت کراچی ۲/۲۳۷، زکریا۳/۱۴۳)

عن عبد اللّٰہ بن عمرؓ سمعت النبی ﷺ یقول: إذا مات أحدکم فلا تحبسوہ وأسرعوا به إلی قبرہ، ولیقرأ عند رأسه بفاتحة الکتاب وعند رجلیه بخاتمة البقرة في قبرہ. (شعب الإیمان ، باب فی الصلاۃعلی من مات من أهل القبلة ، فصل في زیارۃ القبور ، دارالکتب العلمیة بیروت ۱۶/۷، رقم: ۹۲۹۴، المعجم الکبیر للطبرانی، دار احیاء التراث العربي۱۲/ ۳۴۰،رقم: ۱۳۶۱۳، مشکوٰۃ شریف/۱۴۹)

اوراس دوران دوسرے افراد بھی حسب سہولت قرآن کی دوسری آیتیں پڑھ کر میت کوثواب پہونچادیں تو یہ بھی جائز اور درست ہے، لیکن دوسرے لوگوں کا اس قبر کی طرف متوجہ ہوکر پڑھنا ثابت نہیں ہے، کسی بھی طرف ہوکر کے پڑھ سکتے ہیں، اور بعد میں قبلہ رو ہو کر کے دعا کرنا جائزاوردرست ہے بعض روایات سے اس بات کا ثبوت ملتاہے کہ دفن کے بعد قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز اور درست ہے مگراس میں بہتر یہ ہے کہ قبر سے رخ دوسری طرف موڑکر دعا کی جائے تاکہ لوگوں کوشکوک وشبہات پیدانہ ہوں۔

فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً یدیه . (فتح الباری ، کتاب

الدعوات ، باب الدعاء مستقبل القبلة قديم ١١/١٤٤، اشرفيه ١١/١٧٣، تحت رقم الحديث ٦٣٤٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/رجب ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۴۰۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۸/۲ھ

دفن کے بعد فاتحہ خوانی کرنا

سوال: [۳۹۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں کسی آدمی کو دفن کرنے گئے بعد دفن کے آواز لگائی جاتی ہے کہ فاتحہ پڑھ لو کچھ آدمی ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ بغیر ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھتے ہیں، اب شرعی اعتبار سے ہاتھ اٹھانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

المستفتي: مقیم احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا یا دعا کرنا مباح ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ جس وقت قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھے یا دعا کرے تو اپنا رخ قبلہ کی جانب کرے یہی طریقہ سنت کے مطابق ہے، آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کی قبر کے قریب جا کر قبلہ رخ ہو کر ان کیلئے دعاء مغفرت فرمائی، اسلئے اگر قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ یا دعا کریں تو سنت طریقہ کو اپنائیں۔ (مستفاد: محمودیہ ۲/۳۹۴، ۴۰۶، کفایت المفتی قدیم ۴/۱۸۳، جدید زکریا مطول ۴/۱۹۴، احسن الفتاویٰ ۴/۲۲۴، امداد الفتاویٰ ۱/۷۳۰)

وفي حديث ابن مسعودؓ رأيت رسول الله ﷺ في قبر عبد الله ذي النجادين: الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه أخرج أبو عوانة في صحيحه. (فتح الباري، كتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة

رافعاً یدیه قدیم ۱۱/۱۴٤، اشرفیه ۱۱/۱۷۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۲۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۵/۱۴۲۲ھ

قبر پر سورۂ بقرہ پڑھنے کا طریقہ

سوال: [۳۹۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں قبر کے مکمل ہونے کے بعد بعض بزرگ لوگ یہ کرتے ہیں کہ سرہانے کے پاس اپنے ہاتھ کی انگلی رکھ کر سورۂ بقرہ کی اول آخر آیتیں پڑھتے ہیں اس کے بعد پھر پیر کی طرف بھی یہی عمل کرتے ہیں، تو کیا ایسے عمل کی شریعت میں کوئی اصل ہے؟

المستفتی: محمد عثمان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دفن کے بعد جب قبر مکمل ہوجائے تو میت کے سرہانے سورہ بقرۂ کا اول رکوع مفلحون تک اور پائنتی کی جانب سورۂ بقرہ کا آخری رکوع آمن الرسول سے آخر تک پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، اور یہ عمل مستحب ہے۔

عن عبد الله بن عمرؓ سمعت النبی ﷺ یقول: إذا مات أحدکم فلا تحبسوه وأسرعوا به إلی قبره، ولیقرأ عند رأسه بفاتحة البقرة (أی إلیٰ المفلحون) وعند رجلیه بخاتمة البقرة (أی آمن الرسول إلیٰ اٰخره). (رواه البیهقی فی شعب الإیمان، الحدیث (مشکوة شریف /۱٤۹، المعجم الکبیر دار احیاء التراث العربی ۱۲/۳٤۰، رقم: ۱۳٦۱۳، شعب الإیمان للبیهقی، باب فی الصلاة من مات من أهل القبلة، فصل في زیارة القبور، دارالکتب العلمیة بیروت ۷/۱٦، رقم: ۹۲۹٤)

وکان ابن عمر یستحب أن یقرأ علی القبر بعد الدفن أول سورة

البقرة وخاتمتها. (شامی، کتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت کراچی ۲/۲۳۷، زکریا۳/۱٤۳، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب أحکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، دارالکتاب دیوبند/٦۲۱، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۱٦/٤۲، ۲۱/۲۰، ۳۳/٦۲)

لیکن شہادت کی انگلی کا قبر پر ٹیکنا ثابت نہیں بعض کتابوں میں اسکو بزرگوں کا معمول لکھا ہے لیکن صرف بعض بزرگوں کا معمول ہونا حجت شرعی نہیں ہے، نیز الدر المنتقی میں اس کو بدعت لکھا ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۴/۵۲، جدید زکریا ۴/۶۴، ۶۵، جدید زکریا مطول ۵/۳۴۴، دارالعلوم ۵/ ۳۹۱)

ومن البدع وضع الید علی القبر. (الدر المنتقی علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، باب صلاة، الجنازة، قبیل باب الشهید، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۲۷۷، قدیم ۱/۱۸۸، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ٤۳/۳۱۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۲۶۰۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۴/۱۴۲۱ھ

بعد دفن جنازہ میں شریک ہونے والوں کے لئے کھانے کا اہتمام

سوال: [۳۹۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد مبارک کے والد کا انتقال ہوگیا اور کفن دفن میں شریک ہونے والے مہمانوں کیلئے محمد مبارک نے کھانے کا انتظام کیا تو آئے ہوئے مہمانوں کیلئے یہ کھانا کھانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دفن میں شرکت کرنیوالے سبھی لوگوں کا میت کے گھر کھانے کا اہتمام بے اصل ہے اس کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے، البتہ اہل میت اوران کے بیرونی مہمان کھانا کھائیں تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت

المفتی قدیم۴/ ۱۰۷، جدید زکریا۴/ ۱۲۱،۱۲۲، جدید زکریا مطول۶/ ۵۳-۵۴)

ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة. (شامی، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة الجنازة، مطلب في کراهة الضیافة من أهل المیت کراچی ۲/ ۲۴۰، ۳/ ۱۴۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۳۰۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/ ۳/ ۱۴۲۵ھ

تدفین کے بعد کھانا کھانے کیلئے اعلان کرنا

سوال: [۳۹۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں مردے کو دفن کرنے کے بعد ایک آدمی اعلان کرتا ہے کہ تمام مہمان کھانا کھا کر جائیں، یہ اعلان کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد عقیل مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حدیث شریف سے ثابت ہے کہ میت کے گھر والے غم ورنج کی پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کو اپنا کھانا بنانے کا بھی موقع نہیں ہوتا ہے، اس لئے پڑوسیوں کیلئے مسنون ہے کہ میت کے گھر والوں کو کھانا پہونچادیں، لہٰذا مقامی لوگ جو جنازہ میں شرکت کیلئے آتے ہیں، ان کو میت کے گھر والوں کی طرف سے کھانا کھلانا خلاف شریعت اور خلاف سنت ہے، اور ان پر دباؤ ڈالنا ناجائز اور حرام ہے، ہاں البتہ میت کے باہر کے جو مہمان اعزاء یا متعلقین میں سے کوئی آئے تو ان کے کھانے کے لئے انتظام کرنا جائز ہے اور وہ انتظام بھی اگر پڑوسی کریں تو زیادہ بہتر ہے، لہٰذا تدفین کے بعد باہر سے آئے ہوئے لوگوں کے کھانے کا اعلان کیا جاتا ہے تو اس کی گنجائش ہے، لیکن مقامی لوگوں کو کھانے کیلئے اعلان کرنا مشروع نہیں ہے۔

عن عبد الله بن جعفر قال: لما جاء نعي جعفر حين قتل قال النبى ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعاماً، فقد أتاهم أمر يشغلهم أو أتاهم ما يشغلهم .

(مسند أحمد بن حنبل ۱/۲۰۵، رقم: ۱۷۵۱)

عن عائشة زوج النبى ﷺ : أنها كانت إذا مات الميت من أهلها، فاجتمع لذلك النساء ، ثم تفرقن إلا أهلها و خاصتها، أمرت بيرمة من تلبينة فطبخت ، ثم صنع ثريد فصبت التلبينة عليها، ثم قالت: كلن منها فإني سمعت رسول الله ﷺ يقول: التلبينة مجمة لفؤاد المريض تذهب ببعض الحزن. (صحيح البخارى، كتاب الأطعمة ، باب التلبينة ، النسخة الهندية ۲/۸۱۵، رقم: ۵۲۰۶، ف: ۵۴۱۷)

أما الطعام الذى يصنع للمأتم فإنه يجوز أن يصنعه لأهل الميت غيرهم، ويحمله إليهم ويأكل معهم فى اليوم الأول لأنهم مشغولون. (الفقه على المذاهب الأربعة ، كتاب الحظر والإباحة ، الوليمة وفتها، دارالفكر ۲/۳۳)

وباتخاذ طعام لهم قال فى الفتح ويستحب لجيران أهل الميت والأقرباء الأباعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم لقوله صلى الله عليه وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جاء هم ما يشغلهم ولأنه برومعروف ويلح عليهم فى الأكل لأن الحزن يمنعهم من ذلك فيضعفون .... ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع فى السرور لا فى الشرور وهى بدعة مستقبحة ....يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول و الثالث . (شامى، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة ، مطلب في الثواب على المصيبة كراچى ۲/۲۴۰، زكريا۳/۱۴۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۶۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱/۷ھ

۱۴/ باب إلقاء الأشجار والعطور على القبور

قبر میں بیر کی شاخ رکھنا

سوال: [۳۹۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بیر کی شاخ قبر میں رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیر کی شاخ قبر میں رکھنا روافض کا شعار ہے، قرآن وحدیث اور فقہ سے اس کا ثبوت نہیں ہے، اس کا ترک کر دینا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم/ ۲۷۸، جدید زکریا/ ۲۵۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۳۹۹، جدید ڈابھیل ۹/ ۱۰۴)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن ابوداؤد، كتاب اللباس، باب ماجاء فى لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱، سنن سعبد بن منصور، كتاب الجهاد، باب من قال الجهاد ماض، دارالكتب العليمة بيروت ۲/ ۱۴۳، رقم: ۲۳۷۰، مسند احمد بن حنبل ۲/ ۵۰، رقم: ۵۱۱۴، ۵۱۱۵، ۵۶۶۷، المصنف لابن أبى شيبة، كتاب فضل الجهاد، مؤسسه علوم القرآن بيروت ۱۰/ ۲۷۲، رقم: ۱۹۷۴۷، ۱۹۷۸۳، ۱۷/ ۵۲۴، رقم: ۳۳۶۸۷)

ويكره عند القبر مالم يعهد من السنة . (هنديه، الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن زكريا ۱/ ۱۶۶ جديد ۱/ ۲۲۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ رجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۱۲۸)

دفناتے وقت تختوں پر بیر کی ٹہنی ڈالنا

سوال: [۳۹۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں عام دستور ہے کہ میت کو دفناتے وقت تختوں پر بیری کی ٹہنی ڈالا کرتے ہیں، سائل معلوم کرنا چاہتا ہے کہ یہ عمل کس درجہ کا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتي: قمرالدین، کھیڑا ٹانڈہ، ضلع رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قبر کے صندوق کے اوپر تختہ رکھنے کے بعد مٹی ڈالنے سے پہلے اسکے اوپر بیری کی شاخ رکھنا شریعت سے ثابت نہیں ہے، فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ محمودیہ میں اس کو روافض کا شعار اور بدعت لکھا ہے اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔
(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/۱۰۴، فتاویٰ رشیدیہ جدید زکریا/ ۲۵۸، ایضاح المسائل/۷۶)

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم.
(سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/ ۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱، مسند احمدبن جنبل ۲/ ۵۱، رقم: ۵۱۱۴، ۵۱۱۵، ۵۶۶۷)

ويكره عند القبر مالم يعهد من السنة. (هنديه، الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن زكريا ۱/ ۱۶۶، جديد ۱/ ۲۲۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۷۶۹)

قبر کی نشاندہی کیلئے قبر پر پودا لگانا

سوال: [۳۹۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا

انتقال ہوا اس کو کفنانے کے بعد نعش کو قبر میں اتار دیا گیا پھر اس کو بانس یا تختہ سے پاٹ دیا گیا اب اس پر بیری کی ٹہنی ڈالنا پھر مٹی دینا یا مٹی ڈالکر بیری کی ٹہنی ڈالنا کیسا ہے؟ کیا ہم اس عمل کو کر سکتے ہیں اگر نہیں تو کیوں نیز قبر کی نشاندہی کیلئے کوئی چیز گاڑ دینا قبرستان میں درخت یا ٹہنی کے قبیل سے بطور علامت کے شریعت میں یہ عمل کیسا ہے؟

المستفتي: محمد انوار الحق، دربھنگوی،
مدرسہ شاہی، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبر میں تختے کے اوپر مٹی ڈالنے سے پہلے بیری کی شاخ رکھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے، حضرت گنگوہیؒ نے روافض کا عمل لکھا ہے، اسلئے اس کو ترک کردینا لازم اور ضروری ہوگا۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۶۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/ ۳۰۵، ۱۳/ ۴۴۵، جدید ڈابھیل ۹/ ۱۰۴، ۱۰۵، فتاویٰ رشیدیہ قدیم/ ۴۷۸، جدید زکریا/ ۲۵۸)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم.

(سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ٢/ ٥٥٩، دارالسلام رقم: ٤٠٣١، مسند احمدبن جنبل ٢/ ٥١، رقم: ٥١١٤، ٥١١٥، ٥٦٦٧)

ويكره عند القبر مالم يعهد من السنة. (هنديه، الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن زكريا ١/ ١٦٦، جديد ١/ ٢٢٨)

ہاں البتہ مٹی ڈالنے کے بعد قبر کے اوپر بطور علامت اور نشانی کے کوئی چیز رکھدی جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

عن المطلب قال: لما مات عثمان بن مظعون أخرج بجنازته فدفن فأمر النبي ﷺ رجلا أن ياتيه بحجر فلم يستطع حمله، فقام إليها رسول الله ﷺ وحسر عن ذراعيه -إلى- ثم حملها فوضعها عندرأسه وقال: أتعلم بها قبر أخي وأدفن إليه من مات من أهلي. (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب

في جمع الموتى فى قبر والقبر يعلم ، النسخة الهندية ٢/ ٤٥٧ ، دارالسلام رقم: ٣٢٠٦)

ويتقوى بما أخرجه أبوداؤد بإسناد جيدأن رسول الله ﷺ حمل حجراً فوضعها عندرأس عثمان بن مظعون وقال: أتعلم بها قبرأخي الخ. (درمختار، كتاب الصلاة ، باب صلوٰة الجنائز، مطلب فى دفن الميت زكريا٣/ ١٤٤ ،كراچى ٢/ ٢٣٨)

وفي الظهيرية : ولو وضع عليه شيئى من الأشجار أو كتب عليه شيئى فلا بأس به عند البعض . (البحر الرائق ، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته كوئٹه ٢/ ١٩٤ ، زكريا٢/ ٣٤٠ ، ٣٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	یکم ربیع الاول ۱۴۱۸ھ
۱/ ۳/ ۱۴۱۸ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۰۴)

قبر پر شاخ گاڑنا

سوال: [۳۹۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے منی پور کے علاقہ میں یہ معاملہ رائج ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر لکڑی کی شاخ گاڑ دی جاتی ہے تو گاڑنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا محمد سالم صاحب کہتے ہیں کہ قبر پر لکڑی کی شاخ گاڑنا جائز ہے، دلیل یہ دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جو دو قبروں پر عذاب ہو رہا تھا، کھجور کی ایک شاخ کے دو ٹکڑے کرکے گاڑ دیا تھا، اسلئے ہم بھی اس کو جائز قرار دیتے ہیں، اور اس بارے میں حضرت مولانا عبد السلام صاحب فرماتے ہیں کہ دفن کے بعد لکڑی کی کوئی شاخ گاڑنا جائز نہیں ہے، یہ مخصوص تھا نبی کریم ﷺ کیساتھ، اور مسئلہ مذکورہ ہی کے بارے میں حضرت مولانا محمد سالم صاحب کہتے ہیں کہ اس مسئلہ کا جواز صحابہؓ سے بھی ملتا ہے۔

(فتاویٰ شامی وعالمگیری) اور اس کو ضروری قرار دیتے ہیں، تاکہ عذاب قبر سے نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے صاحب قبر کونجات ملے، اوراس بارے میں حضرت مولانا عبدالسلام صاحب نے دلیل یہ دی ہے کہ احسن الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ دفن کرنے کے بعد لکڑی کی شاخ گاڑنا یا پھول ڈالنا ناجائز اور بدعت ہے، تواس پر حضرت مولانا محمد سالم صاحب کہتے ہیں کہ احسن الفتاویٰ میں جو بدعت اور ناجائز لکھا ہے اس کو ہم نہیں مانتے، اسلئے کہ اس پرکوئی دلیل نہیں ہے؟

المستفتي: عبدالسلام، منی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث پاک سے اتنا ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دوقبروں پر کہ جن قبر والوں کوعذاب ہورہا تھا، جس کا علم حضور اکرم ﷺ کو بذریعۂ وحی ہو چکا تھا، کھجور کی شاخ کے دو حصے کر کے ایک اس پر اوراس پر لگادی تھی، اور یہ فرمایا تھا کہ امید ہے جب تک یہ شاخیں نہ سوکھیں گی اس وقت تک ان دونوں سے عذاب خفیف ہوجائے گا، اب اس میں علماء امت کا اختلاف ہے کہ یہ امر حضور اکرم ﷺ کیساتھ مخصوص تھا اور یہ حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک کی برکت تھی، یا اب حضور اکرم ﷺ کے اس فعل پر قیاس کر کے کوئی شاخ لگادی جائے تو عذاب میں تخفیف ہوگی، چنانچہ شاخ گاڑنے کا استحباب متفق علیہ نہیں ہے، بلکہ بعض اکابر نے اس سے منع فرمایا ہے اور علماء احناف کے اقوال اس سلسلہ میں متردد ہیں، اب رہا یہ امر کہ قبر پر شاخ گاڑ ناجائز ہے یانہیں، تو حضور اکرم ﷺ کے قول وفعل کو سمجھنے کیلئے حضرات صحابہؓ کا تعامل دیکھنا لازم ہے، آپ ﷺ کے صحابہ میں سے سوائے حضرت بریدۃ بن حصیبؓ کے کسی صحابی سے یہ چیز منقول نہیں ہے، کہ کسی صحابی نے اپنی قبر پر شاخ گاڑنے کی وصیت کی ہو یا دوسرے کی قبر پر شاخ گاڑنے کو اپنا معمول بنالیا ہو، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے جو کہ حدیث مذکور کے راوی ہیں یہ منقول نہیں کہ انھوں نے تخفیف عذاب کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا ہو اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوجاتی ہے، کہ یہ عمل اگرچہ

جائز ہے لیکن سنت جاریہ اور عادت مستقلہ بنانے کی چیز نہیں ہے، اور اس کا التزام واہتمام تعامل صحابہؓ کو دیکھتے ہوئے بلا شبہ بدعت شمار ہوگا، البتہ اگر اتفاقاً کوئی کسی قبر پر گاڑ بھی دیتا ہے، تو اس پر نکیر کی ضرورت نہیں ہے جبکہ مستقل ہر قبر پر نہ گاڑا جاتا ہو۔

فالحق أن يعطى كل شيئ حقه ولا يجاوز عن حده وهو الفقه في الدين : اور احسن الفتاویٰ کی عبارت پر غور کیا جائے تو اس میں تعامل صحابہؓ کو دلیل بنا کر صرف التزام اور اہتمام کو بدعت کہا ہے، مطلقاً بدعت نہیں کہا ہے، اب عربی عبارتیں ملاحظہ ہوں: (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۱۸۵)

ومن الحديث ندب وضع ذلك للاتباع ويقاس عليه ما اعتيد في زماننا من وضع أغصان الآس ونحوه وصرح بذلك أيضاً جماعة من الشافعية وهذا أولىٰ مماقاله بعض المالكية من أن التخفيف عن القبرين إنما حصل ببركة يده الشريفة أو دعائه لهما فلا يقاس عليه غيره الخ.

(درمختار مع الشامي، باب الجنائز، مطلب في وضع الجريد ونحو الآس على القبور كراچی ۲/۲٤٥، زكريا۳/۱٥٥)

وفي المرقاة قال النووي أما وضعهما على القبر فقيل إنه عليه الصلوٰة والسلام سأل الشفاعة لهما فأجيب بالتخفيف إلى أن ييبسا وقد ذكر مسلم في اٰخر الكتاب في حديث جابر أن صاحبي القبرين أجيبت شفاعتي فيهما أي برفع ذلك عنهما ما دام القضيبان رطبين وقيل: إنه كان يدعولهما في تلك المدة، وقيل: لأنهما يسبحان ماداما رطبين (إلى أن قال) قد ذكر البخاري أن بريدة بن الحصيب الصحابي أوصىٰ أن يجعل في قبره جريدتان فكأنه تبرك بفعل مثل رسول الله ﷺ وقد أنكر الخطابي ما يفعله الناس على القبور من الأخواص ونحوها بهذا الحديث وقال لاأصل له . (

مرقاة كتاب الطهارة، باب آداب الخلاء، مسئلة وضع الريحان وجرائد النخل على القبر،

امدادیہ ملتانی ۱/۱۵۰ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۵۸)

قبر پر شاخ گاڑنا

سوال: [۳۹۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبروں پر شاخ ڈالنے سے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے کہ ہمارے یہاں اس کا عام رواج ہے، اور ان کا استدلال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ہے کہ آپ ﷺ نے اس طرح کیا ہے اب جو حضرات اس کام سے گریز کرتے ہیں تو ان پر طرح طرح سے طعن وتشنیع کرتے ہیں وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: عبداللہ، کیبونگ، تھوپال، منی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن دو قبروں پر شاخ گاڑ دی تھی، آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے، تو آپ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ کو دو حصہ کر کے ایک ایک حصہ ایک ایک قبر پر گاڑ کر رفع عذاب کیلئے دعا فرمائی اس سے عذاب ٹل گیا یہ چیز صرف حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت تھی کسی کو یہ خصوصیت حاصل نہیں کہ کس قبر میں عذاب ہو رہا ہے وحی کے ذریعہ سے حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی بھی انسان کو معلوم نہیں ہو سکتا پھر اس کے بعد آپ ﷺ کی زندگی میں بے شمار صحابہ دنیا سے وفات پا گئے مگر کسی کی بھی قبر پر آپ ﷺ نے شاخ نہیں گاڑی ہے، اور آپ ﷺ کے بعد صرف حضرت بریدہؓ نے اپنی قبر میں شاخ گاڑنے کی فرمائش کی تھی، ان کے علاوہ خلفاء راشدین اور بڑے بڑے صحابہؓ دنیا سے گذر گئے مگر کسی نے اپنی قبر میں کسی

طرح کی شاخ گاڑنے کی وصیت نہیں کی، اور نہ ہی کسی کی قبر میں شاخ گاڑی گئی ہے، اور صحابہ کے بعد ائمہ مجتہدین تابعین تبع تابعین ہزاروں کی تعداد میں دنیا سے رخصت ہوئے مگر کسی کی قبر پر شاخ نہیں گاڑی گئی، لہٰذا شاخ نہ گاڑنا زیادہ بہتر ہے، اور اگر کسی کی قبر میں اتفاقاً گاڑدی جائے تو اس پر سختی کیساتھ نکیر کی ضرورت نہیں ہے، ہاں البتہ کسی علاقہ میں اگر شاخ گاڑنا لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے تو وہاں پر شاخ نہ گاڑنے کا سلسلہ جاری ہوجانا چاہئے، تاکہ لوگوں کے دلوں سے غیر لازم چیز کے لازم ہونے کا عقیدہ ختم ہوجائے۔

وقد استنكر الخطابى ومن تبعه وضع الناس الجريد ونحوه فى القبر عملاً بهذا الحديث قال الطرطوشي لأن ذلك خاص ببركة يده، وقال القاضى عياض لأنه علل غرزهما على القبر بأمر مغيب وهو قولهٗ ليعذبان قلت لايلزم من كوننا لا نعلم أيعذب أم لا أن لا نتسبب لهٗ فى أمر يخفف عنه العذاب أن لو عذب كما لا يمنع كوننا لا ندرى أرحم أم لا أن لا ندعو لهٗ بالرحمة وليس فى السياق ما يقطع على أنه باشر الوضع بيده الكريمة .

(فتح البارى ، كتاب الوضوء ، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله دارالريان للتراث ۱/۳۸۳، اشرفيه ۱/ ۳۲۰، رقم: ۲۱٦)

القول بالخصوصية هو الصواب لأن الرسول عليه الصلوٰة والسلام لم يغرز الجريدة إلا على قبور علم تعذيب أهلها ولم يفعل ذلك...... ولو كان مشروعا لبادروا إليه وأما مافعله بريدة فهو اجتهاد منه والاجتهاد يخطىء ويصيب والصواب من ترك ذلك . (حاشية فتح القدير ۳/۲۲۳، حديث/۱۳٦۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ رصفر ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳٦/ ۷۹۴۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۲/۱۸ھ

قبر پر پھول یا ہری پتی گھاس وغیرہ ڈالنا

سوال: [۳۹۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسلمانوں کی قبر پر پھول ڈالنا یا کسی بھی طرح کی ہری گھاس یا ہری پتیاں ڈالنا یا چھوٹی گھاس اور چھوٹے پودے لگانا کیسا ہے؟

المستفتي: دلشاد حسین انصاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمانوں کی قبروں پر پھول ڈالنا یا کسی بھی طرح کی ہری گھاس یا ہری پتیاں ڈالنا یا چھوٹی گھاس اور چھوٹے پودے لگانا حضور اکرم ﷺ خلفائے راشدین، جمہور صحابہ، ائمہ مجتہدین اور سلف وخلف میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے، اس لئے مسلمانوں کو ان چیزوں سے گریز کرنا چاہئے، البتہ ایک حدیث شریف میں اس بات کا ذکر ہے کہ دو قبروں پر عذاب ہو رہا تھا حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے ذریعہ اس کا علم ہوا آپ ﷺ نے کھجور کی کچی شاخ کو دو حصہ میں کر کے ایک ایک حصہ ان دونوں قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ شاخیں ہری اور کچی رہیں گی عذاب میں تخفیف ہو جائیگی یہ آپ ﷺ کی خصوصیت اور دست مبارک کی برکت تھی اس کے بعد آپ ﷺ نے کسی قبر پر نہ کوئی شاخ گاڑی ہے اور نہ ہی کوئی پیڑ پودے لگائے ہیں، پھر آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کے دور میں صرف حضرت بریدہؓ کے علاوہ باقی کسی نے بھی اپنی قبر پر یا دوسروں کی قبروں پر شاخ نہیں گڑوائی ہے، لہٰذا کوئی شخص کسی کی قبر پر ہری ٹہنی گاڑ دیتا ہے تو اس پر کوئی نکیر کی ضرورت نہیں ہے، اسلئے کہ حضرت بریدہؓ نے گڑوائی ہے، اور اگر کسی کی قبر پر ٹہنی نہ گاڑی جائے تو اس پر بھی کوئی ترغیب کی ضرورت نہیں ہے، اسلئے کہ حضرت بریدہؓ کے علاوہ کسی بھی صحابیؓ یا ائمۂ مجتہدین میں سے کسی نے ٹہنی نہیں گڑوائی ہے۔

وذکر أثر بریرةؓ وهو یؤذن بمشروعیتها ثم أثر ابن عمر المشعر بأنه

لاتأثير لما يوضع على القبر بل التأثير للعمل الصالح. (فتح الباری ، کتاب الجنائز، باب الجريدة على القبر الخ، دارالريان للتراث العربي بيروت ۳/ ۲٦٥، اشرفیه ديو بند۳/ ۲۸۷، الرقم ۱۳٦۱)

وضع الناس الجريد ونحوه في القبر عملاً بهذا الحديث...... قال الطرطوشي لأن ذلك خاص ببركة يده . (اعلاء السنن ، کتاب الجنائز،باب استحباب غرز الجريدة الرطبة على القبر ، دارالکتب العلمية بيروت۸/ ۳۳۱، کراچی۸/ ۲۸۹، معارف السنن ، کتاب الطهارة ، باب التشديد في البول اشرفيه ديو بند۱/ ۲٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۹/ ۱۰۰۷۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/ ۵/ ۱۴۳۱ھ

قبر پر کتنی شاخیں گاڑیں

سوال: [۳۹۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر شاخ گاڑ نا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو ایک دو یا چار شاخ گاڑنا ضروری ہے اور چاروں شاخوں کو چار آدمی گاڑ دیتے ہیں، اور چاروں قل پڑھتے ہیں، ان کا یہ عمل کیسا ہے؟

المستفتي: محمد شعیب، آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قبر پر شاخ گاڑنے کو لازم نہ سمجھا جائے کبھی شاخ گاڑ دیجائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور اگر کسی قبر پر شاخ نہ گاڑی جائے تو اس پر اعتراض کا بھی حق نہیں ہے۔

ومن الحديث ندب وضع ذلك للاتباع ويقاس عليه ما اعتيد في

زمانـنـا مـن وضـع أغـصـان الآس ونـحوه وصرح بذلک أیضاً جماعة من الشـافـعیة وهـذا أولـیٰ مـماقاله بعض المالکیة من أن التخفیف عن القبر ین إنـمـا حـصـل ببـرکة یـده الشـریفة أو دعائه لهما فلا یقاس علیه غیره الخ.

(درمختارمع الشامی ، باب الجنائز، مطلب فی وضع الجرید و نحو الآس علی القبور کراچی ۲/۲۴۵، زکریا۳/۱۵۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲رمحرم۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۲/۴۲۹۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۱/۱۴۱۶ھ

قبر پر درخت لگانا

سوال: [۳۹۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی قبر پر بطور نشانی درخت لگانا کیسا ہے؟

المستفتي: حبیب الرحمٰن ،شہباز پور، کلاں، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس کو علما بہتر نہیں سمجھتے ہیں، اور جس حدیث شریف میں حضور ﷺ کا شاخ گاڑنا ثابت ہے وہ حضور ﷺ کے ہاتھ کی برکت اور حضور ﷺ کیساتھ خاص ہے، اسلئے اس سے استدلال درست نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/۳۷۴)

وقـد استنکر الخطابی ومن تبعه وضع الناس الجرید ونحوه فی القبر عـملاًبهـذا الـحدیـث قـال الطرطوشی لأن ذلک خاص ببرکة یده، وقال الـقـاضـی عیاض لأنه علل غرزهما علی القبر بأمر مغیب وهو قولهٗ لیعذبان قلـت لایـلـزم مـن کوننا لا نعلم أیعذب أم لا أن لا نتسبب لهٗ فی أمر یخفف عـنـه العذاب أن لو عذب کما لا یمنع کوننا لا ندری أرحم أم لا أن لا ندعو لـهٗ بالرحمة ولیس فی السیاق ما یقطع علی أنه باشر الوضع بیده الکریمة .

(فتح الباری ، کتاب الوضوء ، باب من الکبائر أن لا یستتر من بوله، دارالریان للتراث بیروت ۱/ ۳۸۳، اشرفیه دیوبند ۱/ ۳۲۰)

وضع الناس الجرید ونحوه فی القبر عملاً بهذا الحدیث قال الطرطوشی لأن ذلک خاص ببرکة یده . (اعلاء السنن ، کتاب الجنائز،باب استحباب غرز الجریدة الرطبة علی القبر ، دارالکتب العلمیة بیروت۸/ ۳۳۱، کراچی۸/ ۲۸۹، معارف السنن ، کتاب الطهارة ، باب التشدید فی البول اشرفیه دیوبند ۱/ ۲۶۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۶۱۱)

کیا علمائے دیوبند قبروں پر شاخ گاڑنے کو منع کرتے ہیں

سوال: [۳۹۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبروں پر ٹہنی گاڑنا عالمگیری وطحطاوی میں جائز لکھا ہے، پھر علمائے دیوبند کیوں منع کرتے ہیں؟

المستفتي: محمد حسیب، سمرہن، فرخ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر کے اوپر ٹہنی گاڑنے کو علمائے دیوبند منع نہیں کرتے بلکہ اس کو ضروری سمجھنے سے منع کرتے ہیں جو کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے۔

قال الطیبی : وفیه من أصر علیٰ أمر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال فکیف من أصر علیٰ بدعة أو منکر. (مرقاة ، کتاب الصلوٰة، باب الدعاء في التشدید ، امدادیه ملتان ۲/ ۳۰۳، شرح الطیبی ، کتاب الصلوٰة ، باب الدعاء فی التشهد تحت رقم الحدیث /۹۴۶، إدارة القرآن

والعلوم الإسلامية كراچی ۲/ ۳۷٤)

فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها. (سباحة الفكر فی الجهر بالذكر، الباب الأول، تحت الثانی والاربعون /٤ ٣، مجموعه رسائل اللكنوی ۳/ ٤٩٠، بحواله محمودیه ڈابهیل ۳/ ۲٦۹)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍شوال ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۴۸۴)

بعد دفن قبر پر اگربتی جلانا گلاب کا پھول چھڑکنا

سوال: [۳۹۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اعلان کرکے کہتے ہیں کہ فاتحہ پڑھ دیجئے، اس میں سب لوگ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں نیز قبر پر اگربتی جلاتے ہیں، گلاب کا پھول چھڑکتے ہیں، آیا یہ مسئلہ کس حد تک صحیح ہے، قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ہمارے امام صاحب کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: سیرت حسین انصاری، مہتمم مدرسہ ترتیل القرآن مانپور، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت کو دفن کرنے کے بعد دعا واستغفار کرنا مستحسن ہے شریعت مطہرہ میں اس کا ثبوت ملتا ہے، البتہ اجتماعی دعا کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، بہتر یہ ہے کہ بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا کرے، اور اگر ہاتھ اٹھانا ہو تو قبر کی طرف پشت کرے اور قبلہ کی طرف رخ کرے، پھر دعا کرے، ایسا کرنا حدیث سے ثابت ہے۔

عن عبد الله بن مسعودؓ أنه قال لكأني أرى رسول الله ﷺ في غزوة تبوك وهو في قبر عبد الله ذي النجادين: إلىٰ قوله – فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه يقول: اللّٰهم إني أمسيت راضيا فارض عنه. (اسد الغابه ٤/١٢٤)

وفي حديث ابن مسعودؓ رأيت رسول الله ﷺ في قبر عبد الله ذي النجادين: الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه أخرج أبو عوانة في صحيحه الخ. (فتح البارى، كتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة زكريا ١١/١٧٣، قديم بيروت ١١/١٤٤، تحت رقم الحديث /٦٣٤٣)

وعن عبد الله يعني ابن مسعودؓ قال لكأني أسمع رسول الله ﷺ في غزوة تبوك وهو في قبر عبد الله ذي النجادين: (إلىٰ قوله) فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة، فقال: اللّٰهم إني أمسيت راضيا فارض عنه.

(مجمع الزوائد ج٩/ ٣٦٩)

نیز قبر پر اگر بتی جلانا اور پھول چھڑکنے کی رسم بدعت ہے، حضور ﷺ سے لیکر دور صحابہ اور اکابر علماء تک کہیں بھی اس کا ثبوت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۶/۴۶۳)

عن ابن عباس قال: لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج. (ابوداؤد شریف، كتاب الجنائز، باب في زيارة النساء القبور، النسخة الهندية ٢/ ٤٦١، دارالسلام رقم: ٣٢٣٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۹۲/۳۷)	۱۳/۳/۱۴۲۵ھ

۱۵/ باب البناء علی القبور

کن لوگوں کی قبروں پر کتبہ لگانے کی گنجائش ہے؟

سوال: [۳۹۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا قبر کے اوپر سر ہانے کی طرف اللہ، محمد اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی ٹائلیں اور مردے کے نام کا پتھر لگانا جائز ہے؟

المستفتي: ارشاد علی ولد عباس علی،
محلّہ گذری چھتہ جے پی نگر، امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر پر کتبہ لگانا ان بڑے آدمیوں کیلئے گنجائش ہے جو ملکی یا عالمی سطح پر دینی خدمات کرنے والے عالم دین وبزرگ ہوں، باقی اور کسی کیلئے مشروع نہیں ہے، نیز ان کے کتبہ پر بھی اللہ محمد اور ''**لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ**'' کی ٹائلیں لگانا قطعاً جائز نہیں ہے، ہاں البتہ ان کے نام اس پر لکھے جا سکتے ہیں۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/٦٧)

لا بأس بالكتابة إن احتيج إليها حتى لا يذهب الأثر ولا يمتهن (درمختار) وفي الشامية يكره كتابة شيءٍ عليه من القرآن أو الشعر أو إطراء مدح له ونحو ذلك الخ. (الدر مع الرد، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، زكريا۳/ ١٤٤، ١٤٥، كراچی ۲/ ٢٣٧، ٢٣٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ / رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ٦٨٥٥)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/ ۷/ ۱۴۲۱ھ

قبر پر کتبہ لگانا کیسا ہے؟

سوال: [۳۹۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے والد صاحب جناب ڈاکٹر مرغوب الٰہی صاحبؒ کا انتقال ہو گیا وہ ایک بہت ہی مشہور بزرگ تھے، میں ان کے قبر پر ایک پتھر تاریخ وفات کا لگانا چاہتا ہوں، جس سے قبر کی پہچان ہو سکے ان کی تاریخ وفات ۲۲/اپریل بروز پیر ہے تو قبر پر پتھر لگانا شرعاً منع تو نہیں ہے؟ اگر کوئی بھی گنجائش ہو تو تاریخ وفات کا پتھر لگانے کی اجازت دی جائے۔

المستفتي: مرغوب دواخانہ، محلّہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: حدیث پاک میں قبروں پر کتبہ لگانے کی ممانعت آئی ہے، اسی طرح حضرات فقہاء نے بھی اسکی ممانعت نقل فرمائی ہے۔

عن جابرؓ قال نهي رسول الله ﷺ أن تجصص القبور وأن يكتب عليها وأن يبنى عليها وأن توطأ. (ترمذی، الجنائز، باب ماجاء في كراهية تجصيص القبور، والكتابة عليها، النسخة الهندية ۱/۲۳، دارالسلام رقم: ۱۰۵۲، مشكوٰة /۱۴۹، المعجم الأوسط ۳۴۱/۸، حديث: ۷۶۹۵)

وكره أبو يوسفؒ الكتابة عليه ذكره الكرخيؒ لما روى عن جابر بن عبد الله عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: لا تجصصوا القبور ولا تبنوا عليها ولا تقعدوا ولا تكتبوا عليها لأن ذلک من باب الزينة ولا حاجة بالميت إليها ولأنه تضييع المال بلا فائدة فكان مكروها. (بدائع الصنائع، قبيل فصل في أحكام الشهيد كراچی ۳۲۰/۱، زكريا ۶۵/۲، كبيرى، فصل فى الجنائز، اشرفيه ديوبند /۵۹۹، هنديه، الباب الحادى والعشرون، الفصل السادس فى القبر والدفن زكريا ۱۶۶/۱)

لیکن اگر اتنی بڑی شخصیت ہے کہ ان سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کرنے والے

اندرون ملک اور بیرون ملک میں ان کے تلامذہ یا مریدین ہیں، جو وقتاً فوقتاً دور دراز سے اندورن ملک اور بیرون ملک سے ان کی قبر کی زیادت کیلئے آسکتے ہیں جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت شیخؒ، اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نور اللہ مرقدہم کی شخصیات ہیں، تو اتنے بڑے عالم دین اور شہرۂ آفاق بزرگ ہوں، تو ان کی پہچان کیلئے کتبہ لگانے کی گنجائش ہے، جیسا کہ فتاویٰ شامی وغیرہ کی عبارات سے یہی واضح ہوتا ہے، لیکن آپ کے والد اپنی جگہ ایک بڑے بزرگ ضرور تھے مگر ملک بھر میں پھیلے ہوئے کثیر تعداد میں ان کے تلامذہ و مریدین نہیں تھے، اسلئے ان کی قبر پر کتبہ لگانے اور پتھر لگانے کی گنجائش نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/صفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۵۱۴)

قبروں پر نام وتاریخ وفات کا کتبہ لگانا

سوال: [۳۹۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اپنے عزیز واقارب کی قبر کے سرہانے پہچان اور یادداشت کیلئے نام اور تاریخ وفات پتھر پر کندہ کرا کے لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: کمیٹی قبرستان، احمد گڈھ، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہر قسم کے عزیز واقارب کی قبروں پر کتبہ لگانا ممنوع ہے البتہ اگر ایسی شہرۂ آفاق شخصیت ہے کہ جن کے علم وفضل کا فیض امت کیلئے عام ہو تو ان کی قبر کی زیارت کیلئے چونکہ دور دراز سے اجنبی لوگ بھی آیا کریں گے، جن کو قبر کا علم نہ ہوگا، تو ضرورۃً ایسے شہرۂ آفاق لوگوں کی قبر پر کتبہ لگانے کی گنجائش ہے۔

وقيل لايكره البناء إذا كانت الميت من المشائخ والعلماء والسادات إلى قوله لا بأس بالكتابة إن احتيج إليها حتى لا يذهب الأثر ولا يمتهن . (درمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، زكريا٣/١٤٤، ١٤٥، كراچی ٢/٢٣٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ر شوال ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۵۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۰/۲۸ھ

قبر کی چاروں جانب پختہ عمارت تعمیر کرنا

سوال: [۳۹۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کی قبر کے چاروں جانب پتھر پختہ دیوار کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے، بعض کہتے ہیں کہ احاطہ کرنا جائز ہے، اور بعض لوگوں نے کہا کہ جائز نہیں ہے، سو آپ اس مسئلہ کو واضح فرمادیں۔ عین نوازش ہوگی

المستفتي: محمد شعیب، آسام

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبر کی چاروں جانب پختہ دیوار بنانا جائز نہیں ہے، اور جولوگ ناجائز کہتے ہیں وہ حق پر ہیں۔

عن جابرؓ قال: نهى رسول الله ﷺ أن يجصص القبر، وأن يقعد عليه، وأن يبنى عليه . (صحيح مسلم، الجنائز، باب النهي عن تجصيص القبر والبناء عليه، النسخة الهندية ١/ ٣١٢، بيت الأفكار رقم: ٩٧٠، مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب الجدث والبنيان، المجلس العلمي ٣/ ٥٠٤، رقم ٦٤٨٨)

يحرم البناء عليه للزينة ويكره لو للإحكام بعد الدفن الخ. (شامي كتاب

الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ زکریا ۳/ ۱٤٤، کراچی ۲/ ۲۳۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۲۹۹)

قبر پر عمارت بنانا

سوال: [۳۹۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا اوپر سے قبر کی چہار دیواری دو چار فٹ کی بنائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ یہاں پر قبرستان کمیٹی مشورہ اور غور کررہی ہے کہ قبروں پر اس قسم کے پتھروں اور چہار دیواریوں کو صاف کر کے پلین کر دیا جائے، کیا کمیٹی کا یہ اقدام درست ہے، اس میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: منجانب: کمیٹی احمد گڈھ، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صرف قبر کے چاروں طرف چہار دیواری بنانا ممنوع ہے البتہ قبرستان کے چاروں طرف چہار دیواری بنانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

عن جابر ؓ قال: نهی رسول الله ﷺ أن يجصص القبر، وأن يقعد عليه، وأن يبنی عليه. (صحيح مسلم، الجنائز، باب النهی عن تجصيص القبر والبناء عليه، النسخة الهندية ۱/ ۳۱۲، بيت الأفكار رقم: ۹۷۰)

ولا يرفع عليه بناء أی يحرم لو للزينة. (در مختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة زكريا ۳/ ۱٤٤، كراچی ۲/ ۲۳۷)

جن قبروں کی چہار دیواری اور کتبہ ختم کرنے کا پروگرام ہے، اگر وہ شہرۂ آفاق مشائخ اور علماء میں سے نہیں ہیں تو قبرستان کمیٹی کے مشورہ سے اس شرط کے ساتھ ختم کر دینا درست ہے کہ ان چہار دیوری اور کتبہ کے ختم کر دینے کی وجہ سے کسی قسم کا فتنہ اور اختلاف سامنے نہ

آئے ''الفتنة أشد من القتل''۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ رشوال ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۷۹)

قبروں پر کتبہ وغیرہ لگانا

سوال: [۳۹۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبروں پر کتبہ وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ کتبہ لگانے کی کوئی صورت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتي: افتخار احمد، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام لوگوں کی قبروں پر کتبہ لگانا مشروع نہیں ہے، البتہ اگر کوئی اتنے بڑے اکابر ومشائخ میں سے ہوں جن کے متعلقین اندرون ملک اور بیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہوں اور دور دراز سے آنے والے لوگ ان کی زیارت کے خواہش مند ہوں تو بطور پہچان کے اتنے بڑے عالم اور بزرگ کی قبر پر کتبہ لگانے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۱۹۹)

عن جابر رضـ **قال نهى رسول الله** ﷺ **أن تجصص القبور وأن يكتب عليها وأن يبنى عليها ، وأن تؤطأ .** (ترمذی شریف، الجنائز، باب ماجاء في كراهة تجصيص القبور و الكتابة عليها ، الهسخة الهندية ۱/ ۲۰۳، دارالسلام رقم: ۱۰۵۲، مشکوٰۃ شریف ۱/ ۱۲۸)

لا بأس بالكتابة إن احتيج إليها حتى لا يذهب الأثر ولا يمتهن ، وفى الشامية: فإن الكتابة طريق إلى تعرف القبر بها. (شامی ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ، الجنازۃ کراچی ۲/ ۲۳۷، ۲۳۸، زکریا ۳/ ۱٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ررجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۷۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/۷/۱۴۲۳ھ

١٦/ باب الحداد والتعزية

موت ہوجانے کی وجہ سے کھانا نہ پکانا

سوال: [۳۹۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی کے یہاں کوئی مرجائے تو اس کے پورے خاندان میں کھانا نہیں پکایا جاتا، یہاں تک کہ گھر میں چولھا تک نہیں جلتا شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی کے یہاں میت ہوجانے کی وجہ سے اہل خانہ رنج وغم میں نڈھال رہتے ہیں اور میت کی تجہیز وتکفین میں مشغول رہتے ہیں، اسلئے کھانا پکانے کا انہیں موقع نہیں ملتا یہی وجہ ہے کہ ان کے قریبی رشتہ داروں اور پڑسیوں کیلئے یہ مستحب ہے کہ اس دن ان کیلئے کھانے کا انتظام کریں۔

عن عبد الله بن جعفر، قال: لما جاء نعي جعفر، قال رسول الله ﷺ اصنعو لآل جعفر طعاماً، فقد أتاهم ما يشغلهم، أو أمر يشغلهم. (سنن ابن ماجه، أبواب ماجاء في الجنائز، باب ماجاء في الطعام يبعث إلىٰ أهل الميت، الهسخة الهندية ١/ ١١٥، دارالسلام رقم: ١٦١٠، مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب الطعام على الميت، المجلس العلمى ٣/ ٥٥٠، رقم: ٦٦٦٥، ٦٦٦٦، مسند البزار، مكتبه العلوم و الحكم ٦/ ٢٠٤، رقم: ٢٢٤٥)

(قوله وباتخاذ طعام لهم) قال في الفتح: ويستحب لجيران أهل الميت والأقرباء الأباعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم لقوله صلى الله عليه وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد أتاهم مايشغلهم – لأن الحزن يمنعهم من ذلك فيضعفون. (درمختار مع الشامى، كتاب الصلاة، باب صلاة،

الجنازة ، مطلب فی الثواب علی المیت کراچی ٢/ ٢٤٠، زکریا٣/ ١٤٨، کبیری/٥٦٥)

لیکن اس دن اہل میت کے یہاں کھانا پکائے جانے اور چولہا جلانے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٣/ ربیع الاول ١٤٢١ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٥/ ٦٥٢٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤٢١/٣/٣ھ

کیا تین دن تک سوگ منانا ضروری ہے

سوال: [٣٩٩٠]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض عالم لوگوں سے سنا ہے کہ تین دن تک میت کے گھر کا کھانا پینا درست نہیں ہے، کیونکہ مرنے والے کا سوگ گھر والوں پر تین دن ہے، کیا تین دن کا سوگ مرگ ضروری ہے، یا اس سے کم بھی سوگ مرگ ہوسکتا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں سوگ مرگ کی کیا حقیقت ہے اور کیا قید ہے کتنے دن اور کتنے وقت ہے واضح فرمائیں؟

المستفتي: محمد فاروں جھن جھنوں، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ صحیح ہے کہ میت کے گھر تین دن تک دعوت کا کھانا کھانا ممنوع ہے، اسلئے کہ دعوت خوشی کی چیز ہوتی ہے، اوران ایام میں اہل میت غم میں ہوتے ہیں۔

عن جرير بن عبد الله البجلي قال: كنا نرى الاجتماع إلى أهل الميت وصنعة الطعام من النياحة . (سنن ابن ماجه ، الجنائز، باب ماجاء في النهي عن الاجتماع إلى أهل الميت وصنعة الطعام ، النسخةالهندية ١/ ١١٦، دارالسلام رقم: ١٦١٢)

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور (إلى قوله) ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث . (شامی ، کتاب الصلاة، باب صلاةالجنازة ، مطلب في كراهة الضيافة من أهل

المیت زکریا دیو بند۳/ ۱٤۸، کراچی ۲/ ۲٤۰)

نیز تین دن تک اہل میت کا سوگ منانا جائز اور ثابت ہے۔

عن زينب بنت أبي سلمة، أخبرته، قالت: دخلت على أم حبيبة زوج النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: لايحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تحد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشراً. (صحيح البخاري، الجنائز، باب إحداد المرأة على غير زوجها، النسخة الهندية ۱/ ۱۷۱، رقم: ۱۲٦۷، ف: ۱۲۸۱)

الجلوس للمصيبة ثلاثة أيام رخصة الخ. (عالمگیری، الباب الحادی والعشرون، فی الجنازة، مسائل التعزیة زکریا ۱/ ۱٦۷ جدید ۱/ ۲۲۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۷۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۳/۳ھ

میت کے اہل خانہ کا تین دن تک کھانا نہ پکانا اور دوسروں کا کھانا بھیجنا

سوال: [۳۹۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حدیث جعفرؓ سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ اہل میت کے یہاں ایک دن اور ایک رات تک کھانا پہونچانا مستحب ہے، سوال یہ ہے کہ چوبیس گھنٹوں کے بعد تین دنوں کے اندر اندر ممانعت کا کوئی حکم ہے یا نہیں؟ کھانا بنانے کے سلسلے میں اگر ممانعت کا حکم ہو تو کس درجہ کا حرمت کا یا کراہت تنزیہی کا؟ ہمارے علاقہ مارواڑ میں عمومی ذہن یہ ہے کہ انتقال کے بعد تین دن تک اہل میت کے یہاں کھانا نہ بنانا چاہئے، اور نہ ہی کھانا چاہئے، اس سلسلہ میں کوئی اصل ہے کہ نہیں؟ مدلل ومفصل جواب سے نوازیں تاکہ ہم غم

کے حالات کو سنت کے مطابق ادا کریں۔

المستفتي: محمد امین، پھولوی،
ضلع جیسل میر، صوبہ: راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: میت کے گھر والوں کیلئے تین دن سوگ منانا حدیث سے ثابت ہے، اوران تین دنوں تک میت کے گھر والوں کے لیے پڑوسی اوراعزاء کی طرف سے کھانا بھیجنا بھی ثابت ہے، اوراگر کہیں سے کھانا نہ آئے تو میت کے گھر والوں کے لئے خود کھانا بنا کر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن زينب بنت أبى سلمة ، قالت : .... إني كنت عن هذا لغنية ، لو لا أني سمعت النبى ﷺ يقول: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد علـى ميت فوق ثلاث .الحديث : (صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب إحداد المرأة على غير زوجها، النسخة الهندية ١/ ١٧٠، رقم: ١٢٦٦، ف: ١٢٨٠)

عن عبد الله بن جعفرؓ قال: قال رسول الله ﷺ : اصنعوا لآل جعفر طعاما، فإنه قد أتاهم ما يشغلهم . (ابوداؤد، الجنائز، باب صنعة الطعام لأهل الميت ، النسخة الهندية ٢/ ٤٤٧، دارالسلام رقم/ ٣١٣٢)

قال المحدث السهارنفورى: والمراد طعام يشبعهم يومهم وليلتهم، فإنه الغالب أن الحزن الشاغل عن تناول الطعام لايستمر أكثر من يوم ؛ وقيل: يحمل لهم طعام إلى ثلاث أيام مدة التغزية . (بذل المجهود، كتاب الجنائز، باب صنعة الطعام لأهل الميت ، دارالبشائر الإسلاميه ١٠/ ٤٠٣، رقم الحديث/ ٣١٣٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۳۳۳)

نوحہ کرنا حرام ہے

سوال: [۳۹۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو دفن کرنے کیلئے گھر سے اٹھا کر لیجاتے وقت عورتوں کا زور زور سے رونا جائز ہے؟

المستفتي: محمد یوسف یعقوب، بساڈ، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زور سے رونا چاہے میت سامنے ہو یا اٹھاتے وقت ہو ہر حال میں ناجائز اور حرام ہے، حدیث شریف میں اسکی سخت ممانعت آئی ہے ہاں البتہ انتہائی غم وصدمہ کی بناء پر بغیر آواز کے آنسو جاری ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال جيئ بأبي يوم أحد – إلىٰ – فسمع صوت صائحة، فقال من هذه؟ فقالوا: بنت عمرو أو أخت عمرو قال: فلم تبكي؟ أو: لا تبكي، فمازالت الملائكة تظله بأجنحتها حتى رفع. (بخاری، الجنائز، باب مايكره من النياحة على الميت، النسخة الهندية ١/١٧٢، رقم: ١٢٧٩، ف: ١٢٩٣)

وقد اجتمعت الأمة على تحريم النوح الخ. (ولا بأس بالبكاء بدمع في منزل الميت الخ. (طحطاوی علی المراقی، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، دارالكتاب ديوبند/٦٠٧، قديم/٣٣٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍رجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۳۶۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۷/۴ھ

تعزیتی جلسہ

سوال: [۳۹۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تعزیتی

جلسہ کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا نہیں؟ اور کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: خوشید احمد، تاج گنج، آگرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تعزیت کے معنیٰ میت کے پسماندگان کوتسلی دینے اوران کوصبر کی تلقین کرنے کے ہیں، اوراس طرح تعزیت کرنا مسنون اور باعث اجروثواب ہے، لیکن اگر میت اور میت کے پسماندگان سے تعلق رکھنے والے کثیر تعداد میں لوگ ہیں اورسب لوگوں کا الگ الگ طور پر تعزیت کرنا دشوار ہوتو سب لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوکر تعزیتی جلسہ منعقد کریں اورسب کی طرف سے میت کے پسماندگان کوتسلی کی اطلاع کردیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، تعزیتی جلسہ کا مطلب اجتماعی تعزیت کرنا ہے، اور کسی بھی طریقہ سے تعزیت کرنا حدیث سے ثابت ہے۔

عن عبد الله بن عمرعن النبی ﷺ قال من عزیٰ مصاباً فله مثل أجره. (ترمذی، الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عزیٰ مصاباً، النسخة الهندية ۱/۲۰۵، دارالسلام رقم: ۱۰۷۳)

قال النبی ﷺ مامن مؤمن يعزي أخاه بمصيبته إلا كساه الله من حلل الكرامة يوم القيامة. (ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عزیٰ مصاباً، النسخة الهندية ۱/۱۱۵، دارالسلام رقم: ۱۶۰۱)

وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتي لا يفتن وتحته لأن المقصود منها ذكر ما يسلي صاحب الميت ويخفف حزنه ويحضه على الصبر. (مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، دارالكتاب ديوبند/۶۱۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۵۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۷/۱۴۳۳ھ

تعزیتی جلسہ کرنا

سوال: [۳۹۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں: کہ

(۱) آج کل کسی معروف شخصیت کے انتقال پر مختلف مقامات پر تعزیتی جلسے کرنے کا رواج ہے ایسے جلسے کرنا کیسا ہے؟ بعض علماء کرام تو کہتے ہیں کہ تعزیت تو خاندان والوں سے ہوتی ہے اور بعض شرکاء کا یہ کہنا ہے کہ ہم سب ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، تو کیا اس طرح خراج عقیدت پیش کرنا خیرالقرون یا کہیں اور سے ثابت ہے؟

(۲) زید کا کہنا ہے کہ مروجہ تعزیتی جلسے بدعت یا ہندوانی رسم یا کنڈ وینسن میٹنگ یا شرندھان جلی ارپت ہے، جس میں یہ لوگ بھی مرنے والے کی خصوصیات اپنے اپنے طور پر بیان کر کے مندرجہ بالا ہندی جملے بولتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

(۳) اسلاف کی یاد میں تعزیتی جلسے کرانے کے لیے علماء کو بلانا اور اس کے لئے عوام سے چندہ کرنا اور علماء کا شرکت کے لئے تعزیتی جلسوں میں آنا اور اس موقع پر چندہ کی رقم سے آمد وخرچ کا کرایہ لینا درست ہے یا نہیں؟

(۴) تعزیتی جلسوں کا سلسلہ کتنے دنوں تک شریعت سے ثابت ہے؟

المستفتی: مصر حسین عفی عنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) تعزیت کے معنی تسلی دینے کے ہیں اصلاح شرع میں میت کے پسماندگان کو غمخواری کے ساتھ دلاسہ دینا اور ان کے غم میں شریک ہو جانا ہے، اور یہ شریعت میں مطلوب ومستحسن اور حدیث سے ثابت ہے، لیکن اگر کوئی شخصیت ایسی عظیم ہو جس کے متعلقین صرف رشتہ داروں تک محدود نہ ہوں بلکہ عوام وخواص کا بڑا طبقہ اس کی جدائے گی پر غمگین ہو تو کسی جگہ پر جلسہ یا اجتماع کی شکل میں جمع ہو کر ایسی شخصیت کا ذکر کرنا اور پسماندگان کو تعزیت پیش کرنا حسب ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

(۱)اس جلسہ کا اصل مقصد میت کے متعلقین کو تسلی دینا ہو محض نام ونمود اور ریا کاری مقصود نہ ہو۔ (۲) مذکورہ شخصیت کے اوصاف بیان کرنے میں مبالغہ سے کام نہ لیا جائے، (۳) مرحوم کے ایسے اوصاف اجاگر کئے جائیں جو آنے والوں کے لئے مشعل راہ ہوں۔ (۴) اس جلسہ میں کوئی گناہ اور منکر کی بات شامل نہ ہو، مثلاً مرد وعورت کا اختلاط وغیرہ ان شرائط کے ساتھ تعزیتی جلسہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۲۵۴/۹، آپ کے مسائل اور انکا حل محقق ومدلل ۴۳۴/۴)

ويستحب التعزية للرجال والنساء التى لا يفتن لقوله عليه السلام من عزى مصاباً فله مثل أجره ،رواه الترمذى وابن ماجه عن ابن مسعودؓ وقوله عليه السلام من عزى ثكلى كسي بردين فى الجنة رواه الترمذى عن أبي بردة . (شرح النقايه، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة ، مكتبه اعزازيه ديوبند١/ ١٤٠)

عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: مامن مؤمن يعزى أخاه بمصيبة إلاكساه الله سبحانه من حلل الكرامة يوم القيامة . (سنن ابن ماجه ، الجنائز، باب ماجاء فى ثواب من عزى مصاباً ، النسخة الهندية ١/ ١١٥، دارالسلام رقم: ١٦١٠)

عن عبد الله عن النبى ﷺ قال: من عزى مصاباً فله مثل أجره. (سنن الترمذى ، الجنائز، باب ماجاء في أجر من عزى مصاباً ، النسخة الهندية ١/ ٢٠٥، دارالسلام رقم:١٠٧٣، سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في ثواب من عزى مصاباً ،النسخة الهندية ١/ ١١٥، دارالسلام رقم: ١٦٠٢، السنن الكبرى للبيهقى ، الجنائز، باب يستحب من تعزية أهل الميت رجاء الأجر في تعزيتهم، دارالفكر ٤١١/٥، رقم: ٧١٨٩)

عن أبي بردةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من عزى ثكلى كسي بردا فى الجنة. (سنن الترمذى، الجنائز، باب آخر في فضل التعزية ، النسخة الهندية ١/ ٢٠٦، دارالسلام رقم: ١٠٧٦)

عن معاذ بن جبلؓ أنه مات ابن له فكتب إليه رسول الله ﷺ يعزيه

بابنه فكتب إليه بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى معاذ بن جبل، سلام عليك، فإني أحمد إليك الله الذى لا إله إلا هو، أما بعد! فأعظم الله لك الأجر وألهمك الصبر ورزقنا وإياك الشكر، فإن أنفسنا وأموالنا و أهلينا من مواهب الله الهنيئة وعواريه المستودعة .... متعك الله به في غبطة وسرور، وقبضه منك بأجر كثير الصلاة والرحمة والهدى، إن احتسبته، فاصبر، ولا يحبط جزعك أجرك فتندم، واعلم أن الجزع لايرد ميتا ولا يدفع حزنا وما هو نازل فكأن قد والسلام. (المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي ۲۰/۱۵٦، رقم: ۳۲٤، المعجم الأوسط، دارالفكر ۱/۳۷، رقم: ۸۳، المستدرك للحاكم، مكتبه نزار مصطفى الباز ٥/۱۹۳۰، رقم: ٥۱۹۳، مجمع الزوائد ۳/۳)

(۲) چوں کہ احادیث شریفہ میں مرحومین کی خوبیوں اور محاسن کا ذکر کرنیکا حکم دیا گیا ہے، اس لئے ایسے تعزیتی پروگراموں میں جو بیانات کئے جاتے ہیں، اگر وہ مذکورہ شرائط کے مطابق ہوں تو انہیں ہندوانی رسم وغیرہ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

عن ابن عمرؓ، أن رسول الله ﷺ قال: اذكروا محاسن موتاكم، وكفوا عن مساويهم. (ترمذى، الجنائز، باب آخر، النسخة الهندية ۱/۱۹۸، دارالسلام رقم: ۱۰۱۹، سنن أبي داؤد، الجنائز، باب في النهى عن سب الموتى، النسخة الهندية ۲/، دارالسلام رقم: ٤۹۰۰، صحيح ابن حبان، دار الفكر ٤/۸، رقم: ۳۰۱٦)

(۳) تعزیتی جلسہ کے لئے بیرونی مقررین کو بلانے اور اس کے واسطے باقاعدہ چندہ وغیرہ کرنے کا اہتمام ثابت نہیں ہے، لہذا یہ طریقہ قابل ترک ہے۔

(۴) صحیح حدیث میں ہے کہ عام لوگوں کا سوگ تین دن سے زیادہ نہ منایا جائے اور تعزیتی جلسہ میں بھی ایک طرح سے سوگ کی مشابہت ہے اس لئے تین دن کے بعد تعزیتی جلسہ کرنا مناسب نہیں ہوگا، البتہ اگر کوئی شخص بروقت موجود نہ ہو دور دراز اسفار میں ہو تو وہ

بعد میں آکر بھی میت کے متعلقین سے انفرادی طور پر تعزیت کرسکتا ہے۔

التعزية لصاحب المصيبة حسن –إلى– ووقتها من حين يموت إلى ثلاثة أيام ويكره بعدها إلا أن يكون المعزي أو المعزى إليه غائباً فلا بأس بها .

(هنديه ، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، مسائل التعزية زكريا ١/١٦٧، جديد ١/٢٢٨)

عن زينب بنت أبي سلمة قالت : دخلت على أم حبيبة زوج النبى ﷺ –إلى– لايحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشر الخ. (بخارى ، الجنائز، باب تحد المتوفى عنها زوجها، أربعة أشهر وعشرا ،النسخة الهندية ٢/٨٠٣، رقم: ٥٣٣٤)

التعزية هى أن يسلى أهل الميت ويحملهم على الصبر بوعد الأجر ويرغبهم فى الرضا بالقضاء والقدر ويدعو للميت المسلم ، وقال الحنفية: لا بأس بالجلوس للتعزية فى غير المسجد ثلاثة أيام وأولها أفضلها، وقال فى الفتاوىٰ الظهيرية : لابأس بها لأهل الميت فى البيت أو المسجد والناس يأتونهم ويعزونهم .... ولا بأس كما ذكر الحنفية : برثاء الميت بشعر وغيره لكن يكره الإفراط فى مدحه. (الفقه الإسلامى وأدلته، صلاة الجنازة ، وأحكام الجنائز، والشهداء والقبور، المطلب الثالث التعزية وتوابعها هدى انٹرنيشنل ديوبند، ٢/٤٧٧، شامى ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة كراچى ٢/٢٣٩، ٢٤١، زكريا ٣/١٤٧، ١٤٩، ٤٨٠، تاتارخانيه ، كتاب الصلاة، الفصل الثانى والثلاثون ، الجنائز، التعزية والماتم زكريا ٣/٩٣، برقم: ٣٨٠٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۲۰۲۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۷/ ۱۴۳۵ھ

تعزیت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

سوال: [۳۹۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تعزیت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ ہمارے علاقہ میں تعزیت کے لئے جانے والے بغیر مصافحہ اور سلام کے چپ چاپ بیٹھ جاتے ہیں، پھر انمیں سے ایک کہتا ہے کہ کلام پڑھو تو سب پڑھتے ہیں کوئی چاروں قل پڑھتا ہے، کوئی درود شریف پڑھتا ہے، کوئی سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے، بعد میں ہمارے رواج کے اعتبار سے تعزیت کے الفاظ پیش کرتے ہیں، پھر کھڑے ہوکر مصافحہ کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کلام پڑھنے سے مراد کیا ہے، کوئی قرآنی آیات یا کوئی درود ہو تو قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ بغیر سلام ومصافحہ کے آکر بیٹھ جانا مطابق سنت ہے یا مخالف سنت ہے، تعزیت کا مسنون طریقہ بتاتے ہوئے ہمارے لئے عمل کی راہ کھولیں؟

المستفتی: محمد امین، پوکرن، ضلع جیسلمیر، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعزیت کے معنی مرحوم کے پس ماندگان سے تسلی کے کلمات کہنے کے ہیں، لہٰذا میت کے گھر جا کر انکے اعزاء واقرباء سے کچھ تسلی کے کلمات کہہ دیئے جائیں اور پیش آمدہ مصیبت پر صبر کرنیکا ثواب وغیرہ بتا کر انکا غم ہلکا کرنیکی کوشش کی جائے، اور تعزیت کے لئے آنیوالوں کا حاضرین سے سلام ومصافحہ کرنا مسنون ہوگا، کیونکہ سلام ومصافحہ ہر ملاقات کے وقت مسنون ہے، اور اس سے گناہ جھڑتے ہیں، اور یہ بھی ملاقات کا ایک موقعہ ہے اور کلام پڑھنے کی شرعاً کوئی اصطلاح نہیں ہے اور نہ ہی اسکی کوئی شرعی حیثیت ہے، البتہ اگر حاضرین قرآن وغیرہ پڑھ کر مردے کو بخش دیں تو ایصال ثواب کی حیثیت سے یہ درست ہوگا۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ: مامن مؤمن یعزی أخاہ بمصیبۃ إلا کساہ اللّٰہ من حلل الکرامۃ یوم القیمۃ . (سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في ثواب من

عزی مصاباً ، النسخة الهندية ١/ ١١٥ ، دارالسلام رقم: ١٦٠١)

أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة ... أو قراء ة قرآن أو ذكرا . (البحرالرائق، كتاب الحج عن الغير زكريا٣/ ١٠٥ ، كوئٹه ٣/ ٥٩)

عن أبي هريرةؓ قال : قال رسول الله ﷺ : إذا لقي أحدكم أخاه فليسلم عليه الخ. (أبوداؤد، الأدب ، باب فی الرجل يفارق الرجل ثم يلقاه أيسلم عليه ، النسخة الهندية ٢/ ٧٠٧، دارالسلام رقم: ٥٢٠٠)

عن رجل من عنزة قال لأبي ذر...... هل كان رسول الله ﷺ يصافحكم إذا لقيتموه ؟ قال : ما لقيته قط إلاّ صافحنی . (ابو داؤد ، الأدب ، باب في المعانقة النسخة الهندية ٢/ ٧٠٨، دار السلام رقم: ٥٢١٤)

أن المصافحة مستحبة عند كل لقاء . (شامی كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، كراچی ٦/ ٣٨١، زكريا٩/ ٥٤٧)

قال رسول الله ﷺ : إن المؤمن إذا لقي المؤمن فسلم عليه وأخذ بيده فصافحه تناثرت خطايا هما كما يتناثر ورق الشجر. (المعجم الأوسط قديم ١/ ١٨٤، رقم: ٢٤٧، مجمع الزوائد٨/ ٧٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٣؍ ربیع الاول ١٤٣٢ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٩/ ١٠٣٣٣)

۱۷/ باب: زیارۃ القبور

مزار کی شرعی حیثیت

سوال: [۳۹۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ الحمد للہ ہمارا پورا علاقہ آج تک مزارات، قبر پرستی اور اس پر کی جانے والی تمام بدعات وخرافات سے محفوظ ہے، عوام کی اکثریت اس بات سے بھی واقف نہیں کہ کچھ لوگ قبروں پر چادریں چڑھانے ان سے اپنی مرادیں مانگنے اور رب ذو الجلال کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے اپنی پیشانی کو سجدہ ریز کرنے کے بھی قائل ہیں، وہ تو بس یہی جانتے ہیں کہ سجدہ صرف اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کیا جاتا ہے، اور مرادیں اللہ ہی سے مانگی جاتی ہیں، اور پورا بھی صرف اسی کی ذات کرتی ہے، لیکن افسوس کہ ایک اور گاؤں ہی کے اہم سماجی ذمہ دار کے گھر کے پیچھے ایک مصنوعی قبر دیکھی جو چاروں طرف سے بڑے اہتمام کے ساتھ گھری ہوئی تھی، اور اردگرد اس کے خوب صفائی بھی ہورہی تھی، مزید یہ کہ اب اس کے پختہ مزار میں تبدیل ہونے کیلئے بنیاد بھی کھودی جاچکی ہے، بعد مغرب اس مصنوعی قبر کے پاس چراغ بھی جلتے دیکھا گیا ہے، صفائی کی یہ حد ہے کہ ہر جمعہ کو اس کے قریب واقع سڑک کو بھی خوب اہتمام کے ساتھ صاف کیا جاتا ہے، معتبر ذرائع سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ نعوذ باللہ اب وہاں سجدے بھی کئے جاتے ہیں، وہ صاحب اس نئی بدعت کی ابتدا کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ہم گھریلو اور ذہنی اعتبار سے کافی پریشان تھے، کئی عالموں نے ہمیں یہ مشورہ دیا ہے کہ مذکورہ جگہ پر کوئی بزرگ مدفون ہیں آپ اس جگہ کی خاص صفائی ستھرائی کا اہتمام کیجئے، جبکہ گاؤں ہی کا ایک جاہل شخص جس پر بقول بعض جنات آیا کرتے ہیں، اور اس حالت میں ادھر ادھر کی بکنے لگتا ہے، اس نے ایک رات ایسا ہی کیا اور اس مذکورہ جگہ کے

قریب کھڑے ہوکر چلانے لگا کہ یہاں بہت بڑے بزرگ لیٹے ہوئے ہیں، اسے فوراً صاف کرواور یہاں مزار بناؤ،آدھی رات کواس کی چیخ پرقرب وجوار کے بہت سے لوگ بھی اکٹھا ہوگئے، وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا، چنانچہ مذکورہ وجوہات کی بنا پراس وقت وہاں مکمل قبر کی شکل بن چکی ہے، ہمیشہ خوب صفائی ہورہی ہے،اورقبر کے چاروں جانب فی الحال بانس کی ڈھڈی سے اسے گھیر بھی دیا گیا ہے،اور پختہ مزار بنانے کیلئے بنیاد بھی کھودی جاچکی ہے، واضح رہے کہ آج کل وہاں کبھی بھی کسی کو دفن نہیں کیا گیا ہے، وہ جگہ ہمیشہ سے پاخانہ پیشاب کوڑا کرکٹ کیلئے استعمال ہوتی رہی ہے۔

اورحسن اتفاق کہ اس عمل کے کچھ ہی دن بعدان صاحب کوکسی طرح کچھ مالی نفع بھی حاصل ہوگیا جوان کی عقیدت کا مزید باعث ہے یہ پوری صورت حال ہے،ہمیں پورا گمان بلکہ پختہ یقین ہے کہ اگر ان کے توہمات اورخیالات کو قرآن وحدیث اورفقہ وشریعت کی روشنی میں دفع نہیں کیا گیا،اوراس نئی بدعت پرروک نہیں لگائی گئی تو آہستہ آہستہ یہ مصنوعی قبر ایک بڑے مزار کی شکل اختیارکرلیگی ،جس پر وہ تمام بدعات وخرافات ہونگی جن کا تجربہ اور مشاہدہ کیا گیا ہے، اور یہاں کے خالی الذہن مسلمانوں کیلئے یہ ایک عظیم فتنہ بن جائیگااور آنے والی نئ نسلیں اپنے صحیح عقیدے سے ہاتھ دھوبیٹھیں گی۔

سوال یہ ہے کہ آخر کیابقول ان صاحب کے محض کسی عالم کے مشورہ دیدینے سے اورایک جاہل وناواقف شخص کے کہہ دینے سے ایسی جگہ مصنوعی قبر بنادینا جائز ہے، جہاں کبھی بھی قبر کا نام ونشان نہ رہا ہو،اورکیا ایسا عمل کسی نئےعظیم فتنے کی بنیاد نہیں ہوگا، اور ایسے عمل کی ابتدا کرنے والے پرآئندہ تمام نسلوں کے گناہوں کا بوجھ نہ آئیگا، اور ایسے شخص کے عقیدے کی اصلاح کیونکر ممکن ہے، اورقبر سے استفادہ کی کیا حیثیت ہے؟

حضور والا سے مؤدبانہ وعاجزانہ درخواست ہے کہ اس دردناک صورت حال کا قرآن و حدیث اورفقہ وشریعت کی روشنی میں مکمل ومفصل اور مدلل وتشفی بخش حل پیش فرمادیں، جس سے پیدا ہونے والے عظیم فتنہ پر قابو پایا جاسکے اور قوم کا ایمان وعقیدہ محفوظ رہ

سکے۔ **فجزاه الله احسن الجزاء .**

المستفتی: خورشید انور نعمانی، استاد: دارالعلوم ارریا، بیرگاچھی چوک، ارریہ بہار۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوالنامہ میں رات کے وقت میں جو اعلان کا ذکر ہے یہ سب کی سب شیطانی حرکتیں ہیں جس شخص نے مزار اور کسی بزرگ کی قبر کا اعلان کیا ہے، اس پر شیطان سوار ہے اور شیطانی آواز ہے پھر اس کے بعد وہاں پر قبر بنانے کا جو سلسلہ شروع کیا جارہا ہے یہ بھی شیطان کا مشورہ ہے، اور اس طرح وہاں پر قبر بنا کر مزار کا سلسلہ جاری کرنا قطعی حرام اور ناجائز ہے، مسلمانوں کو ایسے عقیدہ سے بچنا چاہئے، اور جو لوگ بھی وہاں مزار بنانے میں شریک ہونگے وہ سب اس گناہ کی لعنت میں شامل ہوں گے، اسلئے وہاں کے ذمہ دار مسلمانوں پر لازم ہے کہ قطعاً مزار بنانے نہ دیں اور تمام نشانات کو فوراً ختم کرادیں اور اس عظیم فتنہ سے مسلمانوں کو بچائیں۔

قال رسول الله ﷺ .... وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة فى النار . (صحيح ابن خزيمة ، كتاب الجمعة ، باب صفة خطبة النبى ﷺ ... المكتب الإسلامي ٢/٨٦٤، رقم: ١٧٨٥)

إياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة .

(ابو داؤد شريف، كتاب السنة ، باب لزوم السنة ،النسخة الهندية ٢/٦٣٥، دارالسلام رقم: ٤٦٠٧، سنن الترمذي، باب ماجاء فى الأخذ بالسنة ، واجتناب البدع ،النسخة الهندية ٢/٩٦، دارالسلام رقم: ٢٦٧٦، سنن ابن ماجه ، كتاب السنة ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين ، النسخة الهندية ١/٥، دارالسلام رقم: ٤٦)

من أحدث فيها حدثا، أو آوىٰ محدثا، فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين ، لا يقبل منه صرف ولا عدل . (صحيح البخارى ، ابواب

فضائل المدينة، باب حرم المدينة، النسخة الهندية ١/٢٥١، رقم: ١٨٣٢، ف: ١٨٧٠، مشكوٰة شريف ١/٣٠)

من أحدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد. (بخاری شريف، الصلح، باب إذا اصطلحوا على جور فالصلح مردود، النسخة الهندية ١/٣٧١، رقم: ٢٦١٩، ف: ٢٦٩٧)

نهى رسول الله ﷺ أن يجصص القبر وأن يبنى عليه وأن يقعد عليه. (مسلم شريف، الجنائز، باب النهى عن تجصيص القبر والبناء عليه، النسخة الهندية ١/٣١٢، بيت الافكار رقم: ٩٧٠، سنن الترمذى، الجنائز، باب ما جاء في كراهية تجصيص القبور، والكتابة عليها، النسخة الهندية ١/٢٠٣، دارالسلام رقم: ١٠٥٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۱۹۰۷)

کن کن لوگوں کی قبروں کی زیارت کیلئے مسافت سفر طے کرنا جائز ہے؟

سوال: [۳۹۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کن کن لوگوں کی قبر کی زیارت کے لئے سفر شرعی کی مسافت طے کرنا جائز ہے؟ اور جواز کی دلیل کیا ہے؟

المستفتي: قاری احسان قاسمی، سیتاپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انبیاء، اولیاء، مشائخ اور اساتذہ اور والدین کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر شرعی کی مسافت طے کر کے جانا جائز و درست ہے۔ (مستفاد: غیر مقلدین کے چھپن اعتراضات کے جوابات/۱۳۰)

ذهب جمهرة الأمة إلیٰ أن زیارة قبره ﷺ من أعظم القربات و السفر إلیها جائز بل مندوب . (معارف السنن ، باب ماجاء أی المساجد أفضل ، بحث شد الرحیل إلی غیر المساجد الثلاثة الخ اشرفیه دیوبند۳/۳۲۹)

عن بریدة قال: قال رسول الله ﷺ قد کنت نهیتکم عن زیارة القبور، فقد أذن لمحمد فی زیارة قبر أمه فزوروها، فإنها تذکر الآخرة –إلی– قال أبو عیسیٰ حدیث بریدة حدیث حسن صحیح والعمل علی هذا عند أهل العلم لایرون بزیارة القبور بأساً. (ترمذی شریف، الجنائز، باب ماجاء فی الرخصة في زیارة القبور، النسخة الهندیة ۱/۲۰۳، دارالسلام رقم: ۱۰۵٤)

عن أبي هریرةؓ قال: زار النبی ﷺ قبر أمه ، فبکی و أبکی من حوله ، فقال: استأذنت ربي في أن أستغفر لها فلم یؤذن لي، واستأذنته في أن أزور قبرها فأذن لي ، فزوروا القبور، فإنها تذکر الموت . (صحیح مسلم ، کتاب الجنائز، فصل في جواز زیارة قبور المشرکین ومنه الإستغفارلهم ، النسخة الهندیة ۱/۳۱٤، بیت الأفکار رقم: ۹۷٦، المصنف لإبن أبي شیبه ، کتاب الجنائز، من رخص فی زیارة القبور مؤسسه علوم القرآن۷/۳٦٦، رقم: ۱۱۹۲۹، سنن أبي داؤد، الجنائز، باب في زیارة القبور، النسخة الهندیة ۲/٤٦۱، دارالسلام رقم: ۳۲۳٤)

قال محمد و بهذا کله نأخذ، لابأس بزیادة القبور للدعاء للمیت ولذکر الأ خرة ، وهو قول أبي حنیفة رحمه الله تعالیٰ . (کتاب الآثار للإمام محمدؒ، باب زیارة القبور ، الرحیم اکیڈمی کراچی /۲۱۹، رقم: ۲٦۹)

کان إذا زار قبور أصحابه یزورها للدعاء لهم الترحم علیهم والاستغفار لهم وهذه الزیارة التی سنها لأمته وشرعها لهم وأمرهم أن یقولوا إذا زاروها السلام علیکم یا أهل القبور الدیار من المؤمنین والمسلمین وإنا إن شاء الله بکم لا حقون نال الله لنا ولکم العافیة الخ.

(زاد المعاد ۱/ ٥٢٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۵/۵/۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۳۰)

زیارۃ قبور اور ایصال ثواب کا مستحب طریقہ

سوال: [۳۹۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے دادا کا انتقال ہوگیا ہے، اور میں کبھی کبھی جا کر قبر کی زیارت کرتا ہوں، اور کچھ قرآن پاک پڑھ کر ایصال ثواب کرتا ہوں، مجھے آپ سے دریافت کرنا یہ ہے کہ قبر کی زیارت کیلئے کب جانا چاہئے، اور کب نہیں جانا چاہئے؟ اور کون سے دن قبروں کی زیارت کیلئے جانا افضل ہے؟ اور وہاں جا کر قرآن کریم کی کون کون سی سورتیں پڑھ کر ایصال ثواب کرنا چاہئے؟ اسکی کیا ترتیب ہے؟ جواب دیں؟

المستفتي: محمد مصطفیٰ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبر کی زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ مستحب ہے اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور جمعہ کے دن زیارت کیلئے جانا افضل ہے، اسی طرح سے سنیچر اور پیر، جمعرات کو بھی جانا افضل ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۳۰۲، جدید ڈابھیل ۹/ ۱۸٦)

بزيارة القبور أي لا بأس بهابل تندب كما في البحر عن المجتبیٰ – إلا أن الأفضل يوم الجمعة والسبت والإثنين والخميس فقد قال محمد بن واسع الموتیٰ يعلمون بزوارهم يوم الجمعة ويوماً قبله ويوماً بعدهٗ فتحصل أن يوم الجمعة أفضل . (شامی ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ ، مطلب في زيارة القبور، کراچی ٢/ ٢٤٢، زکریا دیوبند ٣/ ١٥٠، ھندیہ ، کتاب الکراھیۃ ، الباب السادس

عشر في زيارة القبور و قرأءة القرآن فى المقابر زكريا ٥/ ٣٥٠، جديد ٥/ ٤٠٥)

اور جوقرآن یاد ہواس میں سے پڑھے اگر حافظ قرآن ہوتو اس کیلئے بہتر یہ ہے کہ پہلے سورۂ بقرہ پڑھے مفلحون تک اور آیت الکرسی پڑھے، پھر سورہ بقرہ کا آخری رکوع پڑھے اور سورہ یٰسین اور سورۂ ملک، تکاثر، اور سورۂ اخلاص بارہ مرتبہ یا دس مرتبہ یا سات مرتبہ یا تین مرتبہ پڑھے، پھر اس کے بعد ایصال ثواب کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۳۰۲، جدید ڈابھیل ۹/ ۱۸۶)

وفى شرح اللباب ويقرأ من القرآن ماتيسر له من الفاتحة وأول البقرة إلى المفلحون وآية الكرسي وآمن الرسول وسورة يٰسين وتبارك الملك، وسورة التكاثر، والإخلاص اثنى عشر مرة أو عشراً أو سبعاً أو ثلاثون ثم يقول اللّٰهم أوصل ثواب ما قرأناه إلىٰ فلان أو إليهم . (شامى، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة كراچى ٢/ ٢٤٢، زكريا ٣/ ١٥١، فتاوىٰ هنديه، كتاب الكراهية، الباب السادس عشر في زيارة القبور ... زكريا ٥/ ٣٥٠، جديد ٥/ ٤٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۷۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۵ھ

کیا اہل قبور سلام سن کر اس کا جواب دیتے ہیں

سوال: [۳۹۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں داخل ہوتے وقت حکم ہے "**السلام عليكم يا أهل القبور**" کہا جائے جب ہم سلام کرتے ہیں تو جواب کون دیتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتي: عبدالحفیظ، کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قبرستان میں داخل ہوتے وقت اہل قبور کو

سلام کرنا جائز اور مسنون ہے، اور اہل قبور اس کو سنتے ہیں، اور اس کا جواب دیتے بھی ہیں، اور حدیث سے ثابت ہے۔

عن أبي هريرةؓ قال: إذا مر الرجل بقبر يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام وعرفه، وإذا مر بقبر لا يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام. (شعب الإيمان، باب في الصلاة، على من مات من أهل القبلة، فصل في زيارة القبور، دارالكتب العلميه بيروت ۷/۱۷، رقم: ۹۲۹٦، المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي ۲۰/٤/٣٦٦، حديث: ٨٥٠، مجمع الزوائد بيروت٣/٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ر ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۸۰۷)

راستہ گزرتے ہوئے مزارات کو سلام کرنا

سوال: [۴۰۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل جگہ جگہ جو مزارات بنالئے ہیں، جو اکثر بے حقیقت ہیں عوام راستہ گذرتے ہوئے ان کو سلام پیش کرتے ہیں، اور بعض حضرات ان کے مجاوروں کو چندہ کے طور پر کچھ روپیہ وغیرہ بھی دیتے ہیں، تو کیا عوام کا یہ فعل صحیح ہے اور اگر سلام کرنا صحیح ہے تو اس سلام کے الفاظ کیا ہیں؟ وہی ہیں جو اہل قبور کے سلام کے ہیں یا کوئی اور الفاظ ہیں؟

المستفتي: محمد ادریس، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جن مزاروں کے بارے میں غالب گمان صحیح ہونے کا ہے ان سے گذرتے وقت ان الفاظ کے ساتھ سلام بھیجا جائے گا، جو احادیث شریفہ سے ثابت ہے اور احادیث شریفہ میں چودہ قسم کے الفاظ کا ذکر آیا ہے، جن کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، وإنا إن

شاء الله بكم للاحقون أسأل الله لنا و لكم العافية . (مسلم شريف، الجنائز، باب مايقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، النسخة الهندية ۱/۳۱٤، بيت الأفكار رقم: ۹۷۵، سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء فيما يقال إذا ادخل المقابر، النسخة الهنديه ۱/۱۱۱، دارالسلام رقم: ۱۵٤۷)

(۲) السلام علىٰ أهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين وإنا انشاء الله بكم للاحقون. (مسلم شريف، الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، النسخة الهندية ۱/۳۱٤، بيت الأفكار رقم: ۹۷٤، سنن نسائى، الجنائز، الأمر بالإستغفار للمؤمنين، النسخةالهندية ۱/۲۲۲، دارالسلام رقم: ۲۰۳۷، مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب في زيارة القبور، المجلس العلمى ۳/۵۷۰، رقم: ٦۷۱۲، ۳/۵۷۵، رقم: ٦۷۲۲)

(۳) السلام عليكم دار قوم مؤمنين وأتاكم ما توعدون غدا مؤجلون وإنا إن شاء الله بكم لاحقون . (مسلم شريف ۱/۳۱۳، بيروتى حديث: ۹۷٤)

(۴) السلام عليكم يا أهل القبور يغفر الله لنا و لكم أنتم سلفنا ونحن بالأثر . (ترمذى شريف، الجنائز، باب مايقول الرجل إذا ادخل المقابر، النسخة الهندية ۱/۲۰۳، دارالسلام رقم: ۱۰۵۳، مشکوٰۃ شريف /۱۵٤)

(۵) السلام عليكم دار قوم مؤمنين أنتم لنا فرط وإنا بكم لاحقون، أنتم لنا فرط ونحن لكم تبع أسأل الله العافية لنا ولكم. (نسائى شريف، الجنائز، الأمر بالإستغفار للمؤمنين، النسخة الهندية ۱/۲۲۲، دارالسلام رقم: ۲۰٤۰، صحيح ابن حبان، دارالفكر ۵/٦۹، رقم: ۳۱۷۳)

(٦) السلام عليكم دار قوم مؤمنين أنتم لنا فرط وإنا بكم لاحقون، اللّٰهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم . (ابن ماجه شريف، الجنائز، باب ماجاء مايقال إذا أدخل المقابر، النسخة الهنديه ۱/۱۱۱، دارالسلام رقم: ۱۵٤٦، مسند البزار،

مکتبه العلوم والحکم ۱۸/۱۹٤، رقم: ۱۷۸)

(۷)السلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا بكم لاحقون ، اللّٰهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم . (مسند امام احمد بن حنبل ٦/١١١، حديث/٢٥٣١٢)

(۸) سلام عليكم دار قوم مؤمنين وأنتم لنا فرط وإنا بكم لاحقون ، اللّٰهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم . (مسند امام احمد بن حنبل ٦/٧١، حديث/٢٤٩٢٩)

(۹) سلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا بكم لاحقون ، اللّٰهم لاتفتنا بعدهم . (مسند احمد بن حنبل ٦/٧٦، حديث/٢٤٩٧٩)

(۱۰) السلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون .

(ابو داؤد شريف ، الجنائز، باب مايقول إذا أتى المقابر أو مربها ، النسخة الهندية ٢/٤٦٢، دارالسلام رقم: ٣٢٣٧)

(۱۱) السلام علىٰ أهل الديار من المؤمنين . (المعجم الكبير، دار احياء التراث العربي ٢/٤٦، حديث/١٢٣٦)

(۱۲) السلام علىٰ أهل القبور من كان منكم من المؤمنين والمسلمين أنتم لنا فرط ونحن لكم تبع عافانا الله وإياكم . (المعجم الكبير، داراحياء التراث العربي ١٩/٤٤٦، حديث/١٠٨٣)

(۱۳) السلام عليكم يا أهل القبور من المؤمنين والمسلمين استغفر الله لنا ولكم أنتم سلفنا ونحن بالاثر. (المعجم الكبير، دار احياء التراث العربي ١٢/٨٤، حديث/١٢٦١٣)

(۱۴) السلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا وإياكم متواعدون غداً ومتوكلون وإنا إن شاء الله بكم لاحقون . (نسائی شريف، الجنائز، الأمر بالإستغفار للمؤمنين ،النسخة الهنديه ١/٢٢٢، دارالسلام رقم: ٢٠٣٩)

ان مذکورہ الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ کا استعمال نہ کرنا چاہئے ، اور وہاں کے

مجاوروں کو بطور چندہ کچھ دینا ناجائز اور حرام ہے۔

وما یؤخذ من الدراهم، والشمع، والزیت، ونحوها إلیٰ ضرائح الأولیاء الکرام تقرباً إلیهم فهو باطل وحرام. (طحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم، باب مایلزم الوفاء به دارالکتاب دیو بند/۶۹۳ قدیم /۳۷۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
یکم/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۳۶۶)	۱/۵/۱۴۲۵ھ

قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال: [۴۰۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو قبرستان میں ایصال ثواب کیلئے دعا کیلئے ہاتھ پھیلا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟ شریعت کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں؟

المستفتي: فرقان احمد، دلپت پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی گنجائش ہے، البتہ اس بات کا لحاظ ضرور رکھا جائے، کہ جس کی مغفرت کی دعا کی جائے، اس کی قبر سے دوسری طرف رخ موڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے تا کہ کم علم لوگوں کو شک وشبہ پیدا نہ ہو سکے، اور اجتماعی طور پر قبرستان میں دعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاویٰ زکریا ۴/۲۲۴)

في حدیث عبد اللّٰه بن مسعودؓ رأیت رسول اللّٰه ﷺ في قبر عبد اللّٰه ذي البجادین – الحدیث– وفیه: فلمّا فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً یدیه. (فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة، قدیم ۱۱/ ۱۴۴،

اشرفیه ۱۱/۷۳، تحت رقم الحدیث ۶۳۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/۷/۱۴۳۱ھ

قبر بوسی کا مسئلہ

سوال: [۴۰۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بوقت ملاقات علماء وصلحاء وبزرگوں کے دست وپا کا بوسہ لینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ ایسے ہی جب لوگ زیارت قبر یا اولیاء کے مزارات پر جاتے ہیں تو مزار کے پائتانہ کو بوسہ لیتے ہیں تو اس طرح بوسہ لینا کیسا ہے؟ بریلوی حضرات فتاویٰ رشیدیہ اور تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے بڑے زور دار انداز سے اس مسئلہ کا جواز پیش کرتے ہیں، آنجناب سے درخواست ہے کہ مفصل ومدلل جواب سے نوازیں، کرم ہوگا۔

المستفتي: محمد یامین اصغر، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر جذبۂ محبت، جذبۂ شوق، اور جذبہ احترام میں ہاتھ چوم لیا ہے تو اس کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ، زکریا مسئلہ نمبر ۱۷۵، ۱/۱۴۲، قدیم: ۱۶۶)

لا بأس بتقبيل يد الرجل العالم و المتورع على سبيل التبرك .

(شامی ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الإستبراء وغيره كراچی ۶/۳۸۳، زكريا ديو بند ۹/۵۴۹، حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فی صفة الأذكار الواردة بعد صلاة الفرض ، دارالكتاب ديو بند/۳۱۹)

اور بہتر وافضل یہ ہے کہ پیر کو نہ چوما جائے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ/۱۰۳)

البتہ اولیاء اللہ وبزرگان دین کی قبروں کا بوسہ لینا اوران کے مزارات کے پائتانہ وغیرہ کا بوسہ لینا کفار ومشرکین کا طریقہ ہے، اسلئے قطعاً ناجائز اور حرام ہے، اور پائتانہ میں نہ

تو بزرگوں کا براہ راست ہاتھ ہوتا ہے، اور نہ براہ راست پیر ہوتا ہے، اور اس کا بھی یقین نہیں ہے، کہ ان کے ہاتھ پیر اس قبر میں صحیح وسالم موجود ہیں یا سڑ گل کر مٹی بن گئے ہیں، تو پھر کس چیز کا بوسہ، نیز حدیث شریف میں اس کو یہود ونصاریٰ کی عادت وعمل بتایا گیا ہے۔ ۔
(مستفاد: عزیز الفتاویٰ/ ۹۰، احیاء العلوم ۱/ ۱۴۰)

وكذا ما يفعلونه من تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضي به آثمان لأنه يشبه عبادة الوثن . (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره كراچی ٦/ ٣٨٣، زكريا ٩/ ٥٥٠، عالمگيرى، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون، في ملاقاة الملوك والتواضع لهم وتقبيل أيديهم ٥/ ٣٦٩، جديد ٥/ ٤٢٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ ۷/ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶/ ۳۶ ۷۷۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/ ۷/ ۱۴۲۱ھ

روزانہ فجر کے بعد زیارت قبور کیلئے جانا

سوال: [۴۰۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد ہے جس میں لوگ فجر پڑھکر التزام کے ساتھ اعلان کئے بغیر قریب کے قبرستان میں جا کر زیارت کرتے ہیں، اور امام صاحب دعا کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

المستفتي: احقر محمد علیم الدین قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قبرستان میں جا کر میت کیلئے استغفار کرنا اور دعا مانگنا فی نفسہ جائز ہے، لیکن قبرستان میں جمع ہو کر قبروں کی زیارت کا التزام اور اس کے بعد میں امام صاحب کا اجتماعی دعا کرانا حدیث وفقہ اور دور صحابہ سے اس کا ثبوت نہیں، البتہ

انفرادی طور پر قبرستان میں جا کر اہل قبور کو سلام کر کے اور اہل قبور کو دیکھ کر آخرت کی یاد دہانی حاصل کرنا حدیث سے ثابت ہے، اور ساتھ میں اہل قبور کیلئے کچھ پڑھ کر ثواب پہونچا دینا جائز ہے، مگر جو طریقہ سوالنامہ میں مذکور ہے، شریعت سے اس کا ثبوت نہیں۔

عن ابن مسعودؓ أن رسول الله ﷺ قال: كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها، فإنها تزهد في الدنيا، وتذكر الآخرة. (سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في زيارة القبور، النسخة الهندية ١١٢/١، ١١٣، دارالسلام رقم: ١٥٧١، مكتبه نزار مصطفى الباز جديد ٥٣٥/٢، رقم: ١٣٨٧، مشكوٰة شريف ١٥٤/١)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۶۰۳/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۴/۱۵ھ

زیارت قبور کیلئے عورت کا قبرستان جانا

سوال: [۴۰۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زیارت قبور عام مسلمین کیلئے یا اپنے کسی عزیز کی قبر کی زیارت اور ایصال ثواب کیلئے عورت کسی شرط کیساتھ قبرستان جا سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتي: کمیٹی قبرستان احمد گڈھ، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حدیث پاک کے اندر زیارت قبور کی علت بتلائی گئی ہے، اس سے آخرت کی یاد آتی ہے، اور یہ بات عام ہے، خواہ عام قبروں کی زیارت کی جائے یا اپنے کسی عزیز واقارب کی قبر کی کیجائے، لہٰذا علت مذکورہ سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے، کہ زیارت قبور عام مسلمین کیلئے ہے، البتہ حدیث پاک کے اندر اس بات

کی صراحت ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کو پابندی کے ساتھ اپنے والدین کی قبر کی زیارت کرے تو اس کے گناہ معاف ہوجائیں گے، اور اس کا شمار صالحین میں ہوگا، اور چونکہ عورتوں کا دل کمزور ہوتا ہے، قبروں کے پاس جا کر جزع وفزع کرتی ہیں اسلئے ان کا قبرستان نہ جانا بہتر ہے، البتہ اگر کوئی عورت اپنے اوپر قابو یافتہ ہو اور سنت طریقہ کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرتی ہے تو ایسی عورت کیلئے گنجائش ہے، اور اگر قابو یافتہ نہیں ہے، تو نہ جانا ہی بہتر ہے، رہا مسئلہ ایصال ثواب کا تو قبرستان پر نہ جا کر کے گھر میں بیٹھے بیٹھے بھی ایصال ثواب کرسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ زکریا مسئلہ نمبر ۱۱۱۵ ص: ۵۸۴، قدیم/ ۵۹۲)

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فإنها تزهد في الدنيا وتذكر الآخرة . (مشكوٰة شريف /١٥٤، سنن ابن ماجه ، الجنائز باب ماجاء في زيارة القبور ، النسخة الهنديه ١/١١٢-١١٣، دار السلام رقم: ١٥٧١، المستدرك ، كتاب الجنائز ، قديم ١/٣٧٤، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز جديد ٢/٥٣٥، رقم: ١٣٨٧)

زار قبر أبويه أو أحدهما في كل جمعة غفرله وكتب براً. (مشكوٰة شريف/١٥٤ شعب الايمان ، باب في بر الوالدين ، فصل في حفظ حق الوالدين بعد موتها دار الكتب العلمية بيروت ٦/٢٠١، رقم: ٧٩٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ شوال ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۵۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۱۰/۱۴۲۵ھ

عورتوں کا مزارات پر جانا اور چادر چڑھانا

سوال: [۴۰۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا عورتوں کا عرس وغیرہ کے موقع پر مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ یا جیسا کہ عام رواج ہے کہ پیر و جمعرات، جمعہ کو مزارات پر حاضر ہو کر شیرینی چادر وغیرہ چڑھائی جاتی ہیں آیا یہ فعل

جائز ہے یا نہیں؟ مفصل ومدلل جواب سے نوازیں۔

المستفتي: مولا ناحنیف، مدرسہ مدینۃ العلوم، محلّہ کھتاڑی، رام نگر، ضلع: نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایصال ثواب کی غرض سے مذکورہ ایام میں مزارات پر جانا ثابت ہے البتہ شیرینی اور چادر وغیرہ چڑھانا ثابت نہیں ہے، محض بدعت ہے۔

إن الأفضل یوم الجمعة والسبت والإثنین والخمیس فقال محمد بن واسع الموتی یعلمون بزوارهم یوم الجمعة ویوماً قبله ویوماً بعده فتحصل أن یوم الجمعة أفضل الخ . (شامی ، کتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب فی زیارة القبور ، زکریا دیوبند ۳/ ۱۵۰، کراچی ۲/ ۲۴۲، هندیه ، کتاب الکراهیة الباب السادس عشر في زیارة القبور وقراءة القرآن فی المقابر ۵/ ۳۵۰، جدیده ۵/ ۴۰۵)

اور عرس کے موقع پر عورتوں کا مزارات پر جانا ممنوع ہے۔ (بہار شریعت مصنفہ مولانا امجد علی بریلوی ۴/ ۱۶۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍شعبان ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۸۹۷)

عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت کا حکم

سوال: [۴۰۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زیارت قبور خصوصاً اولیاء کرام یا انبیاء کرام کے مزارات کی حاضری کا کیا حکم ہے؟ مردوں اور عورتوں کیلئے ایک ہی حکم ہے یا علیحدہ اگر عورتوں کے واسطے بوجہ فساد عقیدہ ممانعت ہے تو اس مرض میں مرد بھی کم نہیں عورتوں کیلئے علیحدہ حکم کی وضاحت کی جائے، تاکہ دلیل کیساتھ ان کو اس سفر سے روکا جاسکے بعض بوڑھی عورتیں کہہ دیتی ہیں کہ ہم اب ناپاک نہیں ہوتیں ہم بھی اب

ایصال ثواب کیلئے حاضر ہونا چاہتی ہیں، ہمارے لئے خصوصاً کیوں ممانعت ہے یہاں سے کچھ لوگ باقاعدہ سرہند اور براس کے مزارات کی زیارت کیلئے پروگرام بنا کر بشمول مستورات عرس اور عرس کے علاوہ بھی جانے لگے ہیں ان لوگوں کو کیسے روکا جائے؟

المستفتي: محمد یونس، جامع مسجد، احمد گڈھ، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبرستان میں زیارت قبور کیلئے جانا مستحب ہے، اور عورتوں کیلئے زیارت قبور کرنا سو اگر مقصود نوحہ کرنا اور غم تازہ کرنا ہو تو جائز نہیں ہے، اور اگر عبرت اور برکت کیلئے ہے تو صرف بڈھیوں کیلئے پردہ کے اہتمام کے ساتھ اگر چہ جائز ہے لیکن نہ جانا ہی بہتر ہے، اور جوانوں کیلئے تو ہرگز جائز نہیں ہے اور عورتوں کیلئے ممانعت کی وجہ فساد عقیدہ کیساتھ ساتھ دراصل فتنہ کا خوف اور فساد زمانہ ہے، جیسا کہ نماز کیلئے مساجد میں آنے کی ممانعت ہے اور سرہند اور براس وغیرہ مقامات پر جانا زیارت کیلئے اگر چہ مرد اور بوڑھی عورت کیلئے جائز ہے، لیکن تاریخ متعین کر کے یا عرس وغیرہ میں شرکت کیلئے جانا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۷۵۳)

وقال الخير الرملي إن كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن فلا تجوز وعليه حمل حديث لعن الله زائرات القبور وإن كان للاعتبار والترحم من غير بكاء والتبرك بزيارة قبور الصالحين ، فلا بأس إذا كن عجائز ويكره إذا كن شواب كحضور الجماعة في المساجد. (شامی ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة ، مطلب في زيارة القبور كراچی ۲/۲٤۲، زكريا ديوبند ۳/۱٥۱)

وفي الطحطاوي بل تحرم في هذا الزمان الخ. (طحطاوی علی المراقی ، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور ، دارالكتاب ديوبند/ ٦۲۰، قديم / ۳٤۰)

عرس میں جانے والی عورتوں کے شوہروں کی ذمہ داری ہے کہ ان کو عرس میں جانے

سے روکیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/رجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۱۰۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۷/۱۴۱۵ھ

عورتوں کے لئے زیارت قبور

سوال: [۴۰۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کا اعزہ کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا کیا حکم رکھتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مکمل پردے میں محرم کے ساتھ اپنے قریبی عزیز کی قبر پر جانا عورت کے لئے مباح ہے، بشرطیکہ نوحہ وغیرہ نہ ہو جیسا کہ حضرت عائشہؓ اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی قبر پر گئی تھیں، (لیکن نہ جانا ہی بہتر ہے)۔ (مستفاد: کفایت المفتی زکریا ۴/۱۹۴، جدید زکریا مطول ۵/۵۵۹، مکتبہ امدادیہ ۴/۱۸۳، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/۱۹۱، میرٹھ ۱۳/۳۲۹، آپکے مسائل ۴/۴۰۶)

قوله: ولو للنساء، وقيل: تحرم عليهن، والأصح أن الرخصة ثابتة لهنّ.

(شامی، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في زيارت القبور کراچی ۲/۲۴۲، زکریا ۳/۱۵۰)

والأصح أنّ الرّخصة ثابتة للرّجال والنّساء، وحاصله أن محل الرخص لهن، إذا كانت الزيارة على وجه ليس فيه فتنة. (حاشية الطحطاوی على المراقی، فصل في زيارة القبور، دارالكتاب ديوبند/ ٦٢٠)

فالصواب الذی ينبغي عليه الاعتماد هو جواز الزيارة للنساء، إذا كان الأمن من تضييع حق الزوجة والتبرج والجزع والفزع، ونحوه من الفتن. (بذل المجهود، الجنائز، باب فی زيارت النساء القبور، دارالبشائر الإسلامية

۱۰/۵۲۸، تحت رقم الحدیث/۳۲۳۶)

عن عبد الله بن مليكة قال: توفي عبد الرحمن بن أبي بكر رضؓ بالحبشي قال فحمل إلى مكة فدفن فيها فلما قدمت عائشة رضؓ أتت قبر عبدالرحمن . الحديث: (ترمذی ، الجنائز، باب ماجاء فی الزیارة للقبور للنساء ، النسخة الهندية ۱/۲۰۳، دارالسلام رقم الحديث /۱۰۵۵)

ويرد عليه أن عائشة كيف زارت مع النهى ، ويمكن أن يجاب أن النهي محمول على تكثير الزيارة ، لأنه صيغة مبالغة ولذا قالت: لو شهدتک ما زرتک لأن التكرار ينبئ عن الإكثار . (حاشية ترمذی، النسخة الهندية ۱/۲۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۴۶)

عورتوں کا اولیاء کی قبروں پر جانا

سوال: [۴۰۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کا قبروں پر جا کر چادر چڑھانا اور بوس وکنار کرنا کیسا ہے اور کیا عورتیں صاحب قبر کو برہنہ نظر آتی ہیں، اور عورتوں کے لئے قبر پر جانے کا کیا حکم ہے؟ کیا اولیاء اللہ کی قبر پر جا سکتی ہیں یا نہیں؟

المستفتي: مسعود احمد خان، کاس گنج، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں زیارت قبور سے منع فرمایا بعد میں یاد آخرت اور عبرت حاصل کرنے کی غرض سے زیارت قبور کی اجازت ہوگئی، لیکن یہ اجازت صرف مردوں کے واسطے ہے عورتوں کیلئے نہیں ہے، اس لئے کہ عورتیں قبروں اور مزارات پر جا کر عبرت حاصل نہیں کرتیں بلکہ یا تو جزع فزع کرتی ہیں، یا

اولیاء اللہ سے مرادیں مانگتی ہیں، یہ دونوں چیزیں ناجائز اور حرام ہیں، اور اس نیت سے قبروں پر چادر چڑھانا کہ چادر چڑھانے کی وجہ سے صاحب قبر کو فائدہ پہونچتا ہے، یا چادر چڑھانے کے نتیجہ میں چادر چڑھانے والے کی مراد پوری ہوگی، یہ دونوں باتیں ناجائز ہیں، اسی طرح بوسہ دینا بھی جائز نہیں، حدیث میں وارد ہے کہ قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت ہوتی ہے اور یہی بات فقہاء نے بھی لکھی ہے، اب رہی یہ بات کہ میت کی روح کو عورتیں ننگی نظر آتی ہیں، احقرؔ کی نظر سے نہیں گذری۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن زوارات القبور. (ترمذی، الجنائز، باب ماجاء في كراهية زيارة القبور للنساء، النسخة الهندية ١/٢٠٣، دارالسلام رقم: ١٠٥٦)

وأعلم بأنها كلما قصدت الخروج كانت في لعنة الله والملائكة وإذا خرجت يحفها الشيطان من كل جانب، وإذا أتت القبور يلعنها روح الميت، وإذا رجعت كانت في لعنة الله. (تاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون الجنائز، المتفرقات زكريا ٣/٩٢، رقم: ٣٨٠٢)

ولا يمس القبر ولا يقبله فإنه من عادة أهل الكتاب. (طحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، دارالكتاب ديوبند/ ٦٢٠)

تكره الستور على القبور. (شامي، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب في دفن الميت كراچی ٢/٢٣٨ زكريا ٣/١٤٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ / جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۱۶۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۶/۲۶ھ

قبروں پر چادر چڑھانا

سوال: [۴۰۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبروں پر

چادر چڑھانا، پھول شیرینی چڑھانا کیسا ہے؟

المستفتي: زبیر عالم انصاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبروں پر چادر پھول شیرینی وغیرہ چڑھانا خلفائے راشدین، ائمہ مجتہدین وسلف صالحین سے ثابت نہیں ہے یہ سب **بدعات ممنوعہ** ہیں، مسلمانوں کو ان سب **خرافات** سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۲/۳۸۱، ۱/۲۰۹، ۱۱/۴۳، جدید ڈابھیل ۹/۲/۱۷۴، ۱۷، امداد الفتاویٰ ۵/۳۴۰)

قال العيني: إن إلقاء الريا حين ليس بشيئي. (فيض الباری، الجنائز، باب الجريد على القبر كوئٹه ۲/۴۸۹)

كره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والأولياء... ويكره الستور على القبور. (شامی، كتاب الخطر والإباحة، قبيل فصل في النظر واللمس كراچی ٦/٣٦٣، زکریا۹/۲/۵۲۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۱۷۳)

حاجت روائی کی خاطر چراغاں کرنا

سوال: [۴۰۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گھر میں ایک گھنٹہ چراغی کرنے کو کہتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟ اوپر سے کہتے ہیں انھیں چراغوں سے مانگو یہی بیڑا پار لگائیں گے۔

المستفتي: محمد جاوید، محلّہ شیدی سرائے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گھر پر چراغی دینا اوران چراغوں سے مانگنا اورانکو

حاجت روا سمجھنا موجب شرک ہے،توبہ کرکے باز آجانالازم ہے۔(مستفاد:محمودیہ۱/ ۲۰۶)

أن اسراج السرج الکثیرة فی السلک والأسواق بدعة الخ. (نفع المفتی والسائل/۱۳۸، فتاویٰ محمودیه قدیم ۱/ ۲۲۵، ڈابھیل ۳/ ۲۶۰، من تنقیح الشامی الحامدیه ۲/ ۳۵۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ رمضان ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۴/ ۸۹۹)

۱۸/ باب إيصال الثواب للميت

کیامؤمن اپنی قبر میں ثواب کا محتاج ہے؟

سوال: [۴۰۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب مؤمن بندہ کا انتقال ہوجاتا ہے، تو وہ قبر میں ثواب کیلئے محتاج ہوجاتا ہے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب سے نوازیں؟

المستفتي: عبدالسلام، ضلع پورنیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جی ہاں مؤمن بندہ اپنی قبر میں خود ثواب کا محتاج ہوتا ہے۔

عن عبد الله بن عباس رضـ قال: قال النبي ﷺ ما الميت في القبر إلا كالغريق المتغوث، ينتظر دعوة تلحقه من أب، وأم، أو أخ، أو صديق، فإذا لحقته كانت أحب إليه من الدنيا ومافيها، وإن الله عزوجل ليدخل على أهل القبور من دعاء أهل الأرض أمثال الجبال، وإن هدية الأحياء إلى الأموات الاستغفار لهم. (شعب الإيمان للبيهقي، باب في بر الوالدين، فصل في حفظ حق الوالدين بعد موتهما، دارالكتب العلمية بيروت ٦/٢٠٣، رقم: ٧٩٠٥، باب في الصلاة، على من مات من أهل القبلة، فصل في زيارة القبور ٧/١٦، رقم: ٩٢٩٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۹۹)

ایصال ثواب زندہ مردوں دونوں کو کیا جاسکتا ہے

سوال: [۴۰۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا قرآن پڑھ کر زندہ کو بھی بخشا جاسکتا ہے؟ یا صرف مردوں کو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن خوانی اپنی کرنی چاہئے؟ یہ کیسا ہے درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد شفیع احمد بحرین، معرفت: مولانا عبدالجبار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دونوں کیلئے درست ہے۔

الأصل أن كل من أتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره (تحته فی الشامية) أی من الأحياء والأموات. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحج، باب الحج، عن الغير مطلب فيمن أخذ في عبادته شيئا من الدنيا کراچی ۲/ ۵۹۵، ۵۹۶، زکریا ٤/ ۱۰، ۱۱، مطبوعه کوئٹه /۲ ۵٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رشوال ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۳۱۴)

ایصال ثواب سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یا راحت میں اضافہ ہوتا ہے!

سوال: [۴۰۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) ایصال ثواب کرنے سے مردے کی روح کو کیا فائدہ پہونچتا ہے، یعنی اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے یا اسکی راحت میں اضافہ ہوتا ہے؟

(۲) قبر پر جب کوئی فاتحہ پڑھنے جاتا ہے، یا گھر پر ایصال ثواب کرتا ہے تو کیا

مردے کی روح کو خبر ہوجاتی ہے، اور اس کی روح خوش ہوتی ہے، یا روح کو بالکل خبر نہیں ہوتی کہ اس کیلئے کیا کیا جارہا ہے؟

المستفتي: احقر محمد احمد خان، فیض گنج، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) میت کو ثواب پہونچانے سے اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، درجات کی بلندی میں ترقی ہوتی ہے، حزن میں کمی ہوتی ہے، سرور میں اضافہ ہوتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/۲۸۴، جدید ڈابھیل ۹/ ۲۱۸)

عن أنس أنه سأله ، صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم إنا نتصدق عن موتانا ، ونحج عنهم وندعولهم ، فهل يصل ذلك إليهم ؟ قال : نعم ، إنه ليصل إليهم ، وإنهم ليفرحون به كما يفرح أحدكم بالطبق إذا أهدىٰ إليه ،رواه ابو حفص الكبير العكبرى . (فتح القدير ، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير زكريا ۳/ ۱۳۳ ، كوئٹه ۳/ ٦٦،مصرى قديم ۳/ ۱٤۳)

(۲) میت کو جب ایصال ثواب کیا جاتا ہے، تو مردہ کو اس سے خوشی ہوتی ہے، اور زندوں کے اچھے برے اعمال جن کا تعلق سب سے ہوتا ہے، اسکی میت کو اطلاع دی جاتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۴۰۹، جدید ڈابھیل ۱/ ۵۹۷)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه يقول: قال النبى صلى الله عليه وسلم إن أعمالكم تعرض على أقاربكم وعشائركم من الأموات ، فإن كان خيرًا استبشروا به ، وإن كان غير ذلك ، قالوا: اللّٰهم لا تمتهم حتى تهديهم كما هديتنا . (مسند أحمد بن حنبل ۳/ ۱٦٥، رقم: ۱۲۷۱۳ ومثله فى المعجم الأوسط للطبرانى ، من أسمه أحمد دار الفكر بيروت ۱/ ٥٦، ٥۷، رقم: ۱٤۸، المعجم الكبير للطبرانى دار احياء التراث العربي ٤/ ۱۲۹، رقم: ۳۸۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۲؍رجب ۱۴۲۰ھ
۲۲/۷/۱۴۲۰ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۷۷)

مرنے کے بعد بعض جائز وناجائز اعمال

سوال: [۴۰۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آدمی کے مرنے کے بعد اس کے حق میں شریعت کی رو سے کیا کیا کرنا چاہئے ، نیز لوگ تیجہ چالیسواں کرتے ہیں تو یہ کرنا جائز اور درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد طیب سیتاپوری، متعلم: مدرسہ شاہی، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: انسان کے مرنے کے بعد جو چیز شریعت میں ثابت اور محبوب ہے اور میت کے حق میں مفید اور کارگر ہے وہ اس کیلئے ایصال ثواب کرنا ہے، اس کے علاوہ دیگر چیزیں تیجہ وچالیسواں وغیرہ اور دیگر رسومات سب بے اصل ہیں، جن کا سلف و خلف وخیر القرون تک کہیں بھی کسی سے ثبوت نہیں ملتا بلکہ فقہاء نے ان تمام رسومات کو بدعت قبیحہ فرمایا ہے، اسلئے مسلمانوں کو ان رسومات وبدعات سے احتراز واجتناب کرنا لازم ہے۔

عن ابي هريرةؓ أن رسول الله ﷺ إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله، إلا من ثلاثة ، إلا من صدقة جارية ، أوعلم ينتفع به ، أو ولد صالح يدعوله . (صحيح مسلم ، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ،النسخة الهندية ٢/ ٤١ ، بيت الأفكار رقم : ١٦٣١)

ويكره الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة (قوله) ويكره اتخاذ الطعام أي في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع. (شامي ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة ، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت كراچی ٢/ ٢٤٠،زكريا٣/ ١٤٨)

وإطعام الطعام في الأيام المخصوصة كالثالث والخامس و التاسع

والعاشر والعشرين والأربعين والشهر السادس والسنة بدعة . (شرح منهاج بحواله امداد المفتيين ۲/ ۱۵۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۸۵۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/ ۷/ ۱۴۲۱ھ

کیا میت کو ثواب پہنچتا ہے؟

سوال: [۴۰۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر مردہ کو ایصال ثواب کیا جائے تو اسے ثواب پہو نچتا ہے یا نہیں؟ اگر ثواب پہو نچتا ہے تو کیا اس ایصال ثواب سے عذاب وعقاب میں بھی کمی ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی صراحت ہو تو تحریر فرمائیں؟

المستفتي: جاوید عالم بن ظہیر عالم، لاجپت نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نیک کام مثلاً صدقہ خیرات حج بدل اور تلاوت وغیرہ کرکے ایصال ثواب کرنے سے یقیناً مردے کو ثواب پہو نچتا ہے اور اس کے ذریعہ سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، اور ثواب پہو چانے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة أو صوما أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكراً أو حجاً أو غير ذلک عند أصحابنا بالكتاب والسنة . (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير زکریا ۳/ ۱۰۵، کوئٹہ ۳/ ۵۹)

قال الخطابی وفيه دليل على استحباب تلاوة الكتاب العزيز على القبور لأنه إذا كان يرجى عن الميت التخفيف بتسبيح الشجر فتلاوة القرآن سورة يٰس خفف الله عنهم يومئذ. (عمدة القاری، كتاب الوضوء، باب من

الکبائر أن لا یستتر من بوله زکریا ۲/۵۹۸، تحت رقم الحدیث: ۲۱۶، ۱۱۸/۳)

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال قال رسول الله ﷺ لأبي إذا أردت أن تتصدق صدقة فاجعلها عن أبویک فإنه یلحقهما و لا ینتقص من أجرک شیئاً. (شعب الإیمان، دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۴/۶، حدیث ۷۹۱۱)

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ من حج عن والدیه بعد وفاتهما کتب له عتقاً من النار وکان للمحجوج عنهما أجر حجة تامة من غیر أن ینقص من أجور هما شیئاً. (شعب الإیمان، دارالکتب العلمیه بیروت ۲۰۴/۶، حدیث: ۷۹۱۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۰۹/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۵/۱۴۲۹ھ

کیا ایصال ثواب کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے

سوال: [۴۰۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم لوگ میت کیلئے ایصال ثواب قرآن نماز صدقہ خیرات وغیرہ سے جو کرتے ہیں، تو کیا وہ سب ثواب مرحومین کو پہونچ جاتا ہے؟ یا ہم کو بھی اس تلاوت، خیرات، صدقہ، نماز وغیرہ کا ثواب ملتا ہے؟

المستفتي: حبیب اللہ تاج، سعودی عرب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن کریم کی تلاوت نیز ذکر واذکار نماز روزہ وغیرہ اسی طرح غرباء ومساکین پر صدقہ خیرات کرکے مرحومین کو جو ثواب پہونچایا جاتا ہے، تو اسمیں مرحومین کو ثواب پہونچنے کیساتھ ساتھ پڑھنے والوں یا صدقہ کرنے والوں کو بھی برابر

کا ثواب ملتا ہے کسی کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی ہے۔

وعن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا تصدق بصدقة تطوعاً أن يجعلها عن أبويه فيكون لهما أجرها، ولا ينتقص من أجره شيئاً رواه الطبراني فى الأوسط وفيه خارجة بن مصعب الضبي وهو ضعيف. (مجمع الزوائد، باب الصدقة على الميت دارالكتب العلمية بيروت ۳/۱۳۸، ۱۳۹، رقم: ٤٧٦٩)

فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة سواء كان المجعول له حيا أو ميتا من غير أن ينقص من أجره شيئى وأخرج الطبراني والبيهقي فى الشعب عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ إذا تصدق أحدكم بصدقة تطوعاً فليجعلها عن أبويه فيكون لهما أجرها ولا ينقص من أجره شيئى. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، دارالكتاب ديوبند/ ٦٢٢، قديم/ ٣٤١، هكذا فى الشامى، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فى القراءة للميت وإهداء ثوابها له، كراچى ۲/۲٤۳، زكريا۳/ ۱۵۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۷۹)

قرآن خوانی، میلاد، خیرات اور نوافل کے ثواب کی مقدار

سوال: [۴۰۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے چار لڑکے تھے اس شخص کا انتقال ہوگیا، ایک لڑکا کہتا ہے کہ میں اپنے باپ کے ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کرونگا، دوسرے لڑکے نے کہا کہ میں میلاد شریف کرونگا، تیسرے لڑکے نے

کہامیں اپنے باپ کیلئے خیرات کروں گا، چوتھے لڑکے نے کہامیں اپنے باپ کیلئے نفل پڑھکر ثواب پہونچاؤنگااب آپ یہ بتائیں کہ سب کوالگ الگ کام کرنے میں کتنی نیکیاں ملیں گی؟

المستفتي: محمدابراہیم، ڈاکخانہ، ہاتھی پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قرآن پڑھنے والے کی طرف سے ہرایک آیت کےعوض دس آیتوں کا ثواب اورصدقہ کرنے والے کی طرف سے ہرایک روپیہ کےعوض دس روپیہ کاثواب اورنفل پڑھنے والے کی طرف سے ہرایک نفل کےعوض دس نوافل کا ثواب ملتا رہےگااورثواب دس سےلیکرسات سوگنا تک ملتارہےگااوراللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا. (الإنعام: ١٦٠)

اورحدیث شریف میں آیاہے۔

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ كل عمل ابن آدم يضاعف، الحسنة أمثاله إلى سبع مأة ضعف الحديث. (صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب فصل الصيام ،النسخة الهندية ١/ ٣٦٣، بيت الأفكار رقم: ١١٥١)

اورمروجہ میلادشریف کرنے والے کی طرف سےاس مرحوم باپ کوکوئی ثواب کی امید نہیں ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۳رمحرم ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۱/ ۳۷۹۲)

الجواب صحیح:
احقرمحمدسلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱/۳ھ

کیامردہ ایصال ثواب کرنے والےکو پہچانتاہے؟

سوال: [۴۰۱۸]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارےمیں: کہ کیاپنج گانہ اذان قبرستان میں مردے سنتے ہیں اوراگرقبرستان میں پہونچ کرکوئی ایصال ثواب کرتاہےتو قبروں والے اسے پہچانتے ہیں یانہیں؟ جبکہ وہ رشتہ داریاماں باپ اہل وعیال

ہوں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: محمد عثمان، فینسی کارنر، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بعض احادیث شریفہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ مردہ اتنی دور کی بات سن لیتا ہے جتنی دور سے عام طور پر لوگ سنا کرتے ہیں، حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، کہ جب تم قبرستان کے پاس سے گذرو تو ان کو ان الفاظ سے سلام کرو ''**السلام عليكم يا دار قوم مؤمنين**'' نیز حدیث قلیب بدر کے بارے میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے صراحت کے ساتھ یہ روایت مروی ہے کہ مردہ اپنی قبر میں سنتا ہے۔

عن ابن عمر قال وقف النبی ﷺ علی قلیب بدر فقال هل وجدتم ما وعدربكم حقاً ثم قال إنهم الآن يسمعون ما أقول لهم . (بخاری شریف، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل، النسخة الهندية ۲/ ۵۶۷، رقم: ۳۸۳۷، ف: ۳۹۸۰)

عن أنس عن النبی ﷺ قال العبد إذا وضع فی قبره وتولّٰی وذهب أصحابه حتی أنه يسمع قرع نعالهم . (بخاری شریف، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال ۱/ ۱۷۸، رقم: ۱۳۲۳)

اگر قبرستان سے مسجد متصل ہے اور اس میں اذان دی جارہی ہے، تو اس مسجد کی اذان اس قبرستان کے مردے اتنی دور تک سن سکتے ہیں جتنی دور تک مؤذن کی آواز پہونچتی ہے، جب مردے قبرستان سے گذرنے والے لوگوں کے جوتے کی آواز سنتے ہیں تو اذان کا سننا بھی انہیں روایات سے ثابت ہے۔

عن أنس عن النبی ﷺ قال العبد إذا وضع فی قبره وتولّٰی وذهب أصحابه حتی أنه يسمع قرع نعالهم . (بخاری شریف، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، النسخة الهندية ۱/ ۱۷۸، رقم: ۱۳۲۳)

اورسوالنامہ میں سوال قائم کیا گیا ہے، کہ کوئی رشتہ دار قبرستان میں جا کر ایصال ثواب کرتا ہے، تو مردہ اس کو پہچان بھی لیتا ہے، اوراس سے مانوس بھی ہوتا ہے، حافظ ابن قیمؒ نے کتاب الروح کے اندراس طرح کی روایتیں نقل فرمائی ہیں۔

قال ابن عبد البر ثبت عن النبي ﷺ أنه قال مامن مسلم يمر على قبر أخيه كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا ردالله عليه روحه حتى يرد عليه السلام ، فهذا نص في أنه يعرفه بعينه ، ويرد عليه السلام .(الروح /۲۳)

عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ ما من رجل يزور قبر أخيه ويجلس عنده إلا استأنس به ورد عليه حتى يقوم . (كتاب الروح /۲۵)

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: إذا مر الرجل بقبر أخيه فسلم عليه رد عليه السلام وعرفه وإذا مر بقبر لا يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام . (كتاب الروح /۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۰۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵؍۳؍۱۴۲۳ھ

ایصال ثواب کا بہتر طریقہ

سوال: [۴۰۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایصال ثواب کا سب سے بہتر طریقہ کیا ہے؟

المستفتي: حبیب الرحمٰن، ساکن شہباز پور کلاں، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس کیلئے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں ہے، تلاوت قرآن صدقہ وخیرات وغیرہ کار خیر میں سے جس سے چاہے، کردیا کریں۔

سواء کانت صلوٰة أو صوماً أو صدقةً أو قراء ة أو ذکراً أو طوافاً الخ. (شامی، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب فیمن أخذ من عبادته شیئاً من الدنیا زکریا٤/ ١٠، کراچی ٢/ ٥٩٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۷؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۶۱۱)	۲۷/۳/۱۴۱۲ھ

غریبوں کو کھانا کھلائیں یا مسجد و مدرسہ کی تعمیر کرائیں

سوال: [۴۰۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک بڑی رقم خرچ کر کے اللہ کے نام پر مہمانوں رشتہ داروں دوست واحباب غریبوں یتیموں بیواؤں مسکینوں ناداروں کو کھانا کھلا کر اس کا ثواب والدین کی روح کو پہونچایا جائے یا وہ رقم مسجد کی توسیع وتعمیری کام میں خرچ کی جائے؟

(۲) کس کام کو کرنے سے مقصد پورا ہوگا، کھانا کھلانے سے یا مسجد کی توسیع وتعمیر میں خرچ کرنے سے؟ بالتفصیل جواب سے نوازیں؟

المستفتی: محمد نعیم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہمانوں، رشتہ داروں اور یتیموں وغیرہ کو کھانا کھلا کر ثواب پہونچانے اور مسجد کی توسیع وتعمیر میں خرچ کر کے ثواب پہونچانے ہر دو کام سے مقصد پورا ہو جائیگا، مگر مسجد کی توسیع وتعمیر میں خرچ کرنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ صدقۂ جاریہ ہے، اس کا ثواب برابر ملتا رہیگا۔

عن أنس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: سبعة یجري للعبد أجرهن وهو في قبره بعد موته من علم علما، أو کری نهراً، أو حفر بئراً، أو غرس

نخلاً، أو بنی مسجداً، أو ورث مصحفاً، أو ترک ولدا یستغفر له بعد موته.

(شعب الإیمان للبیهقی، باب فی الزکاة، فصل فی الاختیار فی صدقة التطوع، دارالکتب العلمیة بیروت ۳/ ۲٤۸، رقم: ۳٤٤۹، ومثله ۳٤٤۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۸۷)

مالی صدقات کا ثواب مرحومین کو پہونچانا کس حدیث سے ثابت ہے؟

سوال: [۴۰۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مالی صدقات کا ثواب مرحومین کو پہونچانا کسی حدیث شریف سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو حدیث شریف تحریر فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مالی صدقات کا ثواب مرحومین کو پہنچانا جائز اور افضل ہے جو مندرجہ ذیل روایات سے ثابت ہے۔

عن ابن عباسؓ أن رجلاً قال: یارسول اللہ ﷺ! إن أمي توفیت أفینفعها إن تصدقت عنها، قال نعم، قال: فإن لي مخرفاً فأشهدک أنی قد صدقت به عنها. (ترمذی شریف، أبواب الزکاة، باب ماجاء فی الصدقة عن المیت، النسخة الهندیة ۱/ ۱٤٥، دارالسلام رقم: ٦٦۹، سنن نسائی، فضل الصدقة عن المیت، النسخة الهندیة ۲/ ۱۱٤، رقم: ۳٦٥٥، مسند أحمد بن حنبل ۱/ ۳۷۰، رقم: ۳٥۰٤، صحیح ابن خزیمه، المکتب الإسلامی ۲/ ۱۱۹۷، رقم: ۲٥۰۰، سنن أبی داؤد، باب فیمن مات من غیر وصیة یتصدق عنه، النسخة الهندیة ۱/ ۳۹۸، دارالسلام رقم: ۲۸۸۲، المستدرك، کتاب الزکاة، قدیم ۱/ ٤۲۱، مکتبه نزار مصطفی الباز ۲/ ٥۹۱، رقم: ۱٥۳۱)

أنبأنا ابن عباسؓ أن سعد بن عبادة أخا بنی ساعدة توفیت أمه وهو

غائب عنها، فأتى النبي ﷺ فقال: يارسول الله ﷺ! إن أمي توفيت وأنا غائب عنها فهل ينفعها شيء إن تصدقت به عنها، قال: نعم، قال فإني أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عليها. (بخاری شریف، کتاب الوصايا، باب الاشهاد في الوقف والصدقة والوصية، النسخة الهندية ۱/۳۸۷، رقم: ۲۶۸۱، ف: ۲۷۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رجمادی الاولی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۴۰)

کیا عبادات بدنیہ کا ثواب پہونچانا بھی حدیث سے ثابت ہے؟

سوال: [۴۰۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عبادات بدنیہ کا ثواب دوسروں کو پہنچانا درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس سلسلے میں کوئی نص ہو تو تحریر کریں۔ ممنون ہوں گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عبادات بدنیہ کا ثواب مرحوم والدین کو اور دوسروں کو پہنچانا جائز ہے جو حسب ذیل روایات سے ثابت ہے۔

عن الحجاج بن دينار قال: قال رسول الله ﷺ إن من البر بعد البر أن تصلي عليهما مع صلاتك، وأن تصوم عنها مع صيامك، وأن تصدق عنهما مع صدقتك. (مصنف لإبن أبى شيبه، كتاب الجنائز، ما يتبع الميت بعد موته، مؤسسه علوم القرآن جديد ۷/۴۸۴، رقم: ۱۲۲۱۰)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رجل: يارسول الله ﷺ! إن أبي مات، ولم يحج، أفأحج عنه؟ قال: أرأيت لو كان على أبيك دين أكنت تقضيه؟ قال: نعم، قال:

فدين الله أحق . (سنن النسائي، مناسك الحج، تشبيه قضاء الحج بقضاء الدين، النسخة الهندية ۲/۳، دارالسلام رقم: ۲٦٤۰، مسند الدارمی دارالمغنی ۲/۱۱۵۷، رقم: ۱۸۷۸)

عن أبي أسيد مالک بن ربيعه قال: بينما نحن عند النبي صلى الله عليه وسلم إذ جاء ه رجل من بني سلمة فقال: يارسول الله ﷺ : أبقي من بر أبوي شيء أبرهما به من بعد موتهما قال: نعم ،الصلوٰة عليهما والاستغفار لهما ، وإيفاء بعهودهما من بعد موتهما وإكرام صديقهما وصلة الرحم التي لا توصل إلا بهما . (ابن ماجه، ابواب الأدب ، باب صل من كان أبوك يصل ، النسخة الهندية ۱/۲٦۰، دارالسلام رقم: ۳٦٦٤، الأدب المفرد ، دارالكتب العلمية بيروت/۲٤، رقم: ۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: الف خاص/ ۱۱۵۲۵)

کیا قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہونچتا

سوال: [۴۰۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سعودی عرب سے شائع ہونے والے قرآن کریم کے ترجمہ سورۃ النجم کی آیت ۳۹، میں جومولانا محمد علی جوناگڑھی کا ہے ''**وأن ليس للإنسان ماسعى**'' کے حاشیے میں لکھا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا ہے، لہٰذا آنجناب سے مؤدبانہ استدعا ہے کہ قرآن واحادیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں، کہ کیا واقعی قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہونچتا ہے؟

المستفتي: حاجی معراج الدین، جھبو کا نالہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سعودی عرب سے شائع شدہ جس قرآن کریم کا

حوالہ سوالنامہ میں دیا گیا ہے، اس کا ترجمہ مولانا محمد علی جونا گڑھی غیر مقلد کا ہے، اور اس کے حاشیہ میں تفسیر دوسرے غیر مقلد عالم مولانا صلاح الدین یوسف کی ہے، اور سورۂ نجم کی مذکورہ آیت کے حاشیہ نمبر ۵ کے ذیل میں دو باتیں لکھی ہیں۔

(۱) قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا ہے، جیسا کہ سوالنامہ میں درج ہے، یہی غیر مقلدین کا عقیدہ ہے۔

(۲) دوسری بات یہ لکھی ہے، کہ دعا اور صدقہ وخیرات کا ثواب مردوں کو پہنچ جاتا ہے، اور قرآن کریم پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانے اور دعا صدقہ وخیرات کے ذریعہ ثواب پہنچانے کے درمیان فرق غیر مقلدین اپنی طرف سے کرتے ہیں، حالانکہ حدیث شریف میں مردوں کے سامنے سورۂ یٰسین پڑھنے اور دفن کے بعد سرہانے اور پائے تانے میں کھڑے ہوکر سورۂ بقرہ کے شروع وآخر کی آیات پڑھنے کی ترغیب آئی ہے، اگر اس پڑھنے سے مردوں کو ثواب نہیں پہنچتا ہے تو حدیث میں جو پڑھنے کی ترغیب ہے اس کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی'' ضرور ثواب پہنچتا ہوگا، نیز صلاح الدین یوسف نے جو اپنے قلم سے لکھا ہے کہ دعا کا ثواب پہنچ جاتا ہے، تو یہ بھی تو دوسرے کا عمل اور دوسرے کی محنت ہے، جس کا ثواب میت کو پہنچ رہا ہے، نیز جب دعا کا ثواب پہنچ جاتا ہے، تو قرآن کریم کی تلاوت کر کے اللہ سے یوں دعا کی جائے کہ ''اے اللہ میں نے جو کچھ پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں میت کو پہنچا دے،'' تو اس طرح دعا کر کے ثواب پہنچانے میں کیا رکاوٹ ہے، جیسا کہ صلاح الدین صاحب خود اس طرح دعا کے ذریعہ ثواب پہنچنے کے قائل ہیں، اور قرآن خوانی کا ثواب بھی دعا کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے، لہٰذا صلاح الدین یوسف کا دعا کے ذریعہ ثواب پہنچنے کا اقرار کرنا پھر قرآن خوانی کا ثواب دعا کے ذریعہ پہنچنے کا انکار کرنا یہ دو متضاد باتیں ہیں جو درست نہیں ہے، اور جو علماء قرآن خوانی کا ثواب میت کو پہنچنے کے قائل ہیں، وہ بھی دعا کے ذریعہ ہی سے پہنچانے کو کہتے ہیں، اس لئے دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

عن معقل بن يسار ؓ قال: قال رسول الله ﷺ :إقرؤا يٰس على موتاكم . (أبو داؤد، باب القراءة عند الميت ، النسخةالهندية ١/٤٤٥، دارالسلام رقم: ٣١٢١، سنن ابن ماجه ، باب ماجاء فيما يقال عند المريض إذا حضر ، النسخة الهندية ١/١٠٤، دارالسلام رقم: ١٤٤٨، المعجم الكبير ، دار احياء التراث العربي ٢٠/٢١٩، /٥١٠، مسند احمد ٥/٢٦، /٢٥٦٧، مسند أبي داؤد طيالسي، دارالكتب العلمية بيروت ١/٤٩٨، رقم: ٩٧٣، صحيح ابن حبان ، دارالفكر ٤/٣، رقم:٢٩٩٨)

عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج عن أبيه قال قال: لي أبي: يا بُنييّ إذا أنا مت فالحدني،فإذا وضعتنى في لحدي فقل بسم الله وعلىٰ ملة رسول الله ثم سن على الثرىٰ ثم اقرأ عند رأسى بفاتحة البقرة وخاتمتها فإنى سمعت رسول الله ﷺ يقول ذلک . (المعجم الكبير، داراحياء التراث العربي١٩/٢٢١، ٤٩١)

عن عطاء بن أبي رباح سمعت عبد الله بن عمر سمعت النبى ﷺ يقول: إذا مات أحدكم فلا تحبسوه وأسرعوا به إلىٰ قبره وليقرأ عند رأسه فاتحة الكتاب وعند رجليه بخاتمة البقرة فى قبره. (شعب الإيمان ، دارالكتب العلمية بيروت٧/١٦ ، ٩٢٩٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۷رمحرم الحرام ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر:۴۱/۱۱۸۱۵)

الجواب صحیح:
احقرمحمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/۱/۱۴۳۶ھ

قرآن پڑھ کر متعدد اموات کو ثواب پہنچانا

سوال: [۴۰۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ساتھ جب ایصال ثواب کرنا ہو تو ایک ساتھ ایک ہی میت کو ایصال ثواب کیا جائے، یا ایک ساتھ متعدد اموات کو بھی ثواب پہنچایا جا سکتا ہے، مثلاً قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھ کر ایصال

ثواب کرنا ہے تو اس کا ثواب ایک میت کو جائیگا یا متعدد کو بھی پہنچایا جا سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن مجید یا صدقات نافلہ کا ثواب بیک وقت متعدد اموات کو پہنچانا جائز ہے؛ بلکہ افضل یہی ہے کہ ایصال ثواب کرتے وقت تمام مؤمنین کی نیت کرلی جائے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۳/ ۸۶، امداد الفتاویٰ ۳/ ۵۳۷)

الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شئٌ هو مذهب أهل السنة والجماعة . (شامی ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب فى القراءة للميت وإهداء ثوابها لهٗ كراچی ۲/ ۲۴۳، زكريا ۳/ ۱۵۱، الفتاوىٰ التاتارخانيه ،كتاب الزكوٰة ، الفصل السادس عشر، إيجاب الصدقة ومايتصل به زكريا ۳/ ۲۶۸، رقم: ٤٣٣٤)

عن أبی هريرةؓ مرفوعاً من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب وقل هو اللّٰه أحد، وألهاكم التكاثر، قال: أللّٰهم ! إني جعلت ثواب قراء تي من كلامک لأهل المقابر من المؤمنين و المؤمنات كانوا شفعاء لهٗ إلى يوم القيامة . (شرح الصدور/ ۲۱۰)

من مر على المقابر فقرأ فيها إحدىٰ عشرة مرة ” قل هو الله أحد“ ثم وهب أجرهٗ الأموات أعطي من الأجر بعد د الأموات. (كنز العمال ۱۵/ ۲۷۶، /رقم الحديث: ٤٢٥٨٩)

من صام أو صلىٰ أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة . (شامی ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة ، مطلب فى القراءة للميت وإهداء ثوابها له كراچی ۲/ ۲۴۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۵۴)

نابالغ بچہ کا ایصال ثواب کرنا

سوال: [۴۰۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نابالغ بچہ کے قرآن پڑھنے کا ایصال ثواب دوسرے تک پہونچے گا یانہیں؟

المستفتي: محمد آفتاب عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نابالغ بچے اگر قرآن کریم پڑھکر کسی کو اس کا ثواب پہونچائیں تو اس سے خودان کے اجر میں کمی نہ ہوگی اور میت کو ثواب پہونچ جائے گا۔

وقد قالوا حسنات الصبي لهٗ لا لأبويه . (الدر مع الرد، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة ، زكريا٣/١١٤، كراچی ٢/٢١٤، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، دارالكتاب ديو بند/٥٨٧)

وتصح عباداته وإن لم تجب عليه واختلفوا فی ثوابها والمعتمد أنه لهٗ الخ. (الأشباه ، كراچی ٢/١٤٢)

والأصل فيه أن الإنسان لهٗ أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة أو صوما أو صدقة أو قراءة قرآن . (البحر الرائق ، كتاب الحج، باب الحج عن الغير ، كوئٹه ٣/٥٩، زكريا٣/١٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/۱۲/۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۲۳۵)

نابالغ کو ایصال ثواب اور دودھ بخشنا

سوال: [۴۰۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چھوٹے بچے کی وفات کے بعد اس کے لئے قرآن مجید پڑھنا یا پڑھوانا کسی اور چیز کے ذریعہ ایصال

ثواب کرنا سنت طریقہ ہے یا نہیں؟ اور بچے کو ثواب کی ضرورت پڑتی ہے یا نہیں ؟ اور بہت سی عورتیں دودھ بخشواتی ہیں کہتی ہیں اللہ نے بخشا میں نے بخشا یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط؟

المستفتي: محمد شفیع، قصبہ منڈا ور، محلّہ افغانان، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نابالغ اور چھوٹے بچے کے لئے بھی قرآن کریم پڑھکر ایصال ثواب کرنا مسنون ہے اور بچے کو بھی ثواب مل جاتا ہے، بچے کو بھی ثواب ورفع درجات کی ضرورت ہے۔

كما استفاده من الدرالمختار وهو دعاء له أيضا بتقدمه في الخير لا سيما وقد قالوا: حسنات الصبي له لا لأبويه بل لهما ثواب التعليم وفي الشامية حاصله أنه إذا كانت حسناته أى ثوابها له يكون أهلاً للجزاء والثواب، فناسب أن يكون ذلک دعاءً له أيضًا لينتفع به يوم الجزاء الخ.

(الدرالمختار مع الشاميه، كتاب الصلاة، باب صلاة، الجنازة، كراچی ۲/۲۱۵، زكريا۳/۱۱٤، مطبوعه كوئٹه ۱/٦٤٦، مصری ۱/۸۱۹، هكذا فی الطحطاوی على المراقی، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، دارالكتاب ديوبند ٥٨٧، قديم/ ۳۲۲)

عورتوں کا دودھ بخشوانے کا طریقہ قرآن کریم وحدیث وفقہ میں احقر کی نظر سے نہیں گذرا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۶۶۰)

قبر کے پاس قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا

سوال: [۴۰۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا از روئے شرع کیسا ہے؟ کیا کوئی شخص قبر کے پاس بیٹھ کر

قرآن شریف دیکھ کر پڑھ سکتا ہے؟

المستفتي: واجد الحق، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر کسی کو زبانی یاد نہیں ہے تو قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اس کو ایک رسم بنا لینا اور اس کا التزام کرنا درست نہیں ہے۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲۴۶/۷، جدید ڈابھیل ۲۶۴/۹، کفایت المفتی قدیم ۱۸۴/۴، جدید زکریا ۱۹۶/۴، جدید زکریا مطول ۶۰۳/۵)

(وجوزها) أی القراءة عند القبر (محمد وبه) أی بقول محمد (أخذ) للفتوىٰ لما فيه من النفع. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية فصل في المتفرقات، دارالكتب العلمية بيروت ۲۲۰، مصری قديم ۵۵۲/۲، الهندية، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زكريا ۱۶۶/۱)

من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (شرح الطيبی، كتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد كراچی ۳۷٤/۲، رقم الحديث: ۹٤٦، مرقاة، مكتبه امداديه ملتان ۳۵۳/۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجب ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۹۳۴/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۷/۱۴۱۷ھ

قبر پر بیٹھ کر قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا

سوال: [۴۰۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں قرآن کریم کا دیکھ کر پڑھنا جیسے والد صاحب کی قبر پر پڑھنا کیسا ہے؟ جواب سے مطلع کریں نوازش ہوگی؟

المستفتي: محمد اسلم عفی عنہ، مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: قبرستان میں یا کسی مخصوص قبر کے پاس عذاب میں تخفیف، خیرو برکت اور رحمت کی غرض سے قرآن کریم کی تلاوت دیکھ کر یا زبانی کرنا مستحب ہے۔

قال الخطابي: فیه دلیل علی استحباب تلاوة الکتاب العزیز علی القبور ؛ لأنه إذاکان یرجیٰ عن المیت التخفیف بتسبیح الشجر ، فتلاوة القرآن العظیم أعظم رجاءً وبرکة. (عمدة القاری ، کتاب الوضوء ، باب من الکبائر أن لا یستتر من بوله ، بیروت قدیم ۳/۱۱۸، زکریا ۲/۵۹۸، تحت رقم الحدیث /۲۱٦)

ولایکره الدفن لیلاً وله إجلاس القار ئین عند القبر وهو المختار ، وفی الشامیة : ولایکره الجلوس للقراء ة علی القبر فی المختار . (الدر مع الرد، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة ، مطلب في وضع الجرید ونحو الآس علی القبورزکریا۳/۱۵۵، ۱۵٦، کراچی ۲/۲٤٦، نعمانیه ۱/٦٦۸، عالمگیری، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریا۱/۱٦٦، جدید۱/۲۲۷، نفع المفتی والسائل/۱۲۳)

وفی البحر لا بأس بقرأء ة القرآن عند القبور وربما تکون أفضل من غیره ویجوز أن یخفف اللّٰه عن أهل القبور شیئاً من عذاب القبر .(البحرالرائق ، کتاب الصلاۃ، قبیل باب الشهید کوئٹه ۲/۱۹۵، زکریا۲/۳٤۲)

اور نفس قبر پر بیٹھنے کو بعض فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔

ویکره الجلوس علی القبر ووطؤه الخ. (شامی ، کتاب الصلاۃ، باب صلا ة الجنازة ، مطلب فی إهداء ثواب القراء ة للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم زکریادیوبند۳/۱۵٤، کراچی ۲/۲٤۵، نعمانیه ۱/٦٦۷)

البتہ یہ اعتقاد رکھنا کہ قرآن کریم کو وہاں لے جائے یا عندالقبر پڑھے بغیر ثواب نہیں پہونچتا ہے تو یہ بدعت اور ممنوع ہے۔

من اعتقد الوجوب فی أمرٍ لیس بواجب شرعاً أو عمل معاملة الواجب معه یکون هذا خطأ من الشیطان و بدعة مذمومة . (بذل المجهود، کتاب الصلاة، باب کیف الانصراف من الصلاة، سهارنپور قدیم ۲/۱۵٦، دارالبشائر الإسلامیه جدید ٤/٦٧٧، تحت رقم الحدیث /١٠٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/ ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۳۵۱)

قبر پر قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا

سوال: [۴۰۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر ایصال ثواب کیلئے قرآن کریم یا پارہ میں دیکھ کر تلاوت کرنا کیسا ہے؟ اسی طرح تلاوت کھڑے ہو کر کرنی چاہئے یا بیٹھ کر؟ نیز قبر کی کس جانب ایصال ثواب کرنے والے کو بیٹھنا یا کھڑا ہونا چاہئے؟ مفصل بیان فرمائے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زبانی یاد ہو تو زبانی ہی پڑھنا چاہئے، لیکن اگر زبانی یاد نہیں ہے تو قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۶/۴۲، جدید ڈابھیل ۹/۲۶۴، کفایت المفتی قدیم ۴/۱۸۴، جدید زکریا ۴/۱۹۶، جدید زکریا مطول ۵/۲۰۳)

قراءة القرآن عند القبور ، عند محمد رحمه الله تعالیٰ لایکره ، ومشایخنا رحمهم الله تعالیٰ أخذوا بقوله . (هندیه ، الباب الحادی والعشرون ، فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریا ۱/۱٦٦، جدید ۱/۲۲۷)

وأخذ من ذلک جواز القراءة علی القبر ، والمسئلة ذات خلاف – إلیٰ– وقال محمد تستحب لورود الآثار وهو المذهب المختار . (حاشیة

الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، کتاب الصلاۃ، باب أحکام الجنائز، فصل في زیارۃ القبور ، دارالکتاب دیوبند / ٦٢١)

نیز میت کے پیروں کی طرف سے کھڑے ہوکر ایصال ثواب کرنا بہتر ہے۔

ثم من آداب الزیارۃ ، ماقالوا: من أنه یأتی الزائر من قبل رجلي المتوفیٰ لا من رأسه لاخ. (شامی ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ ، مطلب فی زیارۃ القبور کراچی ٢/٢٤٣، زکریا دیوبند ٣/١٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۵۰۶۱)

ایصال ثواب کیلئے تیجہ اور سوا لاکھ کلمہ طیبہ پڑھنا

سوال: [۴۰۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی کی وفات کے بعد تیسرے دن جو تیجہ کیا جاتا ہے، یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ نیز سوا لاکھ مرتبہ کلمہ شریف ختم کرنے کا ثواب میت کو ہوگا یا نہیں؟ اور کیا اس کا ختم کرنا تیجہ میں شامل ہے؟ مفصل ومدلل بیان فرمائیں؟

المستفتي: تصدق حسین، کھرک پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی کی وفات پر بلا وقت اور دن کی تعیین کے میت کیلئے کسی بھی طرح کا ایصال ثواب کرنا خود میت کے حق میں بھی مفید ہے اور ایصال ثواب کرنے والے کے حق میں بھی لہذا سوا لاکھ مرتبہ کلمہ شریف کا ختم کرنا یہ بھی ایصال ثواب میں شامل ہے، اور اس کا نام تیجہ نہیں بلکہ وفات کے تیسرے دن جو التزامات کئے جاتے ہیں، اس کو تیجہ کہا جاتا ہے، اسکا قرآن وحدیث میں کہیں ثبوت نہیں لہذا یہ شرعاً جائز نہیں، اسلئے کہ تیجہ دسواں بیسواں وغیرہ کا التزام مسلمانوں میں اہل ہنود سے آیا ہے۔

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع . (شامی ، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، ، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت زکریا۳/۱٤۸، کراچی ۲/۲٤۰، بزازیه علی الهندیه ، الصلاة، الخامس والعشرون فی الجنائز، وفیه الشهید زکریا٤/۸۱۹، جدید۱/٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۵/۷۲۲۱)

کلمۂ طیبہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا

سوال: [۴۰۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انتقال کے بعد غیر متعین دنوں میں سوا لاکھ مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھ کر بخشتے ہیں اور پھر ان کو کھلا کر رخصت کرتے ہیں؟ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

المستفتي: محمد یونس، علی گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایصال ثواب کی نیت سے غیر متعین طور پر اور تیجہ وغیرہ کے لوازمات کو چھوڑ کر کلمۂ طیبہ پڑھنا درست ہے، اس کا ثواب میت کو پہونچتا ہے آہستہ پڑھنا افضل ہے لیکن اس میں تیسرے دن کی خصوصیت جائز نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ۱۷/ ۴۵۱، ۱۷/ ۴۴۵، جدید ڈابھیل ۹/۲۴۴)

والأصل فیه أن الإنسان له أن یجعل ثواب عمله لغیره صلاة أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذکراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرةً أو غیر ذلک عند أصحابنا للکتاب والسنة . (البحرالرائق ، کتاب الحج ، باب الحج عن الغیر ، زکریا۳/۱۰٥، کوئٹه ۳/٥۹، الهدایه ، کتاب الحج ، باب الحج عن الغیر اشرفیه

دیوبند ١/١٩٦، الفتاویٰ التاتار خانیه، کتاب المناسك، الفصل الخامس عشر فی الرجل یحج عن الغیر، زکریا٣/٦٤٨، رقم: ٥٢٤٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٣ ربیع الثانی ١٤١٨ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٣/ ٥٢٤٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٣/٤/١٤١٨ھ

نماز، روزہ اور مالی صدقہ کا ثواب مرحومین کو بخشنا

سوال: [٤٠٣٢]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (١) کوئی نفل نماز اپنے والدین کے لئے پڑھ کر بخشی جائے تو اسکا ثواب مردے کو ملتا ہے یا نہیں؟

(٢) کوئی پیسہ روپیہ مسجد کی تعمیر میں اپنے کسی بزرگ یا کوئی شخص بھی اسکوان روپیوں کا ثواب اگر بخشا جائے تو ملتا ہے یا نہیں؟

(٣) کوئی بھی صدقات وغیرہ مرحومین کی جانب سے کرنے پر اس کا ثواب مرحومین کو ملتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: عزیز الحسن، امروہہ گیٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نفل نماز پڑھکر اپنے والدین کو اس کا ثواب پہونچانے سے والدین کو ثواب پہنچ جاتا ہے، اور ان کو فائدہ ہوتا ہے۔

الأصل أن كل من أتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره، وإن نواها عند الفعل لنفسه وتحته في الشامية سواءً كانت صلاة أو صوماً أو صدقةً أو قراءةً أو ذكراً أو طوافاً، أو حجاً، أو عمرةً أو غير ذلک الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، زکریا ٤/١٠، کراچی ٢/٥٩٥)

(٢) جی ہاں ملتا ہے۔

(۳) جی ہاں اس کا ثواب مرحومین کومل جاتا ہے، جیسا کہ سوال ایک میں گزرا۔
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۰۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۰/۱۲/۱۸ھ

تراویح میں پڑھے گئے قرآن شریف کا ثواب بخشنا

سوال: [۴۰۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تراویح میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے کیا اس کا ثواب قرابت دار مرحومین کو پہونچا سکتے ہیں یا نہیں؟
المستفتي: عبداللہ طارق، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جی ہاں مرحومین کو قرآن کریم پڑھنے کا ثواب پہونچایا جاسکتا ہے، حدیث سے ثواب پہونچانا ثابت ہے۔

إن المرأة سألت النبي ﷺ عن أبيها مات ولم يحج قال حجي عن أبيک ، الحديث : (نسائی شریف، مناسك الحج ، تشبيه قضاء الحج بقضاء الدين ، النسخة الهندية ۲/ ۳، دارالسلام رقم: ۲٦٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ر محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴٦۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۱/۲۸ھ

چنے پڑھوا کر ایصال ثواب

سوال: [۴۰۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی والدہ کافی ضعیف ہوچکی ہیں، بچنے کی امید نہیں ہے، زید کی یہ خواہش ہے کہ والدہ ہی

کی زندگی میں ان کے نام ایصال ثواب کردیں، چنانچہ زید گاؤں کے مکتب کے بچوں اور چند علماء کو اپنے گھر دعوت دیکر قرآن خوانی کراتا ہے، اور چنے پڑھواتا ہے، اور پھر ان چنوں میں شکر وغیرہ ملا کر کلمہ خوانی کے بعد تمام لوگوں اور بچوں میں شیرینی کے طور پر تقسیم کرتا ہے، اور کلمہ پڑھے ہوئے چنوں میں سے کچھ چنے پکواتا ہے، اور پھر باضابطہ آئے ہوئے علماء طلبہ اور گاؤں کے لوگوں کو بیٹھا کر ناشتہ اور کھانا کھلاتا ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زندہ آدمی کیلئے مذکورہ طریقہ پر ایصال ثواب کرنا علما طلبا اور گاؤں کے لوگوں کو ایسے موقع پر بیٹھا کر کھلانا اور کھانا اور کلمہ پڑھے ہوئے چنے کا تمام لوگوں میں تقسیم کرنا اور کچھ چنے پکوا کر آئے ہوئے لوگوں کو کھلانا شرعاً کہاں تک درست ہے؟ سوال مذکورہ کا مدلل ومحقق جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتي: محمد شفیق الرحمٰن، سعید نگر، بواری ٹولہ، پورنیہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایصال ثواب زندہ مردہ دونوں کیلئے کیا جا سکتا ہے، لہٰذا اگر زید کی والدہ ضعیف ہے اور وہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے افاقہ کیلئے کلمہ خوانی یا قرآن خوانی یا دیگر عبادات وغیرہ کے ذریعہ ایصال ثواب کرائے تو یہ شرعاً جائز اور درست ہے لیکن سوال میں ذکر کردہ طریقہ کہ چنے پڑھ کر کھلانا یہ شرعاً ثابت نہیں؟ یہ لوگوں کی من گڑھت بدعت ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: دارالعلوم ۵/ ۴۳۷، امداد الفتاویٰ ۵/ ۲۶۱)

من صام أو صلّى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت واهداء ثوابها له کراچی ۲/ ۲۴۳، زکریا ۳/ ۱۵۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رشعبان ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۳۶۸)

درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب

سوال: [۴۰۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص درود شریف وغیرہ پڑھکر ثواب پہونچائے کسی میت کو تو پہنچ جائیگا یا نہیں؟

المستفتي: محمد ہاشم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کوئی بھی نیک عمل کر کے مثلاً نماز روزہ، صدقہ خیرات، درود شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہونچنے کی نیت کرنے سے ثواب پہونچ جاتا ہے۔

من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، اللّٰهم أوصل مثل ثواب ما قرأته لفلان . (شامی، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له كراچی ۲/ ۲۴۳، زكريا ۳/ ۱۵۲، الموسوعة الفقهيةالكويتية ۱۶/ ۴۵)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۸۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/ ۷/ ۱۴۲۱ھ

ایصال ثواب کی نیت سے مسجد میں صفیں خرید کر دینا

سوال: [۴۰۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی شخص کے گھر موت ہوگئی اب وہ شخص دسواں وتیجہ نہ کرتے ہوئے اس پیسہ کی صفیں خرید کر میت کے واسطے ایصال ثواب کی نیت سے مسجد میں پہونچادے تو کیا ان صفوں پر نماز ادا ہوسکتی ہے اگر نہیں ادا ہوسکتی تو ان پیسوں کا مصرف کیا ہے؟

المستفتی: سراج الحق، سرجن نگر، ٹھاکردوارہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تیجہ دسواں وغیرہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر کوئی اتنا پیسہ اپنی خوشی سے برائے ایصال ثواب مسجد میں صفیں خرید کر دیتا ہے، تو جائز اور درست ہے ان شاء اللہ میت کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہونچنے کی امید ہے۔

عن أنس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: سبع یجری للعبد أجرهن من بعد موته، وهو في قبره، من علم علما، أو کری نهراً أو حفر بئراً، أو غرس نخلا، أو بنی مسجداً، أو ورث مصحفاً، أو ترک ولداً یستغفر له بعد موته.

(مسند البزار، مکتبه العلوم والحکم ۱۳/۴۸۳، رقم: ۷۲۸۹)

الأصل أن کل من أتی بعبادة ماله جعل ثوابها لغیره وتحته فی الشامی سواء کانت صلوٰة أو صوماً، أو صدقة الخ. (درمختار مع الشامی، کتاب الصلاۃ، باب الحج عن الغیر زکریا ۴/ ۱۰، کراچی ۲/ ۵۹۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۱۰۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۳/۱۴۱۳ھ

بلا وضو کئے ایصال ثواب کرنا

سوال: [۴۰۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بغیر وضو کئے مردوں کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ثواب میں کسی قسم کی کمی تو نہیں ہوگی؟

المستفتي: محمد احمد، فیض گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر قرآنی آیات زبانی پڑھکر یا ذکر واذکار کے ذریعہ ایصال ثواب کرتا ہے تو اس کیلئے وضو ضروری نہیں بلا وضو بھی ایصال ثواب ہو جائیگا، اور

پورا پورا ثواب ملے گا، لیکن وضو کرنے کی صورت میں الگ سے وضو کا بھی ثواب ملیگا۔

یجوز للمحدث الذی یقرأ القرآن. (البحر الرائق کتاب الطهارة باب الحیض زکریا۱/۳۵۱، کراچی ۱/۲۰۲، وهکذا فی الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلاة، والتسبیح وقراءة القرآن قدیم زکریا۵/۳۱۷، جدید ۵/۳٦۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ر شعبان ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ٦۸۸۹)

نماز جنازہ کے بعد ایصال ثواب کیلئے اعلان کرنا

سوال: [۴۰۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل کی تیز رفتار زندگی اور اس میں بھی شہری زندگی ایسی ہے کہ آدمی اپنے گھر والوں کو ہی مشکل سے وقت دے پاتا ہے، چہ جائیکہ کسی اور کو وقت دے ایسے حالات میں اگر کسی کا انتقال ہوجائے، تو ایصال ثواب کیلئے مستقل وقت نکالنا بھاری کام ہے، کیونکہ آدمی اپنے لئے ہی قرآن نہیں پڑھتا چہ جائیکہ دوسرے کیلئے وقت نکالے اب اگر نماز جنازہ کے بعد اعلان کر دیا جائے کہ فلاں مسجد میں مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی رکھی گئی ہے، اور اس میں شیرینی وغیرہ کا قطعاً کوئی انتظام نہ کیا جائے، تو کیا یہ بھی ممنوع ہے، کیونکہ اس طرح اعلان کر دینے جگہ اور وقت مقرر کر دینے سے آدمی اپنے کام آگے پیچھے کر کے ایصال ثواب کیلئے پہونچ ہی جاتا ہے، بغیر کسی التزام کے اس طرح قرآن خوانی کرنا کس درجہ کا ممنوع ہے، حرام ناجائز یا مکروہ؟

المستفتي: محمد زید مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز جنازہ کے بعد قرآن خوانی اور ایصال ثواب

کیلئے لوگوں کی سہولت کی غرض سے کسی خاص وقت اور جگہ کا اعلان کر دیا جائے، تاکہ اس وقت لوگ جمع ہوکر تلاوت کرلیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں، بدعت اور ناجائز اس صورت میں ہے، جبکہ اس کام کیلئے کسی خاص دن کی تعیین کرلی جائے، اور اس دن کا التزام کیا جائے، جیسا کہ تیسرے دن تیجہ کے طور پر کیا جائے، اور دسویں دن دسویں کے طور پر کیا جائے، یہ ہندؤوں کی رسم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۳/۹۲)

يكره القوم أن يقرؤا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والانصات، وقيل: لا بأس به. (طحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، دارالكتاب ديوبند/۳۱۸، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۳/ ۶۲، حلبی كبيري، كتاب الصلاة، القراءة خارج الصلاة، اشرفيه ديوبند/ ۴۹۷، ۳۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲؍رجب ۱۴۲۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۶۶۰)	۲؍۷؍۱۴۲۹ھ

کسی دوسرے مقام پر ایصال ثواب اور کھانا

سوال: [۴۰۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے، اسکے وارثین ایصال ثواب کی نیت سے دس بیس پڑھنے والوں کو بلاکر کلام پاک پڑھواتے ہیں، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) ایک شخص رمضان کے مہینہ میں یا کسی اور مہینہ میں ثواب کی نیت سے یا برکت کی نیت سے دس بیس افراد کو بلوا کر اپنے گھر کلام پاک پڑھواتا ہے، تو اسمیں کلام پاک کا پڑھوانا کیسا ہے؟ اور اپنی خوشی سے ان کو افطار یا ناشتہ کراتا ہے اسکے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتي: منشی امام الدین، قصبہ راجہ کا تاجپور، ضلع: بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :ایصال ثواب کیلئے کلام پاک پڑھوانا جائز ہے یہ باعث خیر وبرکت ہے چاہے رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں مگر اس موقع پر اگر شیرینی کھانا دعوت وغیرہ کا سلسلہ ہے تو نہ ثواب کی امید ہے اور نہ ہی خیر وبرکت کی ۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۴۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ رشوال ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۳/۵۴۶۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۰/۲۱ھ

ایصال ثواب کے لئے دن کی تعیین کرنا

سوال: [۴۰۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا انتقال ہوتا ہے، بعدہٗ اس کے ورثاء ان کے ایصال ثواب کے واسطے تین دن متعین کر کے قرآن خوانی یا چلہ کی صورت میں اجتماع قائم کر کے میت کے حق میں بخشواتے ہیں تو کیا یہ درست ہے یا نہیں؟ یا پھر بغیر دن متعین کئے ایسا کرتے ہیں، تو کیا جائز ہے یا ناجائز؟ اس کی صحیح صورت شریعت میں کیا ہے؟

المستفتي: عزیز الرحمٰن، ۲۴ر پرگنہ، متعلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایصال ثواب باعث اجر وثواب اور باعث خیر وبرکت ہے، اس سے میت کو ثواب پہونچتا ہے، مگر اس میں مخصوص دن کی تعیین کرنا شریعت سے ثابت نہیں، خاص دن کی تعیین بدعت اور ممنوع ہے، ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ بغیر کسی رسم ورواج کی پابندی اور دعوتی اہتمام کے عزیز واقرباء ایصال ثواب کی غرض سے قرآن خوانی کر کے اس کا ثواب میت کو پہونچا دیں تو انشاء اللہ میت کو بھی ثواب پہونچے گا، اور پڑھنے والوں کے لئے بھی باعث اجر وثواب ہوگا۔

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع (إلی قوله) واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقرأة سورة الانعام، أو الإخلاص . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت زکریا۳/۱٤۸، کراچی ۲/۲٤۰، فتاویٰ دارالعلوم ٥/٤٥٦)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۴۷۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۳/۱۴۱۷ھ

مروجہ اجتماعی قرآن خوانی سے متعلق چند سوالات

سوال: [۴۰۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موجودہ زمانے میں قرآن خوانی کا رواج بہت زیادہ بڑھتا جارہا ہے، یعنی اگر دوکان یا کارخانہ شروع کریں، یا سفیدی کرائیں، یا اپنا مکان بنائیں، یا کوئی جائیداد خریدیں، یا کسی کا انتقال ہوجائے، یا کوئی بیمار ہوجائے، یا کوئی مشین چالو کریں، یا عقیقہ کریں، یا ختنہ کرائیں، یا کسی کی شادی ہو، اس قسم کے اور بہت سے امور میں قرآن خوانی ضروری سمجھتے ہیں، کیا یہ قرآن خوانی جائز ہے، جو بہت سے نقصانوں کا سبب ہے؟

(۱) مدارس اسلامیہ ومساجد میں مستقل قرآن خوانی کے لئے دس پندرہ یوم پہلے بکنگ کرائی جاتی ہے، اسلئے کہ اس سے پہلے نمبر ہی نہیں آتا، جبکہ ایک دن میں کئی جگہ قرآن خوانی کرانی پڑتی ہے، اور بعض دفعہ بچوں کو دور دراز بھی جانا پڑتا ہے، اور مدارس میں بچوں کی تعلیم کا وقت صبح ۷؍بجے سے گیارہ بجے تک اور ظہر سے عصر تک اور مغرب سے عشاء تک ہوتا ہے، اور درمیان میں جو تھوڑا بہت وقت ملتا ہے اسمیں طلباء اپنی دوسری ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں، جو ان کا حق ہے، اور ضروری بھی ہے، دریافت طلب امر یہ

ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بچوں کو ایسے وقت بھیجا جائے جس سے بچوں کی تعلیم کا نقصان نہ ہو، تو اب کونسا ایسا وقت ہے جس میں بچوں کو قرآن خوانی کیلئے بھیجا جائے، یعنی ان کی تعلیم کو ضائع کیا جائے یا ضرورت کو؟

(۲) کیا اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے میں بھی قرآن خوانی کا ایسا ہی رواج تھا، صحابہ کرام بھی کاروبار کرتے تھے، مکان بھی بناتے تھے، شادی بیاہ بھی کرتے تھے، بیماری وموت بھی واقع ہوتی تھی، کیا صحابۂ کرامؓ نے بھی کسی کی موت یا اور موقع پر اس طرح قرآن خوانی کرائی ہے؟ کیا اس کا کسی کتاب میں کوئی ثبوت ہے؟

(۳) مروجہ قرآن خوانی خواہ ایصال ثواب کیلئے ہو یا کسی اور غرض کے لئے جس میں ختم قرآن کے بعد کھانے یا چائے وغیرہ کی دعوت کی جاتی ہے یا کہیں نقدی رقم دی جاتی ہے، یہ پڑھنے اور پڑھوانے والوں کے لئے جائز ہے؟ اجرت میں داخل تو نہیں؟

(۴) کیا اسطرح قرآن خوانی کرانا یعنی کھانے پینے اور رقم کے لئے ریا تو نہیں؟

(۵) اس طرح جمع ہوکر قرآن خوانی کا شرعاً کیا جواز اور کیا مقام ہے؟

المستفتي: اللہ مہر، ناظم جامعہ اسلامیہ چنڈ بڑی روڈ،
تحصیل خاص، قصبہ بڈھانا، ضلع: مظفر نگر، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) بلا التزام مالا یلزم فی نفسہ قرآن کریم کی تلاوت خواہ ایصال ثواب کے لئے ہو یا سوالنامہ میں درج شدہ مواقع میں خیر وبرکت کے لئے ہو بہت زیادہ ثواب وبرکت کے ساتھ اہمیت رکھتی ہے، لیکن کسی کے یہاں جا کر اجتماعی قرآن خوانی کو لازم وضروری سمجھنا دس پندرہ یوم پہلے سے بکنگ کرانا بچوں کی تعلیم جو انکا اصل مشغلہ ہے، اس میں حرج ڈال کر دن میں کئی کئی دفعہ کئی جگہ اور دور دراز اسکے لئے جانا نیز قرآن خوانی میں بدعنوانیاں وغیرہ وغیرہ خرافات کی بنا پر مروجہ قرآن خوانی ناجائز اور بدعت سیئہ ہے، علاقہ کے دینی ذمہ دار افراد کو چاہئے کہ اس قسم کی رسومات پر روک تھام اور

پابندیاں عائد کردیں، نیز ارباب مدرسہ کا فرض ہے کہ بچوں کو ہرایسی چیز سے محفوظ رکھیں جو ان کی تعلیم میں نقصان دہ ہوچاہے وہ چیز فی نفسہ اچھی کیوں نہ ہو،ان کے لئے تعلیم سے اہم کوئی چیز نہیں ہے، اتفاقاً اگر ختم قرآن کریم کی نوبت آجائے تو بچوں کو بھیجنے کے بجائے مدرسہ ہی میں قرآن کریم پڑھکر ثواب پہونچا دیا کریں ،مروجہ لوازمات وبدعنوانیوں کی بنا پر بعض فقہاء نے اجتماعی قرآن خوانی کو ناجائز اور مکروہ قرار دیا ہے، چاہے سوالنامہ میں درج شدہ مواقع ووجوہات کے بغیر کیوں نہ ہو۔

عن المحيط من المشايخ من قال قراء ة القرآن بالجماعة جهراً ويسمىٰ بالفارسية سپاره خواندن مكروه الخ . (نفع المفتی والسائل /۱۲٤، المحیط البرهاني ، كتاب الكراهية والإستحسان ، الفصل الرابع ، الصلاة والتسبيح وتلاوة القرآن والذكر ، المجلس العلمي جديد ۷/۵۱۳ ، رقم: ۹٤۵۲)

ومن المشايخ من قال قراء ة القرآن بالجماعة بالأجزاء الثلاثين مكروهة لما فيه من الغلط (قوله) قراء ة القرآن للدنيا مكروهة الخ. (البنايه ، كتاب الكراهية مسائل متفرقة ،اشرفيه ديوبند۱۲ /۲۳۷)

(۲) آنحضرت ﷺ کے دور میں مروجہ قرآن خوانی کا ثبوت کسی معتبر کتاب میں نظر سے نہیں گذرا اور نہ اسکی نظیر ملی ہے۔

(۳) مروجہ قرآن خوانی چاہے ایصال ثواب کیلئے ہو یا سوالنامہ میں درج شدہ وجوہات میں سے کسی کے لئے یا کسی اور غرض کیلئے ہرصورت میں شیرینی تقسیم کرنا، چائے پلانا، کھانا کھلانا، نقدی رقم دینا سب ناجائز اور حرام ہے، اور قرآن خوانی کی اجرت میں داخل ہے، قرآن کریم کو بے وقعت بنا کر چند پیسوں کے عوض بیچنے کے مترادف ہے، اس سے احتراز لازم اور واجب ہے، کھانے والے کھلانے والے لینے والے اور دینے والے سب سخت گناہ کے مرتکب ہوں گے۔

الآخذ والمعطى آثمان الخ. (البنايه ، كتاب الكراهية مسائل متفرقة ،اشرفيه

دیو بند۲ ۱/۲۳۷)

یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراء ة سورة الإنعام أو الإخلاص (إلیٰ قوله) وأطال فی ذلک فی المعراج وقال وهذا القرآن وغیر ذلک مماهو شاهد فی هذه الأزمان وما کان کذلک فلا شک فی حرمته الخ. (شامی ، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة ، مطلب فی الکراهیة الضیافة من أهل المیت زکریا ۱۴۸/۳، ۱۴۹، کراچی ۲۴۰/۲، کوئٹه ۶۶٤/۱)

نیز اس زمانہ میں کھانا چائے وغیرہ بھی بلاشرط اجرت ہی ہے، کیونکہ اگر انتظام نہ کیا جائے تو آئندہ جانے سے اعراض کریں گے، جیسا کہ مشاہدہ میں آیا ہے، تو عرف میں اس کو اجرت کہا جائے گا۔

المعروف کالمشروط الخ .(رسم المفتی قدیم /۹٤)

(۴) جی ریا میں داخل ہے۔

وهذه الأفعال کلها للسمعة والریاء الخ. (شامی ،زکریا۱۴۸/۳، کراچی ۲۴۰/۲)

(۵) ناجائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/رجب ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۱۴/۲۴)

قرآن خوانی کیلئے اعلان اور لوگوں کو جمع کرنا کیسا ہے؟

سوال: [۴۰۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم گجراتی جنکے باپ دادا یہ کام کرتے آئے ہیں کہ ہمارے گھروں میں جب کسی آدمی کا انتقال

ہوجاتا ہے، تو تیسرے چوتھے روز لوگوں کو جمع کر کے قرآن پاک کی تلاوت فرما کر مرحوم کیلئے ایصال ثواب اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں، اگرچہ اس عمل کو معین دن اور وقت اور اہتمام کی بنا پر علماء دیوبند منع فرماتے ہیں، لیکن یہی گجراتی حضرات ہندوستان چھوڑ کر یہاں انگلینڈ پہونچے اور ساتھ ساتھ وہ طور وطریقے جو وطن میں کرتے تھے، وہ ساتھ ہیں لیکن یہاں ان میں تھوڑی سی اصلاح ہوئی اور وہ یہ ہے کہ جب کبھی کسی کے یہاں پر انتقال ہوتا ہے یا ہندوستان سے اپنے عزیز اور رشتہ داروں کے انتقال کی خبر آتی ہے تو خاص کر جمعہ کے دن اور گاہ گاہ کسی دوسرے دن مسجد کے امام صاحب اعلان فرماتے ہیں کہ مرحوموں کے ایصال ثواب کے لئے یٰسین شریف کا ختم ہوگا اس اعلان کے بعد جن صاحبان کے پاس فرصت اور وقت ہوتا ہے وہ مسجد میں نماز کے بعد بیٹھ جاتے ہیں، اور وہ بھی سو میں سے پانچ فی صد بیٹھتے ہیں، اور پانچ دس منٹ بیٹھ کر یٰسین پاک پڑھتے ہیں ، اور دعا فرما کر مجلس برخاست ہوجاتی ہے، اور اسکے بعد کوئی شیرینی وغیرہ کی تقسیم نہیں ہوتی ہے، اور مرحوم کے گھر جا کر کھانا وغیرہ کا اہتمام نہیں ہوتا اور تیسرے چوتھے روز گھر پر جمع ہوکر جو اہتمام وطن میں کرتے تھے وہ ختم ہوگیا ، اور لوگ اطمینان کر لیتے ہیں کہ ہم نے اپنے مرحوموں کیلئے ایصال ثواب کرلیا مزید اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔

نوٹ: یہ اعلان بعض مرتبہ کئی جمعہ تک مسلسل چلتا ہے کیونکہ یہاں پر علاقہ میں بہت سارے دیہاتوں کے لوگ رہتے ہیں، اور کسی نہ کسی کے انتقال کی خبر آتی رہتی ہے، اسلئے مسلسل چلتا ہے، اس کے باوجود کوئی جمعہ خالی بھی ہوجاتا ہے، اور جمعہ ہی کو یہ اعلان ہو ضروری نہیں ہے، دوسرے دنوں میں بھی چل سکتا ہے، لیکن جمعہ کو زیادہ تر اعلان اسلئے ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن لوگ زیادہ جمع ہوتے ہیں، ورنہ دوسرے دنوں میں بھی اعلان ہوسکتا ہے، اور کبھی کبھی ایسا ہوتا بھی ہے، اب اس معاملہ میں ہمارے یہاں ایک نوجوان عالم دین جو جلال آباد سے فارغ ہوکر تشریف لائے ہیں، اور ہمارے یہاں دین کی خدمت کرتے ہیں، انہوں نے اعلان کیا کہ ہمارے یہاں یہ طریقہ جو اعلان کر کے جمع

ہوکر یٰسین شریف پڑھتے ہیں یہ بدعت ہے اسکو بند کروتو اس طرح اعلان کر کے جمع ہوکر پڑھنا بند کر دیا، لیکن لوگوں کو ان کے اس اعلان پر اطمینان نہیں، کیونکہ جب دوسرے علماء کرام جو یہاں پر ہیں اور وہ علماء کرام جو ہندوستان و پاکستان سے تشریف لاتے ہیں، ان میں سے بعض اور وہ بھی جید اور سالہا سال سے بڑی بڑی درسگاہوں میں خدمات پر مامور ہیں ان سے اس بارے میں سوال کرتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں، پڑھ سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ساتھ ساتھ لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر یٰسین شریف اس طرح پڑھنا بدعت ہے تو یٰسین شریف پڑھنے کا اہتمام دارالعلوموں میں اور خانقاہوں میں اور مرکزوں میں کیوں کرتے ہیں، ان وجوہات کی بنا پر لوگوں کو اطمینان نہیں ہے، ہاں بعض ایسے بھی ہیں جو ہمارے اس عالم دین کے ہم خیال ہیں، ساتھ جن لوگوں کو اطمینان نہیں ہے، وہ اور وہ لوگ جو اپنے مرحوم کو ایصال ثواب خود نہیں کر سکتے انہوں نے وہی اہتمام جو وطن میں کرتے تھے اسکو پھر سے اپنے گھروں میں شروع کر دیا ہے، یعنی تیسرے چوتھے روز لوگوں کو گھروں میں جمع کرتے ہیں، اور قرآن خوانی کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ دودھ اور کھانا پینا شروع ہوگیا ہے، اور بعض جگہ پر بدعتی مسجد کے امام اور بچوں نے ہمارے صحیح العقائد لوگوں کے گھروں میں آکر ختم پڑھنا اور دعا کرنا شروع کر دیا ہے، کیونکہ وہ تو کام اور اہتمام کے عادی ہیں اور ہمارے بچے اور علماء کسی کے گھر پر جاتے نہیں ہیں، یٰسین شریف اس طرح پڑھنا بدعت ہے تو اس سے بڑی بڑی بدعتیں جو ہمارے یہاں ہمارے گھروں میں یہاں پر پہلے نہیں تھیں وہ شروع ہوگئیں ہیں، اگر دو مصیبتیں ہوں تو چھوٹی اور آسان کو اختیار کر لیں کیونکہ ان دونوں بدعتوں میں چھوٹی اور آسان بدعت کو کر لینے سے بڑی بدعتوں سے بچ جانا اچھا ہے۔

حضرت اقدس مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کے فتاویٰ محمودیہ ۶/ ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷ کے سوال وجواب سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

المستفتی: اسماعیل احمد مکوریا، دارالعلوم کنتھاریا، بھروچ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ختم قرآن بہت مبارک اور باعث خیر وبرکت ہے، اور ختم قرآن کریم کے ذریعہ ایصال ثواب بھی جائز اور اس کا ثواب میت کو پہنچنے کی قوی امید ہے، لیکن ختم شریف کیلئے تداعی اور اعلان کو امداد الفتاویٰ ۴/۵۶۰، احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۲، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/۱۸۲، جدید زکریا ۳/۳۱ نفع المفتی والسائل/۱۲۴، میں مکروہ اور بدعت نقل کیا ہے۔

إن ختم القرآن بالجماعة جهراً ويسمىٰ بالفارسية سپاره خواندن مكروه الخ. (نفع المفتی / ١٢٤)

نیز فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراهية، الباب الرابع في التسبيح وقراءة القرآن الخ زکریا ۵/ ۳۱۷ میں بھی مکروہ نقل فرمایا ہے، البتہ فتاویٰ محمودیہ قدیم ۶/ ۱۳۶، جدید ڈابھیل ۳/۹۲ میں طحطاوی علی المراقی کی عبارت سے استدلال کرکے اسکی گنجائش نقل فرمائی ہے، اور سوالنامہ میں جو صورت حال نقل کی گئی ہے، کہ جمعہ کو ختم یاسین شریف کا سلسلہ ختم ہونے کی وجہ سے باقاعدہ گھر گھر مٹھائی شیرینی کھانا و دعوت وغیرہ کے لوازمات کیساتھ ختم قرآن کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، تو اسکو ختم کرنے کیلئے جمعہ میں ختم قرآن اور تعزیت کا اعلان کرنے کی گنجائش ہے۔

إن من ابتلىٰ ببليتين وهما متساويان يأخذ بأيتهما شاء وإن اختلفا يختار أهونهما الخ. (الإشباه قديم /١٤٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸/ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۱۵۷)

قرآن خوانی کیلئے اعلان کرکے بلانا

سوال: [۴۰۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

ہمارے مدن پورہ کا یہ دستور ایک مدت سے چلا آرہا ہے، کہ میت کو قبرستان میں دفن کر کے فارغ ہونے کے بعد یہ اعلان کیا جاتا ہے، کہ کل صبح قرآن خوانی ہے، اور کلمۂ طیبہ کا ختم ہے، آپ سب حضرات شرکت فرمائیں، چنانچہ حسب اعلان قرآن خوانی ہوتی ہے اور ختم کلمۂ طیبہ ہوتا ہے، اس پر اب موجودہ دور میں کچھ حضرات کو اعتراض ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ قبرستان میں اعلان درست نہیں ہے، نیز یہ بھی کہتے ہیں، کہ قرآن خوانی کیلئے اس طرح عام اعلان کر کے خواہ وہ قبرستان میں ہو یا گھر پر پہونچ کر ہو یا لوگوں کے گھر جا کر ہو درست نہیں ہے، آپ از روئے شرع مدلل ومفصل جواب مرقوم فرمادیں۔

المستفتي: حاجی عبدالمجید، پانڈے حویلی، وارانسی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن خوانی کیلئے اس طرح اعلان کرنے کو حضرات تھانویؒ نے امدادالفتاویٰ میں مکروہ اور بدعت لکھا ہے، لہٰذا اعتراض کرنے والوں کا اعتراض درست ہے۔ (امدادالفتاویٰ زکریا ۴/۵۶۰، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/۱۸۱، جدید زکریا ۳/۳۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رشوال ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۶۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۱۰/۱۴۱۲ھ

ایصال ثواب کیلئے اجتماعی قرآن خوانی کا حکم

سوال: [۴۰۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسئلہ ایصال ثواب کیلئے اجتماعی قرآن خوانی کا ہے، میت کے ایصال ثواب کیلئے اجتماعی قرآن خوانی کا کیا ثبوت ہے، کیا مروجہ اجتماعی قرآن خوانی دور نبوی ﷺ میں رائج تھی، یا دور خلافت اور آثار صحابہ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ اگر نہیں تو اہل حق کے حلقوں میں اس کا رواج کیوں ہے، اکثر مدارس عربیہ میں بھی ایصال ثواب کیلئے

اجتماعی قرآن خوانی کرائی جاتی ہے، ایسا کیوں؟

المستفتی: شفیق احمد غازی، گوگاواں، مدھیہ پردیش

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب کرنا فی نفسہ درست اور مستحسن ہے لیکن مروجہ طور پر اجتماعی قرآن خوانی کہ قرآن پڑھنے کے بعد کھانا وغیرہ اس کا ثبوت شریعت مطہرہ میں نہیں ہے، لہٰذا جو لوگ مروجہ قرآن خوانی میں بذات خود شرکت کرتے ہیں یا بچوں کو بھیجتے ہیں، ان کو اس مسئلے سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اس طرح قرآن پڑھنے سے خود پڑھنے والوں کو ثواب نہیں ملتا تو وہ میت کو ثواب کہاں سے پہونچا سکتے ہیں۔

فالحاصل أن ماشاع فی زماننا عن قراءة الأجزاء بالأجرة لایجوز. (شامی، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاشدة، مطلب فی الإستیجار علی الطاعات کراچی ٦/٥٦، زکریا ٩/٧٧)

بل الضرر صار فی الإستئجار علیہ حیث صار القرآن مکسبا وحرفة یتجربها (وقولہ) فمن أین یحصل لہ الثواب الذی طلب المستأجر أن یھدیہ لمیتہ. (شرح عقود رسم المفتی سعیدیہ /٣٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/صفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۸۸۰۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۲۹ھ

قرآن خوانی میں تلاوت کے بعد کچھ سورتیں پڑھ کر دعا کرنا

سوال: [۴۰۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہت سے لوگ قرآن خوانی کرتے ہیں قرآن کی تلاوت کرنے کے بعد بعض لوگ کچھ سورتیں پڑھتے ہیں، کوئی الحمد کی سورة پڑھتا ہے کوئی دس سورتیں پڑھتا ہے، کوئی سورہ یاسین پڑھتا ہے، اس کے بعد دعا کرتے ہیں، کیا یہ طریقہ صحیح ہے قرآن وحدیث سے اس کا جواب دیجئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس کا ثبوت قرآن وحدیث اور ائمہ مجتہدین اور سلف خلف میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے، یہ بعد کے لوگوں کی ایجاد کردہ ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍رجب۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۸/ ۲۷۶۸)

گھر بلاکر قرآن خوانی کرانا

سوال: [۴۰۴۶]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلۂ ذیل کے بارے میں: کہ(۱) کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے،تو اس کے وارثین ایصال ثواب کی نیت سے اپنے گھر دس بیس افراد کو بلاکر قرآن شریف پڑھواتے ہیں، اس کا شرعاً کیاحکم ہے۔

(۲) ایک شخص رمضان شریف میں اپنے گھر دس بیس افراد کو بلا کر کلام پاک پڑھواتا ہے،ثواب یا برکت کی نیت سے اور اس کے بعد افطار کراتا ہے، اس طرح قرآن شریف پڑھنا اور پڑھوانا اور افطار کرانا اور کرنا کیسا ہے؟

(۳) ایک شخص غیر رمضان میں اپنے گھر دس بیس اشخاص کو بلا کر برکت اور ثواب کی نیت سے قرآن خوانی کراتا ہے اور اس کے بعد اپنی خوشی سے اور مہمان نوازی کے طور پر پڑھنے والوں کو ناشتہ کراتا ہے، اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے اور پڑھنے والوں کا قرآن خوانی کیلئے جانا اور ناشتہ کرنا کیسا ہے؟

المستفتي:منشی امام الدین،تاج پور،بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:ایصال ثواب کیلئے قرآن کریم کی تلاوت بہت اچھا عمل ہے،لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کے لوازمات نہ ہوں ، نیز رمضان وغیر

رمضان دونوں میں بغیر کھانا اور مٹھائی وغیرہ کے لوازمات کے باعث ثواب اور خیر و برکت ہے، مگر کھانا یا ناشتہ یا مٹھائی وغیرہ کے لوازمات کے ساتھ ثواب بھی نہیں ملے گا، اور خیر و برکت کا باعث بھی نہ ہوگا، بلکہ یہ بدعت ہی ہوتی ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ زکریا ۱/۳۶۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۱۵۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱/۱۴۱۸ھ

مدرسہ کے طلبہ سے ایصال ثواب کرانا

سوال: [۴۰۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موجودہ زمانہ میں مسلم قوم بالخصوص چھوٹے طبقہ میں علم کا فقدان ہے اور پڑھنے لکھنے کا شوق نہیں اور پڑھے لکھے بھی قرآن تیز نہیں پڑھ سکتے ایسی حالت میں چند حفاظ کرام اور ناظرہ خواں اسلامی مدرسہ کے بچوں کو ایصال ثواب کیلئے جمع کر کے قرآن خوانی کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن خوانی کے ذریعہ ایصال ثواب کرنا باعث اجر و ثواب ہے، مگر اس میں دعوت و شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا جائز نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۴/۱۲۲، جدید زکریا ۴/۱۳۶، جدید زکریا مطول ۵/۵۷۳)

فالحاصل: إن اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لأجل الأكل يكره. (البزازيه على الهندية الخامس والعشرون في الجنائز، قبيل السادس والعشرون في حكم المسجد زكريا ٤/ ٨١، جديد ١/ ٥٤)

ومنها الوصية من الميت باتخاذ الطعام والضيافة يوم موته أو بعده وبإعطاء دراهم لمن يتلو القرآن لروحه أو يسبح أويهلل له وكلها بدع منكرات باطلة والمأخوذ منها حرام للآخذ وهو عاص بالتلاوة والذكر

لأجل الدنيا . (شامی ، کتاب الصلاة، باب الإجازة الفاسدة مطلب فی الاستئجار علی الطاعات زکریا ۹/۷۸، کراچی ۶/۵۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/رجب ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر:۴۵۳۴/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۷/۵ھ

مدرسہ کے اوقات میں طلبہ سے قرآن خوانی کرانا

سوال: [۴۰۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مروجہ قرآن خوانی جو کہ بڑی شخصیت کے انتقال پر ہوا کرتی ہے، آیا شرعی نقطۂ نظر سے جائز ہے، یا ناجائز؟ جبکہ مدرسہ کے اوقات کے اندر تعلیم چھوڑ کر قرآن خوانی کے لئے مجبور کیا جاتا ہے، اور مدرسہ کے طلباء عزیز جو کہ شہر کے اندر گھر گھر جا کر قرآن خوانی کرتے ہیں، آیا اس کے جواز کی کیا کوئی صورت ہے؟ جبکہ اس کے اندر حرص لالچ کا بھی ایک گوشہ ہے، اور کتنی صورتوں سے ناجائز ہے، جبکہ علمائے دیوبند کے فتاویٰ بھی قرآن خوانی کے خلاف ہیں۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی:سلمان فارسی اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: میت کے ایصال ثواب کیلئے فی نفسہ قرآن پڑھ کر ثواب پہونچانا جائز اور مباح ہے، لیکن ایسے مباح کام کیلئے تداعی اور مدرسہ کی تعلیم کے اوقات کے اندر تعلیم چھوڑ کر قرآن خوانی کیلئے مجبور کرنا جائز نہیں ہے، نیز ختم قرآن وغیرہ کیلئے دعوت دیکر لوگوں کو جمع کرنا نیز کھانا کھانے وغیرہ کی دعوت دینا مکروہ ہے۔

قال في المرقاة: من أصر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب عنه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصر على بدعة أو منكر (وفيه أيضاً) أن الله يحب أن يوتى رخصة كما يحب أن يوتى

عـزائمه الخ. (مرقاة شـرح مشـكـوٰة ، الصلاة، باب الدعاء فی التشهد ملتانی ۲/۳۵۳، شرح الطيبى ،الصلاة، با ب الدعاء فی التشهد كراچی ۲/۳۷٤)

وفـي الشامية: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبـوع ونـقـل الـطـعـام إلى القبر في المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة الـقـرآن وجـمـع الـصلحاء والقراءة للختم أو لقراءة سورة الإنعام، أو الإخـلاص (إلىٰ قـولـه) وهـذه الأفـعـال كـلها للسمعة والرياء فيحترز عنهاالخ. (شامی ، كتاب الصلاة، با ب صلاة الجنازة ، مطلب في كراهة الضيافة من أهـل الـميت زكريا ۳/۱٤۸، كراچی ۲/۲٤۱، وهكذا فی شرح سفر السعادة /۲۷۳، و مدارج النبوة ۱/٤۲۱، بـحـوالـه فتاویٰ رحيميه قديم ۲/۳٤۱، جديد زكريا۷/۹۸، اختلاف امت او ر صراط مستقيم ۱/۱۱٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ شعبان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۳۴۹)

طلبہ کا قرآن خوانی کے بعد کھانا پینا

ســـــوال: [۴۰۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض مدارس کے طلبہ قرآن خوانی کرتے ہیں جو شخص قرآن خوانی کیلئے دعوت دیتا ہے، طلبہ ان کے گھر قرآن شریف لیکر جاتے ہیں، ایک پارہ یا اس سے کچھ کم وبیش پڑھتے ہیں پھر یہ طلباء اور اہل خانہ جمیع مسلمانوں کیلئے دعاء مغفرت کرتے ہیں، پھر اسی جگہ ناشتہ اور کھانا کھلایا جاتا ہے، تو کیا اس طرح کرنا صحیح ہے، اور اگر صحیح نہیں ہے تو قرآن خوانی کرانے والے شخص کو ثواب ملیگا یا نہیں؟ اور جمیع مسلمانوں کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے تو میت کو اس کا ثواب ہوگا؟

المستفتي: ضیاء الرحمٰن، متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ طریقہ پر قرآن خوانی درست نہیں ہے، ایسی قرآن خوانی کا ثواب نہ قرآن خوانی کرانے والے کو ملتا ہے نہ میت کو ہاں البتہ اگر کھانے پینے کے لوازمات نہ ہوں تو خیر وبرکت سے خالی نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/ ۲۶۸، محمودیہ ۱۴/ ۲۸۸)

فالحاصل: إن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال فإذا لم يكن للقاريء ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر. (شامي، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الإستئجار على الطاعات زكريا ۹/ ۷۷، كراچی ٦/ ٥٦)

إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا لليمت ولا للقاريء. (شامی، کراچی ٦/ ٥٦، زکریا ۹/ ۷۷)

ولا يصح الإستئجار على القراءة وإهداها إلى الميت لأنه لم ينقل عن أحد من الأئمة الإذن في ذلك. (شامی، کراچی ٦/ ٥٧، زکریا ۹/ ۷۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ رجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۵۳۹۱)

اکٹھے ہوکر بآواز بلند قرآن خوانی اور اسکے بعد کچھ انعام لینا یا کھانا پینا

سوال: [۴۰۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت ہونے کے بعد میں قرآن خوانی میت والوں کے مکان پر خواہ عورتوں سے کی جائے یا مردوں سے یا مدارس کے طلبہ سے اور قرآن خوانی کے بعد امام کو طلبا کے اساتذہ کو یا مدارس اسلامیہ کو انعام دیا جائے یا کھانا چائے وغیرہ کی جائے، اس شکل میں قرآن خوانی جائز ہے یا نہیں؟ اس طرح عورتوں کا اور مردوں کا یا طلبا کا مجمع میں بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ کیونکہ علماء کے

نزدیک اس طرح اکٹھے ہوکر بلند آواز سے تلاوت ممنوع ہے؟
مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ایسی تلاوت کو جسمیں منازعت کی سی شکل ہوجائے اور ایک دوسرے سب اپنی اپنی آوازیں پڑھیں ناجائز اور حرام لکھا ہے۔ (فتاویٰ افریقیہ/ ۲۹)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اکٹھے ہوکر بآواز بلند قرآن خوانی کو حضرات فقہاء نے ممنوع اور مکروہ تحریمی لکھا ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

إن ختم القرآن بالجماعة جهراً ويسمىٰ بالفارسية سپاره خواندن مكروه الخ. (نفع المفتي والسائل /١٢٤، المحيط البرهاني، كتاب الكراهية والاستحسان، الفصل الرابع الصلاة، والتسبيح وتلاوة القرآن والذكر، المجلس العلمي جديد ٣/٧ ٥١، رقم: ٩٤٥٢، الفتاوىٰ التاتار خانيه، كتاب الكراهية، الفصل الرابع رفع الصوت عند قراءة القرآن زكريا ١٨/ ٥٨، رقم: ٢٨٠٢٣)

نیز جن علاقوں میں قرآن خوانی کے بعد کھانا چائے یا انعام وغیرہ کا دستور ہے، وہاں یہ سب چیزیں بمنزلہ اجرت کے ہوتی ہیں، اس لئے یہ طریقہ ناجائز اور ممنوع اور ثواب سے محرومیت کا باعث ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ زکریا ۱/ ۳۶۱) نیز مولانا احمد رضا خان صاحب کا اس طریقہ کو ناجائز لکھنا صحیح و درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍رمضان ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۳۶۶)

قرآن خوانی کے بعد کچھ کھانا پینا یا ہدیہ پیش کرنے کا حکم

سوال: [۴۰۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کچھ لوگ اپنے کسی مرحوم رشتہ دار کیلئے بغرض ایصال ثواب قل خوانی، کلمہ خوانی وغیرہ کراتے ہیں، اور حاضرین مجلس کیلئے بخوشی کچھ کھانے پینے کا انتظام بھی کرتے ہیں، یہ کھانا حاضرین کیلئے

کیسا ہے، اگرنا جائز ہے تو اس کے جواز کی کوئی تاویلی صورت بھی ہے؟

(۲) بعض حضرات مدرسہ کے طلبا سے قرآن خوانی وغیرہ کراتے ہیں، اور بطور ہدیہ کچھ دیتے بھی ہیں، یہ کیسا ہے، مطلقاً ممنوع ہے یا جواز کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟

المستفتي: ربیع الاسلام قاسمی، مدرس
مدرسہ معماری، بردوان (مغربی بنگال)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: قرآن کریم پڑھکر میت کوایصال ثواب کرنا جائز اور مستحسن ہے، لیکن مروجہ طریقہ اوراس میں کھانے پینے کے لوازمات کی وجہ سے مکروہ تحریمی اور بدعت شنیعہ ہے، اس کا ترک کرنا لازم ہے، نیز یہ رواج ہو چکا ہے، کہ اگر کچھ کھانے پینے کا انتظام نہ کیا جائے، تو آئندہ کبھی قرآن خوانی کیلئے اس کے یہاں کوئی نہیں جائیگا تو ایسی صورت میں میت کوقرآن خوانی سے کوئی ثواب نہیں ملیگا بلکہ الٹا قرآن خوانی کرانے والے اورشرکت کرنے والے گہنگار رہوں گے۔

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة . (إلى قوله) واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الإنعام أو الإخلاص الخ. (شامی کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی كراهية الضيافة من أهل الميت زکریا۳/۱٤۸، کراچی ۲/۲٤۰)

ہدیہ دینے کے مواقع بہت ہیں صرف یہی موقع ہدیہ دینے کا نہیں ہے اور بنام ہدیہ قرآن خوانی کے موقع پر جو دیا جاتا ہے، وہ درحقیقت ہدیہ نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ بھی ایک قسم کی اجرت ہے، قرآن خوانی سے کسی بھی طرح کا معاوضہ حاصل کرنا ثواب سے محروم کردیتا ہے، اور جب خود قاری ثواب سے محروم ہوجاتا ہے، تو وہ دوسروں کو ایصال ثواب کہاں سے کریگا، اسلئے بطور ہدیہ بھی اس موقع پر کچھ لینا جائز نہ ہوگا۔

إن ماشاع فی زماننا من قراء ة الأجزاء بالأجرة لا یجوز (إلی قوله) فإذا لم یکن للقاریء ثواب لعدم النیة الصحیحة فأین یصل الثواب إلی المستأجر ولو لا الأجرة ماقرأ أحد لأحدٍ فی هذالزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسبا ووسیلة إلی جمع الدنیا الخ. (شامی کتاب الإجارة، مطلب فی الإستئجار علی الطاعات زکریا۹/ ۷۷، کراچی ٦/ ٥٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۹۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۳/ ۱۴۱۲ھ

فاتحہ کی حقیقت

سوال: [۴۰۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فاتحہ کی حقیقت کیا ہے، کیونکہ آج کل مسلک دیوبند میں بھی عام رواج ہو گیا ہے، فاتحہ پڑھنا گناہ تو نہیں یا فاتحہ کے بغیر مردوں کو ثواب نہیں پہونچتا، اور فاتحہ کا طریقہ کیا ہے؟

المستفتي: محمد شریف، فیل خانہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فاتحہ کی حقیقت شریعت میں بس اتنی ہے کہ کسی نے کوئی نیک کام کیا اس پر جو کچھ اس کو ثواب ملا اس نے اپنی طرف سے وہ ثواب کسی دوسرے کو دیدیا، یا اللہ! یہ میرا ثواب فلاں کو دیدیجئے یہی فاتحہ ہے، اس کے علاوہ فاتحہ کے نام سے جو لوگوں میں رائج ہے نہ وہ فاتحہ ہے نہ شریعت میں اس کا ثبوت ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ٦/ ۴۸)

من صام أو صلیّٰ أو تصدق وجعل ثوابه لغیره من الأموات والأحیاء جاز ویصل ثوابها إلیهم عند أهل السنة والجماعة. (شامی، کتاب الحج، الحج

عن الغير كراچی ۲/ ۲۹۵، زکریا۳/ ۱۵۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ صفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۷۰۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۱۷ھ

مروجہ فاتحہ خوانی کے بعد کھانا کھانا کیسا ہے؟

سوال: [۴۰۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) فاتحہ مروجہ یعنی سامنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھ کر اس پر ''**الم ذلک الکتاب لاریب فیه**'' سے لیکر ''**مفلحون**'' تک اور سورہ حشر کی آخری تین آیات اور چار قل پڑھتے ہیں پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اس کے بعد کھانے کو تناول فرماتے ہیں یہ امر کیسا ہے؟

(۲) فاتحہ مروجہ کی ابتدا کہاں سے ہوئی اور کس نے اس کام کو شروع کیا ہے؟

(۳) ایسے کھانے کو کھانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں؟

المستفتي: محمد عبد الصمد، بلاسپور گیٹ،
امام کھیر والی مسجد، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) فاتحہ خوانی کا مروجہ طریقہ بے اصل ہے اور اس کا ثبوت نہ تو قرآن سے ہے، اور نہ ہی حدیث نبوی سے اور نہ فقہ کی کتابوں سے ہے، بلکہ حضرات فقہاء نے اسکو بدعت لکھا ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ۱/ ۸۱، احیاء العلوم/ ۱۴۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۲۲۹، جدید ڈابھیل ۳/ ۶۸، امداد المفتیین/ ۱۵۷)

قراءة الفاتحة والإخلاص والكافرون، على الطعام بدعة. (فتاویٰ سمر قندی بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/ ۱۹۳، جدید زکریا ۲/ ۱۱۶)

(۲) فاتحہ مروجہ کی ابتداء کہاں سے ہوئی ہے، اس کا کہیں سے ثبوت نہیں ملتا ہے، البتہ ہندوستانی مسلمانوں نے ہندوانی تہذیب سے متأثر ہوکر ان کے افعال کو اپنا لیا ہے،

جیسا کہ ’’تحفۃ الہند‘‘ کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ جب ان غیر مسلموں میں سے کوئی مرجاتا تھا تو اس کے مرنے پر کھانا پکا کر پنڈت سے اس پر وید پڑھواتے تھے، اسی رسم کو مسلمانوں نے بھی اپنالیا۔ (تحفۃ الہند/ ۸۵)

نیز جو ہدیۃ الحرمین کے حوالہ سے بعض لوگوں نے کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دسواں اور چالیسواں کیا اور کھجور پر فاتحہ دی تو یہ غلط اور بے ثبوت بات ہے، کتب معتبرہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ قدیم/ ۱۵۲، جدید زکریا/ ۱۲۷)

(۳) فاتحہ کا یہ طریقہ ناجائز ہے مگر نفس کھانا حرام نہیں ہے، بلکہ اسکی حلیت باقی رہتی ہے، اور اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اسکو ضروری جاننا برا ہے، اور بہتر یہ ہیکہ جو کچھ پڑھنا چاہیں پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہونچا دیں اور کھانے کو تصدق کی نیت سے فقراء کو کھلا دیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ قدیم/ ۱۵۳، جدید زکریا/ ۱۲۷، احیاء العلوم/ ۱۴۸)

صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غير ها كذا في الهداية . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في القرأة للميت واهداء ثوابها له، زكريا ۳/ ۱۵۱، کراچی ۲/ ۲۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رصفر ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۲۹۹)

کھانے پینے کی چیزوں پر فاتحہ پڑھنا

سوال: [۴۰۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانے پینے کی چیزیں مثلاً شیرینی، بریانی اور پانی وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: محمد مبین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی کھانے پینے کی چیز کو سامنے رکھ کر مروجہ طریقہ پر فاتحہ دینا اور اس کے ساتھ دیگر ممنوع التزامات کرنا اور یہ خیال کرنا کہ اس کے بغیر میت کو ثواب نہیں پہونچ سکتا، یہ سب بدعت اور ممنوع ہے، فاتحہ کی صرف اتنی اصل شریعت میں موجود ہے، کہ آدمی کسی بھی نیک عمل کا ثواب میت پہونچا سکتا ہے، نیک عمل میں ذکر تلاوت صدقہ وخیرات کسی کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا سب شامل ہے۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۵/۳۰۴، بہشتی زیور ۶/ ۴۸)

من صام أو صلیٰ أو تصدق وجعل ثوابه لغیره من الأموات والأحیاء جاز ویصل ثوابها إلیهم عند أهل السنة والجماعة الخ. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة للمیت وإهداء ثوابها له، کراچی ۲/ ۲۴۳، زکریا ۳/ ۱۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۱۷۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/ ۴/ ۱۴۲۲ھ

کھانے پر فاتحہ خوانی کا حکم

سوال: [۴۰۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسلمانوں میں کھانے پر فاتحہ خوانی کا جو رواج ہے کہ جب تک اس کھانے پر فاتحہ نہیں پڑھی جائیگی کھانا نہیں کھاتے اور نہ ہی کھلاتے ہیں، تو کیا یہ مروجہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فاتحہ خوانی کا مروجہ طریقہ نہ حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے، اور نہ ہی صحابہؓ وتابعین اور ائمہ مجتہدین سے بلکہ یہ بے اصل اور بدعت ہے جس کا ترک لازم ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱۵/ ۴۰۷، جدید ڈابھیل ۳/ ۶۸)

قراءة الإخلاص والكافرون على الطعام بدعة . (فتاویٰ سمرقندی، بحواله فتاویٰ رحیمیه قدیم ۱۹۳/۳، جدید زکریا ۱۱٦/۲)

وقد صرح ابن حجر فی فتاویه بأنه بدعة . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، کراچی ۲۳۵/۲،زکریا۱۴۱/۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر:۷۰۰۱/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۵ھ

میت کے ورثاء اور مالداروں کے لئے ایصال ثواب کا کھانا کھانا

سوال: [۴۰۵٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ہمارے علاقہ میں یہ عام رواج ہے، کہ جب کسی کے گھر کسی آدمی کا انتقال ہوجاتا ہے، تو تجہیز وتکفین کے چوتھے یا پانچویں روز یا کسی اور دن میت کے نام پر ورثاء میت کھانا کھلاتے ہیں، جس میں ورثاء میت امیر غریب اور مدرسہ کے طلبہ ومدرسین کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں، تو کیا امیر ومدرسین (جو کہ صاحب نصاب ہیں) کو اس طرح کی دعوت میں شرکت کرنا اور کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) خود ورثاء میت کو اسی کھانے سے کھالینا کیا حکم رکھتا ہے؟

(۳) ورثاء میت طلبہ سے قرآن خوانی کرا کے دعوت دیکر طلبہ ودیگر لوگوں کو کھلاتے ہیں، تو کیا اس قرآن خوانی کا ثواب میت کو ملے گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) میت کے ورثاء کی طرف سے میت کے ایصال ثواب کیلئے غریبوں کو کھانا کھلانا بلاتردد جائز اور درست ہے لیکن اس میں دن کی تعیین جائز نہیں ہے۔

لہٰذا تیجہ اور چوتھے دن اور دسویں وغیرہ کی رسم جائز نہیں ہے۔

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع
(شامی، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی کراهیة الضیافة من أهل المیت، زکریا ۳/۱۴۸، کراچی ۲/۲۴۰)

(۲) ورثاء میت کا بھی اس کھانے میں شریک ہونا جائز ہے۔

(۳) قرآن خوانی کرا کے کھانا کھلانے کی رسم جائز نہیں ہے، اس سے ثواب کی امید نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/۲۳، جدید ڈابھیل ۹/۲۷۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۹۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱۲ھ

خودکشی کرنے والے کو ایصال ثواب کرنا

سوال: [۴۰۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکی نے جہیز کے دباؤ میں آکر زہر کی گولی کھالی یا اسکو کھلائی گئی اور وہ اس دنیا فانی سے رخصت ہوگئی، اب اگر اس کے نام پر صدقہ وخیرات کیا جائے، تو اس کو ثواب پہونچے گا یا نہیں؟

المستفتي: حاجی صفدر علی خان، مدرس جامعہ اسلامیہ، ضلع: بدایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح عام میت کو صدقہ وخیرات کا ثواب پہونچ جاتا ہے، اسی طرح خودکشی کرنے والے کو بھی پہونچ جاتا ہے، اور مذکورہ صورت میں اگر لڑکی نے از خود زہر کی گولی کھا کر دم توڑا ہے تو خودکشی میں داخل ہوگی، اور ایصال ثواب اس کے حق میں درست ہے، اور اگر کسی دوسرے نے کھلائی ہے، تو خودکشی نہیں ہے بلکہ درجۂ شہادت حاصل ہونا بھی ممکن ہے، اس کے حق میں بھی ایصال ثواب بلاشبہ درست ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/ ۲۴۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/شعبان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۳۷۲)

رقم لے کر ایصال ثواب کرنا

سوال: [۴۰۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی آدمی نے عمر سے چالیس یوم تک ایصال ثواب کیلئے قرآن مجید پڑھوایا چالیس یوم جب پورا ہوا تو اس آدمی نے عمر کو کچھ نقد رقم دی یہ لینا کیسا ہے؟ مہربانی فرما کر مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتي: بشیر احمد قاسمی، مدرسہ بشیریہ، سکرہٹہ خورد، بھوجپور، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس طرح چالیس دن یا کم وبیش ایصال ثواب کیلئے رقم لیکر قرآن کریم کی تلاوت سے ثواب نہیں ملتا ہے، بلکہ دونوں گنہگار رہوں گے، اور ثواب سے دونوں محروم ہوں گے اور میت کو بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

ویکره اتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقرأ للختم الخ. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت زکریا ۳/ ۱۴۸، کراچی ۲/ ۲۴۰)

ولا یصح الإستئجار علی القراءة وإهدائها إلی المیت الخ. (شامی، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب فی الإستئجار علی الطاعات زکریا دیوبند ۹/ ۷۸، کراچی ۶/ ۵۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/رجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۷۷۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۵/ ۷/ ۱۴۱۲ھ

۱۹ / باب الشهيد

شہید حقیقی کی تدفین کیسے کی جائے

سوال: [۴۰۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قصبہ اغوان پور میں ایک صاحب کا قتل ہوا امام صاحب نے کفن وغسل دینے کو منع فرمایا، لھذا امام صاحب کی رائے کے مطابق نہ اس کو کفن دیا گیا اور نہ ہی اس کو غسل دیا گیا کیا اس طرح جائز ہے، بچے کو کھانا دینے جارہا تھا تو راستے میں کسی دشمن نے گولی ماردی، اسی وقت انتقال ہوگیا، اور وارثوں کو قاتل کے بارے میں علم ہے لیکن انھوں نے کوئی بدلہ ابھی تک نہیں لیا اور نہ ہی تھانہ میں رپورٹ درج کی ہے۔

المستفتي: مولانا محمد یعقوب، اغوان پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوالنامہ میں درج شدہ صورت میں مقتول شرعاً شہید حقیقی ہے اور شہید حقیقی کا حکم یہی ہے کہ اسی کپڑے میں بغیر غسل نماز جنازہ پڑھکر دفن کردیا جائے ، ہاں البتہ اگر بدن پر جو کپڑے ہیں وہ بہت کم ہیں تو اس کے رہتے ہوئے ضرورت پوری کرنے کیلئے مزید کپڑا ابھی لگایا جاسکتا ہے، امام صاحب کا عمل اور رائے صحیح ہے۔

من قتله أهل الحرب أو أهل البغي أو قطاع الطريق ، فبأي شيئ قتلوه لم يغسل الخ. (هدايه ، كتاب الصلوٰة ، باب الشهيد زكريا ۳/ ۲٤، رقم: ٣٦٤٦)

وكذا يكون شهيداً لو قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق ولو تسببا أو بغير آلة جارحة فإن مقتولهم شهيد بأي آلة قتلوه. (درمختار ، كتاب الصلوٰة، باب الشهيد زكريا ۳/ ۱٦٠، كراچى ۲/ ۲٤۹)

فینزع عنه ما لا یصلح للکفن ویزاد إن نقص ماعلیه عن کفن السنة وینقص إن زاد لأجل أن یتم کفنه المسنون ویصلی علیه بلا غسل ویدفن بدمه وثیابه الخ. (الدرالمختار ، کتاب الصلوٰة ، باب الشهید زکریا۳/ ۱۶۱ ، کراچی ۲/ ۲۵۰)

ویزیدون فی أکفانهم ماشاؤا ، وینقصون ماشاؤا ، وقیل: معناه یزاد علیٰ ما علیه من الثیاب إذا قل ، حتی یبلغ السنة وینقص عما علیه ، إذا کثر ، حتی یقصر علی السنة . (الفتاویٰ التاتار خانیة ، الصلاة، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، قسم أخر فی تکفین الشهید زکریا۳/ ۲۴، رقم: ۳۶۴۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۳/ ۱۴۱۳ھ

کیا فسادات میں مقتول مسلمان شہید ہوں گے؟

سوال: [۴۰۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ مسلمان جو فسادات کے وقت غیر مسلم حکومت کی پولیس سپاہی ، پی ایس سی ، کے ہاتھوں ظلماً قتل کردئے جاتے ہیں تو کیا یہ مسلمان شہید ہوں گے یا نہیں؟

المستفتي: شبیر احمد، نئی دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو مسلمان فسادات کے موقعہ پر مقابلہ میں نہیں آتے ہیں اوران کو پی ایس سی پولیس ظلماً قتل کردیتی ہے، وہ سب کے سب شہید ہیں البتہ جو لوگ ابتداءً غیر مسلم یا پولیسوں کے مقابل میں آتے ہیں اوراس میں مرجاتے ہیں ان کا شہید کے دائرہ میں آنا کسی روایت سے ثابت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ، جدید ڈابھیل ۹/ ۲۹۷)

عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ: من قتل دون مظلمة فهو شهید. (مسند

احمد بن حنبل ۱/۳۰۵، رقم: ۲۷۸۰، المعجم الکبیر للطبرانی، دار احیاء التراث العربي بیروت ۸۶/۷، رقم: ۶٤٥٤)

المقتول مدافعاً عن نفسه أو ماله أو المسلمين أو أهل الذمة فإنه شهيد . (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب الشہید زکریا ۳/۱۵۹، کراچی ۲/۲٤۸)

ومن قتل مدافعا عن نفسه أو ماله أوعن المسلمين أو أهل الذمة بأي آلة قتل بحديد أو حجر أو خشب فهو شهيد كذا فى محيط السرخسي.

(ھندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،الفصل السابع فی الشہید زکریا ۱/۱٦۸، جدید ۱/۲۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۵/۲۵ھ

کیا ہندو مسلم لڑائی میں قتل ہونے والے شہید ہیں؟

سوال: [۴۰۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص اپنے وطن سے کسی جگہ کا سفر کر رہا ہے یعنی علی گڈھ سے بمبئی کا سفر کر رہا ہے، اور اسی سفر کے درمیان کوئی شخص غیر مسلم کی لڑائی میں گرفتار کر لیا گیا، اس شخص کو ان غیر مسلموں نے مسلمان سمجھ کر قتل کر دیا یا جان سے مار دیا ہو تو کیا ایسی حالت میں مرنے والا شہیدوں میں شمار ہوگا؟ یا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا یا اس کے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا؟

المستفتي: محمد فاروق، سکندر اراؤ، ہاتھرس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص ہندو مسلم لڑائی میں گرفتار ہو کر قتل کر دیا گیا ہو اس شخص کا شمار شہداء میں ہوگا، اور جو احکامات شہداء پر جاری ہوتے ہیں وہی احکامات اس پر بھی جاری ہوں گے اور اللہ رب العزت فرض کے علاوہ تمام گناہ معاف فرما دیں گے، اور وہ

شخص عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ: من قتل دون مظلمة فهو شهيد. (مسند احمد بن حنبل ۱/۳۰۵، رقم: ۲۷۸۰، المعجم الکبیر للطبرانی، دار احیاء التراث العربي بیروت ۸٦/۷، رقم: ٦٤٥٤)

المراد بشهيد الآخرة من قتل مظلوماً. (شامی، کتاب الصلاة، باب الشهيد، مطلب فی تعداد الشهداء کراچی ۲/۲۵۲، زکریا ۳/۱٦٤)

عن عبد الله ابن عمروا بن العاص أن النبی ﷺ قال: القتل فی سبيل الله يكفر كل شيئ إلا الدين. (صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب من قتل فی سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين، النسخة الهندية ۲/۱۳۵، بيت الأفكار رقم: ۱۸۸٦، مشکوٰة ۲/۳۳۱)

أن عمرو بن مالک الجنبيّ أخبره أنه سمع فضالة بن عبيد يحدث عن رسول الله ﷺ أنه قال: كل ميت يختم علىٰ عمله إلا الذي مات مرابطاً فی سبيل الله فإنه ينمى له عمله إلى يوم القيمة ويأمن فتنة القبر، الحديث: (ترمذی، ابواب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل من مات مرابطاً، النسخة الهندية ۱/۲۹۱، دارالسلام رقم: ۱٦۲۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/صفر ۱۴۲٦ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۳۷/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۳/۱۴۲٦ھ

ہندو پاک کے درمیان لڑنے والے مسلمان شہید ہیں یا نہیں

سوال: [۴۰٦۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پاکستان کی حکومت اسلامی ہے اور ہندوستان کی حکومت غیر مسلم ہے تو دونوں ملکوں سے اگر لڑائی ہو اور پاکستان کی جانب سے لڑنے والے تمام مجاہد اسلامی ہوں اور ہندوستان کی جانب سے لڑنے والے غیر مسلم ہوں لیکن کچھ مسلمان بھی ہوں اور ہندوستان کے

مسلمانوں کو پاکستان کے مسلمان جہاد کے میدان میں ماردیں تو ہندوستان کے مسلمانوں کوشہید مانا جائے گا یانہیں؟

المستفتي: محمد انظر عالم، کشن گنج،
صدیق منزل ۱۵ ہتھورا، ضلع: باندہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس جنگ میں مرنے والے سپاہیوں کوشہید کہا جاتا ہے، جوصرف اللہ کا کلمہ بلند کرنیکی غرض سے جنگ لڑتے ہیں، اور ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جو جنگ ہوتی ہے اس میں نہ پاکستان کی فوج کے ذہنوں میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے کا مقصد ہوتا ہے اور نہ ہی ہندوستان کی طرف سے لڑنے والے سپاہیوں کے دل میں یہ بات ہوتی ہے، کہ اللہ کا کلمہ بلند کرنے کیلئے لڑا جارہا ہے، اسلئے دونوں طرف کے فوجیوں کی لڑائی جہاد اسلامی کے دائرے میں شامل نہیں ہے، بلکہ دونوں طرف کی لڑائی اقتدار کی لڑائی ہے اور اقتدار کی لڑائی میں مرنے والے ان شہداء میں شامل نہیں ہوسکتے جنکے بارے میں قرآن وحدیث میں بشارت آئی ہے۔

عن ابي موسىٰ قال جاء رجل إلى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال الرجل يقاتل للمغنم والرجل يقاتل للذكر والرجل يقاتل ليرىٰ مكانه فمن فى سبيل الله قال من قاتل لتكون كلمة الله هى العليا فهو فى سبيل الله . (بخاری شریف، كتاب الجهاد، باب من قاتل لتكون كلمة الله هى العليا ، النسخة الهندية ١/ ٣٩٤، حديث: ٢٧٢٦، ف: ٢٨١٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ررجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۴۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/۷/۱۴۲۵ھ

ایکسیڈنٹ میں مرنے والا شہید ہے یا نہیں؟

سوال: [۴۰۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) خالد موٹر سائیکل سے جارہا تھا کہ راستہ میں پیچھے سے کسی گاڑی والے نے عمداً ٹکر ماردی جس کے نتیجہ میں وہ موقع پر ہی ہلاک ہوگیا تو کیا اس صورت میں خالد کو شہادت کا درجہ ملیگا یا نہیں؟ اگر ملیگا تو شہادت اخروی یا دنیوی یا دونوں اور اس کے صغائر وکبائر کے بارے میں کیا حکم ہے، دونوں معاف ہوں گے یا صرف صغائر، نیز اگر خالد نے اسی کے ساتھ ساتھ شراب بھی پی رکھی ہو تو کیا حکم ہے؟

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ خالد بغیر کسی ارادہ کے گاڑی کی زد میں آجاتا ہے، اور موقع پر ہی وفات ہوجاتی ہے، تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ واضح رہے کہ خالد نے دوسری صورت میں شراب نہیں پی رکھی تھی؟

المستفتي: محمد حاکم، چاندپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حقیقی معنوں میں شہید وہ ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے جہاد کرتے ہوئے قتل کیا جائے یا ظالموں نے اس کو ظلماً قتل کیا ہو بقیہ جو ایکسیڈنٹ اور حادثاتی اموات سے مرنے والے ہیں وہ صرف شہید اخروی ہیں، لہذا ان کو غسل دے کر ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور احادیث میں گناہوں کے معافی کا جہاں بھی تذکرہ ہے مراد صغائر ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کبائر کو بھی معاف کرسکتا ہے، ایکسیڈنٹ سے مرنے والا اگرچہ شراب پی کر مرا جب بھی وہ شہید اخروی ہوگا، یہ اور بات ہے کہ اس کو شراب پینے کا گناہ ملیگا، اس تفصیل سے سوالنامہ کی دونوں شکلوں کا جواب آگیا۔

وقيد بالقتل لأنه لومات حتف أنفه وابترد أو حرق أو غرق أوهدم لم يكن شهيداً في حكم الدنيا، وإن كان شهيد الآخرة. (شامی، کتاب الصلاة،

باب الشهيد كراچی ۲/ ۲٤۸، زکریا ۳/ ۱۵۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۸۶۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۶/۲۳ھ

ایکسیڈنٹ سے ہلاک ہونیوالے شہید حکمی

سوال: [۴۰۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایکسیڈنٹ سے جو لوگ مرجاتے ہیں وہ دنیوی اعتبار سے بھی شہید ہیں یا صرف اخروی اعتبار سے کیا ان کو غسل وغیرہ دیا جائے گا؟

المستفتي: عنایت علی، مظفر نگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایکسیڈنٹ سے ہلاک ہونیوالے شرعاً شہید اخروی ہیں، غسل دینا لازم ہوگا۔

ولو انهزم المسلمون فوطئت دابة المسلم مسلما وصاحبها عليها أو سائق لها أو قائد غسل الخ. (فتاویٰ تاتار خانية ،الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون، في الجنائز، قسم أخر يتصل بمسائل الشهيد زكريا۳/ ۲۳، رقم: ۳٦٤۱، قديم ۲/ ۱٤٤، فتاویٰ عالمگیری ، كتاب الصلوٰة ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السابع في الشهيد زكريا ۱/ ۱٦۸، جديد ۱/ ۲۳۰، وهكذا البحر الرائق ، كتاب الجنائز، باب الشهيد زكريا ۲/ ٤٤۳، كوئٹه ۲/ ۱۹٦، احسن الفتاویٰ ٤/ ۲٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۴۸۶)

مال کی حفاظت میں مقتول شہید ہے یا نہیں

سوال: [۴۰۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دہلی کے مدینہ بکڈ پو کے شائع شدہ کیلنڈر تقویم ۱۹۸۹ء کے اپریل کے ماہ نامہ میں بطور اقوال زریں چند الفاظ پر مشتمل مندرجہ ذیل عبارت ہے۔(جو شخص اپنے مال کے پیچھے مارا جائے وہ شہید ہے)۔

(۱) مذکورہ بالا عبارت کی صداقت کس حدیث سے ثابت ہے؟

(۲) وہ کون سا مال ہے جس پر مرنا باعث شہادت ہے، جبکہ اہل اسلام کی نظر میں مال کی کوئی اہمیت نہیں ہے؟

(۳) شہادت کا درجہ کیا ہے؟

لہٰذا مندرجہ بالا تین نکات کو سامنے رکھ کر اس عبارت کی وضاحت فرمادیجئے، عین نوازش ہوگی۔

المستفتي: محمد شریف، محلہ قاضی ٹولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) مذکورہ بالا عبارت کی صداقت بخاری ومسلم ترمذی کی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

عن عبد الله بن عمرو قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: من قتل دون ماله فهو شهيد. (صحيح بخاری، کتاب المظالم، باب من قتل دون ماله، النسخة الهندية ۱/۳۳۷، رقم: ۲٤١٦، ف: ٢٤٨٠، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من قصد أخذ مال غيره بغير حق كان القاصد مهدر الدم الخ، النسخة الهندية ۱/۸۱، بيت الأفكار رقم: ١٤١، سنن الترمذی، ابواب الديات، باب ماجاء من قتل دون ماله فهو شهيد، النسخةالهندية ١/٢٦١، دارالسلام رقم: ١٤١٩)

(۲/۳) وہ مال جسکو مالک نے حلال طریقے سے حاصل کیا ہے، اور اہل اسلام کی نظر

میں ایسے مال کی اہمیت ہے جو حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہو، اور اسکی زکوٰۃ ادا کردی جاتی ہو، اور ایسے مال کی حفاظت میں اگر قتل ہو جائے تو شہادت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ (نووی ۱/۸۱)

عن أبی هريرةؓ قال: جاء رجل إلیٰ رسول الله ﷺ فقال: یارسول الله! أرأیت إن جاء رجل یرید أخذ مالی قال: فلا تطعه مالک، قال: أرأیت إن قاتلنی، قال: قاتله، قال: أرأیت إن قتلنی قال: فأنت شهید، الحديث.

(صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علیٰ أن من قصد أخذ مال غیره بغیر حق کان القاصد مهدرالدم الخ، النسخة الهندیة ۱/۸۱، بیت الأفکار رقم: ۱٤۰)

اور اہل اسلام نے جس مال کی مذمت کی ہے وہ، وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جاتی ہو، یا غلط طریقے سے حاصل کیا جاتا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍رمضان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۳۸۶)

کیا اپنی جان ومال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا شہید ہے؟

سوال: [۴۰۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک بستی کا پردھان تھا، جو ہر وقت گاؤں کے بناؤ سدھار کی فکر میں رہتا تھا، گاؤں کے راستے بیوہ عورتوں کی دیکھ بھال غریبوں کی ہمدردی غرض جو اوصاف ایک ذمہ دار میں ہونے چاہئے زید ان کا حامل تھا، لیکن گاؤں کے کچھ بدمعاش لوگ اس سے دشمنی رکھتے تھے، کیونکہ زید سے پہلے اس کے باپ نے تقریباً ۳۵؍سال پردھانی کی اور لوگوں نے خوشی سے اس کو ووٹ دیا کیونکہ گاؤں کے اندر کارنامے اچھے تھے، اب چند بدمعاش زید سے دشمنی رکھتے تھے، اسلئے زید اپنی حفاظت کی غرض سے

لائیسنس والی بندوق اپنے پاس رکھتا تھا، ایک دن گاؤں کا راستہ ٹھیک ہورہا تھا، زید اسکی دیکھ بھال کرر ہا تھا، دوپہر کو کام پورا ہونے کے بعد زید واپس گھر کو آرہا تھا، لیکن گاؤں کی پنچایت کے ایک ممبر سے کوئی مشورہ کرنے کیلئے زید اس کے پاس بیٹھ گیا اچانک وہ بندوق جو اس کے پاس تھی ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گری اور اس کا گھوڑا ایک اینٹ کے کنارے سے بچ ہوا اور بندوق چل گئی اور اس کی گولیاں زید کی چھاتی کے اوپر پڑیں اور زید فوراً انتقال کر گیا۔

اب مسئلہ صرف یہ دریافت کرنا ہے کہ زید بندوق صرف اپنی حفاظت کیلئے رکھتا تھا، اور میں نے ایک حدیث میں پڑھا ہے کہ جو شخص اپنی جان ومال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے، تو کیا زید کو حکماً شہادت کا درجہ ملے گا، یا نہیں؟ یا ایسی موت کے متعلق حدیث شریف میں کوئی صراحت کیساتھ حکم موجود ہے؟ اگر کوئی ایسا حکم ہو تو تحریر فرمائیں، اور مفصل جواب سے نوازیں۔

المستفتي: عتیق الرحمٰن قاسمی، مدرسہ تعلیم القرآن، صدرالدین نگر، پوسٹ: خاص، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بہت ممکن ہے کہ سوالنامہ کی مذکورہ صورت میں زید کو بھی شہادت کا درجہ مل جائے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

عن سعيد بن زيد قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون أهله فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد. (مسند احمد بن حنبل ۱/۱۹۱، رقم: ۱۶۵۲، سنن أبي داؤد، قبيل كتاب الأدب، النسخة الهندية ۲/۶۵۸، دارالسلام رقم: ۴۷۷۲، سنن النسائی، كتاب المحاربة من قاتل دون دينه، النسخة الهندية ۲/۵۵۵، دارالسلام رقم: ۴۱۰۰، سنن الترمذی، ابواب الديات، باب ماجاء من قتل دون ماله فهو

شهید النسخة الهندية ١/ ٢٦١، دارالسلام رقم: ١٤٢١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۶۱۱)

کیا بندوق سے ظلماً مارا ہوا شخص شہید ہے

سوال: [۴۰۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص کسی کو ظلماً بندوق سے مار دے اور وہ مسلمان بھی ہو تو وہ شہید حقیقی ہے یا نہیں؟ مدلل ومفصل ذکر فرمائیں؟

المستفتي: فضل الرحمٰن، متعلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جی ہاں یہ شخص مقتول شہید حقیقی ہوگا، کیونکہ شہادت حقیقی کے ثبوت کیلئے غیر مسلم ہونا اور آلہ کا آلہ جارحہ قاطعہ ہونا مشروط نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضـ عن النبي صلى الله عليه وسلم: من قتل دون مظلمة فهو شهيد. (مسند احمد بن حنبل ١/ ٣٠٥، رقم: ٢٧٨٠، المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي بيروت ٧/ ٨٦، رقم: ٦٤٥٤)

الشهيد من قتله (إلى قوله) أو قتله المسلمون ظلماً ولم يجب بقتله دية فيكفن ويصلى عليه ولا يغسل ... (وقوله) فبأي شيء قتلوه لم يغسل لأن شهداء أحد ما كان كلهم قتيل السيف والسلاح الخ. (هدايه، كتاب الصلاة، باب الشهيد، اشرفيه ديوبند ١/ ١٨٣)

والشهيد من قتله أهل الحرب –إلى– أو قتله مسلم ظلما عمداً بمحدد.

(نور الایضاح ، باب أحکام الشهید ، امدادیہ دیو بند /۱۳۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۵/ ۱۷۷۶)

حاملہ عورت کا ولادت کے دردزہ میں انتقال

سوال: [۴۰۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حاملہ عورت ولادت کے دردزہ میں فوت ہوجائے تو اسکا اللہ کے یہاں کیا مقام ہے؟ کیا اس کو درجۂ شہادت حاصل ہوگا، اگر اسکو درجۂ شہادت حاصل ہوتا ہے، تو اس کے ثبوت میں کوئی حدیث وارد ہوتو تحریر فرمادیں۔

المستفتي: یعقوب احمد، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جوعورت ولادت کے دردزہ میں فوت ہوجائے اسکو شہادت کا مقام حاصل ہوتا ہے، حدیث شریف میں اسکی شہادت سے متعلق حضور اکرم ﷺ کا واضح ارشاد وارد ہوا ہے کہ جوعورت ولادت کے موقع پر دردزہ کی وجہ سے فوت ہو جائے ،تو اس کو شہادت کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے، اور اس کو شہیدوں کا مقام حاصل ہو جاتا ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عبد الله بن عبد الله بن جابر بن عتيک عن أبيه عن جده أنه مرض فأتاه النبی ﷺ يعوده فقال قائل من أهله إنا كنا لنرجوا أن تكون وفاته قتل شهادة فی سبيل الله فقال رسول الله ﷺ إن شهداء أمتی إذا لقليل القتل فی سبيل الله شهادة والمطعون شهادة والمرأة تموت بجمع شهادة يعنی الحامل والغرق والحرق والمجنوب يعنی ذات الجنب شهادة.

(سنن ابن ماجه ، ابواب الجهاد، مايرجى فيه ، الشهادة ،النسخة الهندية /۱ ۲۰۱، دارالسلام رقم: ۲۸۰۳، سنن أبى داؤد ، كتاب الجنائز، باب فضل من مات بالطاعون ، النسخة الهندية ۲/ ٤٤٣، دارالسلام رقم: ۳۱۱۱، سنن نسائى ،كتاب الجنائز، الشهيد ، النسخةالهندية ۱/ ۲۲٤، دارالسلام رقم: ۲۰۵٦، مسند احمد بن حنبل ۳۲۳/۵، رقم: ۲۳۱۳٦)

عن عبادة بن الصامت قال: عاد النبى ﷺ إبن رواحة فقال رسول الله ﷺ ماتعدون شهداء أمتي؟ فقالوا: من قتل فى سبيل الله : فقال رسول الله ﷺ إن شهداء أمتى إذا لقليل القتل شهادة والبطن شهادة ، والطاعون شهادة والمرأة يقتلها ولدها جمعاء شهادة . (شعب الإيمان ۲/ ۱٦۹،رقم: ۹۸۷۸، ۹۸۷۹، ۹۸۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۵۲/۴۱)

حاملہ عورت ولادت میں فوت ہوجائے تو پیٹ چیر کر بچہ نکالنا

سوال: [۴۰٦۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حاملہ عورت ولادت کے دردزہ میں فوت ہوجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہوتو ایسی صورت میں اگر بچہ پیٹ میں مرجائے تو اس کو ماں کے ساتھ دفن کردیا جائے گا، یا بچہ کو پیٹ چاک کر کے نکالا جائے گا، اسی طرح اگر پیٹ میں بچہ زندہ ہو یا زندہ ہونے کا غالب گمان ہو تو ماں کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ فقہی جزئیات کیساتھ ساتھ اگر کوئی نص حدیث بھی ہو تو تحریر فرمادیں، نوازش ہوگی۔

المستفتي: شعیب احمد، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر عورت کے پیٹ میں بچہ پہلے ہی ختم ہوچکا

ہے،اور بچہ کی موت کا یقین بھی ہے تو ایسی صورت میں پیٹ چاک کر کے بچہ نکالنا لازم نہیں، لیکن اگر ماں کی موت کے بعد پیٹ میں بچہ کی زندگی کا یقین یا ظن غالب ہے تو ایسی صورت میں ماں کے پیٹ کو چاک کر کے بچہ کو نکالنا لازم اور ضروری ہے،جیسا کہ فقہی جزئیات سے واضح ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

امرأة ماتت والولد يضطرب في بطنها ، قال محمدؒ يشق بطنها، ويخرج الولد لايسع إلا ذلك. (خانيه على الهندية ، كتاب الصلاة، باب في غسل الميت وما يتعلق به زكريا ديوبند ١/١٨٨، جديد١ /١١٧، هنديه ، كتاب الصلوٰة ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الأول في المحتضر زكريا ديوبند ١/١٥٧، جديد ١/٢١٨، شامي ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن الميت ،كراچی ٢/٢٣٨، زكريا٣/١٤٥، التفاوىٰ التاتار خانيه ، كتاب الصلوٰة ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، نوع آخر في الخطأ الذي يقع في الباب زكريا ٣/ ٨٢، رقم: ٣٧٧٠)

لو أن حاملاً ماتت في بطنها ولد يضطرب فإن كان غالب الظن أنه ولد حي وهو في مدة يعيش غالباً فإنه يشق بطنها لأن فيه إحياء الآدمي فترك تعظيم الآدمي أهون من مباشرة سبب الموت. (تحفة الفقهاء ٣/٣٤٣، بحواله جديد فقهي تحقيقات ١/ ٣١٤، هنديه ، كتاب الكراهية ، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات الخ زكريا ٥/ ٣٦٠، جديد ٥/٤١٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٣/ذی الحجہ ١٤٣٥ھ
(الف فتویٰ نمبر:٤١/١١٧٦٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٨/٧/١٤٢١ھ

کتاب الزکوٰۃ

۱ / باب الزکاۃ ومتعلقاتہا

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ

زکوٰۃ نہ دینے کا عذاب

سوال: [۴۰۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں اپنے چار بچوں کے ہمراہ جس میں دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں، ایک لڑکا قریب بالغ ہونے کو ہے، جو آپکے مدرسہ میں پڑھتا ہے، اور ایک لڑکی بالغ ہونے کو ہے، باقی دو بچے چھوٹے ہیں، میرے پاس کچھ مال ہے جو مجھے میرے والدین کی طرف سے وراثت میں ملا ہے، اس کی تفصیل ذیل میں لکھتی ہوں، میرے شوہر کی آمدنی بہت کم ہے، جس سے ٹھیک طرح گھر کے اخراجات بھی پورے نہیں ہو پاتے ہیں، یہ مال میں نے اپنے بچوں کی شادی بیاہ کے لئے محفوظ کر رکھا ہے، مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں کہ کیا مجھے زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے، اس کا اجروثواب کیا ہے؟ اور نہ نکالنے پر کیا کیا عذاب اور دنیاوی کیا کیا نقصان ہوتے ہیں، یہ بھی تحریر کریں، نیز ۱۰/تولہ چاندی، ۶/تولہ دو آنہ سونا اور نقد روپیہ بینک میں ۳۵۰۰۰ ہزار ہے؟

المستفتیه: شاہین افسر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ میں درج شدہ صورت میں آپ پر جمع

شدہ سونا، چاندی اورروپیہ سے زکوٰۃ نکالنا فرض ہے!

لیس فیما دون مأتي درهم صدقة – فإذا کانت مأتین و حال علیها الحول ففیها خمسة دراهم. (هدایه، کتاب الزکاة، باب زکاة المال أشرفي ۱/ ۱۹٤)

لیس فیما دون عشرین مثقالاً من ذهب صدقة فإذا کانت عشرین مثقالا ففیها نصف مثقال. (هدایه، کتاب الزکاة، باب زکوٰة المال، المکتبة الأشرفیه ۱/ ۱۹٥، الدر المختار مع الشامی، زکریا۳/ ۲۲٤، کراچی ۲/ ۲۹٥)

اگر آپ نہ نکالیں گی تو دردناک عذاب الٰہی کی مستحق ہوجائیں گی۔

(قوله تعالیٰ) **والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم، الآیة.** (سورة التوبة:۳٤)

نیز دنیامیں بھی ایسی دولت میں برکت نہیں ہوتی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۷۵)

بیت المال قائم کرنا

سوال: [۴۰۷۱]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شہر کی ۱۹/ برادریوں نے مل کر ایک بیت المال قائم کیا ہے، جس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں زکوٰۃ کی رقم کو ان کے حق داروں تک پہونچانے کی ذمہ داری لی ہے، کیا اس بیت المال میں زکوٰۃ، فطرہ اور چرم قربانی کی رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبد الحمید راعین، پائنک روڈ، پرتاپ گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بیت المال کے ذمہ دار دیانتدار افراد ہوں اور

صحیح مصرف پر صرف کرتے ہوں تو جائز ہے۔(کفایت المفتی قدیم ۴/ ۳۰۳ تا ۴/ ۳۰۷، زکریا جدید ۴/ ۳۲۳، ۳۲۴، جدید زکریا مطول ۶/ ۲۹۶-۲۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ شوال ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۲۹)

بیت المال سے قرض دینا

سوال: [۴۰۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں بیت المال کا فنڈ ہے لوگ بطور قرض اس سے رقم لینا چاہتے ہیں، کیا اس رقم کو قرض میں دیا جا سکتا ہے؟ نیز اس رقم کے خرچ کی بھی کوئی حد ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ ایک سال کے اندر اندر اس رقم کا ختم کرنا ضروری ہے جبکہ ضرورت مند کب آجائے معلوم نہیں؟

المستفتی: محمد اسماعیل، چورو، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے بیت المال وغیرہ کی صحیح نگرانی حکومت اسلامی اور قوت نافذہ کے ذریعہ ہوتی ہے، ورنہ ہر شخص اپنا بیت المال قائم کر کے لوگوں کی زکوٰۃ وصدقات کے پیسے بٹورنے کا سلسلہ قائم کریں گے، نیز زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے بیت المال سے بطور قرض کسی کو دینا اور پھر واپس لینا حنفیہ کے نزدیک درست نہیں۔(مستفاد: کفایت المفتی ۴/ ۳۰۳)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة. (شامی، زکریا ۳/ ۲۹۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۲۰۲)

زکوٰۃ وصول کرنے کی کمیٹی بنانا

سوال: [۴۰۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

الف: ہمارے محلّہ میں ایک کمیٹی ہے جس کا نام زکوٰۃ کمیٹی ہے اس کمیٹی کے ممبران لوگوں سے زکوٰۃ صدقہ فطرہ چرم قربانی وصول کرتے ہیں، اور غرباء کو تقسیم کرتے ہیں، اور اس کا فنڈ بنا کر بھی رکھتے ہیں، حسب ضرورت تقسیم کرنے کیلئے نیز ضرورتمندوں کی لڑکیوں کی شادی بھی کراتے ہیں، اور غریب کو جو چاہتا ہے، اسے مختصر سا کاروبار بھی کرادیتے ہیں،

(**ب**) اور زکوٰۃ کا پیسہ غریب کی شادی میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: حافظ فرید احمد، محلّہ لوہاری سرائے، نگینہ، ضلع بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: **الف**: حکومت کی ماتحتی کے بغیر اس طرح کی کمیٹی قائم کرنا بہت سے مفاسد کی وجہ سے مشروع اور درست نہیں، اور تجربہ میں دیکھا گیا ہے، کہ جہاں اس طرح کی کمیٹیاں قائم کی گئیں ہیں، وہاں لوگ شروع شروع میں صحیح کام کرتے رہے، اور بعد میں زکاۃ کا پیسہ خرد برد کردیا، اور زکاۃ کا پیسہ ہڑپ کرلیا ان پر نہ کوئی مقدمہ قائم ہوسکا اور نہ داروگیر ہوسکی، اسلئے اس طرح کی کمیٹی قائم کرکے زکوٰۃ کا پیسہ وصول کرنا حکومت کی ماتحتی سے آزاد ہوکر جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الأحکام ۳/۴۵)

(**ب**) مالک زکاۃ اپنے طور پر دیکھ بھال کرکے واجبی ضرورت کے مطابق فقیر لڑکی کی شادی میں دے سکتا ہے، کمیٹی کے حوالہ نہ کرے نیز یہ خیال رہے کہ پانچ ہزار روپئے تک اس فقیر کے پاس پہونچنے کے بعد دوبارہ زکوٰۃ کا پیسہ نہیں دیا جاسکتا ہے، اسلئے کہ پانچ ہزار کے بعد نصاب کا مالک ہوجاتا ہے، ہاں البتہ اس کے بعد زکاۃ کے علاوہ جیب خاص کا پیسہ دیا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۱۷)

ولا يجوز دفع الزكاة إلىٰ من يملك نصاباً، ويجوز دفعها إلىٰ من

یملک أقل من النصاب . (عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف، زکریادیوبند ١/١٨٩، جدید ١/٢٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢/ محرم الحرام ١٤٢٣ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٦/٧٤٠٦)

زکوٰۃ وفطرہ کا پیسہ بیت المال کی شکل میں جمع کرنا

سوال: [٤٠٧٤]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک برادری اپنے زکوٰۃ وفطرہ اور چرم قربانی کا پیسہ ایک بیت المال کی شکل میں جمع کر کے صرف اپنی برادری کے مستحق لوگوں پر صرف کرسکتی ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں اس کا مفصل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتي: مشکور الظفر، قریشی نگر، ایس وی روڈ، باندرہ، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس طرح بیت المال شرعی بیت المال نہیں ہوا کرتا ہے، اسلئے کہ اس میں اگر غبن وخیانت وغیرہ ہوجائے تو اسکی تلافی کیلئے شرعی قانون کے مطابق دار وگیر نہیں ہوسکتی نیز دیکھنے میں آیا ہے، کہ جہاں جہاں اس طرح بیت المال قائم ہوا ہے، وہاں خیانت وغبن ہوا ہے، پھر اسکی کوئی تلافی نہیں ہوسکی، اسلئے حکومت اور امارت کی ماتحتی کے بغیر اس قسم کا بیت المال قائم کرنا اور اس میں زکوٰۃ وغیرہ کی رقم جمع کرنا اور دینے والے کا دینا ہرگز جائز نہیں ہوگا، نیز مستحق فقراء اپنے حقوق سے محروم ہوجائیں گے۔

لیس من أخلاق المؤمنین الفرار من أحکام اللہ بالحیل الموصلة إلیٰ إبطال الحق الخ. (عمدة القاری شرح بخاری، داراحیاء التراث العربی

بیروت ۲۴/۹/۱۰۹، زکریا دیوبند ۱۶/۲۳۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۶۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳؍۳؍۱۴۱۳ھ

غریب علماء کے نام ٹرسٹ قائم کرنا

سوال: [۴۰۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شہر گودھرا میں علماء کی جماعت ہر پندرہ دن پر ایک مرتبہ جڑتی ہے، جس میں یہ حضرات معاشرہ میں پھیلے ہوئے رسم ورواج اور منکرات کولیکر اصلاح معاشرہ کے عنوان سے کام کرتے ہیں، اس مرتبہ کی مجلس میں عوام کی طرف سے ایک بات رکھی گئی کہ شہر میں علماء کی تعداد زیادہ ہے، جن میں سے علماء کی ایک تعداد حالات اور تنگی کا شکار ہے، اور بعض علماء گھر میں ولادت کے موقع پر یا کوئی ایسی بیماری لاحق ہوگئی جس میں وہ صاحب فراش ہوگئے، یا ایسی بیماری جس میں آپریشن کی ضرورت پڑتی ہے نیز بعض دفعہ بڑی عمر ہوجانے کی وجہ سے معذوری کے باعث مدرسہ سے معزول کردئے جاتے ہیں، بالآخر سخت تنگی کا شکار ہوجاتے ہیں، ان سب موقعوں پر علماء کو حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور اپنی ضرورت کا اظہار لوگوں کے سامنے کرنا پڑتا ہے، تو یہ بات علماء اور عوام دونوں کیلئے باعث عار ہے، لہٰذا علماء اگر ایک جماعت بنا کر اس رمضان کے موقع پر تھوڑا سا چندہ جمع کرلیں جس سے سال بھر ایسے حالات میں علماء کی مدد کی جائے، تاکہ ان کو عوام کے سامنے اپنی ضروریات رکھنی نہ پڑیں۔ یہ درخواست عوام کی طرف سے رکھی گئی۔۔۔

چنانچہ علماء کے درمیان مشورہ ہوا اور علماء نے ارادے بھی کئے کہ یہ کام ضرور کرنا چاہئے، اب آپ سے دو باتیں پوچھنی ہیں۔

اول: تو یہ کہ چندہ میں للہ رقم کے ساتھ زکوۃ بھی وصول کرسکتے ہیں یا نہیں؟ جس کو صرف مستحقین پر ہی خرچ کیا جائیگا؟

دوم: ہمارے شہر میں ایک دوٹرسٹ اور ہے جو للہ رقم اور زکوٰۃ کو وصول کرکے سال بھر غریب لوگوں کی مدد کرتے ہیں، وہاں علماء بہت کم جاتے ہیں، جس کی بنیاد پر یہ علماء کی جماعت صرف اور صرف علماء کے نام سے لوگوں کو ماہانہ ممبر بنا کر ان سے وصول کرے اور صرف علماء پر خرچ کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد سلطان سمول، گودھرا، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: علماء کے نام سے اس طرح کا ٹرسٹ قائم کرکے غریب علماء کو ٹرسٹ کا محتاج بنانا ہم مناسب نہیں سمجھتے ہیں، اور علم اور اہل علم کی تخفیف کی بات اس سے سمجھ میں آتی ہے، اگر کوئی عالم ضرورت مند ہوجائے، تو کوئی سرمایہ دار انفرادی طور پر انکا خصوصی تعاون کرے، تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، مگر فلاں ٹرسٹ کا محتاج بنانے میں ٹرسٹ کے سارے ذمہ داروں کو یہ معلوم ہوجائے گا، کہ فلاں عالم کو اتنے پیسے دیئے گئے ہیں، اور کتنے علماء ٹرسٹ کے محتاج ہیں، ان سب کے نام درج ہوجائیں گے، اس کو ہم علماء کی عزت نفس کے خلاف سمجھتے ہیں، اس لئے ہم اس طرح کے ٹرسٹ قائم کرنے کو مناسب نہیں سمجھتے، اور صدیوں کے اکابر ومشائخ سے اس طرح کی نظیر کا ثبوت نہیں ملتا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۵/ شعبان ۱۴۳۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۷۵)	۱۴۳۳/۸/۵ھ

فقیر زکوٰۃ کی رقم کہاں خرچ کرے؟

سوال: [۴۰۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی غریب کو زکوٰۃ کا پیسہ دیا جائے تو وہ جس مد میں چاہے اس میں خرچ کرسکتا ہے یا نہیں؟ یا کسی

خاص مد میں ہی خرچ کرنا ضروری ہے؟

المستفتي: وصی الدین، کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب زکوٰۃ کسی غریب کو دی جاتی ہے، تو وہ اس کا مالک ہوجاتا ہے، اسلئے وہ جس شرعی مصرف میں چاہے، خرچ کرسکتا ہے۔

وهل له أن يخالف أمره لم أره والظاهر نعم لأنه؛ مقتضیٰ صحة التمليك قال الرحمتي والظاهر أنه لا شبهة فيه لأنه ملكه إياه عن زكاة ماله. (شامی، کراچی ۲/۳٤٤، زکریا ۳/۲۹۳، مرقاۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/٤٤۷)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍رجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۷۷۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳؍۷؍۱۴۲۳ھ

محلّہ کی کمیٹی کا زکوٰۃ کی رقم جمع کرکے برادری کے غرباء پر خرچ کرنا

سوال: [۴۰۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے محلّہ میں ایک کمیٹی ہے اسمیں ذمہ دار افراد ہیں جو برادری کے جملہ امور کی دیکھ بھال کرتے ہیں، یہ کمیٹی چاہتی ہے کہ محلّہ کی زکوٰۃ فطرہ وغیرہ ایک جگہ جمع کرلیا جائے، اور برادری کے غرباء پر خرچ کیا جائے، مثلاً غرباء کی شادی پر یا جو افراد کاروبار کرنا چاہتے ہیں، لیکن نادار ہیں ان کو ان کے پیروں پر کھڑا کیا جائے، اور اسی میں سے بیواؤں پر خرچ کیا جائے، جو نادار ہیں اور اسی میں سے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے، وقتاً فوقتاً مدارس کو بھی دیا جائے، اس طرح یہ زکوٰۃ سال بھر خرچ کی جائے گی، مسئلہ مذکورہ کو مدلل ومفصل تحریر فرمادیں، اور اس کام کو اہل علم کی سرپرستی میں کیا جائیگا۔

المستفتي: محمد سلیم ملتانی، اہاری سرائے، نگینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی کمیٹی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی برادری کی زکوٰۃ وفطرہ جمع کرے اور پھر برادری کے غریبوں بیواؤں اور نادارلوگوں پرخرچ کرے کیونکہ مسلمانوں سے زکوٰۃ فطرہ وغیرہ وصول کرکے مصارف میں خرچ کرنا خلیفۃ المسلمین کی ذمہ داری ہے، کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ ،صدقہ واجبہ وغیرہ وصول کرکے بیت المال میں جمع کرے اور بیت المال کے قیام کیلئے اسلامی حکومت لازم ہے ،جو بیت المال کی حفاظت دیکھ بھال تصرف فوجی طاقت کے ذریعہ کرتی رہے گی ، اور یہ امور ہندوستان میں موجود نہیں ہیں، اسلئے ہندوستان میں عام مسلمانوں کیلئے زکوٰۃ ،فطرہ اورصدقات واجبہ کا آپس میں اکٹھا کرنا شرعی طور پر درست نہیں ہے،اور اس کا انجام بھی صحیح نہیں ہوتا۔

بیت المال یطلق علی الجھة التی تملک المال العام للمسلمین والمال العام ھنا: ھو کل مال تثبت علیه الید في بلاد المسلمین .

(الموسوعة الفقھیة ۸/ ۲٤۲)

بیوت المال أربعة لکل : مصارف بینتھا العالمونا ، فأولھا الغنائم والکنوز، رکاز بعد ھا المتصدقونا : وثالثھا خراج مع عشور، وجالیة یلیھا العاملونا، ورابعھا الضوائع مثل مالا، یکون لهٗ أناس وارثونا . (شامی ، کتاب الزکاة ، قبیل باب المصرف کراچی ۲/ ۳۳۷، ۳۳۸، زکریا۳/ ۲۸۱،۲۸۲، الھندیة ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف ، فصل مایوضع فی بیت المال أربعة ، أنواع زکریا۱/ ۱۹۰، جدید ۱/ ۲۵۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۱۵/شعبان ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۶/ ۷۸۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۸/۱۶ھ

اپنی برادری کوزکوٰۃ دینے کیلئے زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے رکھنا

سوال: [۴۰۷۸]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کی رقم کو جمع کر کے روکنا اس غرض سے کہ اپنی برادری کے فقراء و مستحقین کو ضرورت پیش آنے پر اس رقم سے ان کی مدد کی جائے گی شرعاً کیسا ہے؟ اور ایک ہی برادری کے مستحقین کو زکوٰۃ کے دینے میں مخصوص کرنا جبکہ دوسری برادری کے مستحقین موجود ہوں کیسا ہے؟

المستفتي: شبیراحمد قاسمی، جلگاؤں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوال میں جوشکل بیان کی گئی ہے وہ صدقہ واجبہ کے بیت المال کی شکل ہے اور ہندوستان میں فی الحال اس طرح بیت المال قائم کرنے اور اس کی حفاظت کی شرائط موجود نہیں ہیں، اسلئے زکوٰۃ دہندگان سے زکوٰۃ کی رقم وصول کر کے کسی شخص واحد یا کسی انجمن میں جمع کر لینا خطرے سے خالی نہیں ہے، اسلئے اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، بلکہ زکوٰۃ دہندگان اپنی مرضی سے مستحقین یا ان کے وکلاء اور مدارس کے سفراء کو ازخود دیدیا کریں، نیز اگر برادری میں زیادہ ضرورت مند موجود ہیں، تو ان کو دیدیں، اور اگر دوسری برادری میں اور زیادہ ضرورت مند موجود ہوں، تو دوسری برادری کے لوگوں کو بھی ضرور دیدینا چاہئے، اور زکوٰۃ کی رقم جتنا زیادہ ضرورت مند کو دی جائے گی، اتنا ثواب بھی زیادہ ملے گا۔

وکره نقلها إلا إلیٰ قرابة أو أحوج أو أصلح أو أورع أو أنفع للمسلمين الخ. (درمختار، کتاب الزكاة، باب المصرف زکریادیوبند ۳۰۴/۳، کراچی ۳۵۳/۲، مجمع الانهر، دارالکتاب العلمیه بیروت ۳۳۳/۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹رشعبان ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۱۴۹/۳۱)

زکوٰۃ کا ثواب مرحومین کو پہونچانا اور اپنی رسید دوسروں کے نام سے کٹوانا

سوال: [۴۰۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عمرو صاحب مال ہے اور صاحب عیال ہے اور گھر کا مالک بھی ہے، اس کے مال کی زکوٰۃ تیس ہزار روپئے نکلتی ہے، زکوٰۃ کی رقم جب وہ مدرسہ میں دیتا ہے تو کچھ اپنے نام سے کچھ اپنے اہل وعیال کے نام سے کچھ اپنے اہل وعیال بالغ نابالغ سب کے نام سے جو حیات ہیں رسید کٹاتا ہے، اور کچھ اپنے مرحومین دادا، دادی، نانا، نانی کے نام سے رسید کٹاتا ہے، عمرو کا اپنے گھر کے مالک ہونے کے اعتبار سے اپنے اہل وعیال بالغ نابالغ کے نام سے جو حیات ہیں، اور مرحومین کے نام سے زکوٰۃ کی رقم کی رسید کٹانا کیسا ہے؟

عمرو رسید کٹاتے وقت نہ معلوم کیا نیت کرتا ہے، نیز اگر کوئی صاحب مرحوم کے نام بنیت ثواب زکوٰۃ کی رقم مدرسہ میں یا کسی غریب مسکین کو دیتا ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اور مرحومین کو ثواب ملیگا یا نہیں؟ نیز عمرو کو اپنے ہی نام سے رسید کٹانی چاہئے، یا اہل وعیال بالغ نابالغ کے نام سے جو حیات ہیں رسید کٹادے تو کیا کوئی حرج ہے؟ یا اس کے متعلق جو بھی مسئلہ ہو تحریر فرمادیں، دونوں سوال کے جواب بحوالہ تحریر کریں؟ نوازش ہوگی۔

المستفتي: منظور عالم قاسمی، مدرس: مدرسہ اسلامی باب العلوم، بابو گنج، ضلع: پرتاپ گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: اگر زکوٰۃ کی نیت سے رقم دیتا ہے، اور دوسرے کو ثواب پہونچنے کیلئے رسید دوسرے اہل وعیال اور مرحومین کے نام سے کٹواتا ہے، تو اس سے عمرو کی زکوٰۃ بھی ادا ہوجائیگی اور دوسرے زندہ ومرحومین کو ثواب بھی پہونچ جائیگا، عمرو کو

اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ کا ثواب کسی کو بھی پہونچادے، اور کسی کے نام سے بھی رسید کٹادے!

صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰةً أو صوماً أو صدقة (إلىٰ قوله) لإطلاق كلامهم و إنه لا فرق بين الفرض والنفل الخ. (شامی، کراچی ۲/۲۴۳ کوئٹہ ۲/۲۵۶، زکریا۳/۱۵۱ البحرالرائق، کوئٹہ ۳/۵۹، زکریا۳/۱۰۵)

ومن أعطى مسكيناً دراهم وسماها هبة أو قرضاً ونوى الزكوٰة فإنها تجزيه وهو الأصح. (فتاویٰ عالمگیری، زکریا ۱/۱۷۱، کتاب الزکاة، الباب الأول: في تفسيرها الخ جديد ۱/۲۳۲، زیلعی، امدادیہ ملتان ۱/۲۵۸، زکریا۲/۳۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍محرم ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۶۱/۲۴)

غیر صاحب نصاب کیلئے سوال کرنا کیسا ہے؟

سوال: [۴۰۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص صاحب نصاب نہیں ہے کیا وہ لوگوں سے زکوٰۃ فطرہ لے سکتا ہے، جبکہ ایسے شخص کو کھانے پینے کی کوئی پریشانی نہیں ہے، مگر اتنا سرمایہ نہیں ہے کہ جو صاحب نصاب ہوجائے، اگر ایسے شخص کو زکوٰۃ فطرہ دیں تو کیا ادا ہوجائے گا؟

المستفتي: محمد اصغر، سیڈھا، بجنور۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو شخص کھاتا پیتا ہو مگر صاحب نصاب نہ ہو تو اس کے لئے سوال کرنا منع ہے، لیکن اگر کوئی اس کو زکوٰۃ یا صدقہ فطر دیدے تو دینے والے کی زکوٰۃ یا صدقہ فطر ادا ہوجائیگا۔

ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحاً

مکتسباً.(هنديه، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف ١/١٨٩، جديد ١/٢٥١)

لا يحل أن يسأل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب . (درمختار مع الشامي، كراچى ٢/٣٥٤، زكريا ديوبند ٣/٣٠٦، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح دار الكتاب ديوبند/٧٢٢، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٦/٣٤١)

لاتحل لمن يملك قوت يومه بعد سترة بدنه .(هنديه، زكريا ١/١٨٨، جديد ١/٢٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۱۸۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/۱/۱۴۳۶ھ

جس شخص کو زکوٰۃ دی اس کے یہاں کھانا کھانا

سوال: [۴۰۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک صاحب نصاب شخص ہیں، ان کی ایک ایسے فقیر سے گہری دوستی ہے، جس کو زید خود ہر سال صدقہ فطر اور زکوٰۃ کی رقم دیا کرتے ہیں، تو کیا زید کیلئے اس فقیر کے یہاں ضیافت ومہمان نوازی کرنا اور اسمیں فقیر کا تحفہ وغیرہ قبول کرنا درست ہے؟

المستفتي: مختار عالم، پورنوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کا اس فقیر کے یہاں آمد ورفت کرنے اور اس کا تحفہ قبول کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، اور زید کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی، البتہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت اس کے یہاں جا کر کھانے پینے سے اور اس سے تحفہ تحائف قبول کرنے کی نیت نہیں ہونی چاہئے۔

عن عائشةؓ أنها أرادت أن تشتري بريرة للعتق –إلیٰ– فقال: هو لها

صدقة ولنا هدية ،الحديث: (بخاری شریف، کتاب الزکاة، باب الصدقة علی موالی ازواج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ،النسخة الهندية ۱/ ۲۰۲، رقم: ۱۴۷۱، ف: ۱۴۹۳)

وفی فتح الباری ،وجواز أكل الغنی ماتصدق به علی الفقير إذا أهداه له، وجواز قبول الغنی هدية الفقير. (فتح الباری، دارالریان للتراث العربی بیروت ۹/ ۳۲۴، اشرفیہ دیوبند ۹/ ۵۱۷، دارالفکر بیروت ۹/ ۴۱۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۱۱/ ۱۴۲۱ھ

ولی کا یتیم کے زکوٰۃ کے مال کو اپنے مال میں ملانا

سوال: [۴۰۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مہرالنساء نامی عورت اپنے ماموں کے یہاں پلی بڑھی ماموں نے ہی ایک جگہ اس کی شادی کردی چار بچے ہونے کے بعد شوہر کا انتقال ہوگیا، مہرالنساء ان بچوں کولیکر ماموں کے یہاں منتقل ہوگئی، عوام الناس اس کو بیوہ ہونے اور بچوں کے یتیم ہونے کی بناپر زکوٰۃ فطرہ اور دیگر صدقات دیتے ہیں، تو اس مال کو ماموں کے مال میں ضم کردیا جاتا ہے، پھر مشترکہ مال سے وہ عورت بچے ماموں اور ماموں کے گھر کے دیگر افراد اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض دفعہ پڑوسی بھی اسی مال سے دعوت وغیرہ کے موقع پر کھانا کھاتے ہیں، تو کیا اس عورت اور بچوں کے علاوہ دیگر حضرات کیلئے اس مشترکہ مال کا استعمال صحیح ہے یانہیں؟

المستفتي: عبدالحمید، تری پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر مہرالنساء مستحق زکوٰۃ ہے تو اس کے لئے صدقہ فطرہ ودیگر صدقات واجبہ لیکر کے ضرورت پوری کرنے کی گنجائش ہے، پھر اس کے

پیسہ اور اس کے مال کو ماموں کے مال میں ضم کرنے کی اس شرط پر گنجائش ہے کہ ماموں کے گھر کے افراد اور مہر النساء اور اس کے چاروں بچوں کے درمیان افراد کا شمار کرلیا جائے، مہر النساء اور اس کے بچے کل ملا کر پانچ ہیں اور ماموں اور ان کے گھر کے افراد کتنے ہیں، دیکھ لیا جائے فی آدمی خرچہ کا حساب لگا لیا جائے، مثلاً ماموں اور ان کے گھر کے افراد کل دس ہیں، اور مہر النساء اور اس کی اولاد پانچ ہیں، تو ایسی صورت میں ماہانہ خرچہ میں مثلاً اگر مہر النساء دو ہزار روپیہ دے تو ماموں کو چار ہزار روپیہ دینا ہوگا، کل چھ ہزار روپیہ مخلوط کر کے سب کیلئے ایک ساتھ میں ملا کر کھانا وغیرہ تیار کرنے کی جو اجازت ہے، اس میں اس طرح کے حساب کی قید کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے، لہٰذا اگر پڑوسی وغیرہ کی دعوت کی جاتی ہے، تو دعوت کے موقعہ پر اسی حساب سے ماموں کے مال کا اضافہ کرنا ضروری ہو جائے گا۔ (مستفاد: تفسیر شیخ الہند پارہ۲/ ۹۹)

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامىٰ قُلْ اِصْلاَحُ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَإِخْوَانُكُم وُاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ الخ. (پارہ ۲ سورۂ بقرہ/ ۲۲۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رشعبان ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۹۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/ ۸/ ۱۴۲۶ھ

۲/ باب وجوب الزكاة

نموکی تعریف اوروجوب زکوٰۃ کی شرط

سوال: [۴۰۸۳]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نمو کی حقیقت اوراس کی صورتیں کیا کیا ہیں؟

المستفتي: مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی،
فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نمو کے معنی بڑھوتری اور باب زکوٰۃ میں اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) نمو حقیقی: اس کا مطلب یہ ہے کہ مال توالد وتناسل اورتجارت کی شکل میں بڑھتا رہے۔

(۲) نموتقدیری: اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب مال ازخود یا اپنے نائب وغیرہ کے ذریعہ سے مال کو بڑھانے اورترقی کرنے پرقدرت رکھتا ہواوروجوب زکوٰۃ کیلئے مال نامی کا ہونا شرط ہے، چاہے نمو حقیقی ہو یا تقدیری۔

وفي الشرع هو نوعان حقيقي وتقديري، فالحقيقي الزيادة بالتوالد والتناسل والتجارات، والتقديري تمكنه من الزيادة بكون المال في يده أو يد نائبه الخ. (شامي،

ترجمہ: اوراصلاح شرع میں نمو کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) نمو حقیقی۔
(۲) نموتقدیری اورحقیقی کا مطلب یہ ہے کہ توالد وتناسل اور تجارت وغیرہ کے ذریعہ اضافہ ہواور

کتاب الزکاۃ، زکریا دیوبند ۳/ ۱۷۹، کراچی ۲/ ۲۶۳، البحر الرائق، کتاب الزکاۃ زکریا دیوبند ۲/ ۳۶۲، کوئٹہ ۲/ ۲۰۶، هندیه، کتاب الزکاة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زکریا دیوبند ۱/ ۱۷٤، بدائع الصنائع، کتاب الزکاة، و مراتب الدیون زکریا دیوبند ۲/ ۱۹۱، الموسوعة الفقهية الكويتية ۷/ ٦۳، ۳۱/ ۲٦۷، ۳٦/ ۳۹، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح قديم/ ۳۸۹، دارالکتاب دیوبند/ ۷۱۵)

تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ صاحب مال ازخود یا اپنے نائب کے ذریعہ مال کو بڑھانے پر قدرت رکھتا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ / ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۴۳)

حوائج اصلیہ کی شرط

سوال: [۴۰۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حوائج اصلیہ کی شرائط اور حاجت اصلیہ کی تعریف اور اس کا دائرہ کیا ہے؟ اور کیا حاجت اصلیہ کا تعین ہر دور اور ماحول میں اس کے اعتبار سے کیا جائیگا؟

المستفتي: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اکیڈمی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حوائج اصلیہ میں وہ اشیاء داخل ہیں، جنکے بغیر انسانی زندگی بسر کرنا دشوار ہوجائے، اور آج کل کے دور میں بہت سی غیر ضروری اشیاء کو

لوگوں نے اپنے لئے یوں ہی ضروری کرلیا ہے، جو درحقیقت حوائج اصلیہ کے دائرہ میں نہیں آتی ہیں، اورحوائج اصلیہ دوقسموں پر ہے۔

(۱) حاجت اصلیہ حقیقیہ اس کے اندر وہ اشیاء شامل ہوتی ہیں جس کے بغیر انسان کو ہلاکت کا خطرہ ہے ، مثلاً ضروری نفقہ اور اخراجات اور رہائشی مکانات اور آلات جنگ اورسردی اورگرمی کے وہ کپڑے جن کی اپنے موسم کے اعتبار سے ہروقت ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) حاجت اصلیہ تقدیریہ اس کے اندر وہ اشیاء داخل ہوتی ہیں انسان جن کے بارے میں ہر وقت صحیح معنی میں متفکر رہتا ہے ،مثلاً واجب الأ دا قرض اور پیشہ اور کاریگری کے اوزار وآلات اور گھر کے ضروری اثاث وسامان اورسواری کے جانور اور علماء کیلئے دینی کتابیں یہ سب حوائج اصلیہ میں شامل ہیں، لہذا اگرکسی کے پاس نقد رقم موجود ہے، لیکن اس پر قرض بھی ہے یا کسی عالم نے ضروری کتابیں خریدنے کیلئے کچھ رقم الگ کررکھی ہے یا کسی کاریگر نے اوزار کیلئے کسی کو رقم دے رکھی ہے، یا گھر کے سامان اورسواری کیلئے کچھ پیسہ دے رکھا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقاً كالنفقة ودور السكنى والآت الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر والبرد أو تقديراً كالدين فإن المديون محتاج إلى قضائه بما في يده من النصاب دفعا عن نفسه الحبس الذى هو كالهلاك وكالآت الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب

ترجمہ: حوائج اصلیہ میں ہر وہ شیٔ شامل ہوتی ہے جو انسان سے حقیقی معنی میں اسباب ہلاکت کو دور کرتی ہے، جیسا کہ نفقہ رہائشی مکان ، جنگی آلات ، گرمی سردی کے ضروری کپڑے ۔یا تقدیراً اور باطناً ہلاکت کو دور کرتی ہے، جیسے کہ واجب الادا قرض جو اس کے قبضہ میں بقدر نصاب مال ہے، اس کے ذریعہ ادا کیا جائیگا ، اپنے سے قید وغیرہ کو دور کرنے کیلئے اور قید بھی ہلاکت کے درجہ میں ہے صناعت کے اوزار اور گھر کے اثاث

و كتب العلم لأهلها فإن الجهل عندهم كالهلاك، فإذا كان له دراهم مستحقة بصرفها إلى تلك الحوائج صارت كالمعدومة كما ان الماء المستحق بصرفه إلى العطش كان المعدوم . (شامی، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة لمن المبيع وفاءً زكريا ديوبند ۱۷۸/۳ ، كراچی ۲۶۲/۲)

اورسواری کے جانوراورعلماء کیلئے دینی کتابیں اسلئے کہ جہالت ان کےنزدیک ہلاکت ہے، لہٰذا ان ضروریات میں خرچ کے لئے جورقم موجود ہے وہ کالعدم ہوگی ،جیسا کہ پیاسے کےحق میں پینے کے پانی کوکالعدم قرار دیکر اس پروضوواجب نہیں ہوتا ہے۔

شامی کی مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کی حقیقت اورعلاقہ ہر دورکے اعتبار سے حاجات اصلیہ میں تفاوت ہوسکتا ہے،مثلاًعوام کیلئے کتب حدیث کتب فقہ وغیرہ حاجات اصلیہ کے دائرہ میں نہیں آتی اورعلماء کیلئے حاجات اصلیہ میں سے ہیں،اور ایسی جگہ جہاں سواری کے جانوروں کوکام میں لایا جاتا ہے،اوروہاں اسکوٹر، سائیکل وغیرہ چلانے کیلئے کوئی راستہ بھی نہیں ہے، وہاں سواری کے جانورحوائج اصلیہ میں شامل ہوں گے، اورگاڑی اسکوٹر وغیرہ شامل نہیں ہوں گی ،اورشہر والوں کیلئے یہ سب اشیاءحوائج اصلیہ میں شامل ہوں گی، نیز اگر ایسی جگہ جہاں گاڑی وغیرہ چلانے کا راستہ نہیں ہے، وہاں کے لوگ اگرگاڑی وغیرہ رکھ لیں تو وہ اشیاءحوائج اصلیہ سے اگر چہ زائد ہیں لیکن مال نامی نہ ہونے کی وجہ سےان پرزکوۃ واجب نہ ہوگی۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۴؍ربیع الاول۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۰۴۴/۲۸)

غیر استعمالی گھریلو سامان پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۰۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) برتن جو بالکل زائد ہیں کبھی کبھار ضرورت کے موقع پر استعمال ہوتے ہیں، ان میں نصف برتن تو صرف شادی بیاہ کے موقع پر ہی استعمال میں آتے ہیں، کچھ برتن گھر کی زینت کیلئے بھی ہیں۔

(۲) بچوں کے کھلونے جو نمائش کے طور پر شیشے میں رکھے ہوئے ہیں، زینت کیلئے اس میں چند کھلونے کئی سال سے رکھے ہوئے ہیں، اس میں کچھ کھلونے ایسے ہیں، جس سے سال بھر میں کبھی کھیل لیا ورنہ اسی میں رہتے ہیں؟

(۳) کپڑے جو ضرورت سے زائد رکھے ہوئے ہیں، دو دو سال یا کم وبیش ہو جاتے ہیں جن کو استعمال کرنے کی نوبت نہیں آتی ہے؟

(۴) عطر جو ضرورت سے زائد نمائش کے طور پر شیشے میں رکھا ہوا ہے، بہت کم استعمال میں آتا ہے؟

(۵) جس کا ذاتی کتب خانہ ہو جس میں کتابیں رکھی ہوئی ہیں، وہ برائے فروخت نہیں ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(۶) قیمتی قلم اور قیمتی گھڑی جو کبھی کبھار استعمال میں آتی ہیں، بقیہ وقت محفوظ رہتی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ گھریلو سامان میں زکوٰۃ کن کن چیزوں پر واجب ہے تفصیل سے وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں؟

المستفتي: ملک محمد ابراہیم بن ہاشم، خضر آباد،
نسواں اشٹریٹ تملناڈ، میل وشارم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تمام اموال میں زکوٰۃ واجب ہونے کیلئے دو صفتوں میں سے ایک صفت کا اس مال کیساتھ متصل ومتصف ہونا لازم ہے۔

(۱) نمو وبڑھوتری کی صفت ، اور یہ صفت حقیقی بھی ہوسکتی ہے ، جیسا کہ سائمہ جانوروں میں توالدوتناسل ، اور حکمی بھی ہوسکتی ہے ، جیسا کہ سونا چاندی گھر میں رکھا ہوا ہو چاہے زیورات کی شکل میں کیوں نہ ہوں ، حکمی طور پر ان میں نمو سمجھا جاتا ہے ، اسی طرح وہ روپیہ پیسہ جو محض جمع کررکھا ہے ، تجارت میں نہیں لگایا ہے اس میں بھی رکھے ہوئے ہونے کی حالت میں صفت نمو کا حکم ہے ۔

(۲) تجارت : جن اموال میں یہ صفت موجود ہے ، ان کی بھی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے ، اگر چہ تجارت میں ایک پیسہ کا بھی نفع نہ ہو تب بھی رأس المال پر زکوٰۃ واجب ہے ، اور مال تجارت میں ہر طرح کا مال شامل ہے ، لہٰذا جن اشیاء میں ان دونوں صفتوں میں سے کوئی بھی صفت نہ ہو یعنی نہ نمو کی صفت ہو اور نہ ہی تجارت کی صفت ہو تو ایسی اشیاء میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے ، چاہے گھر میں بیکار کیوں نہ پڑی ہوئی ہو ، اب دیکھنا یہ ہے کہ سوالنامہ میں جتنی چیزوں کا ذکر ہے ان میں ان دونوں صفتوں میں سے کوئی صفت موجود ہے یا نہیں ، اب سائل خود غور کر کے دیکھ لے کہ سائل کی سوال کردہ چھ چیزوں میں سے کسی بھی چیز میں ان دونوں صفتوں میں سے کوئی بھی صفت موجود نہیں ہے ، لہٰذا صرف شادی بیاہ میں استعمال ہونے والے برتن اور بچوں کے کھلونے اور نمائش کی چیزیں اور ضرورت سے زائد استعمالی کپڑے اور شیشی میں رکھا ہوا عطر اور ذاتی کتب خانہ کی کتابیں ان میں سے کسی میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے ، اسلئے کہ مذکورہ اشیاء میں نہ تو نمو کی صفت ہے اور نہ ہی تجارت کی صفت ہے ، فقہاء کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیے :

دلیلنا لأن الزکاۃ عبارۃ عن النماء وذلک من المال النامی علی التفسیر الذی ذکرناہ وهو أن یکون معداً للإستنماء وذلک بالإعداد للإسامۃ فی المواشی والتجارۃ فی أموال التجارۃ . (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، فصل فی دین الزکاۃ زکریا ۲/ ۹۲)

لیس فیما یشتری للتجمل والزینۃ من خادم ومتاع ولؤ لؤ وجوهر

وفلوس للنفقة شئی. (تاتار خانیه ، کتاب الزکاة ، الفصل الثالث فی بیان زکاة عروض التجارة زکریا۳/۱۷۳ ، رقم: ۴۰۳۱ ، ۲/۲۴۴)

ولیس فی دور السکنیٰ وثیاب البدن وأثاث المنازل ودواب الرکوب وعبید الخدمة وسلاح الاستعمال زکوٰۃ لأنها مشغولة بالحاجة الأصلیة ولیست بنامیة أیضا وعلیٰ هذا کتب العلم لأهلها. (هدایه ، کتاب الزکاة المکتبة الأشرفیة ۱/۱۸۶)

وقال صاحب الهامش تحت هذه العبارة: لو لم یکن من أهلها ولیست هی للتجارة لایجب فیها الزکوٰۃ أیضا ، وإن کثرت لعدم النماء . (حاشیة هدایة نمبر۱۸)

لأن الوجوب فی الکل باعتبار التجارة یعنی أن سبب وجوب الزکاة ملک النصاب النامی والنماء أما بالإسامة أو بالتجارة . (عنایه، کتاب الزکاة ، باب زکاة المال فصل فی العروض قدیم ۲/۲۲۲، زکریا ۲/۲۲۹، کراچی ۲/۱۶۹)

النماء إما تحقیق یکون بالتوالد والتناسل والتجارات أو تقدیری یکون بالتمکن من الاستنماء بأن یکون فی یده أو ید نائبه لأن السبب هو المال النامی فلا بدمنه تحقیقاً أو تقدیراً. (مجمع الانهر کتاب الزکاة ، قدیم بیروت ۱/۱۹۳ ، جدید ۱/۲۸۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۲۸۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۳/۱۴۲۵ھ

زائد برتن وشوکیس وغیرہ میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۰۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انسان کی ضرورت کے علاوہ کے برتن وشوکیس وغیرہ کی چیزوں میں زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟

المستفتي: محمد زبیر مومن ورش پالنپور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: استعمالی شوکیس برتن وغیرہ پرزکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

وليس في دورالسكنىٰ وثياب البدن وأثاث المنازل ... زكوٰة لإنها مشغولة بحاجته الأصلية . (شامی، كتاب الزكاة ، زكريا ديوبند۳/۱۷۸، كراچی ۲/۲٦۲، هدايه، جيسور كتاب الزكاة۱/۱۸٦)

ومنها فراغ المال (إلىٰ قوله) وكذا طعام أهله وما يتجمل به من الأواني إذا لم يكن من الذهب والفضةالخ. (فتاوىٰ عالمگيری، كتاب الزكاة، الباب الاول فی تفسير ها وصفتها وشرائطها زكريا ۱/۱۷۳، جديد ۱/۲۳٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍شعبان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۳۶۵)

دیگچی برتن وغیرہ حوائج اصلیہ میں داخل ہیں

سوال: [۴۰۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیگچی اوربرتن وغیرہ حوائج (ضروریات) میں سے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: محمد طارق، مدرس ہدایت العلوم، مدار پور، پوسٹ: چتون

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دیگچی برتن وغیرہ سونے چاندی کے نہیں تو وہ حوائج ضروریہ میں داخل ہیں زکاۃ کی ادائیگی میں ان چیزوں کی قیمت نہیں لگائی جائیگی۔

وبهذا الشرط خرجت الثياب التى لاترادلتجارة سواء كان صاحبها محتاجاً إليها أولا وأثاث المنزل والحوانيت والعقارات والكتب لأهلها

أو غير أهلها. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳/ ۲٤۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ ۷/ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۷۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/ ۷/ ۱۴۲۳ھ

ملک تام کی تعریف

سوال: [۴۰۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ملک تام وجوب زکوٰۃ کیلئے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ ملک تام سے کیا مراد ہے؟

المستفتي: مجاہد الاسلام، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس شئی میں مالک کو ملکیت اور قبضہ دونوں حاصل ہوجائیں، اس پر ملک تام کا اطلاق کیا جاتا ہے، اور اگر صرف ملکیت حاصل ہوجائے، لیکن قبضہ حاصل نہ ہو جیسا کہ قبضہ سے قبل طے شدہ مہر کی عورت مالک ہوجاتی ہے لیکن مہر پر قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے ملکیت تامہ عورت کو حاصل نہیں ہوتی ہے، اسی طرح اگر مال پر قبضہ تو ہوجائے لیکن ملکیت درحقیقت اپنی نہ ہو بلکہ کسی اور کی ہو تو ایسی صورت میں بھی ملکیت تامہ حاصل نہیں ہوتی ہے، جیسا کہ قرضدار شخص جو مال کما کر قبضہ کرتا ہے، یا ہبہ وغیرہ کے توسط سے اس کے قبضہ میں آتا ہے، تو ایسی صورت میں قرضدار کے قبضہ میں تو مال آ گیا لیکن مال کیساتھ قرض خواہ کا حق بھی لاحق ہوجاتا ہے، اور اس کے ذریعہ سے قرض ادا کرنا اس پر واجب ہوجاتا ہے، لہٰذا اس مال کا مالک درحقیقت قرض خواہ ہی ہوا کرتا ہے، اسلئے مقروض کے حق میں اس مال میں ملکیت تامہ حاصل نہیں ہوتی ہے اسی وجہ سے مقروض پر اس مال کی زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہوتی ہے۔

ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد وأما إذا وجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض أو وجد اليد دون الملك

کملک المکاتب والمدیون لاتجب فیه الزکوٰۃ . (عالمگیری، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی تفسیر ها و صفتهاو شرائطها ۱/۱۷۲، جدید۱/۲۳۳، ومثله فی الجوهره، النیرة، کتاب الزکاۃ، دارالکتاب دیوبند ۱/۱۳۷، قدیم کراچی ۱/۱۳۹)

ترجمہ: ملک تام وہ ہے کہ جس میں قبضہ وملکیت دونوں جمع ہوجائیں، اور بہرحال جب صرف ملکیت حاصل ہو اور قبضہ نہ ہوجیسا کہ قبل القبض عورت کا مہر یا قبضہ حاصل ہو لیکن ملکیت نہ ہوجیسا کہ مکاتب اور مدیون کی ملکیت تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۰۳۶)

حولان حول کے بعد زکاۃ واجب ہوتی ہے

سوال: [۴۰۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس شروع سال سے مثلاً شوال سے ۵/تولے سونا ہے اور کچھ بھی نہیں ہے شعبان میں چل کر اس کو دوتولہ چاندی یا پچاس روپئے اور مل گئے تو کیا اس شکل میں اسکی مالیت نصاب کے بقدر پہونچ جائیگی، ایک شخص شروع سال سے تو غیر صاحب نصاب تھا اب اخیر سال میں اس کے پاس روپیہ آ گیا تو کیا اب سے اس پر سال گذرنا شرط ہے یا شوال میں پہونچ کر اس پر زکوٰۃ فرض ہوجائیگی؟

المستفتي: عبدالرشید قاسمی، مقام وپوسٹ: قصبہ: سیڈھا، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں اس کا شروع سال شعبان سے شمار ہوگا، اب آئندہ سال شعبان تک سونے کے ساتھ چاندی یا روپیہ موجود رہے گا تب اسکی

زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، اس سے قبل نہیں، وحال علیہا الحول کا مطلب بھی یہی ہے۔

عن عائشةؓ قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول : لا زكاة في مالٍ ، حتى يحول عليه الحول . (سنن ابن ماجه، كتاب الزكاة ، باب من استفاد مالًا ، النسخة الهندية ١/ ١٢٨، دارالسلام رقم: ١٧٩٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍صفر المظفر ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۳۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۲/۲۰ھ

سال کی ابتدا وانتہا میں نصاب مکمل ہونے پر وجوب زکوٰۃ

سوال: [۴۰۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صورت حال اس طرح سے ہے کہ زید کے پاس کچھ مال دادا الٰہی ہے اور کچھ بذات خود خریدا ہوا ہے، جس میں کچھ زیورات بھی ہیں، اور نقد بھی اور غلہ بھی خرچہ سے زائد رہتا ہے، بعض مرتبہ زید ایک لاکھ روپیہ کا مقروض بھی ہو جاتا ہے، اور بعض موقع ایسا بھی ہوتا ہے کہ زید کا روپیہ دوسروں پر ہوتا ہے قابل طلب امر یہ ہے کہ زید پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کس طرح سے ہوگی، اور نہیں تو کس وجہ سے، نیز بیل بھینس کی قسم سے کچھ جانور بھی ہیں اس کو بھی تحریر فرمائیں کہ کون سے مد پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

المستفتي: محمد شعیب، شاہ آباد، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: گھر کے غلوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اور سونے چاندی کے زیورات پر سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اگر شروع سال میں نصاب کے برابر یا اس سے زائد کا مالک ہوتا ہے، اور اسی طرح اخیر سال میں بھی قرض وغیرہ مجری کر کے نصاب یا اس سے زائد باقی رہتا ہے، تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اتنے کی زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے جو اخیر سال میں قرض وغیرہ منہا کرنے کے بعد باقی بچے اور سال کے

درمیان میں قرض وغیرہ کی وجہ سے نصاب سے کم ہوجائے تو اسکا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ونقصان النصاب فی الحول لا یضر إن کمل فی طرفیه لأنه یشق اعتبار الکمال فی أثنائه الخ. (البحر الرائق، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال زکریا ۲/ ٤۰۰، کراچی ۲/ ۲۲۹، الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال زکریا ۳/ ۲۳۳، کراچی ۲/ ۳۰۲)

اور مذکورہ جانور پر زکوٰۃ واجب ہونے کی صورت یوں ہے تیس پر ایک سال کی گائے یا بھینس دیناواجب ہے، اور چالیس پر دوسالہ ایک بھینس اور پھر ساٹھ پر ایک سالہ دو بھینس یا گائے، اورستر پر ایک سالہ اور دوسالہ ایک واجب ہوگا، اس سے زائد ہوجائے تو دوبارہ استفتاء کیجئے گا۔(مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۷۱)

لیس فی أقل من البقر صدقة فإذا کانت ثلثین سائمة وحال علیها الحول ففیها تبیع أو تبیعة وفی أربعین مسن أومسنة، فإذا زادت علیٰ أربعین وجب فی الزیادة بقدر ذلک إلیٰ ستین ثم فی الستین تبیعان أو تبیعتان وفی سبعین مسنة وتبیع. (ھدایہ، اشرفیہ ۱۹۰، ۱۸۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ ۳/ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۳۲)

وجوب زکوٰۃ کیلئے سال گذرنا شرط ہے

سوال: [۴۰۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے کھاتے (بینک) میں کبھی روپیہ ہوتا ہے، اور کبھی نہیں ہوتا ہے، یعنی جمع ہوتا رہتا ہے، اور ساتھ ہی نکلتا رہتا ہے، کیا ایسی کوئی صورت ہے کہ زید اپنی تنخواہ سے کچھ ہر ماہ روپیہ نکال دیا کرے تاکہ بعد میں زکوٰۃ نہ نکالنی پڑے؟

المستفتي: شفیع احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ سال پورا ہونے پرادا کرنا واجب ہوتی ہے، لہٰذا بینک میں روپیہ جمع کرنے میں اور نکالتے رہنے میں یہ دیکھا جائے کہ جس وقت نصاب پورا ہوا ہے، اس وقت آئندہ سال پورا ہونے پر نصاب کے بقدر باقی ہے یا نہیں؟ اگر نصاب کے بقدر باقی ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

عن علي عن النبي ﷺ ببعض أول الحديث، قال: فإذا كانت لک مائتا درهم وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم وليس عليک شيئی يعنی فی الذهب حتی تكون لک عشرون ديناراً، فإذا كانت لک عشرون ديناراً وحال عليها الحول ففيها نصف دينار فمازاد فبحساب ذلک. (سنن أبی داؤد، الزکاة، باب فی زکاة السائمة، النسخة الهندية ۱/۲۲۱، دارالسلام رقم: ۱۵۷۳)

عن ابن عمرؓ قال: لاتجب في مالٍ زكاة، حتی يحول عليه الحول، قال محمد: وبهذا نأخذ وهو قول أبي حنيفةؒ إلا أن يكتسب مالاً فيجمعه في مال عنده مما يزكي، فإذا وجبت الزكاة فی الأول زكی الثاني معه، وهو قول أبي حنيفةؒ، وابراهيم النخعي رحمهما الله تعالیٰ. (مؤطا امام محمد، کتاب الزکاة، باب المال مت تجب فيه الزکاة، اشرفی بکڈپو دیوبند ۱/۱۷۳، ۱۷٤، رقم: ۳۲٦)

وحولان الحول وهو فی ملکه وثمنية المال كالدراهم والدنانير ...... فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما ولو للنفقة وتحته فی الشامية، والشرط تمام النصاب فی طرفی الحول الخ. (شامی، کتاب الزکاة، کراچی ۲/۲٦۷، زکریا ۳/۱۸٦)

اور ایسی کوئی صورت ہم نہیں بتلا سکتے کہ تنخواہ میں سے کچھ نکالدینے سے زکوٰۃ نہ دینی پڑے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ رصفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۲۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۳ھ

پہلے عشرہ میں زکوٰۃ نکالنے والے کا دوسرے عشرہ میں جمع کردہ رقم کی زکوٰۃ

سوال: [۴۰۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے کچھ ساتھیوں نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اپنی زکوٰۃ نکالی اور حج کی رقم ۴۰۰۰ ۷/ہزار روپئے دوسرے عشرہ میں بھیجی، کیا ان لوگوں پورے ۴۰۰۰ ۷/روپئے کی زکوٰۃ دینا لازم ہے؟

المستفتي: حجاج کرام، حلقہ نہٹور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب ہر سال زکوٰۃ نکالنے کا وقت رمضان کا پہلا عشرہ ہے اور پہلا عشرہ گذر جانے تک اس کے پاس وہ پیسہ موجود ہے جس کو حج کیلئے جمع کیا ہے، تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی لازم ہوگا۔ (مستفاد: انوار مناسک، ۱۶۰/)

ما إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه ، فحال الحول ، وقد بقي معه نصاب فإنه يزكي ذلك الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضا في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول.

(شامي ، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً، زكريا ۱۷۹/۳، كراچی ۲۶۲/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/شوال ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۷۲۱/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۱۰/۱۸ھ

حولان حول کے بعد زکوٰۃ صحیح مال پر

سوال: [۴۰۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس تین لاکھ روپئے ہیں وہ ان کی زکوٰۃ دیتا ہے اب اس نے ایک لاکھ روپیہ کا ایک بلڈنگ میں بنیت تجارت دوسرا مالا خرید لیا جیسا کہ بمبئی، کلکتہ وغیرہ میں فروخت ہوتے ہیں،

نیچے کا مالا (منزل) کسی اور نے خرید لیا ہے دوسرا کسی اور نے تیسرا کسی اور نے اب معلوم یہ کرنا ہے کہ وہ مکان کی زکوٰۃ کس طرح دے گا آیا جب نقد کیش پر حولان حول ہوا سی وقت دے گا، یا جب سے مکان خریدا ہے اسی وقت سے ادا کریگا، ان کے جوابات مدلل نمبرات کے حساب سے دیں، نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تبدل جنس کی وجہ سے حول جدید لازم نہیں بلکہ حول قدیم کے اعتبار سے پورے تین لاکھ کی ملکیت کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

لو استبدل مال التجارة بمال التجارة وهی العروض قبل تمام الحول لا یبطل حکم الحول سواء استبدلها بجنسها أو بخلافه بلا خلاف لتعلق وجوب زکوٰتها بمعنى المال وهو المالية والقيمة وهو باق الخ. (شامی، الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم زکریا۳/ ۲۰۹، کراچی ۲/ ۲۸٤)

ولا ینقطع حکم الحول لوکان الاستبدال قبل تمامه بل یتحول الوجوب إلی البدل فیبقی ببقائه ویسقط بهلاکه کما نقلناه صریحاعن البدائع فما قیل من أنه لا تجب زکوة البدل بهذا الاستبدال بل یعتبر له حول جدید خطأ صریح فافهم. (شامی، الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم زکریا۳/ ۲۱۰، کراچی ۲/ ۲۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍ شعبان ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۹۰۹)

کیا ایک مرتبہ زکاۃ نکالدینے کے بعد دوبارہ اس مال پر زکوٰۃ نہیں

سوال: [۴۰۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اہل نصاب ہے زید نے اپنی رقم کی زکوٰۃ اس سال نکال دی اور دوسرے سال اس کے پاس وہی

رقم فاضل رکھی ہے، تو اس رقم کی زکوٰۃ دوسرے سال نکالے یا نہ نکالے زید کہتا ہے، کہ میں نے اسکی زکوٰۃ نکال دی ہے، اب نہیں نکالونگا، اب وہ رقم تین یا چار سال فاضل رکھی رہی تو اس رقم کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ وہ زکوٰۃ دے یا نہ دے؟

المستفتي: بشیر احمد، نرولی نئی بستی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زید کے پاس جو رقم فاضل رکھی رہی جب تک وہ رقم بقدر نصاب ہے تو اس وقت تک اسمیں سے زکوٰۃ دینا لازم ہے، کیونکہ زکوٰۃ کی شرط صاحب نصاب ہونا ہے، اور اس پر سال گذر جانا ہے، اور یہ دونوں باتیں یہاں پر موجود ہیں۔

عن عائشةؓ قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول: لا زكاة في مالٍ، حتى يحول عليه الحول. (سنن ابن ماجه، كتاب الزكاة، باب من استفاد مالاً، النسخة الهندية ١٢٨/١، دارالسلام رقم: ١٧٩٢، مسند البزار، مكتبة العلوم الحكم ٢٥٩/١٨، رقم: ٣٠٣)

وسبب افتراضها ملك نصاب. (شامی، کتاب الزكاة، كراچی ٢٦٧/٢، زكريا ١٧٤/٣)

اور یہاں پر سال گذر چکا ہے، لہذا زکوٰۃ دینا لازم ہے، اگر ادا نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/۱/۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۲۹/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۱/۱۴۲۱ھ

نصاب زکوٰۃ کی مقدار

سوال: [۴۰۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کتنے مال پر فرض ہوتی ہے؟

المستفتي: انور جمال، محلہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس کی ملکیت میں موجودہ دس گرام کے تولہ کے حساب سے ۶۱۲ر گرام ۳۶۰ رملی گرام چاندی یا اس کی قیمت کے برابر نقد روپیہ پیسہ ہو تو ایسے شخص پر زکوٰۃ فرض ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۰۲، کتاب المسائل ۲/۱۳۵)

عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس في ما دون خمس ذود صدقة من الإبل، ولیس فیما دون خمس أواق صدقة، ولیس فیما دون خمسة أوسق صدقة. (صحیح البخاری، الزکاة، باب زکاة الورق، النسخة الهندیة ۱/۱۹٤، رقم: ۱٤۲۷، ف: ۱٤٤۷، صحیح مسلم، الزکاة، النسخة الهندیة ۱/۳۱٥، بیت الأفکار رقم: ۹۷۹)

نصاب فضة مائتا درهم بالإجماع. (الموسوعة الفقهیة ۲۳/۲٦٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵ر ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۵۵۳)

موجودہ اوزان کے اعتبار سے زکوٰۃ کا نصاب

سوال: [۴۰۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کا وزن موجودہ اوزان (۱۰ر گرام) کے حساب سے کتنا ہوگا تحریر فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتي: حافظ فرقان، تمبا کو والان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کا نصاب قدیم اوزان کے اعتبار سے ۱۲ر تولہ کے حساب سے ۵۲ ۱/۲ر تولہ چاندی ہے اور ۱۲ر ماشہ کا ایک تولہ گیارہ گرام

۶۶۴ر ملی گرام کا ہوتا ہے، تو اس حساب سے ۱۲ر ماشہ کے اور ½ ۵۲ر تولہ ہوئے اور دس گرام کا انگریزی تولہ جو موجودہ زمانہ میں رائج ہے کے حساب سے ۶۱ر تولہ دو گرام تین سو ساٹھ ملی گرام چاندی ہوتی ہے، اس کی قیمت صرافہ سے معلوم کر لی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ رتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ر رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۷۷ ۲۳)

سونے، چاندی کا نصاب شرعی موجودہ اوزان کے اعتبار سے

سوال: [۴۰۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) موجودہ اوزان کے اعتبار سے نصاب چاندی کیا ہے؟

(۲) موجودہ اوزان کے اعتبار سے نصاب سونا کیا ہے؟

(۳) موجودہ اوزان کے اعتبار سے صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے؟

المستفتي: مولانا محمد عمر صاحب، نائب مہتمم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) چاندی کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار سے ۶۱۲ر گرام، ۳۶۰ر ملی گرام چاندی ہے۔ (۲) سونے کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار سے ۸۷ر گرام، ۴۸۰ر ملی گرام سونا ہے۔ (۳) صدقہ فطر کی صحیح مقدار ۱۳۵ر تولہ گیہوں ہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ۲/ ۴۲۸) جو موجودہ اوزان کے اعتبار سے ڈیڑھ کلو ۴۷ر گرام ۶۴۰ر ملی گرام گیہوں ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ر رجب المرجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۱۸۹۲)

جیب میں رکھے ہوئے خرچ کے پیسے بھی نصاب میں شامل ہیں

سوال: [۴۰۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس نصاب زکوٰۃ مکمل ہونے میں صرف سو پچاس روپئے کم ہیں یعنی اگر سو پچاس روپئے ملائے جائیں تو نصاب مکمل ہوسکتا ہے، اب جیب میں جو روزمرہ کے اخراجات کیلئے سو پچاس روپئے ہوا کرتے ہیں، ان کو ابتدائے سال سے نصاب میں اگر ملایا جائے تو نصاب مکمل ہو کر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا یا نہیں؟ اور اسی طرح انتہائے سال میں سو پچاس روپئے ملائے جائیں تو زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی یا نہیں؟

المستفتي: مشتاق احمد اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نصاب کے مکمل ہونے کے لئے اپنی ملکیت کے سارے پیسے شمار کرنا لازم ہے، اور سو پچاس روپیہ جیب میں جو خرچہ کیلئے رکھے جائیں وہ بھی اس کی ملکیت ہی ہے، اس لئے سال کی ابتدا میں اگر خرچ کے لئے جو جیب میں رکھے گئے ہیں اس کو ملانے کے بعد نصاب پورا ہوجاتا ہے، اسی طرح سال کی انتہا میں بھی سو پچاس روپیہ خرچ کیلئے جو جیب میں رکھے ہوئے ہیں، اس کو ملانے سے نصاب پورا ہوجاتا ہے تو ایسی صورت میں اس کے اوپر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہے، بس شرط یہ ہے کہ درمیانی سال میں کوئی ایسا وقت نہ گذرا ہو جس میں اس اس کی ملکیت میں کچھ بھی نہ رہا ہو بلکہ سال کے درمیان میں اس کے پاس کچھ نہ کچھ ضرور رہا ہو۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ زکریا ۴/۳۰۱، فتاویٰ عثمانی ۲/۶۲)

ولنا: أن كمال النصاب شرط وجوب الزكاة فيعتبر وجوده في أول الحول وآخره لا غير لأن أول النصاب وقت انعقاد السبب وآخره وقت ثبوت الحكم فأما وسط الحول فليس بوقت انعقاد السبب ولا وقت ثبوت الحكم فلا معنىٰ لاعتبار كمال النصاب فيه، إلا أنه لا بد من بقاء شيءٍ من

النصاب الذی انعقد علیه الحول لیضم المستفاد إلیه : الخ. (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاۃ ، بیان ما یقطع حکم الحول ومالا یقطع زکریا ۲/ ۱۰۰)

وثمنیة المال کالدراهم والدنانیر لتعینها للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزکاة کیف ما أمسکهما ولو للنفقة . (الدر مع الرد زکریا ۳/ ۱۸٦، کراچی ۲/ ۲٦۷، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، کتاب الزکاۃ دارالکتاب دیو بند/ ۷۱۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ شعبان ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۲۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/ ۸/ ۱۴۳۴ھ

موجودہ دور کے تولہ کے حساب سے سونے کا نصاب آٹھ تولہ سات گرام ۴۸۰/ ملی گرام ہے

سوال: [۴۰۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ڈیڑھ سال سے میرے پاس اپنی شادی کے تقریباً آٹھ تولے کے زیورات سونے کے ہیں، اور میری آمدنی قریب ایک ہزار روپیہ ماہانہ ہے، جس میں میرا خرچ پورا ہوجاتا ہے، آمدنی سے کوئی پیسہ نہیں بچ پاتا ہے اس لئے برائے مہربانی آپ یہ بتائیں کہ میں زکوٰۃ کس صورت میں ادا کروں؟ مفصل جواب سے نوازیں؟

المستفتي: محمد یونس قریشی محلّہ اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق : سونے کا نصاب ۱۲/ ماشہ کے تولے کے حساب سے ½۷/ تولہ ہے جس کا وزن ۱۰/ گرام کے تولہ حساب سے آٹھ تولہ سات گرام ۴۸۰/ ملی گرام ہوتا ہے، اگر آپ کے پاس اتنا سونا ہے، تو بازار سے قیمت معلوم کر کے ہزار میں

۲۵؍روپیہ کے حساب سے زکوٰۃ نکالیں اوراگرسونااس سے کم ہے،اورتھوڑی سی چاندی بھی ہے، یا کچھ روپیہ ہے تو سونے کی قیمت کو چاندی کے نصاب میں لیجا کر ہزار میں ۲۵؍روپیہ کے حساب سے زکوٰۃ نکالیں اور۱۰؍گرام کے تولہ سے ۶۵؍روپیہ فی تولہ کے حساب سے ۳۹۸۰؍روپیہ چاندی کا نصاب بنتا ہے،اوراگرسونامذکورہ وزن سے کم ہے اورچاندی بالکل نہیں ہے، نیز روپیہ بھی بالکل نہیں ہے،اورسال گذرنے پر تنخواہ کا روپیہ بھی نہیں ہے تب زکوٰۃ واجب نہیں ورنہ واجب ہوگی۔

عن عمر و بن يعلي فذكر الحديث نحو حديث الخاتم قيل لسفيان : كيف تزكيه؟ قال تضمه إلى غيره . (سنن أبي داؤد ، الزكاة ، باب الكنز ما هو زكاة الحلى ، دارلسلام / ۲۹۲، رقم: ۱۵٦٦)

عن عبيد الله بن عبيد قال: قلت لمكحول: يا أباعبد الله إن لي سيفاً فيه خمسون و ما ئة درهم فهل علي فيه زكاة ؟ قال: أضف إليه ما كان لک من ذهب وفضة ، فإذا بلغ مأتي درهم ذهب وفضة فعليک فيه الزكاة . (المصنف لابن أبي شيبة ، الزكاة فى الرجل تكون عنده مائته درهم وعشرة دنانير مؤسسه علوم القرآن ٦/ ۳۹۳، رقم: ۹۹۷۹)

وتضم قيمة العروض إلى الذهب والفضة وكذا يضم بعضها إلىٰ بعض وإن اختلف أجناسها(قوله) وكذلک الذهب والفضة بالقيمة حتى يتم النصاب عند أبى حنيفةؒ كماإذا كان معه مائة درهم وخمسة مثاقيل قيمتها مائة درهم فعليه الزكوٰة عند أبى حنيفةؒ الخ. (الجوهره ، النيرة، كتاب زكاة العروض ، دارالكتاب ديوبند/ ۱۵۱، ۱/ ۱۵۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۲۰؍رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۳۹۵)

کیا دور حاضر میں سونے کے نصاب کو انفع للفقراء قرار دیا جاسکتا ہے؟

سوال: [۴۱۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شریعت اسلامی نے انسان پر سونے، چاندی، کرنسی، اور مال تجارت میں زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہے، فی زمانناً یہ چاروں چیزیں زیادہ لوگوں کے پاس موجود رہتی ہیں، اور لوگ اس کی زکوٰۃ ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔

سونے اور چاندی کا نصاب تو منصوص ہے کرنسی اور مال تجارت میں زکوٰۃ واجب ہونے اور حرمان زکوٰۃ کیلئے مستقل نصاب نہیں ہے، اس کے لئے معیار سونے اور چاندی کا نصاب ہے۔ البتہ سونے اور چاندی میں چاندی کا کرنسی سے کوئی رشتہ باقی نہیں رہا جیسا کہ ہمارے اکابر نے اس کی وضاحت کی ہے، نیز سونا بھی براہ راست کرنسی باقی نہیں رہا لیکن اب بھی کس کسی ملک کی کرنسی کی قدر متعین کرنے میں سونے کا اہم رول ہوتا ہے، اسے دنیا کے تمام مرکزی بینکوں میں ایک اہم محفوظ سرمایہ مانا جاتا ہے، دنیا کے مختلف ممالک سونے کے محفوظ ذخیرہ کی وافر مقدار رکھتے ہیں، تاکہ ان کی کرنسی مضبوط رہے، اور خاص ڈالر کے مقابلہ میں کمزور نہ ہوجائے، خلاصہ یہ ہے کہ کرنسی کی قدر کا کچھ نہ کچھ تعلق اور ربط اب بھی باقی ہے۔

موجودہ دور میں چاندی کی قیمت میں ایسا انحطاط پیدا ہوگیا کہ اب چاندی کا نصاب زکوٰۃ ۶۱۲ر گرام چاندی بہت معمولی ہوگیا، اب اس وقت چاندی کا نصاب ہندوستان میں ۳۰ر ہزار روپئے میں پورا ہوجاتا ہے، جبکہ سونے کا نصاب دو لاکھ سے بھی متجاوز ہے، تو ان حالات میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر کوئی شخص فقط سونے کا مالک ہو تو سونے کے مکمل حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی؟

اگر کوئی چاندی کا مالک ہو تو چاندی کے لحاظ سے زکوٰۃ واجب ہوگی؟

اگر کچھ مقدار چاندی اور کچھ مقدار سونا ہو تو حضرات صاحبین کے مسلک کے مطابق ضم بالقیمت کے بجائے ضم بالا جزاء کا اعتبار کیا جائے یا نہیں؟ امام صاحبؒ نے

جس دور میں ضم بالقیمت کا اعتبار کیا تھا، اس میں سونے اور چاندی کی قیمت کے درمیان توازن تھا، یعنی دوسو درہم چاندی اور بیس دینار سونے کی قدر برابر تھی، موجودہ حالات اس سے بالکل مختلف ہے۔

کرنسی اور مال تجارت میں زکوٰۃ واجب ہونے نیز حرمان زکوٰۃ کیلئے سونے اور چاندی کے نصاب میں سے کس نصاب کو معیار قرار دیا جائے؟ اس سلسلہ میں امام صاحبؒ کا مسلک انفع للمفقراء بتایا جاتا ہے، کسی دور میں چاندی کا نصاب ضرور انفع للفقراء تھا لیکن اب دیکھا جائے تو چاندی کے نصاب کی قدر بہت ہی کم ہے، نیز فقر اور غناء کا تعلق عرف واحوال سے ہے، ہر زمانے کے حالات کے لحاظ سے اس زمانہ کے لوگوں کی ضروریات ہوتی ہیں، خود فقہاء نے حاجات اصلیہ کو متعین کرنے میں ان کو ملحوظ رکھا ہے، اگر اس پہلو سے دیکھا جائے تو آج ایک سرکاری ملازم کی تنخواہ چاندی کے نصاب سے زیادہ ہوتی ہے، نیز ثمنیت کا پہلو سونے میں بہ مقابلہ چاندی کے زیادہ ہے، نیز لوگوں کے تعامل اور قیمت کے استحکام کے اعتبار سے سونے کا چلن بھی زیادہ ہے، اس کی قدر سے شریعت کا منشاء بھی پورا ہوتا ہے، کہ فقراء پر زکوٰۃ واجب نہ ہو، اغنیاء پر واجب ہو، اور فقراء زکوٰۃ سے محروم نہ ہوں، اغنیاء محروم ہوں، تو کیا کرنسی اور مال تجارت میں بجائے چاندی کے سونے کو معیار بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ دور حاضر میں چاندی کا نصاب فقراء کیلئے انفع ہے یا نہیں؟

آگے رمضان المبارک آرہا ہے مسلمانوں کی اکثریت اس ماہ میں اپنی زکوٰۃ ادا کرتی ہے، لوگ برابر تعین نصاب کے سلسلہ میں شک وشبہ میں مبتلا رہتے ہیں، کہ زکوٰۃ کس معیار والے آدمی کو دی جائے، اکثریت کے پاس چاندی کے نصاب کے بقدر مالیت تو رہتی ہے تو اس صورت حال میں " **تغیر الأحکام بتغیر الزمان** " کے پیش نظر سونے کے نصاب کو انفع قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: نثار احمد، گودھرا، خادم: جامعہ رحمانیہ گودھرا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح سونے اور چاندی میں زکاۃ کا حکم منصوص

ہے اسی طرح مال تجارت میں بھی زکاۃ کا حکم منصوص ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن سمرة بن جندب قال: أما بعد! فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذى نعد للبيع . (ابوداؤد ، الزكاة ، باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها زكاة ، النسخة الهندية ١/ ٢١٨ ، دارالسلام رقم:١٥٦٢ ، سنن دار قطني ، دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ١١١ ، رقم: ٢٠٠٨)

عن ابن عمر قال ليس فى العروض زكاة الاما كان للتجارة . (السنن الكبرىٰ للبيهقي ، دار الفكر ٦/ ٦٤ ، رقم: ٧٦٩٨)

ہاں البتہ سونے اور چاندی کا نصاب الگ الگ طور پر منصوص ہے اور اموال تجارت کا نصاب مستقل طور پر منصوص نہیں ہے، بلکہ اس کو سونے اور چاندی کے نصاب کے ساتھ ملانے کا حکم ہے، اور اسی سے کرنسی کا نصاب بھی ثابت ہوجاتا ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن عبيد الله بن عبيد قال قلت لمكحول ياأباعبد الله إن لى سيفا فيه خمسون ومأة درهم فهل علي فيه زكاة ؟ قال : أضف إليه ما كان لک من ذهب و فضة فإذ ابلغ مائتى درهم ذهب وفضة فعليک فيه الزكاة .

(المصنف لابن أبي شيبة ، مؤسسه علوم القرآن ٦/ ٣٩٣ ، رقم: ٩٩٧٨، ٩٩٧٩)

عن حماس قال مر علي عمر فقال أد زكاة مالک قال قلت: مالي مال أزكيه إلا فى الخفاف والأدم قال قومه وأد زكاته . (مصنف عبد الرزاق ، المجلس العلمى ٤/ ٩٦، رقم: ٧٠٩٩، دار قطنى ، دارالكتب العلميه بيروت ٢/ ١٠٩ ، رقم: ١٩٩٩)

اور یہ کہنا ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہےکہ اکابر نے کرنسی کو چاندی کے ساتھ نہیں جوڑا ہے؛ بلکہ اکابر سے اس سلسلے میں یہی بات ثابت ہے، کہ کرنسی کو چاندی کے ساتھ جوڑا جائے ، ملاحظہ فرمایئے: (رحمۃ اللہ الواسعہ ۴/ ۶۳، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/ ۳۹۳)

اور یہ بات بھی قابل تردد ہے کہ کرنسی کا تعلق صرف سونے سے ہے چاندی سے نہیں، بلکہ ہماری معلومات کے مطابق بعض ملکوں کی کرنسی کا تعلق سونے سے ہے، جیسا کہ کویت ،

بحرین، مسقط کے دینار، برطانیہ کا پاؤنڈ، یورو، ڈالر اور امریکن ڈالر وغیرہ ان کا تعلق سونے سے ہے، اور سعودی ریال، امارات متحدہ کا درہم اور برصغیر کے روپئے کا تعلق چاندی سے جڑا ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیے: (رحمۃ اللہ الواسعہ ۴/۶۳)

جمهور الفقهاء يرون وجوب الزكاة في الأوراق المالية لأنها حلت محل الذهب والفضة في التأمل ويمكن ...... صرفها بالفضة بدون عسر.

(الفقه على المذاهب الأربعة، دارالفكر ۱/۶۰۵، مكمل /۳۳۵)

اور آج کے زمانہ میں چاندی اور سونے کی قیمت میں پچھلے زمانہ کے مقابلے میں زیادہ تفاوت ہے، اور انفع للفقراء کا اعتبار ہر زمانہ میں کیا گیا، اور آج بھی انفع للفقراء کا اعتبار کیا جائے گا، اور انفع للفقراء چاندی کے نصاب کا اعتبار کرنے ہی میں ہے، اس لئے چاندی کے نصاب کا اعتبار کر کے زکاۃ دینا لازم ہے، اور جب سونا اور چاندی دونوں کا نصاب مکمل نہ ہو تو سونے کے نصاب کو چاندی کے نصاب کے ساتھ ملا کر زکاۃ دینا لازم ہوگا، اور سائل کا یہ کہنا کہ ایک سرکاری ملازم کی تنخواہ بھی پچیس تیس ہزار روپیہ ہوتی ہے، تو صحیح بات یہ ہے کہ جس کی تنخواہ پچیس تیس ہزار روپیہ ہے وہ فقیر نہیں ہوسکتا؛ بلکہ اس کو چاندی کے نصاب کے بقدر سالانہ نصاب پورا ہونے پر زکاۃ ادا کرنا لازم ہوگا، اور یہ کہنا قطعا درست نہیں ہے کہ کسی دور میں چاندی کا نصاب انفع للفقراء تھا، اور آج یہ بات نہیں ہے؛ بلکہ آج کے دور میں بھی چاندی کا نصاب ہی انفع للفقراء ہے، مثلاً چاندی کا نصاب اگر تیس ہزار روپیہ میں پورا ہوتا ہے، اور سونے کا نصاب ڈہائی لاکھ روپیہ میں پورا ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں ہندوستان میں اگر پانچ کروڑ افراد چاندی کے نصاب کے مالک ہیں اور پچاس لاکھ افراد سونے کے نصاب کے مالک ہیں تو انفع للفقراء کس میں ہے، خود ہی غور فرمائیے، پانچ کروڑ افراد زکاۃ نکالنے والے ہوں تو فقراء کا زیادہ فائدہ ہے یا پچاس لاکھ افراد زکاۃ نکالنے والے ہوں تب فقراء کا زیادہ فائدہ ہے، ظاہر بات ہے کہ جب پانچ کروڑ افراد زکاۃ نکالنے والے ہوں تب فقراء کا زیادہ فائدہ ہے، اس لئے امام

صاحب کے قول پر ہی فتویٰ دینا لازم ہوگا، لہٰذا چاندی کے نصاب کے جو لوگ مالک ہو جائیں اور زکاۃ ادا نہ کریں تو وہ گنہ گار ہوں گے، اور سونے کے نصاب کو انفع قرار دینا خلاف واقعہ اور بداہت کا انکار ہے۔

وعن أبي حنفيةؒ أنه يقوم بما فيه إيجاب الزكاة حتى إذا بلغ بالتقويم بأحد هما نصاباً و لم يبلغ بالآخر قوم بما يبلغ نصاباً ، وهو إحدى الروايتين عن محمدؒ ، و لو كان بالتقويم بكل واحد منهما يبلغ نصاباً، يقوم بما هو أنفع للفقراء من حيث الرواج ، وإن كانا في الرواج سواء يتخير المالك ، وفي شرح الطحاوي : فأما في بلادنا اليوم يقوم عروض التجارة على كل حال بالدراهم لأن النقد عندنا هو الدراهم .

(تاتارخانية ،زكريا ديوبند٣/١٦٤، ١٦٥، رقم: ٤٠٠٠)

يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء رواجا. (شامي، زكريا٣/٢٣٤، كراچی ٢/٣٠٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ رجب ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۱۹۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۷/۱۴۳۴ھ

درمیان سال میں لائے ہوئے مال تجارت پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ہر سال رمضان میں زکاۃ ادا کرتا ہوں اس سال رمضان سے دو مہینے پہلے میں دو لاکھ کا مزید مال لایا ہوں، تو رمضان میں اس نئے مال کی زکاۃ بھی دینی ہوگی؟

نیز یوم الأداء میں جتنا مال موجود ہے اس پورے مال کا حساب لگا کر زکاۃ دینی ہوگی؟

المستفتي: محمد ادریس، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رمضان سے دومہینہ پہلے تجارت کی غرض سے جو مال آپ لائے ہیں، بقیہ مال تجارت کے ساتھ اس کو شامل کرکے رمضان میں اسکی بھی زکاۃ نکالنی ضروری ہے۔

عن ابن عباسؓ : في الرجل يستفيد مالاً؟ قال: يزكيه حين يستفيده .
(المصنف لإبن أبي شيبه ، كتاب الزكاة ، من قال يزكيه إذا استفاده، مؤسسه علوم القرآن جديد٦/ ٤٨١ ،رقم: ١٠٣٢٦)

والمستفاد وسط الحول يضم إلى نصاب من جنسه فيزكيه بحول الأصل وفى الشامى قوله ولو بهبة أو إرث: أدخل فيه المفاد بشراء أو ميراث . (شامى، كتاب الزكاة الغنم، مطلب محمد امام فى اللغة واجب التقليد فيها من أقران سيبويه كراچى ٢/ ٣٠٧، زكريا ٣/ ٢١٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شعبان ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۸/۱۶ھ

سال کے درمیان اضافہ شدہ پر بھی زکوٰۃ لازم

سوال: [۴۱۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس پانچ لاکھ روپئے ہیں، اس نے سال پورا ہونے پر ان پیسوں کی زکوٰۃ نکالی، لیکن اگلے سال درمیانی سال میں مزید دولاکھ کا اضافہ ہوگیا، سوال یہ ہے کہ اگلے سال یہ شخص پانچ لاکھ کی زکوٰۃ ادا کرے یا سات لاکھ کی جبکہ ان دولاکھ پر ابھی پورا سال نہیں گذرا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس شخص کے ذمہ پورے سات لاکھ کی زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہوگی، سال میں حاصل شدہ دولاکھ پر اگرچہ سال نہیں گذرا لیکن یہ دولاکھ

روپئے ان پانچ لاکھ کے تابع ہونگے جن پر سال گزر چکا ہے اور مجموعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔
(مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۹/۳۱۰، میرٹھ ۱۴/۵۲)

فمن ملك مأتى درهم وحال الحول وقد حصلت في أثنائه أو في وسطه مائة درهم يضمها إليه ويزكي عن الكل . (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة دارالكتب العلميه بيروت ۱/۳۰۷، مصرى قديم ۱/۲۰۷، ۱/۲۰۷، كذا في تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب صدقة الغنم زكريا ۲/۶۲، هنديه، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها و شرائطها زكريا ۱/۱۷۵، جديد ۱/۲۳۷، هدايه، كتاب الزكاة، فصل فى الغنم، اشرفيه ديوبند ۱/۱۹۳، بدايع، كتاب الزكاة زكريا ۲/۹۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۷۷)

ضم نصاب کی صورت میں مزکی کا سونے چاندی یا ان کی رقم سے زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: [۴۱۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سعید کے پاس بقدر نصاب چاندی بھی ہے، اور سونا بھی ہے، یا دونوں ملا کر بقدر نصاب ہے، تو سونے چاندی کی زکوٰۃ الگ الگ اور دونوں ملے ہوئے کی زکوٰۃ کس طرح نکالے آیا سونے چاندی کی قیمت نکالکر اس روپیہ کی زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ نکالے یا سونے چاندی ہی کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ نکالے، اگر سونے چاندی کی بھی زکوٰۃ نکالے تو زیورات کی زکوٰۃ نکالنے کی کیا ترکیب ہوگی؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: منظور عالم قاسمی، مدرس مدرسہ باب العلوم، بابوگنج، ضلع: پرتاپ گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سعید کو اختیار ہے چاہے سونے چاندی کا

چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں نکالے اور چاہے چالیسویں حصہ کی قیمت زکوٰۃ میں ادا کرے، یہی زیورات کا بھی حکم ہے!

وجاز دفع القيمة في زكوٰة وعشر وخراج وفطرة الخ. (شامی، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم زكريا ديوبند ۳/ ۲۱۰، كراچی ۲/ ۲۸۵، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، قديم / ۳۹۰، دارالكتاب ديو بند/ ۷۱)

ويجوز دفع القيم في الزكاة عندنا، ويعتبر فيهما أن يكون المؤدى قدر الواجب وزناً، ولو أدى من خلاف جنسه يعتبر القيمة بالإجماع. (هنديه، زكريا ديو بند ۱/ ۱۷۸، جديد ۱/ ۲۴۳، ۲۴۰، مجمع الأنهر، دارالكتب العلميه بيروت ۱/ ۳۰۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/۱/ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۰۶۴)

مال نصاب پر گذشتہ برسوں کی زکاۃ

سوال: [۴۱۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری شادی ۱۹۳۷ء میں ہوئی، مجھے اندازاً ۱۴ ارتولہ سونا دونوں طرف ملا، میرے شوہر کی آمدنی قلیل تھی جس کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہ ہوسکی میں بھی ادا نہیں کرسکی ۱۹۵۲ء میں لڑکے کی شادی میں ڈیڑھ تولہ سونا دیدیا، اس کے بعد ۱۹۶۳ء میں لڑکی کی شادی میں دو تولہ زیور سونا دیدیا، اس کے بعد ۱۹۷۴ء میں میرا لڑکا میرے زیور کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے لیکن ۱۹۳۷ء سے ۱۹۷۵ء تک کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکی مہربانی کر کے مجھے شرعی حکم دیا جائے کہ اس سلسلہ میں کیا مسئلہ ہے یہ بات بھی واضح رہے کہ زیور کا وزن میں نے انداز سے لکھا ہے، امید کہ اس سے زائد نہیں ہوگا؟ شریعت کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتیہ: رحینہ بیگم، ولد سرفراز صدیقی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ پر ۱۹۳۷ء سے ۱۹۷۵ء تک کی زکوٰۃ ادا کرنا شرعاً واجب ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/ ۹۹)

البتہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ ۱۴/ تولہ میں اول سال کیلئے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کر دیا جائے پھر دوسرے سال کیلئے چالیسواں منہا کے ماباقی میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیں اس کے بعد جو بچے گا اس میں سے چالیسواں حصہ پھر تیسرے سال کیلئے زکوٰۃ میں دیں اس طرح ۱۹۵۲ء تک کرتے چلے آئیں پھر مابقیہ میں سے اولاً ڈیڑھ تولہ منہا کرلیا جائے، اس کے بعد جو بچے گا، اس میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں نکال لیا جائے، پھر بعد والے سال کیلئے مابقیہ میں سے چالیسواں زکوٰۃ میں نکال دیا جائے، اس طرح ۱۹۶۳ء تک کیلئے کرتے جایئے، پھر ۱۹۶۳ء میں دو تولہ منہا کرلیا جائے، اس کے بعد جو بچے گا اس میں چالیسواں حصہ ۱۹۷۴ء کیلئے نکال لیا جائے، پھر ۱۹۷۴ء میں ڈھائی تولہ منہا کرلیا جائے، اس کے بعد جو بچے مابقیہ حساب میں ہوگا، مذکورہ طریقہ سے ادا کرنا ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/ ۶۵، احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۶۴)

المستفاد: عن السائب بن يزيد أن عثمان بن عفانؓ، كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤد دينه، حتى تحصل أموالكم فتؤد منها الزكاة، قال محمد: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله فإن بقي بعد ذلك ما تجب فيه الزكاة، ففيه زكاة وثلث مائتا درهم، أو عشرون مثقالاً ذهباً، فصاعداً، وإن كان الذى، بقى أقل من ذلك بعد مايدفع من ماله الدين، فليست فيه الزكاة، وهو قول أبي حنيفةؒ

(مؤطا امام محمد، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، اشرفيه ديوبند ۱/ ۱۷۲، ۱۷۳، رقم: ۳۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۶۸۱)

گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ دیناواجب ہے یانہیں

سوال: [۴۱۰۵]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلۂ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے مال پر ۴رسال گزر چکے ہیں،اوراس کی زکوٰۃ ادانہیں کی گئی ہے،تواب اس مال پرکتنی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

المستفتي: عقیل احمد،حسن پور،رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: جی گذشتہ چارسال کی زکوٰۃ بھی اداکرنی واجب ہوگی۔(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۱۶۰)

تجب زكوته ما مضٰى من السنين والنا س عنه غافلون الخ. (شامی، كتاب الزكاة، باب زكاة المال زكريا ديوبند۳/۲۳۶، کراچی ۲/۳۰۵)**فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۲۹رمحرم الحرام ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۴/۱۰۹۰)

حج کے لئے رکھے ہوئے روپیوں پرزکوٰۃ

سوال: [۴۱۰۶]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلۂ ذیل کے بارے میں: کہ زیدکانفلی حج کاارادہ ہےاوراس نے کافی محنت سے حج کیلئے روپیہ کمایاہے،اوراس روپیہ پرحولان حول ہوجاتاہے،توجس طرح نفل نمازکی نیت باندھنے کے بعداگرنمازتوڑدی جائےتواس کاپڑھنا واجب ہوجاتاہے،توکیااسی طرح حج کی نیت سے حج کاپیسہ جمع کرکےاس پرزکوٰۃ ہوگی، یاحج واجب ہوگا،جبکہ اس روپیہ پرسال گھوم جائے؟

المستفتي: امام جامع مسجد،دھنورہ،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: حج کیلئے جوروپیہ جمع کیاجاتاہے،اوراس پرسال

گذر جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے، اور اگر زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بسہولت حج ادا کرنے کیلئے رقم موجود ہو تو حج کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا دونوں فرض ہو جاتا ہے۔

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول، وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكي ذلک الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول.

(شامی، کتاب الزکوٰۃ، مطلب في زکوٰۃ ثمن المبيع وفاءً، زکریا دیوبند ۳/ ۱۷۹، کراچی ۲/ ۲۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رصفر ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۲/ ۱۴۱۳ھ

حج کی منظوری پر جو رقم جمع نہیں ہوئی اس کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حج کیلئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ جبکہ اسمیں سے کچھ رقم حج کمیٹی میں جمع کر دی گئی ہے، اور منظور بھی ہوگئی ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت آ چکا ہے اور اسمیں سے کچھ اپنے پاس باقی ہے تو ان میں سے کس رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفيق: مذکورہ شخص اگر پہلے سے صاحب نصاب ہے ہر سال زکوٰۃ ادا کرتا آیا ہے، تو جو رقم حج کمیٹی میں جمع کر دی گئی ہے، اور حج کی منظوری بھی آ چکی ہے تو جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور جو رقم اس نے جمع نہیں کی ہے، اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، اور اگر مذکورہ شخص پہلے سے صاحب نصاب نہیں تھا، تو اگر بقیہ رقم بقدر نصاب ہے تو سال پورا ہونے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مستفاد: انوار مناسک/ ۱۶۰، کتاب المسائل ۲/ ۲۱۶)

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه

نصاب فإنه يزكي ذلك الباقي ،وإن كان قصده الإنفاق منه ايضاً في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول .

(شامی ، کتاب الزکوٰۃ ، مطلب فی زکوٰۃ ثمن المبیع وفاءً زکریا۳/۱۷۹، کراچی ۲/۲۶۲)

وتجب الزكوٰة في كل مالٍ سواء كان نامياً فاضلاً عن الحاجة الأصلية أو لا . (بدائع الصنائع ، کتاب الزکوٰۃ ،مراتب الديون ، زکریا ۲/ ۹۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/۶/۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر:۴۰/۱۱۵۵۳)

حج کمیٹی میں دی گئی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ(۱) ایک صاحب پر حج فرض ہے انھوں نے حج کمیٹی میں مثلاً جمادی الاخریٰ میں مکمل رقم دولاکھ جمع کردی ، یہ صاحب ذیقعدہ کی کسی تاریخ کو روانہ ہوں گے،اور رمضان کی ۲۱ رتاریخ پر زکوٰۃ نکالتے ہیں،تو اب سوال یہ ہے کہ اپنے فرض حج کی ادائیگی کیلئے جمع کردہ دولاکھ پر زکوٰۃ فرض ہوگی،اگر ہاں تو کیوں اور نہ تو اسکی وجہ بھی بتلادیجئے؟

(۲)مندرجہ مسئلہ میں حج کمیٹی کے بجائے پرائیویٹ ٹور ہوتو مسئلہ پر کوئی فرق پڑے گا؟

(۳)مندرجہ بالاصورت میں بجائے مکمل رقم کے ڈاؤن پیمنٹ کے طور پر کچھ رقم دی گئی ہو اور بقیہ رقم بعد میں ادا کرنے کی بات ہوتو کیا مابقیہ رقم پر زکوٰۃ آئیگی؟ براہ کرم واضح فرمائیں،کہ مابقیہ رقم کی حیثیت کیا ہے؟نیز اگر بکنگ کرالی ہولیکن رقم بالکل نہ دی ہوتو کیا حکم ہے؟

(۴)اوپر ذکر کردہ شکلوں میں فرض حج نہ ہو بلکہ نفل حج ہو،عمرہ ہو یا تفریحی تجارتی سفر ہوتو کیا حکم ہوگا ؟

المستفتی: مفتی عبد الرشید نعمانی،دارالافتاءوالارشاد، شبھاس نگر، اندھیری ایسٹ، ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:(۱) جب رمضان آنے سے پہلے دولاکھ روپیہ حج کے نام سے جمع کردیے ہیں اور حج کی منظوری بھی آ گئی ہے تو ایسی صورت میں اس جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، بلکہ وہ خرچ ہوچکا ہے، زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ رقم اس کی ملکیت سے خارج ہوچکی ہے، اور وجوب زکوٰۃ کیلئے ملک تام کا ہونا لازم ہے۔

(۲) حج کمیٹی کے بجائے اگر پرائیویٹ ٹور میں حج کیلئے رقم جمع کردی ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اس لئے کہ یہاں بھی اگر چہ مال پر ملکیت باقی ہے لیکن قبضہ جو وجوب زکوٰۃ کی شرط ہے نہ ہونے کی وجہ سے اس مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (مستفاد: انوار مناسک/ ۱۶۱، محمود یہ ڈابھیل ۹/ ۳۴۷)

ومنها الملک التام هو ما اجتمع فيه الملک واليد وأما إذا وجد الملک دون اليد كالصداق قبل القبض أو وجد اليد دون الملک كملک المكاتب والمديون لاتجب فيه الزكوٰة الخ. (هنديه، كتاب الزكوٰة، الباب الأول فى تفسير ها وصفتها وشرائطها ۱/ ۱۷۲، جديد ۱/ ۲۳۳، ومثله فى الجوهرة النيره، كتاب الزكوٰة، دارالكتاب ديوبند ۱/ ۱۳۹)

(۳) مندرجہ بالا صورت میں بجائے مکمل رقم جمع کرنے کے ڈاؤن پیمنٹ کے طور پر کچھ رقم جمع کی ہے، اور بقیہ رقم بعد میں ادا کرنیکی نیت سے اپنے پاس رکھ رکھی ہے، اور وہ مال نصاب تک پہونچتا ہے اور اس پر سال بھی گذر گیا ہے، تو جتنی رقم جمع کر چکا ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اور مابقیہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے، اور اگر بکنگ کرادی لیکن رقم بالکل ادا نہیں کی تو کل مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۴) مذکورہ مسئلہ میں فرض حج ہو یا نفل سفر عمرہ ہو یا تفریحی یا تجارتی سفر سب میں وہی حکم ہوگا، جو اوپر ذکر کیا گیا ہے، کہ جتنی رقم جمع کر چکا ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اور جو رقم باقی ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، البتہ جو رقم زر مبادلہ کی بعد میں واپس

ملے گی، اس پر دین قوی ہونے کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہے۔(مستفاد: انوار مناسک /۱۶۰، کتاب المسائل ۲/ ۲۱۶)

إذا أمسكة لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكي ذلك الباقي، وإن كان قصدهٔ الإنفاق منه أيضاً في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلیٰ حوائجه الأصلية وقت حولان الحول الخ. (شامي، كتاب الزكوٰة مطلب في زكوٰة ثمن المبيع وفاءً زكريا۳/ ۱۷۹، كراچی ۲/ ۲۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۲۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷؍۲؍۱۴۳۵ھ

حج کیلئے بھیجی گئی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم اپنی زکوٰۃ کا حساب رمضان کے آخری عشرہ میں لگاتے ہیں، اسی وقت ہمارا سال پورا ہوتا ہے، اس سال ہم حج کے لئے جارہے ہیں، ہم نے شروع میں رمضان سے کئی مہینے پہلے دس ہزار سات سو روپے حج کے فارم کے ساتھ جمع کر دیئے تھے، اور باقی مکمل رقم رمضان کے شروع میں بھیج دی معلوم یہ کرنا ہے، کہ کیا ان ۵۸۰۰۰؍ ہزار روپے کی زکوٰۃ ہم نکالیں یا اس رقم میں سے جو رقم ہم کو حج پر جاتے ہوئے واپس ملے گی، صرف اس کی زکوٰۃ نکالیں شرعاً کیا فیصلہ ہے؟

المستفتي: حجاج کرام، حلقہ نہٹور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں زکوٰۃ نکالی جاتی ہے، تو آخری عشرہ تک جس رقم پر ملک تام حاصل ہوگی، صرف اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، لہٰذا سعودیہ ریال کی شکل میں جو کرنسی واپس ملنی یقینی ہوتی ہے، وہ چونکہ دین قوی

میں شامل ہوتی ہے، اسلئے اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ (مستفاد: ندائے شاہی، اکتوبر ۲۰۰۸ء)

ومنها الملک التام وهو ما اجتمع فيه الملک و اليد وأما إذا وجد الملک دون اليد کالصداق قبل القبض ، أو وجد اليد دون الملک کملک المکاتب والمديون لا تجب فيه الزکاة . (هنديه، کتاب الزکاة ، الباب الأول في تفسيرها و صفتها و شرائطها زکريا ۱ / ۱۷۲ ، جديد ۱ /۲۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۸/ شوال ۱۴۲۹ھ
۱۴۲۹/۱۰/۱۸ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۲۱)

پرائیویٹ ٹور کو حج کیلئے دی گئی رقم پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آپ کے ارسال کردہ جواب سے حج کمیٹی اور دیگر ٹور ایجنٹ حضرات کی حیثیت کا تعین ہوگیا کہ وہ ایک حیثیت سے بکنگ کرانے والوں کے وکیل ہیں، الحمد للہ بندہ کا نظریہ بھی یہی تھا، بس کسی معتمد کی تائید کی ضرورت تھی، ان کی حیثیت کے متعین ہوجانے سے ایک بات طے ہوجاتی ہے، کہ ان کے پاس جمع کردہ رقم ''امانت'' ہے خواہ رقم پوری ہو خواہ کم وبیش ہو، لہٰذا پرائیویٹ ٹوروں میں رقم جمع کرنے کے بعد جب تک رقم ٹکٹ کی خریداری کاغذات کی تیاری، ہوٹل میں بکنگ وغیرہ میں صرف نہیں کی گئی ہے، تب تک اس کی امانتی حیثیت اگر برقرار ہے، اور اسی دوران کسی کا سال زکوٰۃ مکمل ہوجائے، تو ضابطہ کے مطابق زکوٰۃ واجب ہونی چاہئے، ہاں البتہ اگر جمع کردہ رقم پر تصرفات ہوچکے ہیں، تب تو زکوٰۃ کا مسئلہ نہیں ہے، چنانچہ بعض حضرات چھ آٹھ ماہ قبل اور اب تو پرائیویٹ ٹوروں میں سال دو سال پہلے بھی مکمل یا نصف رقم دے کر بکنگ کرا لیتے ہیں، اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ ہر کسی کا سال زکوٰۃ رمضان ہی میں پورا نہیں ہوتا بلکہ درمیان سال میں

کبھی بھی حولان حول ہوسکتا ہے، اسلئے اس طرح کی صورتیں پیش آسکتی ہیں، بلکہ آتی ہیں کہ رقم علیٰ حالہ بغیر کسی تصرف کے باقی ہے، اور سال مکمل ہوگیا تو کیا اب بھی رقم کی امانت والی حیثیت کے علی الرغم صرف اس بنیاد پر عدم وجوب زکوٰۃ کا حکم لگایا جانا درست ہوگا، کہ رقم ملکیت سے خارج ہوچکی ہے، اور مذکورہ ممکنہ صورتوں کے باوجود علی الاطلاق صرف رقم جمع کردینے سے ہی عدم وجوب زکوٰۃ کا حکم کردینا صحیح ہوگا یا ان کی وجہ سے احکام میں فرق ہوکر تفصیل ناگزیر ہوگی؟

واضح رہے کہ احکام میں تفصیل کا خانہ صرف پرائیویٹ ٹوروں سے متعلق ہے خواہ حج وعمرہ کے ہوں، یا سیاحتی اور تجارت کے ہوں، حج کمیٹی سے متعلق نہیں کیونکہ ہماری اپنی معلومات کے مطابق قرعہ اندازی میں نام نکل آنے کے بعد جب وقت مقررہ پر رقم جمع کردی جاتی ہے، تو اگلے سارے مراحل حکومتی سطح پر طے ہونے کی وجہ سے فوراً روبہ عمل ہوجاتے ہیں، اس لئے ان میں زکوٰۃ علی الاطلاق واجب ہوگی، جیسا کہ آنجناب کا جواب بھی ہے، نیز دوسری گذارش یہ ہے، کہ پرائیویٹ ٹوروالوں کے پاس جمع کردہ رقم سے اگر ٹکٹ، ہوٹل بکنگ وغیرہ امور انجام دیئے جاچکے ہوں لیکن انہیں صرف ڈاؤن پیمنٹ یا نصف رقم مثلاً ادا کی گئی ہو، بقیہ رقم کی ادائیگی باقی ہو جس کا دینا ضروری ہو اور اتنی رقم پاس موجود بھی ہو جو بقدر زکوٰۃ بھی ہو اور اسی اثناء میں زکوٰۃ کا سال مکمل ہوجائے، تو چونکہ اس بقیہ رقم کو ادا کرنا حولان حول کے وقت بھی ضروری ہے، اس لئے شامی کی تصریح:

بخلاف ما إذا حال الحول وهو مستحق الصرف إليها. (شامی، زکریا ۳/۱۷۹، کراچی ۲/۲۶۲)

کے پیش نظر زکوٰۃ لازم نہیں ہونی چاہئے، ممکن ہے کہ علامہ شامیؒ کی بیان کردہ عبارت کے سمجھنے میں بندہ غلطی کررہا ہو، یا مسئلہ مبحوث فیہا پر اس کا انطباق درست نہ ہو اس لئے جناب والا سے درخواست ہے کہ کچھ توجہ منعطف فرماکر دونوں گذارشات کے سلسلہ میں بندہ کی رہنمائی فرماکر ممنون ہوں؟

المستفتي: بندہ عبدالرشید عفی عنہ نعمانی، بمبئی ایسٹ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :(۱) پرائیویٹ ٹور والوں کے پاس پیسہ جمع ہوجانے کے بعد جب تک پیسوں کی آسانی سے واپسی کا اعتماد باقی رہے، اس وقت تک اس پیسہ پر زکاۃ کا حکم لاگو ہوگا اور واپسی کا اعتماد ختم ہوجانے کے بعد وہ پیسہ خرچہ میں شمار ہوجائیگا۔

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكي ذلك الباقي وإن كان قصده الإنفاق منه أيضا لعدم استحقاق صرفه إلىٰ حوائجه الأصلية وقت حولان الحول . (شامی، کتاب الزکوٰۃ ، مطلب في زکوٰۃ ثمن المبیع وفاءً کراچی ۲/۲۶۲، زکریا ۳/۱۷۹)

(۲) جس شخص نے پرائیویٹ ٹور والوں کو نصف رقم دیدی ہے اور بقیہ نصف رقم دینی باقی ہے، اور پرائیویٹ ٹور والوں نے ان کے ٹکٹ اور ہوٹل بکنگ وغیرہ کروادیئے ہیں تو مابقیہ رقم حاجی یا سیاحی پر قرض ہوگئی جس کا اسے پرائیویٹ ٹور والوں کو ادا کرنا لازم ہے، اور ضروری ہے اس لئے اس بقیہ رقم پر زکاۃ واجب نہ ہوگی۔

عن السائب بن يزيد ، قال: سمعت عثمان يخطب وهو يقول: إن هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤده ، ثم ليؤد زكاة مافضل. (مصنف عبد الرزاق ، الزكاة ، باب الزكاة إلا فى فضل ، المجلس العلمى ٤/٩٢، رقم: ٧٠٨٦)

ومهنا الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد وأما إذا وجد الملك دون اليد كالصداق ، قبل القبض أو وجد اليد دون الملك كملك المكاتب والمديون لا تجب فيه الزكاة . (هنديه، كتاب الزكاة ، الباب الاول في تفسيرها وصفتهاوشرائطها زكريا ١/١٧٢، جديد ١/٢٣٣)

فارغ عن الدين والمراد دين له مطالب من جهة العباد سواء كان الدين لهم أو لله تعالىٰ . (مجمع الأنهر ، كتاب الزكاة ، دار الكتب العلمية بيروت ١/٢٨٦، مصرى قديم ١/١٩٣، شامى، كتاب الزكاة ، مطلب الفرق بين السبب والشرط

والعلة زکریا۳/۱۷۶، کراچی ۲/ ۲٦٠، هندیه ، کتاب الزکاة ، الباب فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا۱/۱۷۳، جدید۱/ ۲۳٤، عنایه ۲/ ۱٦٠، خانیه ۱/ ۲٥٥، جدید ۱/ ۱٥٧، البحر الرائق، کتاب الزکاة ، فصل فی مال التجارة۲/ ۲٠٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ر ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۴/۲۹ھ

گروپ لیڈر کے پاس جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ

سوال [۴۱۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گروپ کے ذریعہ حج پر جانیکا ارادہ ہے گروپ لیڈر رمضان کے بعد کارروائی شروع کریگا، لیکن اس نے حاجی سے رجب میں روپیہ وصول کر کے جمع کرلیا ہے، اگر اتفاقاً منظوری نہ ہوئی تو ساری رقم واپس آ جائیگی اور گروپ لیڈر کے پاس نصف شوال تک یہ رقم محفوظ رہتی ہے، اور حاجی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ پروگرام کینسل کر کے روپیہ واپس لے لے تو ان روپیوں پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: گروپ لیڈر کے پاس جمع شدہ رقم ابھی حج کی ضروریات میں خرچ نہیں ہوئی ہے، اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت آ چکا ہے، اور اس جمع شدہ رقم کا واپس لینا ممکن ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے، اور اگر وہ رقم گروپ لیڈر کے پاس نہ ہو اس نے حج کی کارروائی میں لگادی تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

لو دفع إلی إنسان ودیعة ثم نسی المودع فإن کان المدفوع إلیه من معارفه فعلیه الزکوٰة. (بدائع الصنائع، کتاب الزکاة، الشرائط التی ترجع إلی المال زکریا۲/ ۸۹)

لا تجب الزکوٰة إلا بثلاث شرائط کمال النصاب وحولان الحول

والتمكن في الأداء . (مبسوط سرخسي ، كتاب الزكاة، وفيه زكاة الإبل ، دار الكتب العلميه بيروت۲ / ۱۷٤)

إذا أمسكه لينفق فيه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب ، فإنه يزكي ذلك الباقي وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل ، لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول. (شامي، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً زكريا۳/ ۱۷۹، كراچی ۲/ ۲٦۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۵/۶/۳ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۵۳)

حج کمیٹی کی واپس کردہ رقم کی زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم نے اپنی حج کی پوری رقم زکوٰۃ کا حساب لگانے سے پہلے حج کمیٹی آف انڈیا کو بھیج دی تھی، لیکن حج پر جانے سے پہلے بیماری کی وجہ سے کینسل کی درخواست دیدی اب جب ہماری یہ رقم حج کمیٹی واپس کرے گی تو کیا اس پر سال آئندہ زکوٰۃ آئے گی، یا جو رمضان گذر رہا ہے اسی کی زکوٰۃ دی جائے گی ، اس سلسلہ میں تفصیل سے وضاحت فرمادیں؟ امسال بھی اور ہر سال حج پر جانے والوں کے سامنے زکوٰۃ کے یہ مسائل پیش آتے ہیں؟

المستفتي: حجاج کرام، حلقہ نہٹور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب یہ رقم واپس ہوجائیگی تو پوری کی زکوٰۃ ادا کرنی لازم ہوجائیگی۔ (مستفاد: انوار مناسک/۱۶۰، ۱۶۲)

إذا أمسكه لينفق فيه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه

نصاب ، فإنه يزكى ذلک الباقي وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً فی المستقبل ، لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول. (شامی، کتاب الزکاة ، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً زکریا۳/۱۷۹، کراچی ۲/۲۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/شوال ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۲۱/۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱۰/۱۴۲۹ھ

مال حرام پر زکوٰۃ اور حج کا حکم

سوال: [۴۱۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض اوقات کسی شخص کے پاس مال حرام اس مقدار میں جمع ہوتا ہے، کہ حج کو کافی ہو مگر یہ سمجھتا ہے، کہ یہ تو مال حرام ہے، اس میں حج کرنا اور بھی زیادہ برا ہے، اور مال حلال میرے پاس ہے نہیں اس لئے میرے ذمہ حج فرض نہیں اور یہ ہی خیال بعض لوگوں کا زکوٰۃ میں بھی ہے، پس یہ لوگ نہ حج کرتے ہیں، نہ زکاۃ دیتے ہیں، سو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ مدار فرضیت حج وزکاۃ خاص مقدار مال کا مالک ہونا ہے، اس کے حلال ہونے کا فرضیت میں دخل نہیں اسلئے ایسے شخص کے ذمہ حج اور زکاۃ دونوں فرض ہیں، اس مسئلہ کا حکم بیان فرمائیں۔

المستفتي: محمد شریف، مسلم فنڈ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مال حرام پر زکوٰۃ واجب ہی نہیں ہے، اس میں سے چالیسواں حصہ نکال کر کے زکاۃ کے نام پر دینا درست نہیں ہے اور مال حرام کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ جہاں سے آیا ہے کسی بھی عنوان سے وہاں واپس کر دیا جائے، اور اگر واپسی کے لئے کوئی راستہ نہ ہو تو ایسی مجبوری میں کل کا کل بغیر نیت ثواب نادار فقیروں میں تقسیم کر دینا واجب ہے، اور زید کا یہ کہنا کہ مال حرام سے زکاۃ نکالی جائے درست نہیں ہے۔

وإن لم يكن له سواها نصاب فلا زكاة عليه فيها ، وإن بلغت نصاباً لأنه مديون ومال المديون لا ينعقد سبباًلوجوب الزكاة عندنا. (شامی، کتاب الزکوٰۃ، باب الزکوٰۃ الغنم، مطلب فی التصدق من مال الحرام زکریا۳/۲۱۸، کراچی ۲/۲۹۱، منحة الخالق علی البحرالرائق، کتاب الزکوٰۃ ، کوئٹه ۲/۲۰۵، زکریا۲/۳۶۰، الفتاویٰ التاتار خانیه، کتاب الزکوٰۃ، الفصل العاشر في بیان ما یمنع وجوب الزکوٰۃ زکریا۳/۳۳۳، رقم: ۴۲۱۸)

لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة لأن الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه و مثله فى البزارية قال فى الشرنبلالية: وبه صرح فى شرح المنظومة : ويجب عليه تفريغ ذمته ، برده إلىٰ أربابه إن علموا وإلا إلىٰ الفقراء . (منحة الخالق علی البحرالرائق، کتاب الزکوٰۃ ، کوئٹه ۲/۲۰۵، زکریا ۲/۳۵۹، ۳۶۰، ومثله فی الطحطاوی علی الدر ، کتاب الزکوٰۃ ، باب زکوٰۃ الغنم ، کوئٹه۱/۴۰۴)

اور مال حرام سے حج کرنا بھی جائز نہیں ہے، لیکن اگر حج کو جائے گا اور مکہ معظّمہ پہونچ کر کے وقوف عرفہ اور طواف زیارت ، وقوف مزدلفہ، رمی جمرات اور سعی وغیرہ کرلیتا ہے، تو فریضہ حج اس کے اوپر سے ساقط ہوجائے گا ،مگر عنداللہ مقبول نہیں ہوگا ، اور زکاۃ اور حج میں فرق یہ ہیکہ کہ زکاۃ خالص مالی عبادت ہے اس لئے سرے سے اس کی زکاۃ ادا ہی نہیں ہوتی ہے اور حج اصلاً بدنی عبادت ہے مگر مکۃ المکرّمہ تک رسائی کے لئے زادِ راہ اور مال بھی لازم ہوجاتا ہے، لہذا حج میں مال ثانوی درجہ میں ہے، اور ادائے نسک اولی درجہ میں ہے جو بغیر مال کے بھی ادا ہوجاتا ہے، جیسا کہ اگر کوئی مکہ کا رہنے والا پیدل حج کرلیتا ہے، تو بلا شبہ حج ادا ہوجاتا ہے، اس میں مال کی ضرورت نہیں پڑتی تو اس لئے اگر مال حرام کے ذریعہ سے مکہ تک رسائی ہوجائے پھر اس کے بعد ارکان حج وہ ادا کرلیتا ہے، تو فریضہ حج ساقط ہوجائیگا، مگر مال حرام کے ذریعہ سے وہاں تک رسائی کی وجہ سے اس کا حج قبول نہیں ہوگا، اب اس تفصیل سے زکاۃ اور حج کے درمیان فرق سمجھ میں آ گیا ہوگا،

اور سائل کا یہ کہنا کہ فرضیت حج وزکاۃ دونوں کا مدار خاص مقدار مال کا مالک ہونا ہے، چاہے مالِ حرام ہو یا حلال درست نہیں ہے۔

وقدرة زادٍ وراحلة .... فلا تجب بإباحة ولا بمالٍ حرام لكن لو حج به جاز لأن المعاصي لاتمنع الطاعات ، فإذا أتى بها لا يقال إنها غير مقبولة.

(الدر المنتقیٰ ، کتاب الحج، ۱/ ۳۸۵، ۳۸٦)

يجب عليه أن يهيء الزاد ونفقة الطريق من وجه حلالٍ ويحذر الحرام. (المسالك في المناسك بيروت ۱/ ۱۵۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ محرام الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۰۲/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۱/ ۱۴۳۵ھ

مالِ حرام کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماہ نامہ ندائے شاہی شمارہ مئی ۹۳ء میں رشوت اور مال حرام کی زکوٰۃ کے مسئلہ سے ایک مسئلہ اور ذہن میں آیا بلکہ سالوں سے اسپر غور تھا، بینک کے سود کی اگر وضاحت ہوجائے تو بہتر تھا، جو لوگ بینک میں رقم جمع کر کے ایف ڈی کرا لیتے ہیں، اور وہ رقم دوگنی اور پھر تین گنی ہوجاتی ہے، اسپر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بیاج والی رقم پر واجب ہے یا اصل رقم پر؟

المستفتي: محمد یونس، امام جامع مسجد، احمد گڈھ، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بینک کی سودی رقم اور ایف ڈی اور جیون بیمہ وغیرہ میں جو اضافہ سود ملتا ہے، وہ سب مال حرام ہیں اور انسان اس قسم کی رقموں کا مالک نہیں ہوا کرتا ہے، اور وجوب زکوٰۃ کے لئے ملک تام شرط ہے، اس لئے ایسی رقموں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوا کرتی بلکہ پوری کی پوری بلانیت ثواب صدقہ کردینا واجب ہے۔

لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكوٰة لأن الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه. (شامی ، کتاب الزکوٰة ، باب زکوٰة الغنم ، قبیل مطلب فی التصدق من مال الحرام زکریا ۳/ ۲۱۸، کراچی ۲/ ۲۹۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/۴/۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۳۹۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۲/۱۴۱۴ھ

مال حرام میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات زکاۃ نہ دینے کا یہ عذر کرتے ہیں، کہ صاحب ہمارا مال تو حلال کا ہے نہیں اور حرام مال میں زکاۃ ہی نہیں سو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مسئلہ حرام مال میں زکاۃ نہیں علی الاطلاق غلط ہے حرام مال جب اپنے مال میں مل گیا وہ ملک میں داخل ہو گیا گو ملک خبیث ہی ہو اور وجوب زکاۃ کیلئے ملک ہونا شرط ہے طیب ہونا شرط نہیں؟ البتہ طیب ہونا مقبولیت کی شرط ہے، سو زکاۃ واجب ہوگی گو مقبول نہ ہوگی؟

رہا یہ کہ جب قبول نہ ہوگی تو دینے سے کیا فائدہ جواب یہ ہے کہ نہ دینے سے جو عذاب ہوتا ہے، اس سے محفوظ رہے گا اور قبول نہ ہونے سے عذاب نہیں ہوتا بلکہ ثواب سے محرومی رہتی ہے ،تو کیا عذاب نہ ہونا اور ثواب نہ ہونا دونوں ایک بات ہیں ہر گز نہیں البتہ جو کسب حرام کا عذاب ہے وہ الگ ہے اس کی نفی نہیں کی جاتی لیکن نہ دینے سے دو عذاب کا استحقاق ہوگا کسب حرام کا الگ اور زکاۃ نہ دینے کا الگ اور اب زکاۃ دینے کے بعد ایک ہی ہوگا تو کیا یہ دونوں بھی یکساں ہیں ہر گز نہیں کیا یہ بیان کردہ مسئلہ صحیح ہے؟

المستفتي: محمد شریف، مسلم فنڈ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مال حرام پر زکاۃ واجب ہی نہیں ہے، اس میں سے

چالیسواں حصہ نکال کر کے زکاۃ دینا درست نہیں ہے، اور مال حرام کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ جہاں سے آیا ہے کسی بھی عنوان سے وہاں واپس کر دیا جائے، اور اگر واپسی کیلئے کوئی راستہ نہ ہو تو ایسی مجبوری میں کل کا کل مال بغیر نیت ثواب نادار فقیروں میں تقسیم کر دینا واجب ہے اور زید کا یہ کہنا کہ حرام مال میں زکاۃ نہیں علی الاطلاق غلط ہے درست نہیں ہے۔

لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكوٰة ؛ لأن الكل واجب التصدق عليه، فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه، ومثله في البزازية قال في الشرنبلاليه وبه صرح في شرح المنظومه ويجب عليه تفريغ ذمته برده إلى أربابه إن علموا وإلا إلىٰ الفقراء . (منحة الخالق على البحرالرائق ، كتاب الزكوٰة ، زكريا٢/٣٥٩، ٣٦٠، كوئٹه٢/٢٠٥، وهكذا في شامي، كتاب الزكوٰة، باب زكوٰة الغنم، قبيل مطلب في التصدق من المال الحرام زكريا ديوبند٣/٢١٨، كراچى ٢/٢٩١، الفتاوىٰ التاتارخانية ، كتاب الزكوٰة الفصل العاشر في بيان مايمنع وجوب الزكوة زكريا ٣/٢٣٣، رقم: ٤٢١٨)

ولو بلغ المال الخبيث نصاباً لا يجب فيه الزكاة لأن الكل واجب التصدق. (بزازيه على هامش الهنديه، كتاب الزكوٰة ، نوع آخر رجلان دفع كل منهما زكاة ماله إلى واحد زكريا ٤/٨٦، جديد ١/٥٨)

إنما لا يقبل الله المال الحرام لأنه غير مملوك للمتصدق وهو ممنوع من التصرف فيه الخ. (عمدة القارى ٨/٢٦٩، فتح البارى ٣/٣٧٨)

أما إذا لم يكن له مال وغصب أموال الناس وخلطها ببعضها فلا زكاة عليه ويجب عليه تفريغ ذمته برده إلى أربابه إن علموا وإلا إلىٰ الفقراء .

(طحطاوى على الدر المختار ، كتاب الزكوٰة ، باب زكوٰة الغنم ، كوئٹه١/٤٠٤)

وأما إذا كان عند رجل مال خبيث –إلى– ولا يمكنه أن يرده إلىٰ مالكه ، ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه ، فليس لهٗ حيلة إلا أن يدفعه إلىٰ الفقراء. (بذل ، كتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء ، دارالبشائر الإسلاميه ١/٣٥٩،

سہارن پور قدیم ۱/ ۳۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ رمحرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۰۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۱/ ۱۴۳۵ھ

رشوت اور مال حرام کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ مال جو کسی شخص کے قبضہ میں بطور حرام آتا ہے، مثلاً رشوت کا مال بینک کا سود وغیرہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

المستفتي: مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سود اور مالِ رشوت اور مال حرام کا قابض شرعی طور پر مالک نہیں ہوتا ہے اور وجوب زکوٰۃ کیلئے ملکیت تامہ شرط ہے، اسلئے ایسے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی ۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۱۶، عزیز الفتاویٰ کراچی/ ۳۶۲، کفایت المفتی قدیم ۴/ ۲۴۲، جدید زکریا ۴/ ۲۵۶، جدید زکریا مطول ۶/ ۱۵۳)

وفي القنية لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكوٰة لأن الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه الخ . (شامی کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الغنائم زکریا ۳/ ۲۱۸، کراچی ۲/ ۲۹۱، بزازیه علی هامش الهندیه،

ترجمہ: یعنی مال حرام اگر بقدر نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، بلکہ نادار فقراء پر پورا کا پورا صدقہ کردینا واجب ہے، اور اس کے بعض حصہ کا تصدق کافی نہیں ہے۔

كتاب الزكوٰة، نوع آخر رجلان دفع كل منهما زكاة ماله إلى واحد زكريا ٤/ ٨٦، جديد ١/ ٥٨)

اور ایسے مال کے بارے میں حکم شرعی اور واجب یہی ہے کہ پورا مال اصل مالک کو واپس کردیا جائے اور اگر اصل مالک تک رسائی ممکن نہ ہوتو بلانیت ثواب نادار فقراء کوصدقہ کردینا واجب ہے۔ (مستفاد: امداد المفتیین کراچی/ ۴۵۵)

صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق فإما أن يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسده والاستئجار على المعاصى والطاعات أو بغير عقد كالسرقة والغصب والخيانة والغلول ففى جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن إن أخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه أن يرده على مالكه إن وجد المالك وإلا ففى جميع الصور يجب عليه أن يتصدق بمثل تلك الأموال على الفقراء.

(بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، دار البشائر الإسلاميه

ترجمہ: یعنی حضرات فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے کہ جو شخص بغیر حق کے کوئی مال حاصل کرے جیسا کہ بیوع فاسدہ، اجارہ فاسدہ، اور معصیت اور ممنوع الاجارہ طاعات سے حاصل کرتا ہے، تو تمام صورتوں میں حاصل شدہ مال اس پر حرام ہے وہ اس کا مالک نہیں ہوتا ہے، اگر مالک مل جائے تو اس کو واپس کرنا واجب ہے، ورنہ فقراء کو صدقہ کردینا واجب ہے۔

۱/۳۵۹، سهارن پور قديم ۱/۳۷،
ومضمونه في الشامي، كتاب
الزكوٰة ، باب زكوٰة الغنم كراچی
۲/۲۹۱، زكريا ديوبند ۳/۲۱۸)

اگر حاصل شدہ مال حرام کے بارے میں قابض اصل مالک کو تاوان وغیرہ دیکر بری ہوجاتا ہے، یا اس سے صلح کرکے اس کو راضی کرلیتا ہے تو ایسی صورت میں علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں، کہ قابض مقبوضہ مال کا مالک ہوجاتا ہے، اوراس پر زکوٰۃ بھی واجب ہوجاتی ہے۔

لكن علمت أنه لاتجب زكوته إلا إذا استبرأمن صاحبه أو صالح عنه فيزول خبثه الخ. (شامي ،كتاب الزكوٰة ، باب زكوٰة الغنم زكريا ۳/۲۱۹، كراچی ۲/۲۹۱)

ترجمہ: یعنی لیکن آپ کو معلوم ہوچکا ہے کہ مال حرام پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے مگر جب قابض صاحب مال کو عوض وغیرہ دیکر براءت حاصل کرلیتا ہے، یا اس سے صلح کرلیتا ہے، تو خبث اور حرمت ختم ہوجاتی ہے۔

اور اگر مال حرام کو قابض نے اپنے حلال مال کیساتھ مخلوط کردیا ہے، تو اسکی دو شکلیں ہیں، شکل نمبر ایک قابض کے پاس مال حرام کے علاوہ حلال مال بقدر نصاب یا اس سے زائد موجود ہو تو مال حرام کو مستثنیٰ کرکے بقیہ مال کی زکوٰۃ ادا کرنا اس پر واجب ہے شکل نمبر دو قابض کی ملکیت میں مال حرام کے علاوہ حلال مال بقدر نصاب موجود نہیں ہے۔

وإذا لم تتميز الأموال المغصوبة عن النصاب المملوك لهٗ لاتجب عليه بمقدار المغصوب وتجب في الزائد. (تقريرات رافعي ، كراچی ۲/۱۳۲، زكريا ديوبند ۳/۱۳۲)

ترجمہ: جب مال حرام اور مغصوب کا مملوکہ نصاب سے مخلوط ہونے کی وجہ سے امتیاز نہ کرسکے تو مقدار مغصوب کو مستثنیٰ کرکے بقیہ پر زکوٰۃ واجب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۴۰/۳۰۴۰)

مال حرام کی زکوٰۃ کے بجائے پورا مال صدقہ کردینا لازم ہے؟

سوال: [۴۱۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس صرف حرام مال ہے، اور وہ یہ کہکر زکاۃ نہیں دیتا کہ مال حرام پر زکاۃ واجب ہی نہیں ہے، تو کیا واقعی مالِ حرام پر زکات واجب نہیں ہے؟ جبکہ دوسرا شخص کہتا ہے کہ اللہ کے یہاں مالِ حرام مقبول نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مالِ حرام کی زکاۃ نکالنے سے فریضہ ادا ہوجائیگا، اورکسب حرام کا گناہ الگ سے ہوگا، اورزکاۃ نہ دینے کی صورت میں زکاۃ نہ دینے کا گناہ بھی ہوگا، اگرزکاۃ دیدیگا، تو ایک ادا ہوجائیگا، مفتی صاحب بتایئے ان میں سے کس کی بات صحیح ہے، اور مال حرام پرزکاۃ واجب ہے یانہیں؟

المستفتی: قاری احسان الحق قاسمی، سیتاپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مالِ حرام پرزکاۃ واجب نہیں ہے، اور مال حرام کا حکم یہ ہے کہ جہاں سے آیا ہے، وہاں واپس کردیا جائے، اوراگر واپسی ممکن نہ ہوتو سارا مال غریبوں میں بلانیت ثواب تقسیم کردیناواجب ہے۔

لو کان الخبیث نصاباً لا یلزمه الزکوٰۃ ؛ لأن الکل واجب التصدق علیه، فلا یفید إیجاب التصدق ببعضه. (شامی، کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الغنم، قبیل مطلب فی التصدق من مال الحرام زکریا۳/۲۱۸، کراچی ۲/۲۹۱، منحة الخالق علی البحرالرائق، کتاب الزکوٰۃ، زکریا ۲/۳۵۹، کوئٹه ۲/۲۰۵)

من ملک أموالاً غیر طیبة ٍ أو غصب أموالاً وخلطها ملکها بالخلط ویصیر ضامناً، وإن لم یکن له سواها نصابٌ فلا زکاة علیه في تلک الأموال، وإن بلغت نصاباً. (تاتار خانیة، کتاب الزکوٰۃ، الفصل العاشر في بیان

مایمنع وجوب الزکوٰۃ زکریا ۳/ ۲۳۳، رقم: ۴۲۱۸)

ولو بلغ المال الخبیث نصاباً لایجب فیه الزکاۃ ؛ لأن الکل واجب التصدق . (بزازیه علی الهندیة ، کتاب الزکوٰۃ ، نوع آخر رجلان دفع کل منهما زکاۃ ماله إلیٰ واحد زکریا ۴/ ۸۶، جدید۱/ ۵۸) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍محرام الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۸۳)

مخلوط مال میں حرام مال واپس کرنے کے بعد مابقیہ پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مولانا تھانویؒ کی کتاب اغلاط العوام میں ص/ ۱۲۸، و۴۲ اپر ایک مسئلہ ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو ڈرتے ڈرتے آپ کو ارسال کردیا ، جس کا جواب (الف۱۰/ ۱۱۳۹۵) مجھے مل چکا، کتاب اغلاط العوام اگر ہوتو دونوں مسئلوں کو دوبارہ دیکھ لیا جائے، شاید کاتب سے لکھنے میں غلطی ہوگئی ہو؟

المستفتي: شریف احمد، مسلم فنڈ، نجیب آباد، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اغلاط العوام فی الحال ہمارے سامنے نہیں ہے، لیکن حضرت تھانویؒ کی بعض تحریر سے وہی بات مترشح ہوتی ہے، جو سائل نے پہلے سوال میں لکھی تھی لیکن امداد الفتاویٰ میں اصلاح تسامح کے عنوان سے اس کا تدارک فرمالیاہے، کہ اگر سارا مال مال رشوت اور حرام کا ہے، تو پورا مال مالک کو واپس کردینا واجب ہے، اور اگر واپس نہ ہوسکے تو پورا مال بغیر نیت ثواب فقیروں کو دیدینا واجب ہے، اور اگر رشوت اور مال حرام حلال مال کے ساتھ مخلوط ہو چکا ہے، تو مقدار حرام مکمل واپس کردینا یابلانیت ثواب صدقہ کردینا واجب ہے، اور مقدار حلال اگر نصاب کے بقدر ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی

اور اگر نصاب کے بقدر نہیں ہے تو اس کی زکوٰۃ دینا لازم نہیں ہے، اور امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں بھی اس بات کو واضح کر دیا گیا ہے، اس لئے سائل کو اگر اغلاط العوام کی عبارت سے کچھ شبہ ہو رہا ہو تو اس کا ازالہ ہو جانا چاہئے، اس لئے کہ اصل حکم شرعی یہی ہے جو ہم نے لکھ دیا ہے، ملاحظہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ ۲/۱۴-۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/صفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۲/۱۴۳۵ھ

بقدر حلال پر زکوٰۃ - اور بقدر حرام واجب التصدق

سوال: [۴۱۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی کے پاس حلال مال بھی ہے اور حرام بھی، حرام غالب ہے اور حلال مغلوب ہے اور دونوں مل چکے ہیں ایسی صورت میں اسکی زکاۃ کیسے نکالیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جس شخص کے حلال مال کے ساتھ حرام مال مخلوط ہو جائے حرام مال غالب اور حلال مغلوب ہو نیز حلال بقدر نصاب بھی نہ ہو تو اس مال میں زکاۃ واجب نہ ہوگی اور جو مقدار حرام کی ہے اس کا کل مال واجب التصدق ہے، اور اگر حلال بقدر نصاب ہے تو صرف اس حلال پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۶/ ۸۶، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/۳۳۱، محمودیہ میرٹھ ۱۴/۳۳)

ولـذا قـالـوا: لو أن سلطانا غصب مالاً وخلطه صار ملكا له حتى وجبت عليه الزكاة وورث عنه على قول أبي حنيفة لأن خلط دراهمه بدراهم غيره عنده استهلاك. (البحر الرائق، كتاب الزكوٰة، زكريا ۲/ ۳۵۹، كوئٹه ۲/ ۲۰۵)

لو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه لأن الخلط استهلاك - وهذا إذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل

عنه يوفى دينه ، وإلا فلا زكاة كمالو كان الكل خبيثا. (درمختار ، كتاب الزكوٰة ، باب زكوٰة الغنم كراچى ٢/ ٢٦٠، ٢٦١، زكريا٣/٢١٧)

لو بلغ مال الخبث نصابا لا يجب فيه الزكاة ، لأن الكل واجب التصدق . (بزازيه على هامش الهنديه، ، كتاب الزكوٰة ، نوع آخر رجلان دفع كل منهما زكاة ماله إلىٰ واحد زكريا ١/٨٦،جديد١/٥٨)

من ملک أموالا غير طيبة أو غصب أموالاً وخلطها ملكها بالخلط ويصير ضامنا ، وإن لم يكن سواها نصاب فلا زكاة عليه فى تلك الأموال، وإن بلغت نصاباً لأنه مديون ومال المديون لا ينعقد سببا لو جوب الزكاة عندنا ..... لا بد أن يكون معه نصاب زائد على مايوفى دينه لأن ماكان مشغولاً بالدين لا زكاة فيه ، وإنما يزكى مازاد عليه إذا بلغ نصاباً..... وعلى هذا فلم تجب عليه زكاة ما غصبه بل الزكاة ماله الزائد عليه. (منحة الخالق ، كتاب الزكوٰة ، زكريا ٢/ ٣٦٠، كوئٹه٢/٥ ٢٠ ، شامى، كتاب الزكوٰة ، باب زكوٰة الغنم زكريا٣/٢١٧، كراچى ٢/ ٢٩١)

وإذا لم تتميز الأموال المغصوبة عن النصاب المملوک له لا تجب عليه بمقدار المغصوب وتجب فى الزائد. (تقريرات رافعى كراچى ٢/١٣٣، زكريا٣/ ١٣٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۴۱۶/۴۰)

حرام وحلال برابر ہوتو زکوٰۃ کیسے نکالیں؟

سوال: [۴۱۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حلال مال غالب ہے حرام مال مغلوب ہے یادونوں برابر ہیں تو ایسی صورت میں اس مخلوط مال کی زکاۃ

کیسے نکالیں گے؟ مفصل جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب حلال مال غالب اورحرام مغلوب ہو یا دونوں برابر ہوں اورحلال مال بقدر نصاب ہوتو حلال مال سے زکاۃ نکالنا لازم ہوجائیگا، اور بقدر نصاب نہ ہوتو زکوٰۃ لازم نہیں؟ اورحرام حصہ کل کا کل صدقہ کردینا لازم ہوگا؟

لوخلط السلطان المال المغصوب بماله ملکه فتجب الزکاة فيه لأن الخلط استهلاک – وهذا إذا کان له مال غير ما استهلکه بالخلط منفصل عنه. (شامی ، کتاب الزکوٰۃ ، باب زکوٰۃ الغنائم زکریا ۳/۲۱۷، کراچی ۲/۲۹۱)

لو أن سلطانا غصب مالا وخلطه صار ملکاله حتی وجبت عليه الزکاة– لأن خلط دراهمه بدراهم غيره عنده استهلاک. (البحرالرائق، کتاب الزکاۃ ، زکریا ۲/۳۵۹، کوئٹہ ۲/۲۰۵)

من ملک أموالا غير طيبة أو غصب أموالاً وخلطها ملکها بالخلط ويصير صامناً ، وإن لم يکن سواها نصاب فلا زکوٰة عليه فيها، وإن بلغت نصاباً لأنه مديون ومال المديون لا ينعقد سبباً لوجوب الزکوٰة عندنا.

(شامی، کتاب الزکوٰۃ ، باب زکوٰۃ الغنائم کراچی ۲/۲۹۱، زکریا ۳/۲۱۸)

لکن لابد أن يکون معه نصاب زائد علی مايوفی دينه لأن ماکان مشغولا بالدين لا زکاة فيه وإنما يزکی مازاد عليه إذا بلغ نصاباً – وعلیٰ هذا فلم تجب عليه زکاة ما غصبه بل زکاة ماله الزائد عليه. (منحۃ الخالق ، کتاب الزکاۃ ، کوئٹہ ۲/۲۰۵، زکریا ۲/۳۶۰)

فأفاد بقوله : وإن لم يکن لها سواها نصاب الخ، إن وجوب الزکاة مقيد بما إذا کان له نصاب سواها– لکن لا يخفی أن الزکاة حينئذ إنما تجب فيما زاد عليها لا فيها. (شامی، کتاب الزکاۃ ، باب زکوٰۃ الغنائم

زکریا۳/۲۱۸، کراچی ۲/۲۹۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ر محرم ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۴۲۰/۴۰)

حلال کو حرام سے الگ کر کے زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: [۴۱۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حرام مال غالب ہو اور حلال مغلوب ہو اور حلال مال نصاب کے بقدر ہو جب دونوں مخلوط ہو جائیں، تو زکوٰۃ کیسے نکالی جائیگی، اتنا تو معلوم ہے کہ حلال مال نصاب کے بقدر ہے لیکن مقدار کا صحیح علم نہیں تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کیسے نکالی جائیگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص کے پاس حرام وحلال دونوں طرح کے مال ہوں دونوں میں اختلاط ہوگیا ہو اور حلال مال بقدر نصاب یا اس سے زائد ہے تو ایسی صورت میں حلال مال کو حرام سے علیحدہ کر کے اس کی زکوٰۃ نکالی جائے گی، اور اس کی مقدار میں تحری کر کے قلب کے رجحان کے مطابق زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔

وإذا لم تتميز الأموال المغصوبة عن النصاب المملوک لهٗ لاتجب عليه بمقدار المغصوب وتجب في الزائد. (تقريرات رافعي، كراچی ۲/۱۳۲، زكريا ديوبند ۳/۱۳۲)

لابد أن يكون معه نصاب زائد على مايوفي دينه لأن ما كان مشغولا بالدين لا زكوٰة فيه، وإنما يزكي ما زاد عليه إذا بلغ نصاباً.... وعلى هذا فلم تجب عليه زكوٰة ما غصبه بل زكوٰة ماله الزائد عليه. (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الزكوٰة زكريا ۲/۳۶۰، كوئٹه ۲/۲۰۵)

إن كان ماله أكثر من دينه زكى الفاضل إذا بلغ نصاباً بالفراغة من الحاجة . (هدايه، كتاب الزكوٰة ، اشرفيه ديوبند ١/ ١٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ ذی یقعدہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۲۸۶)

حلال مال، حرام کے مقابلہ میں مغلوب ہو اور بقدر نصاب ہو تو زکوٰۃ کیسے؟

سوال: [۴۱۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حرام مال غالب اور حلال مغلوب ہے اور حلال جو مغلوب ہے وہ بھی بقدر نصاب ہے، اور دونوں مخلوط ہو گئے ہیں، تو ان کی زکوٰۃ کس طرح نکالی جائیگی؟ اتنا معلوم ہے کہ حلال مال بقدر نصاب یا اس سے زائد ہے، لیکن صحیح طور پر مقدار معلوم نہیں ہے، تو اس صورت میں اسکی زکوٰۃ کیسے نکالیں گے؟ جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حرام مال غالب اور حلال مغلوب ہو لیکن حلال مال بقدر نصاب ہو تو حلال مال کی زکوٰۃ حرام مال سے الگ کر کے ادا کرنا واجب ہے، اور حلال کی مقدار میں تحری کر کے رجحان قلب کے مطابق زکوٰۃ نکالی جائیگی، اور حرام مال کل کا کل بلانیت ثواب صدقہ کر دینا لازم ہے۔ (مستفاد: جدید فقہی تحقیقات نعیمیہ دیوبند ۶/ ۳۴۴)

لابد أن يكون معه نصاب زائد على مايوفي دينه لأن ما كان مشغولا بالدين لا زكوٰة فيه ، وإنما يزكى ما زاد عليه إذا بلغ نصاباً.... وعلى هذا فلم تجب عليه زكوٰة ما غصبه بل زكوٰة ماله الزائد عليه . (البحرالرائق، كتاب الزكوٰة زكريا ٢/ ٣٦٠، كوئٹه ٢/ ٢٠٥)

إن وجوب الزكاة مقيد بما إذا كان له نصاباً سواها لكن لا يخفى أن الزكاة حينئذٍ إنما تجب فيما زاد عليها. (شامی ، كتاب الزكوٰة ، باب زكوٰة الغنم ،

زکریا ۳/۲۱۸، کراچی ۲/۲۹۱)

وإذا لم تتميز الأموال المغصوبة عن النصاب المملوک له لاتجب عليه بمقدار المغصوب وتجب في الزائد. (تقريرات رافعي، کراچی ۲/۱۳۲، زکریا دیوبند ۳/۱۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ / محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۱۷)

مالِ مغصوب کی زکاۃ کس پر واجب ہے

سوال: [۴۱۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے بکر سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپئے لئے اور دو سال کے بعد صرف ایک لاکھ روپئے واپس کئے اور پچاس ہزار روپیہ دینے سے انکار کردیا تو اس صورت میں ایک لاکھ روپیہ کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ اور بقیہ کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک لاکھ روپیہ جو وصول کیا ہے، اسپر زمانہ گذشتہ کی زکوٰۃ مالک (بکر) پر واجب ہوگی اور پچاس ہزار روپیہ جسکے دینے سے صاف انکار کردیا ہے اور بکر کو وصول کرنیکی کوئی صورت نہیں ہے، اور زید کے ہاتھ میں ان روپیوں پر سال گذر چکا ہے، تو اس کی زکوٰۃ زید پر واجب رہے گی، اور زید سخت گنہگار بھی ہوگا، کیونکہ وہ غاصب کے حکم میں ہوگیا۔

ولو اغتصب رجل ألفاً من رجل فجاء آخر واغتصب الألف من الغاصب (إلى قوله) فحال الحول على مال الغاصبين كان على الغاصب الأول زكوٰة ألفه. (هنديه، كتاب الزكوٰة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها

و شرائط ھا زکریا ۱/ ۱۷۳، جدید ۱/ ۲۳۵، البحر الرائق، کتاب الزکوٰۃ، زکریا ۲/ ۳۵۹، کوئٹہ ۲/ ۲۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۵/۵/۳ھ
(الف فتویٰ رجسٹر خاص)

وقف شدہ معقول فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہیں

سوال: [۴۱۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سائل کے پاس وقف کا معقول فنڈ ہے جو کہ اس نیت سے جمع کیا گیا ہے، کہ خدانخواستہ اگر وقف پر کوئی قانونی ادبار آئے تو اس سے قانونی طور پر مقابلہ آرائی کیلئے سرمایہ ہونے پر ہی لڑا جاسکتا ہے، تو ایسی صورت میں اس پر زکوٰۃ ہوتی ہے یا نہیں؟ میرے پاس عزت دار مسلمان ضرورت مند قرض خواہ آتے ہیں، تو اسی رقم میں سے بطور ضمانت زیور رکھکر ان کی ضروریات بغیر کسی مادی منافع کے حل کر دی جاتی ہیں، وقت معینہ پر وہ لوگ رقم واپس دے جاتے ہیں، اور اپنی چیز واپس لے جاتے ہیں، میرے ذہن میں صرف ایک خیال یہی رہتا ہے، کہ یہ شخص ضرورت پوری نہ ہونے پر کسی سودی کاروباری کے پاس جائے گا یہ بہت ہی نقصان کا سبب بنے گا، مجھے دراصل یہ پتہ کرنا ہے، کہ شرع میں اس عمل کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ جواب سے سرفراز فرمائیں؟ نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سائل کے پاس وقف کا جو معقول فنڈ ہے وہ بقدر نصاب ہونے اور سال گذرنے کے باوجود اس میں زکوٰۃ واجب نہیں اسلئے کہ زکوٰۃ انسان کی ملکیت پر واجب ہوتی ہے، اور وقف کی مالیت انسان کی ملکیت نہیں ہوتی ہے، اسلئے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

ومنها الملک فلا تجب الزکوٰۃ فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملک . (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة ، الشرائط التی ترجع إلی المال کراچی قدیم ۹/۲، زکریا ۸۸/۲، شامی ، کتاب الزکاة ، قبیل باب نصاب الإبل زکریا دیو بند۱۹۹/۳، کراچی ۲۵۹/۲)

جب مجبوریوں اور ضرورتوں کی بنا پر آپ قرض دینا چاہتے ہیں، تو آپ اپنی جیب خاص سے دیں مال وقف میں سے دینے کی صورت میں آپ خائن ہونے کی وجہ سے مستحق تولیت بھی باقی نہ رہیں گے۔

وفی البزازیه : إن عزل القاضی للخائن واجبٌ علیه ومقتضاه الإثم بترکه . (مجمع الأنهر ، کتاب الوقف ، دارالکتب العلمیه بیروت ۶۰۲/۲، قدیم مصری ۷۵٤/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۷۶۹/۳۶)

مدارس، مساجد، قومی ورفاہی فنڈ کے مال پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس مال کا کوئی مالک معین نہ ہو جیسے مدارس اور اداروں میں جمع ہونے والی رقم ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق : مدارس اسلامیہ اور مساجد اور دیگر قومی اور رفاہی فنڈ بیت المال وغیرہ شخص حقیقی نہیں ہے، بلکہ یہ سب اشیاء اشخاص حکمی میں شامل ہیں، اور اسلامی شریعت نے زکوٰۃ کا فریضہ شخص حقیقی کی ملکیت تامہ پر واجب کیا ہے، اور شخص حکمی کی

ملکیت پر واجب نہیں کیا ہے، اسلئے مساجد مدارس قومی فنڈ اور بیت المال وغیرہ کی ملکیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

فلا تجب الزكاة في سوائم الوقف وخيل المسبلة لعدم الملك وهذا لأن في الزكوٰة تمليكا والتمليك في غير الملك لا يتصور الخ. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، الشرائط التي ترجع إلىٰ المال زكريا۲/۸۸، كراچی ۹/۲،الجوهرة النيرة، كتاب الزكاة، باب زكاة الإبل، دارالكتاب ديو بند/۲ ۱٤۲)

وقف کے جانوراور رفاہی گھوڑے میں شخص حقیقی کی ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اسلئے کہ وجوب زکوٰۃ کیلئے کسی شخص کو مالک بنا دینا شرط ہے، اور غیر کی ملکیت میں تملیک متصور نہیں ہے۔ فقط **واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۳۹)

صاحب نصاب طالب علم پر زکوٰۃ کا وجوب

سوال: [۴۱۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید طالب علم ہے، صاحب نصاب بھی ہے، تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے، قربانی کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد زبیر، مومن داس، پالنپور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زید اگر صاحب نصاب ہے، تو اس پر زکوٰۃ بھی واجب ہے، اور قربانی بھی واجب ہے، اگر چہ وہ طالب علم ہی کیوں نہ ہو۔

وشرط افتراضها عقل وبلوغ وإسلام وحرية (إلىٰ قوله) وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين (إلىٰ قوله) وعن

حاجته الأصلية الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ زکریا ۳/۱۷۳، ۱۷٤، کراچی ۲/۲۵۸، ۲۵۹)

الأضحية واجبة على حر مسلم مقيم موسر في يوم الأضحى عن نفسه الخ. (هدایه، کتاب الأضحیة، اشرفی بکڈپور دیوبند٤/٤٤٣، قدیم ٤/٢٢٧)

وشرائطها الإسلام والإقامة واليسار الذی يتعلق به وجوب صدقة الفطر الخ. (الدر المختار مع الشامی، کراچی ٦/٣١٢)

وملک نصاباً یجب علیه الأضحیة. (عالمگیری کتاب الأضحیة، الباب الأول فی تفسیرها، وأرکانها وصفتها وحکمها، فی بیان من تجب علیه ومن لاتجب زکریاو کوئٹه ٥/٢٩٢، جدید ١/٣٣٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ شعبان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۷۱/۲۵)

پرائیویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ضلع پریشد کے پرائمری اسکول میں ایک معلم کی حیثیت سے کام کررہا ہوں نوکری کے دوران ہم پر حکومت کی جانب سے ضلع پریشد فنڈ کھولنے کو ضروری قرار دیا جاتا ہے، اس فنڈ کے کھاتے میں ہم کو اپنی تنخواہ کا چھ فی صد حصہ جمع کرانا پڑتا ہے، اس جمع ہونے والی رقم پر حکومت سود بھی دیتی ہے جو کہ ہمارے فنڈ کے کھاتے پر جمع ہوجاتا ہے، اسی طرح ہم اپنی مرضی سے چھ فیصد سے زائد رقم بھی جمع کرتے ہیں، اس طرح جو بھی رقم سال بھر میں جمع ہوتی ہے، اسپر سود اور ایک سال سے پہلے جتنی رقم جمع ہے جس میں پچھلا سود بھی ہوتا ہے، سب کو ملا کر پھر سود دیتی ہے، یعنی سود مرکب کی شکل ہوجاتی ہے، اس جمع شدہ رقم کا ایک تہائی حصہ ضرورت پڑنے پر حکومت سے حاصل کیا جاسکتا ہے، جو دو طریقہ سے حاصل ہوتا ہے۔ (۱) جتنا روپیہ آپ حکومت سے حاصل کر

رہے ہیں، وہ بطور قرض لیا جائے اور قسط وار دوبارہ اپنے کھاتے پر جمع کر دیا جائے۔

(۲) جتنا روپیہ لے رہے ہیں، وہ واپس نہ کیا جائے، اسی طرح جب حکومت کوئی کمیشن مقرر کرتی ہے، تو اس دوران تنخواہ میں اضافہ ہوتا ہے، اس میں حکومت کچھ رقم ادا کرتی ہے، اور کچھ کھاتے میں جمع کر دیتی ہے، لہٰذا ایسی تمام رقم پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ سود کی رقم کا کیا حکم ہے؟ ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ کا حساب کس طرح کیا جائے گا؟ چھ فیصد یا اس سے زیادہ رقم جو ہر مہینہ فنڈ میں جمع کی جاتی ہے، اس پر زکوٰۃ دی جائیگی؟

المستفتي: فاروقی مجیب الرحمٰن، مؤمن پورہ، ایولہ، ضلع: ناسک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر اسی فنڈ کے بینک سے تنخواہ ملتی ہے، اور تنخواہ لیتے وقت چھ فیصد حصہ وضع کر لیا جاتا ہے، تو ملازم کو اس چھ فیصد پر ملک تام حاصل نہیں ہوتی، اس لئے اس چھ فیصد کی زکوٰۃ دینا ملازم پر لازم نہیں اور چھ فیصد وضع شدہ رقم پر جو اضافی رقم منجانب حکومت ملتی ہے، وہ سود نہیں ہے کیونکہ اس پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی، اس لئے کہ سود اس کو کہا جاتا ہے، کہ آدمی اپنا مملوکہ اپنے اختیار سے جمع کرے اور اس پر اضافہ ملے اور یہاں ایسا نہیں ہوا اور اس اضافی رقم کے ملنے سے پہلے اسکی زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہے، یہ پرائیویٹ فنڈ ہی کی ایک قسم ہے، جب تک اس فنڈ کا پیسہ ملازم کو مکمل مالکانہ طور پر حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک ملازم کو شرعاً اس کا حقیقی مالک نہیں شمار کیا جائیگا، اس کی دلیل یہ ہے کہ ملازم جب اپنے فنڈ سے پیسہ نکالتا ہے، تو اسے قسطوار واپس جمع کرنا پڑتا ہے، اور سائل نے جو دوسری شکل لکھی ہے کہ جتنا پیسہ نکالا ہے وہ واپس نہیں کرنا ہے، اگر یہ شکل پیش آجائے تو رقم نکالنے کے بعد ملازم کو اس پر ملکیت تامہ حاصل ہو جائیگی، اور اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، حاصل یہ کہ جو رقم ملازم کے قبضہ میں آجائے اسی کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوتا ہے، اور جو رقم قبضہ میں نہ آئے قبضہ سے پہلے اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں۔

ومنها الملک التام هو ما اجتمع فيه الملک واليد ، وأما إذا وجد الملک دون اليد .... أو وجد اليد دون الملک ..... لاتجب فيه الزكاة. (هنديه، كتاب الزكاة ، الباب الأول فی تفسيرها وصفتها وشرائطها ، زكريا ۱/ ۱۷۲ ، جديد ۱/ ۲۳۳)

اور مذکورہ چھ فیصد سے زائد جو رقم ملازم اپنے اختیار سے جمع کرتا ہے، حکماً اس پر ملازم کو قبضہ تام حاصل ہے، اس لئے لازمی طور پر وضع ہونے والی چھ فیصد سے زائد جتنی بھی رقم ملازم اپنے فنڈ میں جمع کریگا، ملازم پر اس رقم کی زکوٰۃ لازم ہوگی، اور اس پر جو اضافہ ملیگا وہ سود کے دائرے میں داخل ہوگا، اور اس سود والے حصہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، بلکہ اس پوری سودی رقم کو کسی بھی عنوان سے سرکار کو واپس کرنا لازم ہے، مثلاً انکم ٹیکس، سیل ٹیکس جائیداد کی رجسٹری اسٹامپ فیس وغیرہ کے عنوان سے حکومت کو جمع کردے اور اگر ان میں سے کوئی شکل نہ ہو تو رقم بغیر نیت ثواب نادار فقیروں کو دینا لازم ہے۔

من اكتسب مالا بغير حق .... ففي جميع الأحوال المال الحاصل له حرام .... ويجب عليه أن يرده على مالكه............ ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلىٰ الفقراء. (بذل المجهود ، كتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء سهارن پور قديم ۱/ ۳۷، دارالبشائر الإسلاميه ۱/ ۳۵۹)

إذا كان عند رجل مال خبيث ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء . (بذل المجهود ، كتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء ، سهارنپور قديم ۱/ ۳۷، دارالبشائر الإسلاميه ۱/ ۳۵۹)

ينبغي المتصدق الحرام أن يزعم بتصدق المال تخليص رقبته ولايرجو الثواب منه . (العرف الشذی علی هامش الترمذی، كتاب الطهارة

۳/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۲۶۸/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱/۲۶ھ

GPF پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

سوال: [۴۱۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سرکاری مدرسین کی تنخواہ سے عوض کر کے جو رقم GPF کے نام پر جمع ہوتی ہے، اس میں زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

المستفتي: شمساد احمد الاعظمی، مئو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سرکاری مدرسین کی تنخواہ سے عوض کر کے جی پی ایف کے نام پر جمع ہونے والی رقم سے سرکاری پرائیویٹ فنڈ مراد ہے، تو وہ پیسہ جب تک ملازم سرکار سے وصول کر کے اپنی ملکیت میں منتقل نہیں کریگا، اس وقت تک اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اس لئے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے ملک تام لازم ہے اور اس میں ملک تام حاصل نہیں ہوتی ہے۔

ومنها الملک التام هو ما اجتمع فيه الملک واليد، وأما إذا وجد الملک دون اليد، کالصداق قبل القبض أو وجد اليد دون الملک کملک المکاتب والمديون، لاتجب فيه الزکوٰة. (عالمگیری، کتاب الزکوٰۃ الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زکریا ۱/۱۷۲، جدید ۱/۲۳۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۹/۱/۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۳۱/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۱ھ

زکوٰۃ کے مسائل

سوال: [۴۱۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) صاحب نصاب شخص پر جس کے پاس صرف ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور اس پر سال گذر گیا ہے اس پر کتنی زکوٰۃ فرض ہے؟

(۲) اگر کسی شخص کے پاس ۸/تولہ سونا ہے، تو کیا وہ شخص ساڑھے سات تولہ سونے کی زکوٰۃ ادا کرے گا یا پورے ۸/تولہ کی ادا کریگا؟

(۳) اگر کسی شخص کی مستورات کے پاس دس تولہ سونا ہے، اور ۵/تولہ سونا مستورات کے روزمرہ استعمال میں ہے، تو کیا وہ ۵/تولہ سونا زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے اور باقی پانچ تولہ پر کتنی زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟

(۴) سونے سے اصلی سونا ہے اور بازار میں ۲۲/کیرٹ سونا زیورات کی شکل میں ملتا ہے، تو کیا زیور کی قیمت ۲۴/کیرٹ پر لگائی جائیگی، جس پر زکوٰۃ ادا کی جائیگی؟

المستفتي: سید محمود حسن، جونیر انجینئر، ٹیلی فون، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) اسکا چالیسواں یعنی چالیس روپے میں ایک روپیہ دینا واجب ہے اگر قیمت دی جائے تو ہزار میں ۲۵/روپیہ حساب ہوتا ہے۔

من ذهب أو ورق ربع عشر الخ. (الدر المختار، الزكاة، باب زكاة المال زكريا ۳/۲۲٤، كراچی ۲/۲۹۸)

(۲) پورے آٹھ تولہ کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

وقالا: ما زاد بحسابه وهي مسئلة الكسور الخ. (الدرالمختار، الزكاة، باب زكاة المال زكريا۳/۲۲۹، ۲۳۰، كراچی ۲/۳۰۰)

(۳) جو سونا روزمرہ کے استعمال کا ہے، اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، لہذا پورے

۱۰/تولہ کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا۔

ولو تبراً أو حلیا مطلقاً مباح الاستعمال أولا وتحته فی الشامی ماتتحلیٰ به المرأة من ذهب أو فضة. (الدر المختار، الزکاة، باب زکاة المال زکریا۳/۲۲۷، کراچی ۲/۲۹۸)

وفی تبر الذهب والفضة وحلیها و أوانیها الزکوٰة . (هدایه، الزکاة، باب زکاة المال، فصل فی الذهب، اشرفی بکڈپو دیوبند ۱/۱۹۵)

(۴) اگر ملاوٹ (کیرٹ) سونے پر غالب نہیں ہے تو وہ خالص اور اصلی سونے کے حکم میں ہے اس میں پورے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

وإذا کان الغالب علی الورق والفضة فهو فی حکم الفضة الخ.

(هدایه، الزکاة، باب زکاة المال، فصل فی الفضة اشرفی بکڈپو دیوبند ۱/۱۹۵)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۱۹۶۴)

والد کی فیملی میں رہنے والی اولاد صاحب نصاب ہو تو دونوں پر زکوٰۃ وقربانی واجب ہے

سوال: [۴۱۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا ایک لڑکا ہے زید نے اپنے گھر کا سرپرست اور مالک زیورات کا نقدی پیسوں کا آمد وخرچ سب کچھ کا اپنے بیٹے کو بنادیا اور سب کچھ اپنے بیٹے کے حوالہ بھی کردیا زید گھر پر کچھ کام وغیرہ نہیں کرتا ہے سب کچھ بیٹا کرتا ہے جبکہ باپ بیٹا شرکت میں ہیں، کھانا رہنا سب کچھ یکجا اور شرکت میں ہے، معلوم یہ کرنا ہیکہ ان حالات میں زکوٰۃ حج قربانی سب کچھ بیٹے پر واجب

ہے یاباپ پراگر بیٹے پرواجب ہےتو ”انت و مالک لابیک“ کا کیا مطلب ہوگا؟

المستفتي: عبدالرشید قاسمی، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب زید کا بیٹا زید کی ہی فیملی میں ہے، اوراسی کے سرمایہ کے بل بوتے پر بیٹے نے کاروبار سنبھالا ہے تو ایسے حالات میں بیٹے کی ساری کمائی باپ کی ملکیت شمار ہوگی، اوراس سرمایہ میں سے زکوۃ نکالنا باپ کے اوپر لازم ہے، اورقربانی بھی باپ پرلازم ہے، ہاں البتہ اگر بیٹے کو الگ سے اتنے سرمایہ کا مالک بنادیا جو نصاب کے برابر یااس سے زائد ہوتو ایسی صورت میں بیٹے کے اوپر بھی اس نصاب کی زکاۃ نکالنااورقربانی کرنالازم ہوگا۔

إذا عمل رجل فی صنعة واحدة هو ابنه الذی فی عياله عند غرسه شجرة فتلک الشجرة للأب لا يشاركه ولده فيها. (شرح المجلة لرستم، اتحاد بکڈپو، دیوبند ۱/۷٤۱، رقم: ۱۳۹۸)

أب وابن يكتسبان فی صنعة واحدة ولم يكن لهما مال فالكسب كله للأب ، إذا كان الابن فی عيال الأب لكونه معيناً له الخ. (هنديه ، كتاب الشركة ، الباب الرابع فی شركة الوجوه زكريا ۲/۳۲۹، جديد ۲/۳۳۲، شامی، کراچی کتاب الشركة فحصل فی الشركة الفاسدة مطلب اجتمعافی دار واحدة واكتسبا الخ ، زكريا ٦/٥٠٢، کراچی ٤/۳۲٥)

وتتم الهبة بالقبض الكامل لأنها من التبرعات والتبرع لايتم إلا بالقبض. (شرح المجلة لرستم اتحاد بکڈپو، دیوبند ۱/٤٦۲)

وتتم بالقبض الكامل لقوله عليه السلام لاتجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر ، كتاب الهبة مكتبة دارالكتب العلمية ۳/٤۹۰، شامی، کتاب الهبة ، زكريا ۸/٤۹۰، ٤۹۳، کراچی ٥/٦۸۸، ٦۹۰، هدايه ، كتاب

الهبة ، المكتبة الاشرفيه ۳/ ۲۸۳)

ومنها كون المال نصاباً. (هنديه ، كتاب الزكاة ، زكريا ۱/ ۱۷۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۵۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۱۲/۲۵ھ

ایک ہزار روپیہ پر سال گذرنے سے زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس کاشت کی زمین پانچ بیگہ ہے جس میں غلہ دھان گیہوں وغیرہ پیدا ہوتا ہے، اور رہنے کیلئے مکان ہے اور گھریلو ضروریات سامان کے علاوہ نہ بقدر نصاب سونا ہے نہ چاندی ہے نہ دونوں ملاکر بقدر نصاب ہے اور نہ بقدر نصاب روپیہ ہے نہ مال تجارت اور وہ کسی مدرسہ یا اسکول کا مدرس ہے یا ماسٹر ہے جس میں اس کو تین سو روپئے ماہوار تنخواہ ملتی ہے، اور اس کے پاس اپنی زمین کی پیداوار دھان گیہوں اور اتنی تنخواہ سے تمام ضروریات پوری کرنے کے بعد سال بھر میں ایک ہزار روپئے بچے اور اس پر حولان حول بھی ہوا یہی حال بعینہ زید کے دوسرے بھائی کا ہے، اور زید کے تیسرے بھائی بکر کا ہے اور یہ تینوں بھائی جدا جدا کھاتے کماتے زندگی بسر کرتے ہیں، یعنی آپس میں کسی کا کسی سے کوئی تعلق نہیں کیا یہ تینوں بھائی جدا جدا صاحب نصاب ہیں، یانہیں؟ نیز اگر یہ تینوں بھائی یا دو بھائی آپس میں سب چیزوں کیساتھ مل جل کر کھانے کمانے اور رہنے سہنے لگیں تو کیا یہ تینوں بھائی یا دو بھائی ملکر ایک صاحب نصاب ہو سکتے ہیں، یانہیں اور اس بچی ہوئی رقم ایک ہزار روپئے پر زکوٰۃ واجب ہے یانہیں؟

المستفتی: منظور عالم قاسمی، مدرس:
مدرسہ باب العلوم، بابوگنج، پرتاپ گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سال گذرنے پرایک بھائی کے پاس جورقم بچتی ہے،اس پرزکوٰۃ واجب ہونے کیلئے بقدرنصاب ہونا شرط ہے،چونکہ فی زمانناایک ہزارروپئے مقدارنصاب کونہیں پہونچتے ہیں اسلئے مذکورہ صورت میں کسی پرزکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

وسبب افتراضها ملك نصاب حوليّ الخ. (درمختار، مع الشامی، کتاب الزکاۃ، قبیل مطلب الفرق بین السبب والشرط والعلة زکریا دیوبند۳/۱۷۴، کراچی ۲/۲۵۹)

نیزاگرسب بھائی مل جل کرایک ساتھ کھاتے پیتے ہیں،اورمال مشترک ہےاورسب کے مال مشترک میں سےسال گذرنے پرایک نصاب کے بقدرمال بچتاہے،جس میں سب کا حق ہے توکسی پربھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی،جب تک کہ ہرایک کےحصہ میں پورانصاب نہ بچے۔

ولا تجب الزكوٰة عند نا في نصاب مشترک وفي الشامية المراد أن يكون بلوغه النصاب بسبب الاشتراک وضم أحد المالين إلى الآخر بحيث لايبلغ مال كل منهما بانفراد ه نصاباً الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال زکریا دیوبند۳/۲۳۵، کراچی ۲/۳۰۴، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۷۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۱۵رمحرم ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۴/۲۴/۱۰۶۴)

چوبیس ہزارروپیہ پرکتنی زکوٰۃ ہے؟

سوال: [۴۱۳۲]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چوبیس ہزار۲۴۰۰۰روپیہ پرکتنی زکوٰۃ ہوتی ہے،تحریرفرمادیں؟

المستفتي: محمدناظر،تمباکووالان،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: روپیہ پیسہ میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا لازم ہوتا ہے، لہٰذا ۱ہزار میں ۲۵؍روپیہ اور ۲۴؍ہزار ۶۰۰؍روپیہ زکوٰۃ میں دینا لازم ہوگا۔

أخرج ابن ابي شيبة عن عبيدة قال سألت إبراهيم لهٗ مأة درهم وعشرة دنانير؟ قال يزكي من المأة درهم درهمين ونصفا ومن الدنانير بربع دينار قال وسألت الشعبي يحمل الأكثر على الأقل – أو قال:– الأقل على الأكثر فإذا بلغت فيه الزكاة زكاه. (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الزكاة، فی الرجل تكون عندها مائة درهم وعشرة دنانير مؤسسه علوم القرآن ٦/ ٣٩٣، برقم: ٩٩٧٨)

وفی الخانية: فی كل مأتی درهم خمسة دراهم و فی كل عشرين مثقالاً نصف مثقال. (تاتار خانية، كتاب الزكاة، زكاة المال زكريا ٣/ ١٥٥، برقم: ٣٩٧٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۳۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۲/۴/۸ھ

۷۵؍ہزار کی مالیت زکوٰۃ جبکہ ۲ہزار کا مقروض ہو

سوال: [۴۱۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے پاس پچھتر ہزار روپیہ ہیں، ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے، ان روپیوں کی زکوٰۃ میرے اوپر ۱۷۵۰؍روپیہ واجب ہوئی میں دو ہزار روپیہ کا قرضدار ہوں اگر مجھکو زکوٰۃ دینی ہے تو کس حساب سے دینی ہے، کتنے روپیوں کی زکوٰۃ ادا کروں جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب آپ کے اوپر ۷۵؍ہزار روپئے کی

زکوٰۃ واجب ہے تو ہزار میں ۲۵/روپیہ کے حساب سے ۷۵/ہزار کی ۱۸۷۵/روپیہ زکوٰۃ بنتی ہے، اور جب آپ دو ہزار روپیہ کے مقروض ہیں تو آپ پر ۷۳/ ہزار روپیہ کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے اور ۷۳/ ہزار روپیہ کی زکوٰۃ ۱۸۲۵/روپیہ بنتی ہے، لہٰذا آپ پر ۱۸۲۵/روپیہ زکوٰۃ نکالنا واجب ہے، اور دو ہزار کے مقروض ہونے کی وجہ سے اس کی زکوٰۃ ۵۰/روپیہ نکالنا واجب نہیں۔

عن السائب بن يزيد، أن عثمان بن عفان كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤددينه، حتى تحصل أموالكم فتؤدون منها الزكوٰة. (موطا امام مالك، كتاب الزكاة، باب الزكوٰة فى الدين، اشرفى بكڈپو ديوبند/۱۰۷)

عن السائب بن يزيد أن عثمان بن عفان رضي الله عنه كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤد دينه حتى تحصل أموالكم فتؤدوا منها الزكاة، قال محمد: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله فإن بقي بعد ذلک ماتجب فيه زكوٰة ففيه زكاة، وتلک مائتا درهم أو عشرون مثقالاً ذهباً فصاعدا .... وهو قول أبي حنيفة رحمه الله. (موطا امام محمد، كتاب الزكوٰة، باب زكاة أموالكم، اشرفى بكڈپو، ديوبند ۱/۱۷۳، رقم: ۳۲۳)

ولا مديون مطالب من العباد فى قدر دينه فإنه إذا كان له أربع مائة درهم مثلاً إلى ما قال ولو كان دينه مأتين تجب زكوٰة مأتين. (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، قديم ۱/۱۹٤، دارالكتاب العلميه بيروت ۱/۲۸۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۹۹۱)

ڈیڑھ لاکھ روپیہ پر حولان حول کی صورت میں زکوٰۃ کا وجوب

سوال: [۴۱۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے ایک مکان فروخت کیا ڈیڑھ لاکھ میں بغرض خریداری دیگر مکان مگر اب تک اس روپئے کا مکان نہیں خریدا ہے، نیز اس روپئے پر حولان حول بھی ہو چکا ہے، اب صورت مذکورہ میں زید کے اس ڈیڑھ لاکھ روپئے پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتي: محی الدین، محلہ قاصدی ٹولہ، پیرغیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس ڈیڑھ لاکھ روپئے پر زکوٰۃ واجب ہے۔
(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم قدیم ۲/۱)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: لا زكاة في مال امرئ حتى يحول عليه الحول. (سنن الدار قطني، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة بالحول، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۷٦، رقم: ۱۹۷۰)

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال عليه الحول وقد بقي معه منه نصاب، فإنه يزكي ذلک الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل. (شامی، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند۳/۱۷۹، کراچی ۲/۲٦۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۴/۲۴)

مالک مکان کو یکمشت دی گئی رقم کی زکوٰۃ کس کے ذمہ لازم ہے؟

سوال: [۴۱۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

ایک شخص نے کرایہ پر دوکان لی مالک نے دوکان دیتے وقت کچھ رقم تقریباً ۶۰۰۰۰/روپیہ لیے اور مالک دوکان نے کہا کہ جب دوکان خالی کروگے یہ رقم واپس دونگا، تو دریافت یہ کرنا ہے، کہ اس ساٹھ ہزار روپیہ کی زکوٰۃ کون ادا کرے، کرایہ دار جس نے رقم دی ہے، یا جس کے پاس جمع ہے، یعنی مالک دوکان؟ اور ہر سال ادا کرے یا جب کرایہ دار کو واپس ملے گی؟

المستفتي: مولانا حامد علی، نئ بازار، قصبہ: تمبور، ضلع: سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کرایہ دار پیشگی یکمشت جو رقم مالک مکان اور دوکان کو ادا کرتا ہے، مالک مکان اس کا مالک ہوجاتا ہے، اسکی زکوٰۃ بھی مالک مکان ہی پر لازم ہوا کرتی ہے، کرایہ دار پر اس کی زکوٰۃ لازم نہیں، اسلئے کہ اس رقم پر کرایہ دار کی ملکیت تامہ حاصل نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۱۱)

إذا عجل الأجرة لايملك الاسترداد . (شامی، کتاب الإمارة زكريا ۹/۱۳، كراچی ۶/۱۰)

المستأجر إذا عجل الأجرة ، قبل استيفاء المنفعة لم يملك الاسترداد . (المحيط البرهانی، كتاب الزكاة، الفصل السادس تعجيل الزكاة ، المجلس العلمی جديد۳/۱۹٦، رقم: ۲۷۳۵)

ولو عجل الأجرة إلى رب الدار لايملك الاسترداد. (هنديه، كتاب الإجارة ، الباب الثاني متى تجب الأجرة ، وما يتعلق به من الملك وغيره ، زكريا ديو بند٤/٤١٢، جديد ٤/٤٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/شوال ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۱۶۴)

بائع کودی گئی ایڈوانس رقم پر زکوٰۃ ادا کرنا کس پر لازم ہے؟

سوال: [۴۱۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احمد نے فلیٹ بک کرایا ہے، اور بطور ایڈوانس (پیشگی) مالک کو کچھ رقم دی ہے لیکن ابھی وہ پوری طرح فلیٹ کا مالک نہیں ہوا ہے اور نہ ہی وہ رقم بغیر فلیٹ خریدے واپس ہوسکتی ہے، فلیٹ کا مصرف فلیٹ ملنے کے بعد کرایہ پر کسی کو دیدیا جائیگا ایسی حالت میں اس رقم پر جو ایڈوانس دی ہے، زکوٰۃ نکالنا فرض ہے یا نہیں؟

المستفتي: احقر حبیب اختر، محلّہ قانون گویان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب آپ نے منزل کی خریداری میں رقم بائع کے حوالہ کردی ہے اور وہ رقم واپس بھی نہیں ہوسکتی ہے، تو اب آپ اس رقم کے مالک نہیں رہے، لہٰذا آپ پر اسکی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، بلکہ اس کا مالک فروخت کرنے والا ہوچکا ہے، لہٰذا اسکی زکوٰۃ بائع پر ہی واجب ہوگی۔

إذا عجل الأجرة ، لا یملک الاسترداد . (شامی، کراچی ۱۰/۶)

وفی العتابیہ، وإذا عجل الأجرة إلیٰ ربها لایملک الاسترداد .

(البحرالرائق، کتاب الإجارة کوئٹہ ۵/۸، زکریا ۹/۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ر ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۲۳)

کرایہ دار کی پیشگی اداشدہ رقم اور پگڑی کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کرایہ کی مد میں دی گئی پیشگی رقم یا ڈپوزٹ جو عقد اجارہ کے فسخ ہوجانے یا مدت پوری ہونے پر کرایہ دار

کو واپس کیا جاتا ہے، اس نقد کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی، کرایہ دار پر یا مالک مکان پر؟

المستفتي: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کرایہ دار پیشگی یکمشت جو رقم مالک مکان اور مالک دوکان کو ادا کرتا ہے، مالک مکان اس کا مالک ہو جاتا ہے، اسکی زکوٰۃ بھی مالک مکان ہی پر لازم ہوا کرتی ہے، کرایہ دار پر اسکی زکوٰۃ لازم نہیں ہے، اسلئے کہ اس رقم پر کرایہ دار کی ملکیت تامہ حاصل نہیں ہے۔

إذا عجل الأجرة لايملك الاسترداد. (شامی، کتاب الإجارة کراچی ٦/ ١٠، زکریا ٩/ ١٣)

ترجمہ: یعنی اگر کرایہ دار پیشگی اجرت اور کرایہ ادا کر دیتا ہے تو مالک مکان اس کا مالک ہو جاتا ہے، لہٰذا واپسی کا حق نہیں ہوگا۔

ڈپوزٹ اور بیع الوفاء کی رقم کی زکوٰۃ

اگر اس طرح مکان یا دوکان یا زمین وغیرہ خرید وفروخت کی جائے، کہ مشتری جو قیمت ادا کرتا ہے، وہ بائع کے پاس مثل امانت کے ہے، اور جب بائع اتنی رقم مشتری کو ادا کردے گا تو مبیع واپس مل جائے یا عقد کیلئے مدت متعین کی جائے، اور مدت پوری ہونے یا عقد فسخ ہونے پر مشتری اور مستاجر کو اپنی دی ہوئی پوری رقم واپس مل جائے، تو ایسے معاملہ کو بیع الوفاء بیع الامانت اور بیع الرہن وغیرہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں ادا شدہ رقم کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ تو اس میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوبکر محمد بن فضلؒ فرماتے ہیں کہ اگر اجرت رقم کی شکل میں ہے تو اسکی زکوٰۃ صرف بائع پر واجب ہوتی ہے۔

حكي عن الشيخ الإمام أبي بكر محمد بن الفضل أنه قال إن كانت الأجرة من

ترجمہ: شیخ ابوبکر محمد بن فضل فرماتے ہیں کہ اگر اجرت درہم و دینار کی شکل میں ہے تو اسکی زکوٰۃ بائع پر لازم ہے اسلئے کہ قبضہ کی

الدراهم أو من الدنانير كان زكوتها على الآجر لأنه ملكها بالقبض وعند انفساخ الإجارة لا يلزمه رد عين المقبوض وإنما يلزمه رد غيرها فكان بمنزلة دين لحقه بعد الحول الخ. (قاضی خان علی هامش الهندية، كتاب الزكاة، فصل في مال التجارة زكريا ديوبند ١/٢٥٣، ٢٥٤، جديد١/١٥٦)

وجہ سے اس کو ملک تام حاصل ہو چکا ہے، اور فسخ اجارہ کے وقت عین مقبوض کی واپسی لازم نہیں ہے، بلکہ اسکے علاوہ ادا کرنا لازم ہے، تو یہ بمنزلہ اس دین کے ہوگا جو بعد حولان حول اس پر لازم ہوا ہے۔

اور امام زاہد علی بن محمد بزدویؒ اور مجد الأئمہ سرختگیؒ وغیرہ فرماتے ہیں، کہ بائع اور مشتری دونوں پر اسکی زکوٰۃ واجب ہوگی بائع کے اوپر اسلئے لازم ہے کہ اس کو ملک تام حاصل ہے اور مشتری پر اسلئے لازم ہے کہ وہ بمنزلہ ثمن رہن ہے لیکن علامہ ابن عابدین شامیؒ نے بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اسکی زکوٰۃ صرف مشتری پر واجب ہوگی، اور اسی کو انھوں نے ''ینبغی'' کے لفظ سے راجح قرار دیا ہے۔

وقال الشيخ الإمام الزاهد على بن محمد البزدویؒ ومجدد الائمه السرختيگیؒ إن زكوتها تجب على المستأجر أيضا لأن الناس يعدون مال الإجارة دينا على الآجر وفي بيع الوفا المعهود بسمر قند تجب زكوة الثمرة على البائع وعلى

ترجمہ: حضرت امام زاہد علی بن محمد البزدویؒ اور مجدد الائمہ سرختگی فرماتے ہیں، کہ اسکی زکوٰۃ مستاجر پر بھی لازم ہے، اسلئے کہ لوگ مال اجارہ کو موجر پر قرض اور دین شمار کرتے ہیں، اور وہ بیع وفا جو سمرقند میں معروف ومشہور ہے اسمیں ثمن کی زکوٰۃ بائع پر واجب ہے، اور امام بزدویؒ اور سرختگی کے نزدیک مشتری پر بھی اسکی زکوٰۃ واجب ہے۔

قول الشيخ الإمام الزاهد علي بن محمد البزدوي ومجدد الائمه السرختيكي تجب على المشتري أيضا الخ. (قاضيخان هامش الهنديه، كتاب الزكاة، فصل في مال التجارة زكريا ديوبند ١/٢٥٤، جديد ١/١٥٦)

اورعلامہ شامیؒ مشتری پر وجوب ثابت کرنے کیلئے یوں عبارت نقل فرماتے ہیں۔

ينبغي لزومها على المشتري فقط على القول الذي عليه العمل الآن من أن بيع الوفاء منزل منزلة الرهن، وعليه فيكون الثمن دينا على البائع الخ. (شامی، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً زكريا ديوبند ٣/١٧٧، كراچی ٢/٢٦١)

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ مناسب اور اولیٰ یہی ہے کہ اسکی زکوٰۃ صرف مشتری پر لازم ہواس قول کے مطابق جس پراس زمانے میں عمل ہے، اوراسلئے کہ بیع الوفاء بمنزلہ رہن قراردی جاتی ہے، لہذا ثمن بائع کےاوپر بطور قرض لازم ہے۔

حاصل یہ نکلتا ہے کہ قول راجح کے مطابق صرف مشتری پر واجب ہے لیکن احتیاط اسی میں ہے، کہ بائع ومشتری دونوں ایسی رقم کی زکوٰۃ ادا کردیا کریں، بیع الوفاء کے جواز کیلئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے یہ قید لگائی ہے، کہ دستاویز کے وقت بیع کو مطلق عن الشرط رکھا جائے بیع مع الشرط کی عبارت اور قید نہ لگائی جائے۔ (فتاویٰ مظاہر العلوم ۱/۳۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(رجسٹر خاص)

ڈپوزٹ کی زکوٰۃ کس پرواجب ہے؟

سوال: [۴۱۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے بازار میں ایک دوکان دیگر شخص سے پندرہ ہزار روپیہ ماہوار کرایہ پر لی ہے، اس میں کرایہ دار نے مبلغ پانچ لاکھ روپیہ پیشگی مالک دکان کو شرائط کے مطابق دیئے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے، کہ مذکورہ رقم پانچ لاکھ روپیہ پر جو زکاۃ واجب ہوئی ہے تو اس زکاۃ کو مالک دوکان ادا کرے گا یا کرایہ دار پر واجب الاداہوتی ہے؟

المستفتي: محمد جنید، لالباغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہونے کیلئے مال پر قبضہ اور ملک تام ضروری ہے، اور کرایہ دار جو اس رقم کا مالک ہے اس پر زکاۃ اسلئے ادا کرنا واجب نہیں ہے، کہ فی الحال اس کا قبضہ نہیں ہے، اور مالک مکان یا مالک دوکان جس نے اس شرط پر مذکورہ رقم پر قبضہ کیا ہے، کہ مکان یا دوکان خالی کراتے وقت اتنی رقم واپس کردے گا، اس پر اتنی رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا اسلئے لازم نہیں ہے کہ وہ مذکورہ رقم کے بقدر مقروض ہے، یا اس پر ملک تام اس کو حاصل نہیں ہے، گویا وہ رقم دین ضعیف کے حکم میں ہے، اور اگر دین متوسط کے درجہ میں مانا جائے تب راجح قول کے مطابق اس پر قبضہ یا ملک تام حاصل ہونے سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/ ۳۱)

عن عبد الله بن دينار، عن ابن عمر قال: زكوا ما كان في أيديكم، وما كان من دين في ثقة، فهو بمنزلة ما في أيديكم، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقبضه. (السنن الكبري للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة الدين إذا كان على معسر أو جاحد، دارالفكر ٦/ ٦٩، رقم: ٧٧١٧)

وأما دين الوسط فما وجب له بدلاً عن مال ليس للتجارة (وقوله)

وفيـه روايتـان عنـه وروى ابـن سـماعة عن أبي يوسف عن أبی حنيفة أنه لا زكوة فيـه حتـی يـقبـض الـمأتين ويحول عليه الحول من وقت القبض وهو أصح الروايتين عنه الخ. (بـدائع ، كتاب الزكاة ، مراتب الديون زكريا۲/ ۹۰، كراچی ۲/ ۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شوال ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱ ۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵؍۱۰؍۱۴۳۰ھ

امانت کی زکوٰۃ کی ادائے گی کس پر لازم ہے؟

سوال: [۴۱۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۲؍سال سے بہن نے دو لاکھ روپئے اپنے بھائی کے پاس رکھے ہیں، لہٰذا اسکی زکوٰۃ کون ادا کرے، بھائی یہ کہتے ہیں کہ میں اپنے پاس سے زکوٰۃ دے دیتا ہوں تم فکر نہ کرو؟

المستفتي: ایک اللہ کا بندہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب بہن نے بطور امانت بھائی کے پاس رکھے ہیں اور اب بہن اپنی امانت واپس مانگ رہی ہے، تو بھائی پر لازم ہے کہ بلا تاخیر امانت واپس کردے، اور بہن اپنے مال کی زکوٰۃ خود ادا کریگی، بھائی کو اس میں کوئی اختیار نہیں، اور اگر بھائی اس امانت کے واپس کرنے میں تاخیر کریگا، یا ٹال مٹول کریگا، تو خائن شمار ہوگا، اور سخت گنہگار ہوگا۔

عن عبد الله بن عمر و أن النبیﷺ قال: أربع من كن فيه كان منا فقا خـالـصاً ، ومـن كـانـت فيـه خـصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يـدعهـا، إذا أؤتمن خان الحديث: (صـحيـح البخاری، كتاب الإيمان ، باب علامة

العنافق ۱/۱۰۰، رقم: ۳٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۸۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۹/۱۴۱۹ھ

ذاتی مکان میں زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: [۴۱۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اپنی رہائش گاہ جس میں رہنے کی وجہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی اس پر فرض نہیں ہے، مگر چونکہ اس مکان میں رہنا نہیں ہوتا کیوں کہ کمپنی کے کام کی وجہ سے دوسرے شہر میں سکونت اختیار کرلی ہے تو اس رہائش گاہ میں رہنے کے باعث زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی یا نہیں؟ اگر ہو تو کس رقم پر؟

المستفتي: عبدالرحمٰن، پرنس روڈ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اپنی اصلی رہائش کا مکان شرعاً حاجت اصلیہ میں داخل ہے اگرچہ ملازمت کی وجہ سے جائے ملازمت میں رہائش اختیار کرلی ہو، کیونکہ جب کبھی ملازمت چھوٹ جائیگی تو اپنی اصلی رہائش کے مکان میں آکر رہنا ہوگا، لہٰذا ایسے ذاتی مکان میں شرعاً زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

وفارغ عن حاجته الأصلية وتحته في الشاميه وليس في دور السكنىٰ (إلىٰ قوله) زكوٰة لأنها مشغولة بحاجته الأصلية وليست بنامية الخ.

(الدرالمختارمع الشامی ، کتاب الزکاة ، زکریا دیو بند۳/۱۷۸، کراچی ۲/۲٦۲، الجوهرة النیرة ، کتاب الزکاة ، دارالکتاب دیوبند ۱/۱۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍شعبان ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲٦/ ۲۳۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/۸/۱۴۱۱ھ

ناقص مکان اور زمین پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے شعبان میں ایک پلاٹ خریدا نیت یہ تھی، کہ اس پلاٹ میں کمرے بنا کر فروخت کروں گا، چنانچہ تعمیر شروع کردی کچھ تعمیر ہوچکی ہے، زید کی زکوٰۃ کا سال رمضان کا آخری عشرہ ہوتا ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ زید جب زکوٰۃ کا حساب لگائے تو اس پلاٹ اور پلاٹ پر تعمیر کیا ان سب کی قیمت بھی جوڑے گا، یا جب کبھی تعمیر مکمل ہوجائے گی، اس وقت اس پلاٹ پر بنے ہوئے کمروں کی قیمت پر زکوٰۃ آئیگی شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد اصغر، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تجارت کی نیت سے جو پلاٹ خریدا ہے اور اس پر تجارت کی نیت سے جو تعمیر کی گئی ہے سب مال تجارت میں شامل ہے لہٰذا اداءِ زکوٰۃ کے وقت زمین و ناقص عمارت کی جو بھی قیمت ہوگی اس قیمت کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

عن سمرة بن جندب رضی قال: أما بعد! فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة، باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها من زكاة، النسخة الهندية ۱/۲۱۸، دارالسلام رقم: ۱۵٦۲)

عن ابن جريج، قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، باب الزكاة من العروض، المجلس العلمي ٤/۹۷، رقم: ۷۱۰۵)

وإن اشترىٰ شيئاً ونواه التجارة كان للتجارة. (حاشية چلپي على التبيين، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند ۲/۲۹، امداديه ملتان ۱/۲٥٦، هدايه، كتاب الزكاة، اشرفيه

دیوبند ۱/ ۱۸۷، ۱/ ۲۵٦)

وتعتبر قيمته يوم الوجوب ، وقالا : يوم الأداء (تحته في الشامية) وفي المحيط: ويعتبر قيمة يوم الأداء بالإجماع ، وهو الأصح .(الدر المختار مع الشامي ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الغنم زكريا ديوبند۳ /۲۱۱، كراچی ۲/ ۲۸٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۱/۱۰/۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۱۸۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۱۰/۲۲ھ

فروخت شدہ مکان کی قیمت پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مکان فروخت کیا جسکی قیمت ایک لاکھ بیس ہزار روپئے ہے جس میں سے ساٹھ ہزار مل چکے ہیں خریدار سست اور کچھ بد طینت شخص ہے اپنی طرف سے ادائیگی کی بالکل فکر نہیں کرتا بلکہ انتہائی اصرار اور کثیر آمد ورفت کے بعد بڑی مشکل سے رقم ادا کرتا ہے، ہم کو دیر سویر پورا پیسہ وصول کر لینا ممکن ہے تو اس رقم پر زکوٰۃ کے وجوب کی کیا صورت ہے، وصول کردہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہونیکے لئے حولان حول شرط ہے، یا نہیں نیز جو رقم خریدار نے ادا نہیں کی ہے، اسکی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اور وصولیابی کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے، براہ کرم سوال کے تمام گوشوں پر مناسب روشنی ڈالیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مکان کی قیمت کا جو پیسہ وصول ہو چکا ہے اسکی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، اگر آپ پہلے سے صاحب نصاب ہیں، تو اس پیسہ پر الگ سے سال گذرنا لازم نہیں بلکہ سالانہ جن تاریخوں پر زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں، ان تاریخوں سے پہلے پہلے مکان کا جو پیسہ ہاتھ آئے اسکی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے، اور خریدار کی طرف سے جو

پیسہ وصول نہیں ہوا ہے، اور مطالبہ کے باوجود ٹال مٹول کا سلسلہ ہے اس پیسہ کی وصولی سے پہلے اسکی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، بلکہ جتنا وصول ہوتا رہے اتنے کی زکوٰۃ واجب ہوتی جائیگی۔

والذی أراه حقا وأدین الله علیه : أن حکم الورق المالی کحکم النقدین فی الزکوٰۃ سواء بسواء الخ. (تکملة فتح الملهم، کتاب المساقاة والمزارعة ، حکم الأوراق المالیة ،المکتبة الأشرفیه دیوبند ۱/ ۵۱۷)

ومن کان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالاً من جنسه ضمه إلیٰ ماله ، وزکاهٗ سواءً . (هندیه ، کتاب الزکاة ، الباب الأول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا ۱/ ۱۷۵، جدید ۱/ ۲۳۷)

والمستفاد ولو بهبة أو إرث وسط الحول یضم إلیٰ نصاب من جنسه. (الدر المختار مع الشامی ، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم ،کراچی ۲/ ۲۸۸، زکریا۳/ ۲۱٤)

یقر المدیون بالدین وبملائته ولایقدر الدائن علی تخلیصه منه فهو بمنزلة العدم . (شامی ، الزکاة، المصرف زکریا۳/ ۲۹۱، کراچی ۲/ ۳٤٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۹۴۶)

تصویروں کو فروخت کر کے اسکی آمدنی سے زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۱۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی شخص اگر تصویروں کی فروختگی سے حاصل شدہ آمدنی سے زکوٰۃ ادا کرے تو کیا اسکی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی؟

المستفتي: عبدالرحمٰن، جلگاؤں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ تجارت سے جو رقم حاصل ہوگی نصاب پورا ہونے پر اس رقم کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا واجب ہوگا۔

ومنها الملک التام وهو ما اجتمع فيه الملک واليد الخ. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها، زكريا ١/١٧٢، جديد ١/٢٣٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ربیع الاول ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۱۴۹)

کیا NSC پر زکوٰۃ واجب ہے؟

سوال: [۴۱۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک سرکاری ٹیچر ہوں جب بھی ہماری تنخواہ بڑھتی ہے تو سرکار اس کا پچھلا پیسہ (N.S.C.) بنا کر دیتی ہے جس کا پیسہ ہمیں ۵؍سال بعد مع سود کے ملے گا، تو (NSC) پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ جبکہ پیسہ سرکار کے پاس ہے اس پر جو زائد پیسہ ملے گا وہ جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں حل فرمائیں مہربانی ہوگی۔

المستفتي: احقر شبلی حبیب، پیرزادہ، میاں ہوٹل، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تنخواہ بڑھتے وقت پچھلے مہینوں کے پیسہ کے لئے جو این ایس سی (NSC) آپ کو ملتی ہے، اور وہ پیسہ فوری طور پر نکالنے کا حق نہیں ہوتا، ایسی صورت میں پیسہ نکالنے سے پہلے آپ اس کے شرعی مالک نہیں ہیں، اور ملک تام حاصل ہونے سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اور اس پر جو اضافی رقم ملے گی وہ سود کے دائرے میں داخل نہیں اور یہ پراویڈنٹ فنڈ (PF) پر اضافہ ملنے کی طرح ہے، اور

اس پر قبضہ سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔

ومنها الملک التام ، هو ما اجتمع فيه الملک واليد .... وأما إذا وجد الملک دون اليد ...... أو وجد اليد دون الملک ...... لا تجب فيه الزكوة . هنديه ، كتاب الزكاة ، الباب الأول فى تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ١/ ١٧٢ ، جديد ١/ ٢٣٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍محرم الحرام ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۲۶۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹؍۱؍۱۴۳۲ھ

مالدار تاجر پر زکوٰۃ اور ادائیگی کا طریقہ

سوال: [۴۱۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص مال سپلائی کر نیکی تجارت کرتا ہے، جسمیں تقریبا چالیس ہزار روپئے کی سالہا سال لوٹ پاٹ ہوتی رہتی ہے، اور تقریباً ۲؍لاکھ کا مال گھر میں موجود ہے عید الفطر تک مال سپلائی ہونیکی امید ہے، پچیس ہزار روپئے بینک میں موجود ہیں ان اموال پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو اسکی ادائیگی اور حساب کی کیا صورت ہے واضح فرمایئے؟

المستفتي: توحید عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ تاجر شخص شرعاً مالدار اور مالک نصاب ہے، اور اس پر زکوٰۃ فرض ہے، اور اسکے لئے حکم یہ ہے کہ یہ شخص جس دن اور جس تاریخ کو پہلی مرتبہ نصاب کے بقدر مال کا مالک ہوا تھا، اس سال اس تاریخ کو مذکورہ مال تجارت اور بینک میں جمع رقم اگر اسکی ملکیت میں موجود ہے تو ان دونوں کی زکوٰۃ اس تاجر پر شرعاً واجب ہے۔

عن سمرة بن جندب قال : أما بعد فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن

نخرج الصدقة من الذی نعد للبیع . (سنن أبي داؤد، الزکاة، باب العروض إذا کان للتجارة هل فیها، زکاة النسخة الهندیة ۱/۲۱۸، رقم ۱۵۶۲)

تجب الزکوٰة أیضا فی عروض تجارة بلغت قیمتها نصاباً من أحدهما .

(مجمع الانهر بیروت، کتاب الزکاة، باب زکاة الذهب والفضة والعروض ۱/۳۰۶)

الزکوٰة واجبة فی عروض التجارة . (تاتار خانیة، کتاب الزکاة، الفصل الثالث، زکاة عروض التجارة زکریا۳/۱۶٤، رقم: ۳۹۹۹، قدیم ۱/۲۳۷)

والذی أراه حقاً وأدین الله علیه : إن حکم الورق المالیّ کحکم النقدین فی الزکاة سواء بسواءٍ(إلی قوله) فمن ملک النصاب من الورق المالیّ ومکث عنده حولاً کاملاً وجبت علیه زکوته باعتبار زکوٰة الفضة .

(تکمله فتح الملهم، کتاب المساقاة والمزارعة، حکم الأوراق المالیة، المکتبة الاشرفیه دیو بند۱/۵۱۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۴۶/۳۸)

پیتل کی بنائی گئی تصویروں کی آمدنی پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص پیتل کی تصاویر بنائے تو اسکی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

المستفتي: عبید الرحمٰن پیرزادہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نفس تصویر کشی حرام اور عذاب الٰہی کا باعث ہے، البتہ اس میں حاصل شدہ رقم کا مالک ہوجاتا ہے، کہ اصل شئی اور محنت کا پیسہ ہے اسلئے اسپر زکوٰۃ بھی واجب ہوجائے گی۔

الکسب یملک بملک الأصل. (قواعد الفقه/۱۰۰، رقم: ۲۲۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۳۱۷)

شادی کیلئے جمع شدہ مال میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنی بہن کی شادی کے واسطے کچھ مال الگ سے جمع کیا جو مقدار نصاب ہے، تو زید پر زکوٰۃ واجب ہے یا اس کی بہن پر؟

المستفتي: محمد زبیر بن نور محمد مومن داس پالنپور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب تک بہن کے حوالے نہ کردے گا، اسوقت تک زید پر زکوٰۃ ادا کرنی واجب رہے گی۔

الزکوٰة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصابا ملكاً تاماً وحال عليه الحول الخ. (هدايه، كتاب الزكاة، اشرفی بکڈپو دیوبند، مطبوعه جيسور ۱/ ۱۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ شعبان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۳۷۱)

مکان وشادی کیلئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے مکان بنانے اور بچوں کی شادی کرنے کیلئے کچھ زیور اور روپیہ رکھا ہے، جو مکان بنانے اور

شادی کے لئے ناکافی ہے،سال گزرنے پر زید پر زکوٰۃ واجب الأ دا ہوگی یا نہیں؟

المستفتي: شفیع احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو رقم مکان بنانے یا شادی کی نیت سے رکھی جائے سال گذرنے پر اس رقم کی زکوٰۃ اداء کرنا بھی لازم اور واجب ہے۔

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال عليه الحول وقد بقي معه منه نصاب ، فإنه يزكي ذلك الباقي ، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلىٰ حوائجها الأصلية وقت حولان الحول الخ . (شامی، كتاب الزكاة ، مطلب في زكوٰة المبيع وفاءً كراچی ۲/ ۲۶۲، زکریا ۳/ ۱۷۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ صفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۲۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۳ھ

ضرورت کیلئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی بھی ضرورت کیلئے تھوڑی تھوڑی رقم جمع کی اور اس پر سال گذر جائے اور وہ رقم نصاب کو پہونچ جائے تو زکاۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اس پیسہ کی ضرورت بھی ہے گذر بسر کیلئے ایک دوکان خریدنی ہے اسی لئے رقم جمع کی ہے؟

المستفتي: احمد نجیب، آندھروی،
پیلو جامع مسجد، اسٹیشن روڈ، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: انسان خواہ کسی بھی ضرورت کیلئے رقم جمع کرےاور اس پر سال گذر جائے،اوروہ مال نصاب کے بقدر ہوتو سال گذرنے کے بعداس پرزکوٰۃ واجب ہوگی۔

عن علي عن النبي ﷺ ببعض أول هذا لحديث، قال: فإذا كانت لک مائتا درهم وحال عليها الحول، ففيها خمسة دراهم، وليس عليک شيئ يعني في الذهب حتى تكون لک عشرون ديناراً، فإذا كانت لک عشرون ديناراً، وحال عليها الحول ففيها نصف دينار فمازاد فبحساب على ذلک. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، النسخة الهندية ١/ ٢٢١، دارالسلام رقم: ١٥٧٣)

شرط افتراض أدائها حولان الحول وهو ملكه وثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما ولو للنفقة. (شامی، كتاب الزكاة، كراچی ٢/ ٢٦٧، زكريا٣/ ١٨٦)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱؍ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
۱؍۳؍۱۴۲۸ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۸۷)

بینک میں جمع شدہ رقم پرزکوٰۃ

سوال: [۴۱۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے پاس شادی سے پہلے کے اپنے دس ہزار روپیہ بینک میں جمع ہیں میرے شوہر کواس کا علم نہیں ہے،تو کیا شرعاً اس کی بھی زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟

المستفتیہ: منور جہاں، پیرغیب،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دس ہزارروپیہ جو بینک میں جمع ہے اس کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے اور جتنے سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہے، ان کی بھی نکالنا لازم ہے اور دس ہزارروپیہ میں سے ڈھائی سوروپیہ سالانہ زکوٰۃ نکلے گی ۔(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/ ۱۰۸، رحیمیہ ۲/۱۴)

عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم ببعض أول هذا الحديث، قال: فإذا كانت لك مائتا درهم وحال عليها الحول، ففيها خمسة دراهم ، وليس عليك شيئ يعني في الذهب حتى تكون لك عشرون ديناراً ، فإذا كانت لك عشرون ديناراً ، وحال عليها الحول ففيها نصف دينار فمازاد فبحساب على ذلك ، فقال فلا أدرى أعلى يقول فبحساب ذلك أو رفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم ، الحديث . (سنن أبي داؤد ، كتاب الزكاة ، باب في زكاة السائمة ، النسخة الهندية ١/ ٢٢١، دارالسلام رقم: ١٥٧٣)

وأما مقدار الواجب من هذا النصاب فماهو مقدار الواجب من نصاب الذهب والفضة ، وهو ربع العشرلأن نصاب مال التجارة مقدر بقيمته من الذهب والفضة ،فكان الواجب فيه ما هوالواجب في الذهب والفضة وهو ربع العشر ولقول النبي صلى الله عليه وسلم " ها توا ربع عشر أموالكم " من غير فصل . (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة ، صفة الواجب في أموال التجارة ، زكريا٢/ ١١١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۳۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/ ۴/ ۱۴۲۵ھ

حولانِ حول کے بعد بینک یا ڈاکخانہ میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ کا حکم

سوال:[۴۱۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمود صاحب نصاب ہے اوراس کی ساری رقم بغرض حفاظت سرکاری بینک یا ڈاکخانہ میں جمع ہے، یا کسی مکان یا دوکان کی ڈپازٹ کے طور پر دوسرے آدمی کے پاس جمع ہے،(ڈپازٹ) یعنی کوئی مکان یا دوکان بطور کرایہ لینا ہوتا ہے، تو کچھ روپیہ صاحب مکان کے پاس جمع کرنا پڑتا ہے، جب کرایہ دار مکان یا دوکان چھوڑتے ہیں، تو وہ روپیے صاحب مکان کرایہ دار کو واپس کردیتے ہیں، اسی کو ڈپازٹ کہتے ہیں، تو کیا ان رقموں پر جو ڈاکخانہ یا بینک میں جمع ہے صاحب رقم کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ رقم صاحب رقم کے قبضہ میں نہیں ہے، تینوں سوالوں کے جواب مدلل بحوالہ تشفی بخش دینے کی زحمت فرمائیں؟

المستفتي: منظور عالم قاسمی، مدرس مدرسہ باب العلوم پرتاپ گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بینک اورڈاکخانہ میں جو رقم جمع ہے، اس پر سال گذرتے ہی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

أما إن كانت عند معارفه وجبت الزكوٰة لتفريطه بالنسيان في غير محله الخ. (طحطاوی علی المراقی، کتاب الزکاۃ اشرفي ديوبند/۷۱۷)

اور جو رقم ڈپازٹ کے طور پر دے رکھی ہے، اس پر وصول ہونے سے قبل زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں، اور جب وصول ہوجائیگی تو گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی واجب ہوجائیگی۔

ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد، أما إذا وجد الملك دون اليد، كالصداق قبل القبض أو وجد اليد دون الملك (إلى قوله) ولا على الراهن، إذا كان الرهن في يد المرتهن الخ. (هنديه، كتاب

الزکاة ، الباب الأول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا/ ۱۷۲/۱ ، جدید ۲۳۳/۱)

وفـی الشـامـی ولا عـلی المرتـهن لعدم ملک الرقبة ولا علی الراهن لعدم الید الخ. (شامی ، زکریا۳/ ۱۸۰ ، کراچی ۲۶۳/۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/محرم الحرام ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۶۴/۲۴)

قرض کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا حکم

سوال: [۴۱۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنے داماد کوان کا گھر بنانے کے لئے بطور قرض ایک سال کی میعاد کے لئے ودلاکھ پچھتر ہزار روپئے دیئے، ایک سال گذرنے کے بعد وہ قرضہ ادانہیں کر سکے تو آپس میں یہ بات طے ہوئی کہ جب تک وہ قرضہ نہیں لوٹائیں گے، قرضہ کی رقم میں زکاۃ ادا کریں گے، زید کا داماد ہر سال ۲۷۵۰۰۰/ دولاکھ پچھتر ہزار روپیہ پر زکاۃ ادا کررہا ہے، شرعا یہ معاہدہ کیسا ہے؟ کیا اس کا جواز ہے، اور زید کو زکاۃ ادا نہ کرنے کا گناہ تو نہ ہوگا؟

المستفتي: محمد افتخار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زید نے اپنے داماد کو بطور قرض ایک سال کی میعاد کیلئے جو رقم دی ہے اور سال گذرنے پر داماد کے قرض واپس نہ کرنیکی صورت میں زید اور اس کے داماد کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے وہ شرعاً ناجائز ہے، اور داماد پر ہر سال کی رقم کی زکاۃ ادا کرنا لازم نہیں، اس لئے کہ اس کے اوپر وہ قرض ہے وہ اس کا پیسہ نہیں اور وصولیابی سے پہلے اسکی زکاۃ ادا کرنا زید پر لازم نہیں، اس لئے کہ دین متوسط ہے اور دین متوسط میں راجح قول کے مطابق وصولیابی سے پہلے زکاۃ واجب نہیں ہوتی؛ بلکہ وصولیابی کے بعد زکاۃ واجب ہوتی ہے، اور اب تک داماد نے جو ادا کیا ہے، وہ نفلی صدقہ وخیرات میں شامل ہوگا۔

عن ابن عمر قال: زكاة أموالكم حول إلىٰ حولٍ، فما كان من دين ثقة فزكوه، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقضيه صاحبه. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الزكاة، في زكاة الدين مؤسسه علوم القرآن جديد٦/ ٤٨٥، رقم: ١٠٣٥١)

كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة سواء كان الدين للعباد كالقرض. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الاول فى تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ١/ ١٧٢، جديد ١/٢٣٤)

إن رواية ابن سماعة أنه لا زكاة فيه حتى يقبض المأتين ويحول الحول من وقت القبض هي الأصح من الروايتين عن أبى حنيفة. (شامى، كتاب الزكاة، باب زكاة المال مطلب فى وجوب الزكاة، في دين المرصد کراچی ۲/۳۰۶، زکریا۳/۲۳۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ شوال ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۶۲ ۱۱۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱۰/۱۴۳۴ھ

قرض کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟

سوال: [۴۱۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے عمر کو پچاس ہزار روپیہ قرض دیئے عمر ہر سال ۱۰/ ہزار روپئے زید کو دیکر کل پانچ سال میں پچاس ہزار کی زکوٰۃ نکالے یا جیسے جیسے عمر لوٹا تا جائے، اتنی رقم نصاب میں ملا کر ادا کرے مثلاً ایک سال ۱۰/ ہزار لوٹائے تو نصاب میں ۱۰/ ہزار ملا کر پھر دوسرے سال مزید دس ہزار لوٹائے تو اب کل بیس ہزار نصاب میں ملائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: زید نے جو عمر کو پچاس ہزار روپیہ قرض دیا ہے، اور

اس قرض کی واپسی ایک سال میں دس ہزار کے حساب سے ہوتی رہے گی، تو ایسی صورت میں اس کو دین قوی نہیں کہا جا سکتا بلکہ دین متوسط ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جتنا وصول کرتا رہے گا، اتنے کی زکاۃ دینا لازم ہوگا، اور عمر پر زکاۃ اسلئے واجب نہیں ہوگی کہ درحقیقت وہ رقم زید کی ہے عمر کی نہیں۔ (مستفاد: ایضاح النوادر/ ۲۰۵)

عن عائشة رضی اللہ عنها قالت: لیس فی الدین زکاة ۔ (المصنف لابن أبي شيبة ، كتاب الزكاة ، من قال ليس فی الدين زكاة حتى يقبض مؤسسه علوم القرآن جديد٦/٤٨٧، رقم: ١٠٣٦٤)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: زكوا ما كان في أيديكم ، وما كان من دين في ثقة فهو بمنزلة ما في أيديكم ، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقبضه . (السنن الكبرىٰ للبيهقي ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الدين إذا كان على معسر أو جاحد دارالفكر ٦/٦٩، رقم: ٧٧١٧)

وروى ابن سماعة ، عن أبي يوسف عن أبي حنيفه رحمهم الله تعالىٰ أن الدين نوعان ، وجعل الوسط كالضعيف وهو اختيار الكرخي . (المبسوط ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال ، دارالكتب العلمية بيروت ٢/١٩٥)

إن رواية ابن سماعة أنه لا زكاة فيه حتى يقبض المأتين ويحول الحول من وقت القبض هي الأصح من الروايتين عند أبي حنيفة رحمہ اللہ . (شامی ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال ، مطلب في وجوب الزكاة ، في دين المرصد زكريا ديوبند ٣/٢٣٨، كراچی ٢/٣٠٦، امداد الفتاوىٰ ٢/٤٦ تا ٤٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/۸/۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۴۰۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۸/۱۴۲۸ھ

مدیون پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی تاجر

مسلمان نے کاروبار کیلئے بینک سے مثلاً ایک لاکھ روپئے قرض لے رکھے ہیں، اور اس کے پاس ایک لاکھ کا زیور یا رقم ذاتی اپنے گھر میں موجود ہے لیکن اگر بینک کا قرض ادا کردے تو اس کے پاس کچھ نہیں بچتا ایسے تاجر مسلمان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ ایک عالم یہ فرماتے ہیں کہ یا تو خدا کا حق اور قرض ادا کرو یا بینک کا ورنہ گنہ گار رہو گے، اس مسئلہ کو حل فرما کر شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: داستان برادرس، احمد آباد، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بینک کا قرض ادا کرنے کے بعد بقدر نصاب باقی نہ رہے تو اسپر زکوٰۃ واجب نہیں ہے بلکہ اسکو زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز ہے۔

عن السائب بن يزيد أن عثمان بن عفان رضـ **كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين، فليؤد دينه حتى تحصل أموالكم، فتؤد منها الزكاة؛ قال محمد: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله، فإن بقى بعد ذلك ما تجب فيه الزكاة، ففيه زكاة .... وإن كان الذى بقى أقل من ذلك بعد ما يدفع من ماله الدين فليست فيه الزكاة، وهو قول أبي حنيفة** رحـ. (مؤطا امام محمد، كتاب الزكاة، با ب زكاة المال، اشرفي ديو بند ١/١٧٢، ١٧٣، رقم: ٣٢٣)

ومديون لا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه وفى الظهيرية: الدفع للمديون أولىٰ منه للفقير الخ. (الدر المختار كتاب الزكاة باب المصرف، زكريا ٣/٢٨٩، كراچی ٢/٣٤٣، كوئٹه ٢/٦٦)

البتہ قرض سود پر لینا ناجائز اور مستحق لعنت ہے۔ (مسلم شریف)

عن جابر رضـ **قال لعن رسول الله** صلى الله عليه وسلم **آكل الربا، ومؤكله، وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء.** (صحيح مسلم، باب لعن آكل الربا ومؤكله، النسخة

الهندية ٢/٢٧، بيت الأفكار رقم: ١٥٩٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ر شوال ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۳۸)

قرض کے علاوہ مابقیہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: [۴۱۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فی الحال زید کے پاس کچھ بھی رقم نہیں ہے، لیکن زید ۲۰ر رمضان کو بیس ہزار روپئے کا مالک ہوجائے گا، زید پہلے سے تیس ہزار روپئے کا مقروض بھی ہے، تو کیا زید کل رقم کی زکوٰۃ دے گا، یا بچی ہوئی رقم کی زکوٰۃ دے گا یا نہیں؟

نوٹ: زید اس رقم کو ہر ماہ ۱۵۰۰ر یا ۲۰۰۰ر روپیہ کر کے ایک لاٹری میں جمع کرتا تھا، ایک ممبر ہونے کی حیثیت سے اور اس لاٹری میں سود وغیرہ بھی نہیں لیا جاتا ہے، اور نہ دیا جاتا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح جواب سے نوازیں، عین نوازش ہوگی؟

المستفتي: نور عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر تیس ہزار روپیہ کا مقروض ہے تو چالیس ہزرا کا مالک ہوگا تو اس پر صرف دس ہزار کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا بقیہ ۳۰ر ہزار کی زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۱۱۱)

عن السائب بن يزيد أن عثمان بن عفان رضـ **كان يقول: هذا شهر زكاتكم، فمن كان عليه دين، فليقضه، وزكوا بقية أموالكم.** (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، ماقالوا في الرجل يكون عليه الدين من قال: لا يزكيه، مؤسسه علوم القرآن ٦/٥٤٨، رقم: ١٠٦٥٨)

في قدر دينه متعلق بقوله: فلا تجب فإنه إذا كان له أربع مئة درهم

مثلاً : وعليه دين كذلک لاتجب عليه الزكاة ، ولو كان دينه مأتين تجب زكاة مئتين . (مجمع الأنهر ، كتاب الزكاة ، دارالكتب العلمية بيروت ١/٢٨٧، مصرى قديم ١/١٩٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/۹/۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۲۹)

قرض کی زکوٰۃ کون ادا کرے گا

سوال: [۴۱۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک بھائی کے پاس دوسرے بھائی کے کچھ پیسے نکل رہے ہیں، لیکن فی الحال ادائیگی کے پیسے نہیں ہیں اس لئے اس نے چند سال میں ادائیگی کا وعدہ کیا تو اس درمیان ان پیسوں کی زکوٰۃ کس کے ذمہ واجب ہوگی؟

المستفتي: محمد سلیم، کلکتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس کے اوپر ادائیگی لازم ہے وہ مقروض ہے اور مقروض کے اوپر قرض کے پیسے کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے، اور جب فوری طور پر ادائیگی کی شکل نہیں ہے تو ایسی صورت میں مالک کے اوپر بھی ان پیسوں کی زکوٰۃ فی الحال واجب نہیں ہے جب پیسہ وصول ہوجائے گا تو اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۴۸، ایضاح النوادر ۲/ ۲۸)

عن نافع عن ابن عمر قال : ليس في الدين زكاة . (مصنف عبد الرزاق ، كتاب الزكاة، باب لازكاة إلا ناض ، المجلس العلمى ٤/١٠٣، رقم: ٧١٢٥)

عن ابن عمر قال: زكاة أموالكم حول إلى حول ، فما كان دين ثقة فزكوه ، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقضيه صاحبه . (المصنف لابن

أبي شيبة ، كتاب الزكاة ، في زكاة الدين ، مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/٤٨٥، رقم: ١٠٣٥١)

ولو كان الدين على مقر مليء أو على معسر –إلى قوله –وعن محمدؒ لازكوٰة وهو الصحيح. (الدر مع الرد، كتاب الزكاة ، زكريا ديوبند٣/١٨٤، ١٨٥، كراچی ٢/٢٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۱/۸/۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۱۷۱)

دین اور قرض کی زکوٰۃ کس پر لازم

سوال: [۴۱۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دین کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی دائن پر جسکی ملک ہے لیکن قبضہ نہیں یا مدیون پر جس کے قبضہ وتصرف میں ہے لیکن اس کے ملک میں نہیں یا دین کی زکوٰۃ کسی پر واجب نہ ہوگی ، کیا اگر مدیون باوجود قدرت کے دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول کر رہا ہے، اور اس مال کو تجارت میں لگا کر استفادہ کرر ہا ہو ایسی صورت میں اس مدیون پر زکوٰۃ واجب قرار دی جاسکتی ہے؟

وصولیابی کی امیدی اور ناامید کے اعتبار سے دین کی قسمیں اور وجوب زکوٰۃ کا حکم کیا ہوگا؟ اور اگر زکوٰۃ واجب ہوگی تو کب اور وصولیابی کے بعد سابق کی زکوٰۃ بھی دین ہوگی یا وصول ہونے کے بعد مستقبل کی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

المستفتي: مجاہد الاسلام قاسمی ،فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دیون کی زکوٰۃ سے متعلق اہم ترین تین شکلیں علی الترتیب یہاں پر درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) وہ دین جو تجارتی مال یا قرض کے طور پر لازم ہے، اور مدیون اس قرض کا اقرار بھی کرتا ہے اور مدیون ادائیگی پر قدرت بھی رکھتا ہے، اور دائن بآسانی اس کو وصول بھی کر

سکتا ہے، تو ایسے دین کو دین قوی کہا جاتا ہے، اور اسکی زکوٰۃ دائن پر واجب ہوا کرتی ہے، اس میں شریعت نے یہ رعایت دی ہے کہ وصول ہونے سے قبل ادا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب نصاب کے پانچویں حصہ کے بقدر وصول ہوجائے تو اس وصول شدہ کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کرتا جائیگا، اور حضرت امام ابویوسفؒ وامام محمدؒ کے نزدیک جو کچھ بھی وصول ہوتا رہے گا اسکی زکوٰۃ چالیسویں حصہ کے حساب سے نکالنا واجب ہوگا، اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول راجح اور مفتی بہ ہے۔

أما القوي فهو الذی وجب بدلاً عن مال التجارة كثمن عرض التجارة من ثياب التجارة وعبيد التجارة أو غلة مال التجارة ولا خلاف في وجوب الزكاة إلا أنه لا يخاطب بأداء شيءٍ من زكوٰة ما مضى مالم يقبض أربعين درهماً فكلما قبض أربعين درهماً أدى درهما واحدا وعند أبي يوسفؒ ومحمدؒ كلما قبض شيئا يؤدى زكوته قلّ المقبوض أو كثر الخ. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل من الشرائط التى ترجع إلى المال قديم ۲/ ۱۰، زكريا۲/ ۹۰، مثله رسائل الأركان /۱٦۵، مجمع الأنهر ۱/ ۱۹۵، قاضيخان، كتاب الزكاة، فصل فى مال التجارة زكريا ۱/ ۲۵۲، جديد۱/ ۱۵۵، ۱۵٦، البحر الرائق، كوئٹه ۲/ ۲۰۷، زكريا۲/ ۳٦۳)

ترجمہ: دین قوی وہ ہے جو مالِ تجارت وغیرہ کا بدل ہو جیسا کہ تجارتی کپڑے اور غلام وغیرہ سامان تجارت کا ثمن یا مال تجارت کی آمدنی اور اس میں وجوب زکوٰۃ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لیکن سنین ماضیہ کی زکوٰۃ چالیس درہم یعنی نصاب کے پانچویں حصہ کے بقدر قبضہ ہونے سے پہلے واجب نہ ہوگی اور چالیس درہم وصول ہونے پر ایک درہم زکوٰۃ میں ادا کرنا لازم ہوگا اور حضرات صاحبین کے نزدیک جو کچھ بھی وصول ہوگا اسکی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، مقبوض کی مقدار کم ہو یا زیادہ۔

(۲) اگر مدیون دین کا اقرار کررہا ہے مگر مفلس ہونیکی وجہ سے قرض ادا کرنے سے قاصر ہے، تو ایسی صورت میں اگر حاکم نے اس کو مفلس تصور کر کے اس پر افلاس کا حکم نہیں لگایا ہے تو دین متوسط کے حکم میں ہونے کی وجہ سے قبضہ ہونے کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی دائن پر لازم ہوگا، اور اگر حاکم نے افلاس کا حکم لگا دیا ہے، تو مال ضمار اور دین ضعیف کے حکم میں ہونے کی وجہ سے قبضہ کرنے کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا حضرت امام محمدؒ کے نزدیک دائن پر واجب نہ ہوگا، اس لئے کہ قبضہ سے قبل اس کے وصول پر دائن کو قدرت حاصل نہیں ہے اور حضرات شیخین کے نزدیک سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب ہے اس لئے کہ اس میں جانب فقراء کی رعایت پائی جاتی ہے، اور صاحب درمختار، صاحب تحفہ اور قاضی خان وغیرہ نے حضرت امام محمدؒ کے قول کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے، اور باقانی نے کافی سے نقل کرکے شیخین کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

ولو كان الدين (إلى قوله) على معسر أو مفلس أى محكوم بإفلاسه أو على جاحد عليه بينة وعن محمدؒ لا زكوٰة وهو الصحيح (وتحته فى الشامية) لولم يفلسه القاضى وجبت الزكوٰة بالاتفاق (إلى قوله) وهو الصحيح صححهٗ فى التحفة كما فى غاية البيان وصححه فى الخانية أيضا (إلىٰ قوله) ونقل الباقانى تصحيح الوجوب عن الكافي

ترجمہ: اگر تنگدست اور مفلس پر قرض ہے اور حاکم نے اس پر مفلس ہونے کا حکم لگادیا یا منکر پر دین ہے جس پر گواہ موجود ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک قبضہ ہونے پر سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے (اور شیخین کے نزدیک واجب ہے) اور اگر قاضی نے مفلس قرار نہیں دیا ہے، تو بالاتفاق سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب ہے، اور امام محمدؒ کے قول کو تحفہ غایۃ البیان خانیہ نے صحیح قرار دیا ہے، اور باقانی نے کافی سے وجوب کے قول کی تصحیح نقل کی ہے۔

الخ. (الدر المختار مع الشامي ، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء زكريا ۳/۱۸٤، كراچی ۲٦۷، ومثله في مجمع الانهر ، كتاب الزكاة ، المكتبة دار الكتب العلمية ۱/۲۸۸، عنايه ، كتاب الزكاة ، زكريا ۲/۱۷۷، كراچی ۲/۱۲۳، بدائع ، كتاب الزكاة ، فصل وأما الشرائط التي ترجع إلىٰ المال زكريا ۲/۸۹، قديم ۲/۹)

(۳) دین کا اقرار کررہا ہے، اور اس کے پاس ادا کرنے کیلئے مال بھی ہے لیکن ٹال مٹول کررہا ہے، اور مروز فردا میں کئی سال گذر گئے، اور دائن کو اس کے حاصل کرنے پر قدرت بھی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں قبضہ ہونے کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا دائن پر واجب نہیں ہوگا صرف مستقبل کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۳۵)

يقر المديون بالدين وبملائته ولا يقدر الدائن على تخليصه منه فهو بمنزلة العدم. (شامي ، كتاب الزكاة، باب المصرف، زكريا ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳٤٤)

مدیون دین کا اور مالداری کا اقرار کرتا ہے، اور دائن اس کے چھڑانے پر قدرت نہیں رکھتا ہے تو وہ بمنزلہ عدم کے ہے، اور عدم پر شرعی حکم لاگو ہوکر زکوٰۃ وغیرہ واجب نہیں ہوا کرتی ہے۔

وأما دين الوسط فما وجب له بدلا عن مال ليس للتجارة (إلى قوله) وفيه روايتان عنه وروى ابن سماعه عن أبي يوسف عن أبي حنيفة أنه

ترجمہ: اور بہرحال دین متوسط وہ ہے جو اس کے ایسے مال کے بدلے واجب ہے جو مال تجارت نہیں ہے اور اس کے وجوب میں امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں، اور ابن سماعہ امام ابو یوسفؒ سے اور وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے

لا زکوٰة فيه حتى يقبض المأتين ويحول عليه الحول من وقت القبض وهو أصح الروايتين عنه الخ. (بدائع، كتاب الزكاة، فصل وماالشرائط التي ترجع إلى المال زكريا ۲/۹۰، قديم ۲/۱۰، منحة الخالق، كتاب الزكاة، زكريا ۲/۳٦۳، كوئٹه ۲/۲۰۷، ومثله في الشامي، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، مطلب في وجوب الزكاة في دين المرصد زكريا۳/۲۳۸، كراچی ۲/۳۰٦، ومثله في مجمع الانهر، كتاب الزكاة، المكتبة دارالكتب العلمية ۱/۲۸۹)

نقل فرماتے ہیں، کہ اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے حتی کہ دوسو درہم قبضہ کرلے اوراس پر قبضہ کے بعد سال گذر جائے، اور یہی امام صاحب کی دونوں روایتوں میں سے صحیح اور راجح روایت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۴۱)

قرض وصول ہونے سے پہلے اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں

سوال: [۴۱۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص صاحب نصاب ہے اور پہلے سے زکوٰۃ دیتا چلا آرہا ہے، اب اس کے زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت متعین ہے، مگر اس وقت فی الحال جو پیسہ باہر گیا ہوا ہے قرض کی شکل میں یا مال کی شکل میں اور اس کے واپس آنے میں وقت ہے تو کیا اس گئے ہوئے مال کی یہ شخص اس وقت زکوٰۃ ادا کریگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں قرض وصول ہونے سے قبل زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ جب نصاب کا پانچواں حصہ وصول ہوجائیگا تو اس کا چالیسواں حصہ ادا کرنا واجب ہوگا۔ (مستفاد: ایضاح النوادر۲/۲۶، احسن الفتاویٰ۴/۱۲۶)

عن أبي مليكة، عن عائشةؓ قالت: ليس فيه (الدين) زكاة حتى يقبضه. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، من قال: ليس في الدين زكاة حتى يقبضه مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/٤٨٦، رقم: ١٠٣٥٩)

إلا أنه لا يخاطب بأداء شيئى من زكوٰة مامضى مالم يقبض أربعين درهماً فكلما قبض أربعين درهماً أدىٰ درهماً واحداً. (بدائع، كتاب الزكاة، مراتب الديون زكريا٢/٩٠، قديم كراچى ٢/١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۶۶۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۲/۱۹ھ

قرض وصول ہونے پر اس کی زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے بکر کو کچھ روپیہ قرض دیا ایک سال کا عرصہ گزر گیا، بکر نے قرض ادا نہیں کیا، قرض وصول ہونے پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مقدار کیا ہوگی؟

المستفتي: شفیع احمد الاعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مقروض مفلس ہونے کی وجہ سے قرض ادا نہیں کر پایا تھا، تو یہ دین متوسط ہے امام محمدؒ کے نزدیک سنین ماضیہ کی زکوٰۃ لازم نہیں ہے،

اور شیخینؒ کے نزدیک لازم ہے، اور مفلس نہیں ہوا تھا، بلکہ قدرت کے باوجود ادا نہیں کیا تھا، تو یہ دین ضعیف ہے ایسی صورت میں سنین ماضیہ کی زکوٰۃ کسی کے نزدیک لازم نہیں۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/ ۲۸تا ۳۰)

عن عبد بن دینار، عن ابن عمرؓ قال: زكوا ما كان في أيديكم، وما كان من دين في ثقة، فهو بمنزلة ما في أيديكم، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقبضه. (السنن الكبرىٰ للبهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة الدين إذا كان على معسر أو جاحد، دار الفكر ٦٩٣، رقم: ٧٧١٧)

عن عطاء قال: ليس على صاحب الدين الذي هو له، ولا الذي هو عليه زكاة. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الزكاة، من قال: ليس في الدين زكاة، حتى يقبض، مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/ ٤٨٦، رقم: ١٠٣٦١)

دیون کی تفصیل مندرجہ حوالوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ (المبسوط للسرخسي، كتاب الزكاة، باب زكاة المال دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ١٩٥، شامي، كتاب الزكاة، باب زكاة المال زكريا ٣/ ٢٣٦تا ٢٤٠، كراچي ٢/ ٣٠٥تا ٣٠٧، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٣/ ٢٤٠، مجمع الانهر، كتاب الزكاة، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٢٨٩، مصرى قديم ١/ ١٩٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ صفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۲۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۳ھ

مال غیر مقبوض پر قبضہ سے پہلے زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) احقر ایک معمولی تاجر ہے اور ۴/۵ ؍سال سے باہر پیسہ رکا ہوا ہے، جس کی وجہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی باقاعدہ نہیں ہورہی ہے۔

(۲) ایک سال سے ٹیکس جمع کرنے کی وجہ سے قرضدار ہوگئے، اسکی ادائیگی مع سود

کے کرنی ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کس طرح ہوسکتی ہے؟

المستفتي: اشرف علی محلّہ، پیرغیب، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آپ کے پاس رکھے ہوئے مال کے علاوہ دوسرا مال نہیں ہے تو رکا ہوا مال وصول ہونے تک زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں ہے، جب وصول ہوجائے گا، تو سنین ماضیہ کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا ہوگا۔

عن الليث بن سعد، أن عبد الله بن عباس، وعبدا لله بن عمرؓ قالا: من أسلف ما لا فعليه زكاته في كل عام، إذا كان في ثقة. (السنن الكبرىٰ للبيقهي، كتاب الزكاة، باب زكاة الدين، إذا كان على ملي موفىٰ، دارالفكر ٦/٦٨، رقم: ٧٧١٣)

عن ابن أبي مليكة، عن عائشةؓ قالت: ليس فيه (دين) زكاة حتى يقبضه. (المصنف لابن ابي شيبة، كتا ب الزكاة، من قال: ليس فى الدين زكاة حتى يقبض ٦/٤٨٦، رقم: ١٠٣٥٩)

فالدين القوى (إلى قوله) وأموال التجارة وكذا غلة مال التجارة (إلىٰ قوله) فإذا قبض أربعين درهماً زكى درهماً الخ. (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، دارالكتب العلمية بيروت ١/٢٨٩، مصرى قديم ١/١٩٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۸۹۵)

قرض کی وصولیابی کے بعد گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عرصہ کم وبیش چالیس سال ہوگیا جو رقم وصول ہوگی اسپر زکوٰۃ کس حساب سے واجب ہے؟

المستفتي: عبدالعزیز، برتن بازار، شاہی مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: وصولیابی پرسنین ماضیہ کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔
(فتاویٰ دار العلوم ۶/ ۴۵، ۵۲، ۷۷، ۸۲، ۹۰، ۹۵)

الديون ثلثة: دين قوی وهو بدل مال التجارة والقرض ودين وسط (إلىٰ قوله) ففی الدين تجب الزكوٰة إذا حال الحول ويتراخىٰ الأداء إلىٰ أن يقبض أربعين درهماً وكلما قبض أربعين درهماً يلزمه درهم الخ. (قاضيخان على هامش الهندية، كتاب الزكاة، فصل في مال تجارة ١/ ٢٥٢، جديد ١/ ١٥٥، وهكذا فی الشامی، كتاب الزكاة، باب زكاة المال زكريا ديوبند٣/ ٢٣٦، كراچی ٢/ ٣٠٥، مصری نعمانيه ٢/ ٢٧، هنديه، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا١/ ١٧٥، جديد ١/ ٢٣٦)

البتہ اتنا لحاظ رہے کہ یافتہ رقم میں سے پہلے سال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد والے سال کیلئے اداشدہ کو منہا کرکے مابقیہ میں سے اس کا چالیسواں حصہ دینا ہے، پھر اس طرح ہر بعد والے سال کیلئے بیچ والے سال اداشدہ مجریٰ کرکے ہی زکوٰۃ ادا کرتے جائیں، اگر آخر میں نصاب کے مقدار نہ رہے، اور بیچ سال میں آکر کم ہوجائے تو اس کے مابعد کیلئے زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

عن السائب بن يزيد أن عثمان بن عفان ؓ كال يقول: هذا شهر زكاتكم، فمن كان عليه دين، فليؤد دينه، حتى تحصل أموالكم فتؤد منها الزكاة؛ قال محمدؒ: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله، فإن بقى بعد ذلک ما تجب فيه الزكاة، ففيه زكاة وتلک مائتا درهم، أو عشرون مثقالاً ذهبا فصاعداً، وإن كان الذی بقى أقل من ذلک بعد ما يدفع من ماله الدين فليست فيه الزكاة، وهو قول أبي حنيفةؒ. (مؤطا امام محمد، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، اشرفي ديوبند١/ ١٧٢، ١٧٣، رقم: ٣٢٣)

عن حميد بن عبد الرحمن أن عبد الرحمن بن عبد القاری و کان علی بيت مال عمرؓ قال: –إلیٰ– ولكنهم كانوا إذا قبضوا الدين أخرجوا عنها لما مضى منها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة الدين، إذا كان على معسر أو جاحد، دار الفكر ٦/٦٩، رقم: ٧٧١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ر جمادی الاولی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۶۹۵)

طویل الأجل قرض اور کونسا دین مانع زکوٰۃ

سوال: [۴۱۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کون سا دین مانع زکوٰۃ ہے دین کی قسمیں اور ان کے احکام کیا ہیں، دین طویل الأجل آج کے دور میں زراعتی قرض تعمیر مکان کیلئے قرض، اور اس طرح کے مختلف قرض سرکار اپنے شہریوں کو دیتی ہے، جن کیلئے پانچ سال سے لیکر ۳۰، ۴۰ر سال کی طویل مدت مقرر کی جاتی ہے، اس مدت کے دوران قسطوار قرض کی ادائیگی واجب ہوتی ہے، اس قرض کی مقدار بھی عموماً بہت بڑی ہوتی ہے، مثلاً زید نے اپنے کسی تجارتی کاروبار کیلئے پانچ کروڑ روپئے قرض لئے جسے پچاس قسطوں میں ادا کرنا ہے، یعنی سالانہ دس لاکھ روپئے ادا کرنا ہے یا کسی شخص نے ٹریکٹر کی خریداری کیلئے ایک لاکھ روپیہ قرض لیا جسے دس سال میں دس ہزار سالانہ کے لحاظ سے ادا کرنا ہے ان صورتوں میں وجوب زکوٰۃ کیلئے اموال زکوٰۃ سے پورے قرض کو منہا کیا جائے گا، یا سالانہ واجب الأداء قسط وضع کر کے باقی اموال پر زکوٰۃ واجب قرار دی جائیگی؟

المستفتي: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: وہ تمام دیون جو مدیون پر واجب الادا ہوتے ہیں،

وہ سب وجوب زکوٰۃ کو مانع ہیں اس لئے موجودہ دور میں تجارت کو فروغ دینے کیلئے اور فیکٹری اور فرم وغیرہ قائم کرنے کیلئے پبلک حکومت سے جو قرض لیتی ہے، اور ادائیگی کیلئے سالانہ ماہانہ قسط مقرر کی جاتی ہے، اور طویل الأجل قرض کے بارے میں بھی یہی حکم ہے، کہ مقدار قرض کو منہا کرنیکے بعد مابقیہ مال اگر نصاب کو پہونچ جاتا ہے، تو اسکی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا، اور اگر نصاب کو نہیں پہونچتا ہے تو زکوٰۃ ہی اس مدیون پر واجب نہ ہوگی، نیز اگر ایک کروڑ روپیہ قرض میں لے رکھا ہے اور سالانہ پانچ لاکھ کے حساب سے بیس سال میں ادا کرتا ہے، تو سالانہ قسط کے لحاظ سے مجریٰ نہ ہوگا بلکہ پورے ایک کروڑ کو منہا کیا کریگا۔

فارغ عن الدين والمراد دين لهٗ مطالب من جهة العباد سواء كان الدين لهم أولله تعالىٰ وسواء كانت المطالبة بالفعل أو بعد زمان فينتظم الدين المؤجل . (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، دارالكتب العلمية بيروت ١/٢٨٦، مصرى قديم ١/١٩٣، هنديه، كتاب الزكاة، الباب الاول فى تفسيرها وصفتها و شرائطها زكريا١/١٧٢، ١٧٣، جديد ١/٢٣٤، الدر مع الرد، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند٣/١٧٦، ١٧٧، كراچى ٢/٢٦٠، البحرالرائق، كتاب الزكاة، كوئٹه ٢/٢٠٤، زكرياديوبند ٢/٣٥٧، ٣٥٨)

مال نصاب قرض سے بری ہو اور قرض سے ایسا قرض مراد ہے کہ منجانب العباد اس کا مطالبہ ہو چکا ہے وہ دین بندوں کا ہو یا اللہ تعالیٰ کا اور مطالبہ فی الحال اور بالفعل ہو یا مدت اور زمانے کے بعد، لہٰذا دین مؤجل بھی مانع زکوٰۃ میں شامل ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ / ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۰۴۵)

قسطوں میں وصول ہونے والی رقم پر زکوٰۃ کس طرح ادا کریں؟

سوال: [۴۱۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آڑت کے فائدہ کا روپیہ باہر رہتا ہے، اس روپیہ پر زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے، روپیہ قسطوں میں وصول ہوتا ہے، دس سال سے آڑت کا کام کرتا ہوں، مگر میرے پاس روپیہ اکٹھا نہیں رہتا ہے، کاغذوں میں رہتا ہے، تو اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے ممنون فرمائیں، عین عنایت ہوگی؟

المستفتي: محمد یامین قریشی، آڑھتی موانہ کلاں، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب ایک نصاب کا خمس یا اس سے زیادہ قسطوں میں وصول ہوجائے، اسکی زکوٰۃ ادا کردیا کریں، نیز اگر گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہے تو اسکی بھی ادا کرنا واجب ہوگا۔

اعلم أن الديون عند الإمام ثلاثه قوی ومتوسط وضعيف فتجب زكوتها، إذا تم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراًبل عند قبض أربعين درهماً من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض أربعين درهماًيلزمه درهم. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، زكريا ديوبند ۳/۲۳۶، كراچی ۲/۳۰۵، مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، دارالكتب العلميةبيروت ۱/۲۸۹، قديم مصری ۱/۱۹۵، كوئٹه ۲/۳۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۳۵۲)

بونڈس اور حکومت کو بطور قرض دی گئی رقم کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

بونڈس سے مراد یہ ہے کہ اکثر حکومتیں یا مختلف کمپنیز لوگوں سے قرضے مانگتی ہیں، اور ان قرضوں کی واپسی کیلئے کچھ مدت ۵/سال دس سال وغیرہ مقرر کرتی ہے، اور کچھ شرح فیصد سود کا بھی اعلان کرتی ہیں، اور بطور ثبوت قرض دہندہ کو سارٹیفکٹ ایشو کرتی ہیں، وہی بونڈ ہے سوال یہاں پر صرف اتنا ہے کہ جو کچھ سود کے نام پر دیا جاتا ہے، اس کی حرمت میں تو کوئی شبہ نہیں؟ قرض دہندہ نے جو سرمایہ بونڈس پر لگایا ہے، اس کی زکوٰۃ اسے ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ادا کرنی ہوگی تو سال بہ سال یا بونڈ کے کیش کرانے کے وقت سبھی گذرے ہوئے برسوں کی یا صرف آئندہ کی؟

المستفتي: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: حکومت اور کمپنی وغیرہ کو طے شدہ مدت اور معاہدہ کے تحت جو رقم بطور قرض دی جاتی ہے، وہ شرعی طور پر دین قوی کے حکم میں ہوتی ہے، اسلئے قبضہ ہونے کے بعد سنین ماضیہ کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوا کرتی ہے، جیسا کہ علامہ ابن نجیم مصری کی البحر الرائق کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

الدين علی ثلثة أقسام قوی وهو بدل القرض ومال التجارة (قوله) ففي القوی تجب الزكوٰة إذا حال الحول ويتراخى القضاء إلىٰ أن يقبض أربعين درهماً فيها درهم وكذا فيما زاد بحسابه الخ.

(البحر الرائق، كتاب الزكاة، الزكاة كوئٹه ۲/۲۰۷، زكريا ۲/۳٦۳)

ترجمہ: قرض اور دین تین قسموں پر ہے، (۱) دین قوی اور وہ بدل قرض اور مال تجارت ہے تو دین قوی کے اندر حولان حول کے بعد زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے لیکن ادائیگی چالیس درہم کے قبضہ کرنے تک موقوف رہے گی، اس کے بعد جتنا وصول ہوتا رہے گا اس کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کیا کریگا۔

عن عبد الله بن دينار ، عن ابن عمرؓ قال: زكوا ماكان في أيديكم ، وما كان من دين في ثقة ، فهو بمنزلة مافى أيديكم ، الحديث: (السنن الكبرىٰ للبيهقى ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الدين إذا كان على معسراً وجاحد ، دارالفكر ٦/٦٩ ، رقم: ٧٧١٧)

عن الليث بن سعد أن عبد الله بن عباس ، وعبدالله بن عمر رضى الله عنهما، قالا: من أسلف مالاً فعليه زكاته فى كل عام، إذاكان فى ثقة . (السنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الزكاة ، باب الدين مع الصدقة ، دارالفكر ٦/٦٨، رقم: ٧٧١٣)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۵۰)

۳/باب زکاۃ الذهب والفضة والحلی

سونے چاندی کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) سونا نہ ساڑھے سات تولہ ہے، اور نہ ہی چاندی ۵۲/تولہ ہے کم کم مقدار میں سونا چاندی ہے تو اس کیلئے زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر سونا ساڑھے سات تولہ ہے، اور چاندی ۵۲/تولہ ہے تو اسکی زکوٰۃ دینے کی کیا صورت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سونا اور چاندی جب نصاب سے کم ہیں تو دونوں کی قیمت لگا کر نصاب بنالیا جائے اور جب دونوں ملکر چاندی کے نصاب کو پہونچ جائیں تو زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے۔

عن الحسن أنه كان يقول: إذا كانت له ثلاثون ديناراً ومئة درهم، كان عليه فيها الصدقة، وكان يرى الدراهم والدنانير عينا كله. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الزكاة، فى الرجل تكون عنده مئة درهم وعشرة دنانيز، مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/٣٩٣، ٣٩٤، رقم: ٩٩٨٠)

عن عبيدة قال: سألت إبراهيم عن رجل له مئة درهم وعشرة دنانيز؟ قال: يزكي من المئة درهم درهمين ونصفا ومن الدنانيز بربع دينار، قال: وسألت الشعبي فقال: يحمل الأكثر على الأقل، أوقال: الأقل على الأكثر، فإذا بلغت فيه الزكاة زكاهٗ. (المصنف لابن أبي شيبة، كتا ب الزكاة، فى الرجل تكون عنده، مئة درهم وعشرة دنانيز، مؤسسه علوم القرآن ٦/٣٩٣، رقم: ٩٩٧٨)

وتضم قيمة العروض إلىٰ الثمنين والذهب إلى الفضة قيمةً. (حاشية

الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکوٰۃ، دارالکتاب دیو بند/۷۱۷، قدیم /۳۹۰،
هندیه، کتاب الزکوٰۃ، الباب الثالث الفصل الثاني في العروض زکریا دیو بند۱/ ۱۷۹،
جدید ۱/ ۲٤۱، کنز الدقائق، کتاب الزکاة، باب زکاة المال قدیم ۱/ ۲۰)

(۲) جب سونا اور چاندی اپنے نصاب کو پہونچ جائیں تو دونوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۰۴)

عن علي رضی الله عنه عن النبی ﷺ ببعض أول الحدیث قال: فإذا کانت لک مائتا درهم وحال علیها الحول، ففیها خمسة دراهم، ولیس علیک شیئی یعني في الذهب حتی تکون لک عشرون دیناراً، فإذا کانت لک عشرون دیناراً، وحال علیها الحول ففیها نصف دینار، فمازاد فبحساب ذلک. (سنن أبي داؤد، کتاب الزکاة، باب في زکاة السائمة، النسخة الهندیة ۱/ ۲۲۱، دارالسلام رقم: ۱۵۸۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ رجب ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۵۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵؍۷؍۱۴۱۶ھ

موجودہ اوزان کے اعتبار سے سونے چاندی کا نصاب زکوٰۃ

سوال: [۴۱۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سونے چاندی میں زکوٰۃ کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار سے کتنا ہوتا ہے، اور تولہ کی مقدار کیا ہوتی ہے، بالتفصیل مع الدلائل تحریر فرمائیں؟ عین نوازش ہوگی۔

المستفتي: عبدالباری، دربھنگہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سونے میں زکوٰۃ کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار سے ۸۷؍گرام، ۴۸۰؍ملی گرام ہے اور موجودہ دس گرام کے تولہ کے حساب سے آٹھ تولہ سات

گرام ۴۸۰ رملی گرام سونا ہوتا ہے، اور چاندی میں زکوٰۃ کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار سے ۶۱۲ ر چھ سو بارہ گرام اور ۳۶۰ رتین سو ساٹھ ملی گرام ہے اور موجودہ دس گرام کے تولہ کے حساب سے ۶۱ رتولہ دو گرام اور ۳۶۰ رملی گرام چاندی ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ رشعبان ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۳۲۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲ رشعبان ۱۴۱۱ھ

صرف چھ تولہ سونا ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: [۴۱۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس چھ تولہ سونا ہے اس کے علاوہ نہ چاندی ہے نہ نقد پیسہ ہے نہ تجارتی سامان ہے صرف چھ تولہ سونا ہے، ایسے شخص پر زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ تقریباً ۲۵ر ہزار روپیہ کی مقدار کا سونا اس کے پاس ہے اگر کسی کے پاس اتنا روپیہ ہو کہ جتنے میں ساڑھے باون تولہ چاندی مل جائے، تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے؟ تو کیا اس چھ تولہ سونے کی چاندی بنا کر زکوٰۃ نکالیں گے؟ یا نقد روپئے میں تبدیل کر کے زکوٰۃ نکالیں گے یا سرے سے اس پر زکوٰۃ ہی واجب نہیں؟

المستفتي: عبدالرشید قاسمی، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر صرف چھ تولہ سونا ہے، اور نہ چاندی اور نہ ہی نوٹ وسکہ ہے تو اس پر سرے سے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اور نہ ہی اس سونے کو چاندی یا روپیہ بنا کر زکوٰۃ دینے کی ضرورت ہے۔

عن علي عن النبي ﷺ ..... وليس عليك شيئ يعني في الذهب، حتى تكون لك عشرون ديناراً، فإذا كانت لك عشرون ديناراً، وحال عليها الحول ففيها نصف دينار، فمازاد فبحساب ذلك. (سنن أبي داؤد،

كتاب الزكاة ، باب في زكاة السائمة ، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۱، دارالسلام رقم:۱۵۸۳)

نصاب الذهب عشرون مثقالاً وتحته فی الشامی فمادون ذلک لازکوٰۃ فیه الخ .(شامی ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال ، زكريا ديوبند۳/ ۲۲۴، كراچی ۲/ ۲۹۵)

نصاب الذهب عند جمهور الفقهاء عشرون مثقالاً، فلا تجب الزكاة في أقل منها . (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳/ ۲۶۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍صفر ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۳۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/ ۲/ ۱۴۱۴ھ

سوتولہ چاندی سے زائد مقدار پر زکوٰۃ کا وجوب

سوال: [۴۱۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس سوتولہ چاندی ہے اور اس پر سال گذر چکا ہے، اور اس شخص کے اوپر سوتولہ چاندی کی قیمت سے زیادہ قرض ہے، اور قرضہ دینے والے شخص کی طرف سے مطالبہ بھی نہیں ہے اور قرض دینے والے سے تقریباً آٹھ دس مہینہ تک مطالبہ نہ کرنے کی امید ہے، اور اگر قرض دینے والا مطالبہ کرے گا تو دوسری جگہ سے قرض لیکر اس پہلے قرضہ کو ادا کرسکتا ہے، تو ایسی صورت میں سوتولہ چاندی پر زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں؟ اور اگر دوسرے شخص سے قرض نہ لیکر اسی چاندی کو بیچ کر قرض ادا کردیا جائے، تو چاندی پر جو سال گذر چکا ہے تو اس چاندی کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد طالب، علی گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر شخص مذکور کے پاس صرف سوتولہ چاندی ہے، اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے اور سوتولہ سے وہ قرضہ ادا کرنا ہے، جو سوتولہ سے

زائد ہے تو ایسی صورت میں اس سوتولہ میں سال گذرنے کے باوجود بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے ، اور اگر اس سوتولہ سے قرض ادا نہیں کرنا ہے، بلکہ قرض ادا کرنے کیلئے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے ، تو ایسی صورت میں اس قرضہ کا تعلق سوتولہ سے نہیں ہوگا ، اور جب قرضہ کا تعلق اس سوتولہ سے نہیں ہوگا ، تو اس پر زکوٰۃ لازم ہوجائیگی ، اور اگر دوسری جگہ سے قرضہ لیکر پہلا قرضہ ادا کردیا ہے، اور دوسرے قرضہ کو اسی سوتولہ سے ادا کرتا ہے ، تو پھر زکوٰۃ لازم نہ ہوگی ، اور فقہاء نے جہاں جہاں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ قرضدار کیلئے زکوٰۃ لیکر قرض ادا کرنا جائز ہے، وہاں پر یہی مراد ہے کہ اپنی ساری ملکیت سے قرضہ ادا کردیا جائے، اس کے بعد بھی قرض باقی رہے تو بقیہ قرض زکوٰۃ سے ادا کرنا جائز ہوتا ہے ۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۱۱۱)

ومديون لايملك نصاباً فاضلاً عن دينه قال والغارم من لزمه دين أوله دين على الناس لا يقدر على أخذه وليس عنده نصاب . (شامي على الدر، كتاب الزكاة ، باب المصرف زكريا ديوبند۳/ ۲۸۹، كراچي ۲/ ۳۴۳، هنديه ، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف زكريا ديوبند۱/ ۱۸۸، جديد۱/ ۲۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۳ر محرم الحرام ۱۴۲۶ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۶۹۴)	۱۴۲۶/۲/۲ھ

ایک ہزار روپیہ کے سونے پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

سوال: [۴۱۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ہزار روپیہ کے سونے پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

المستفتي: منصور احمد، تمبا کو والان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے اگر آپ کو ہزار روپیہ میں ساڑھے سات تولہ یا اس سے زیادہ سونا مل سکتا ہے، تو ہزار روپیہ کے سونے پر اس کا چالیسواں حصہ یعنی پچیس روپیہ زکوۃ میں دینا واجب ہوگا۔

عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يا علي إني عفوت عن صدقة الخيل .... ولكن هاتوا ربع العشورمن كل مائتى درهم خمسةدرهم ، ومن كل عشرين ديناراً نصف دينار ، وليس في مائتي دراهم شيئى حتى يحول عليها الحول، فإذا حال عليها الحول ففيها خمسة دراهم ،فمازاد ففي كل أربعين درهما درهم . (مصنف عبد الرزاق ، كتاب الزكاة ، باب صدقة العين ، المجلس العلمي ٤/ ٨٨، رقم: ٧٠٧٧)

عن ابن عمر وعائشة أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من كل عشرين ديناراً فصاعداً نصف دينار، ومن الأربعين ديناراً . (سنن ابن ماجه ، أبواب الزكاة ، باب زكاة الورق والذهب ، النسخة الهندية ١/ ١٢٨، دارالسلام رقم: ١٧٩١)

ليس فيما دون عشرين مثقالاً من ذهب صدقة فإذا كانت عشرون مثقالا ففيها نصف مثقال الخ. (هدايه ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال فصل فى الذهب ، اشرفيه ديوبند ١/ ١٩٥)

نصاب زربست مثقال است كه هفت ونيم توله باشد الخ. (مالابد منه، مطبوعه لكهنؤ/ ١٠٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ ر رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۳۹۸)

سامان تجارت اور تھوڑے سونے پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس کچھ سامان تجارت ہے لیکن بقدر نصاب نہیں اور تھوڑا سونا ہے وہ بھی نصاب کی مقدار نہیں ، البتہ سب ملایا جائے تو چاندی کا نصاب پورا ہوتا ہے، پھر بھی سونے کا نصاب پورا نہیں ہوتا ہے،تو مذکورہ صورت میں زید پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو اس کی وجہ کیا ہے؟

المستفتي: محمد اشفاق، ہاوڑہ مغربی، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوالنامہ میں درج شدہ صورت میں اگر سامان تجارت کی قیمت کو سونے سے ملا کر چاندی کا نصاب مکمل ہوجاتا ہے،تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی،اس کی وجہ یہ ہے کہ چاندی کے نصاب کا اعتبار کرنے کی صورت میں فقراء کا فائدہ زیادہ ہے، جب چاندی کے نصاب کا اعتبار نہ کیا جائے تو زکوٰۃ ہی واجب نہیں ہوتی،تو ایسی صورت میں فقراء کا نقصان ہے اس لئے ایسی صورت میں فقہاء نے چاندی کے نصاب کا اعتبار کیا ہے۔

حدثنا سفيان الثوري عن عمر بن يعلىٰ الطائفي الثقفي عن أبيه عن جده قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم وفي إصبعي خاتم من ذهب فقال: ’’ تؤدي زكاة هذا‘‘ فقلت : يارسول الله ! وهل في ذا زكاة ؟ قال نعم ، جمرة عظيمة ، قال الوليد : فقلت لسفيان كيف تؤدي زكاة خاتم وإنما قدره مثقال أو نحوه؟ قال: تضيفه إلى ما تملك فيما يجب في وزنه الزكاة ثم تزكيه . (السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب تحريم تحلي الرجال بالذهب ، دارالحديث القاهره ٤/ ٤٢١، رقم: ٧٥٨٥)

وتضم قيمة العروض إلىٰ الذهب والفضة حتى يتم النصاب . (هدايه ، كتاب الزكاة ،باب زكاة المال ،اشرفيه ديو بند١/ ١٩٦)

يقومها بما هو أنفع للمساكين احتياطاً لحق الفقراء الخ. (هدايه، كتاب الزكاة، باب زكاة المال اشرفيه ديوبند ۱/ ۱۹۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۲۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۷/ ۱۴۳۱ھ

سونا، چاندی علیحدہ طور پر بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ کس طرح نکالے

سوال: [۴۱۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے پاس تقریباً آدھا کلو چاندی اور ڈھائی تولہ سونا ہے دونوں میں سے کسی کا بھی نصاب مسئلہ کے مطابق پورا نہیں ہے پوچھنا یہ ہے کہ سال گذرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کس طرح ادا کروں؟ دونوں کی یا ایک کی؟

المستفتي: عبد السلام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں آپ پر صرف ایک نصاب کی زکوٰۃ لازم ہوگی جس کا طریقہ یہ ہے کہ سونے کی موجودہ قیمت لگا کر اس کو چاندی تسلیم کر لیں اور چاندی کا نصاب بارہ ماشہ کے ساڑھے باون تولہ (½۵۲ تولہ) کا وزن موجودہ گراموں کے حساب سے ۶۱۲/ گرام ۳۶۰/ ملی گرام کا ہوتا ہے، لہٰذا موجودہ دس گرام کے تولہ کے حساب سے ۶۱/ تولہ ۲/ گرام ۳۶۰/ ملی گرام اگر چاندی کی قیمت بن جاتی ہے، تو چاندی کی زکوٰۃ ادا کرنی لازم ہوگی۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۱۰۲)

عن عبيدة قال: سألت إبراهيم عن رجل له مئة درهم وعشرة دنانير؟ قال: يزكي من المئة درهم درهمين ونصفاً، ومن الدنانيز بربع دينار، قال: وسألت الشعبي فقال يحمل الأكثر على الأقل أو قال: الأقل على الأكثر، فإذا

بلغت فيه الزكاة زكاةٌ. (المصنف لابن ابي شيبة ،الزكاة ، ماقالوا فى الرجل تكون عنده مئة درهم وعشرة دنانير ، مؤسسه علوم القرآن جديد٦/٣٩٣،رقم:٩٩٧٨)

ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة الخ.

(درمختار، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال زكرياد يوبند٣/٢٣٤، كراچی ٢/٣٠٣، هدايه ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال ، فصل فى الذهب ،اشرفيه ديوبند ١/١٩٦، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ، كتاب الزكاة ، دارالكتاب ديوبند/٧١٧، قديم /٣٩٠، هنديه ،كتاب الزكاة الباب الثالث الفصل الثاني فى العروض زكريا ديوبند١/١٧٩، جديد ١/٢٤١، كنزالدقائق ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال قديم ١/٢٠، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة ، فصل في صفة الذهب زكريا ديوبند٢/١٠٦، خانيه على هامش الهنديه،كتاب الزكاة ، فصل في مال التجارة ، زكرياديوبند١/٢٥٠، جديد ١/١٥٤، الفتاوىٰ التاتارخانيه ، الفصل الثاني ، زكاة المال كوئٹه ٢/٢٤٥، زكريا ديوبند ٣/١٥٨، رقم: ٣٩٨٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۷/جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۷۳۷)	۷/۶/۱۴۲۱ھ

سونا، چاندی الگ الگ نصاب کو نہیں پہونچے تو ؟

سوال: [۴۱۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس کچھ روپئے ہیں جو چاندی کے نصاب تک نہیں پہونچتے ہیں ، اور تھوڑا سونا ہے وہ بھی سونے کے نصاب تک پہونچتا نہیں ہے، لیکن روپئے اور سونا دونوں ملائے جائیں تو چاندی کا نصاب مکمل ہوجاتا ہے، پھر بھی سونے کا نصاب پورا نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں زید کو کیا کرنا ہے؟ کیا اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی ؟ کس حساب سے ہوگی ؟

المستفتي: اشفاق ،ہاوڑہ ،مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق :مسئولہ صورت میں جب روپئے اور سونے کو ملاکر چاندی کا نصاب مکمل ہوجاتا ہے،تو ایسی صورت میں آپ پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

عن عبيد الله بن عبيد، قال: قلت لمكحول : يا أبا عبدالله ! إ ن لي سيفا فيه خمسون ومئة درهم ، فهل علي فيه زكاة؟ قال: أضف إليه ما كان لك من ذهب وفضة، فإذا بلغ مئتي درهم ذهب وفضة ، فعليك فيه الزكاة. (المصنف لابن ابي شيبة ، كتاب الزكاة ، فی الرجل تكون عنده مئة درهم وعشرة دنانير ،مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/ ٣٩٣، رقم: ٩٩٧٩)

وتضم قيمة العروض إلى الثمنيين والذهب إلى الفضة قيمة . (حاشية الطحطاوی علی المراقی ، کتاب الزکوٰۃ ، دارالکتاب دیوبند /٧١٧، قديم: ٣٩٠، هنديه، كتاب الزكاة، الباب الثالث الفصل الثاني فی العروض زكريا ديوبند١ /١٧٩، جديد ١/ ٢٤١)

فمن ملک النصاب من الورق المالی ومکث عنده حولاً کاملاً وجبت علیه زکاته باعتبار زکاة الفضة . (تكمله فتح الملهم، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الأوراق المالية ، اشرفيه ديوبند ١/ ٥١٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۹/۱۰۱۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹؍۷؍۱۴۳۱ھ

سوا کلو چاندی اور ۴؍تولہ سونے کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائیگی؟

سوال: [۴۱۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ اگر سوا کلو چاندی اور چار تولہ سونا دونوں چیزوں کو ملاکر نصاب کو پہونچتی ہیں تو ½ :۵۲؍ چاندی کا حساب لگایا جائے گا؟ یا ڈھائی تولہ سونے کا حساب لگایا جائیگا ؟ اول چاندی سونے میں تبدیل

ہوگی یا سونا چاندی میں تبدیل ہوگا؟ یا دونوں کی قیمت ایک جگہ جمع کیا جائے گی؟ مسئلہ کی اس طرح وضاحت فرمائیں کی بات صاف سمجھ میں آجائے؟

المستفتي: عقیل احمد، حسن پور، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوا کلو چاندی میں دو نصاب پورے ہوکر کچھ زائد ہوتا ہے، اولاً ۱۰۵؍ تولہ چاندی کی زکوٰۃ ادا کردی جائے، اس بقیہ چاندی کو ۴؍ تولہ سونے کے ساتھ ملا کر اگر سونے کے ساتھ نصاب کو نہیں پہونچتا ہے تو دیکھا جائے کہ چاندی کے نصاب کو پہونچتا ہے یا نہیں؟ اگر چاندی کے نصاب کو پہونچ جاتا ہے، تو قیمت لگا کر چاندی کے نصاب کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کردی جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۶/ ۱۰۸)

عن عبيد الله بن عبيد، قال: قلت لمكحول: يا أبا عبدالله! إن لي سيفا فيه خمسون ومئة درهم، فهل علي فيه زكاة؟ قال: أضف إليه ما كان لک من ذهب وفضة، فإذا بلغ مئتي درهم ذهب وفضة، فعليک فيه الزكاة. (المصنف لابن ابي شيبة، كتاب الزكاة، في الرجل تكون عنده مئة درهم وعشرة دنانير، مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/ ٣٩٣، رقم: ٩٩٧٩)

ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمةً. (الدر مع الرد، كتاب الزكاة، باب زكاة المال كوئٹه ٢/ ٣٧، زكريا ديوبند ٣/ ٢٣٤، كراچی ٢/ ٣٠٣، مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٣٠٦، ٣٠٧، قديم ١/ ٢٠٧، المبسوط للسرخسي، كتاب الزكاة، باب المال، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ١٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۰۹۰)

پانچ تولہ سونا اور تین تولہ سونے کے بقدر روپئے پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے پاس ۵ر تولہ سونا ہے اور تین تولہ سونے کی مقدار روپیہ ہے تو سونا اور روپیہ ملا کر میرے اوپر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

المستفتي: مزمل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پانچ تولہ سونا اور تین تولہ سونے کے بقدر روپئے ہیں تو زکوٰۃ واجب ہے، اسلئے کہ روپئے کو چاندی کے درجے میں مان لیا گیا ہے، لہٰذا دونوں چیزیں ملا کر نصاب مکمل ہو رہا ہے، اگر یہ بات سونے چاندی میں ہوتی تو ایک کو دوسرے کیساتھ ملایا جاتا اسلئے یہاں روپئے کو سونے کیساتھ ملایا جائیگا۔

عن الحسن أنه كان يقول: إذا كانت له ثلاثون ديناراً ومئة درهم، كان عليه فيها الصدقة، وكان يرى الدراهم والدنانير عينا كله. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الزكاة، فى الرجل تكون عنده مئة درهم وعشرة دنانيز، مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/٣٩٣، ٣٩٤، رقم: ٩٩٨٠)

عن عمر بن يعلى الطائفي الثقفي عن أبيه عن جده قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم وفي إصبعى خاتم من ذهب فقال: تؤدي زكاة هذا فقلت يارسول الله! وهل في ذا زكاة؟ قال: نعم جمرة عظيمة، قال الوليد: فقلت بسفيان: كيف تؤدى زكاة خاتم وإنما قدره مثقال أو نحوه؟ قال: تضيفه إلى ماتملك فيما يجب في وزنه الزكاة، ثم تزكيه. (السنن الكبرى للبيهقى، باب تحريم تحلي الرجال بالذهب، دار الحديث القاهره ٤/٤٢١، رقم الحديث/٧٥٨٥)

ويضم الذهب إلىٰ الفضة وعكسه بجامع الثمنية. (الدر المختار

مع الشامی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال کراچی ۲/۳۰۳، زکریا ۳/۲۳٤)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۹۴۴)

چار تولہ سونا اور دو تولہ چاندی سے وجوب زکوٰۃ

سوال: [۴۱۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی کے پاس چار تولہ سونا اور دو تولہ چاندی ہے اس کے علاوہ نقدی کچھ نہیں ہے تو ایسی صورت میں اسپر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

المستفتي: حافظ رئیس الدین، محلّہ مانپور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر چار تولہ سونے کی قیمت دو تولہ چاندی کے ساتھ ملانے سے ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کو پہونچ جائے تو حساب کرکے زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔

عن عبيد قال–إلیٰ–وسألت الشعبي فقال: يحمل الأكثر على الأقل، أو قال: الأقل على الأكثر، فإذا بلغت فيه الزكاة زكاهٗ. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الزكاة، فی الرجل تكون عنده مئة درهم وعشرة دنانير، مؤسسه علوم القرآن جديد٦/٣٩٣، رقم: ٩٩٧٨)

وكذلک الذهب إلیٰ الفضة بالقيمة حتى يتم النصاب عند أبي حنيفةؒ الخ. (الجوهرة النيره، كتاب الزكاة، باب زكاة العروض، دارالكتاب ديوبند ١/١٥١، كراچی ١/١٥٣)

قومه بالأنفع للفقير. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال

زکریا دیوبند ۳/۹ ۲۲ ، کراچی ۲/ ۲۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۵۸۳)

سونے چاندی کی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کریں؟

سوال: [۴۱۷٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) عمر کے پاس دس تولے سونا ہے، جس کی قیمت اگر وہ اپنے سونے کو بازار میں بیچنا چاہے، تو ۲۴۰۰۰۰/ ملتے ہیں، لیکن اگر وہ اتنا سونا بازار سے خریدتا ہے، تو اس کو ۲۹۰۰۰۰/ روپئے اس کی قیمت دینی ہوتی ہے، سوال یہ ہے کہ عمر کو زکوٰۃ ۲۴۰۰۰۰/ روپیہ پر دینی ہے یا ۲۹۰۰۰۰ پر دینی ہے، جبکہ وہ حقیقت میں ۲۴۰۰۰۰/ روپیہ کی مالیت کا مالک ہے۔

(۲) عمر جمادی الثانیہ میں ۴۰۰۰۰/ روپیہ کی مالیت کے ایسے سامان کا مالک ہوتا ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اس نے زکوٰۃ نکالنے کا رمضان کا مہینہ طے کر رکھا ہے کیا وہ اپنی اس چالیس ہزار روپیہ پر زکوٰۃ اس چھ ماہ کے بعد آنے والے رمضان کے مہینے میں نکالے گا، یا پھر ڈیڑھ سال آنے والے رمضان المبارک کے مہینے میں یا پھر ایک سال کے بعد جمادی الثانیہ کے ہی مہینے میں۔

(۳) ایک شخص دو تولہ سونے اور بیس تولہ چاندی کا مالک ہے کیا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، کیونکہ دو تولہ سونے سے ۹٦ تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہے؟

المستفتي: احقر عبد الحق، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اس مسئلہ میں فقہاء نے دونوں پہلوؤں پر عمل کی گنجائش لکھی ہے قوت خرید کی قیمت کا اعتبار اس لئے کیا گیا ہے، کہ اس میں فقراء کا فائدہ زیادہ

ہے اور قوت فروختگی کی قیمت کا اعتبار یوں کیا جاتا ہے، کہ وہ درحقیقت اتنی ہی قیمت کا مالک ہے، اور فقہاء نے انفع للفقراء کے پیش نظر قوت خرید پر فتویٰ لکھنے کو بتلایا ہے، لیکن اگر کوئی قوت فروختگی کے اعتبار سے زکاۃ ادا کرے گا تو وہ بھی بلا تردد جائز ہے، اسلئے کہ وہ اتنے ہی کا مالک ہے، لہذا دونوں طرح کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۰۷، کتاب المسائل۲/۱۵۱)

والمعتبر وزنهما أداء ووجوبا وقال الشامي: يعني يعتبر أن يكون المؤدى قدر الواجب وزناً عند الإمام والثاني .... واعتبر محمد الأنفع للفقراء. (شامی، کتاب الزكاة، باب زكاة المال كراچی ۲/۲۹۷، زكريا۳/۲۲۷)

وجاز دفع القيمة في زكاة وفي الشامية : ثم إن المعتبر عند محمد الأنفع للفقير من القدر والقيمة. (شامی، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم كراچی ۲/۲۸۵، زكريا ديوبند ۳/۲۱۰، ۲۱۱،حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، دارالكتاب ديوبند/ ۷۲٤)

(۲) عمر جمادی الثانیہ کی جس تاریخ میں صاحب نصاب ہوا ہے آئندہ سال جمادی الثانیہ کی اسی تاریخ میں اس پر زکوٰۃ نکالنا واجب ہے اگر وہ اس سے پہلے صاحب نصاب نہ رہا ہو، البتہ چونکہ رمضان المبارک میں زکاۃ نکالنے کی فضیلت ہے اور وہ یہ فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اس کیلئے مناسب ہے کہ جمادی الثانیہ میں زکاۃ کا حساب لگا کر رقم علیحدہ کردے اور پھر اس کو رمضان المبارک میں تقسیم کردیا کرے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۲۱، کتاب المسائل۲/۱۳۳)

عن علي، قال: ليس في مالٍ زكاة حتىٰ يحول عليه الحول. (مسند أحمد بن جنبل ۱/۱۲۸، رقم: ۱۲٦٥، المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، المال يستفاد، متى تجب فيه الزكاة، مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/٤۷۹، رقم: ۱۰۳۱٤، ۱۰۳۱٥، سنن الدارقطني، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة بالحول، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۷۷، رقم: ۱۸۷٥)

وشرط افتراض أدائها حولان الحول وهو في ملكه . (الدر مع الرد، كتاب الزكاة ، الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ديوبند١/١٧٥)

وسببه أي سبب افتراضها ملک نصاب حولي نسبة للحول وقال الشامي: أي الحول القمري لا الشمسي. (شامي ، كتاب الزكاة، كراچی ٢/٢٥٩ ، زكريا ٣/١٧٥)

(۳) اگر سونے اور چاندی دونوں کے زیورات یا اشیاء ملکیت میں ہوں لیکن کسی ایک کا نصاب بھی پورا نہ ہوتو دونوں کو ملا کر قیمت لگائی جائیگی ،اگر دونوں کی قیمت چاندی کے نصاب کو پہونچ جائے ،تو زکاۃ واجب ہوجائیگی ،لہٰذا مسئولہ صورت میں چونکہ سونے اور چاندی کی قیمت چاندی کے نصاب کو پہونچ رہی ہے، اس لئے اس پر زکاۃ واجب ہوگی ۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۰۵،کتاب المسائل/۲/۱۳۵)

ويضم الذهب إلىٰ الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة. (در مختار) وفي الشامية : فمن له مأة درهم وخمسة مثاقيل قيمتهامأة عليه زكاتها الخ. (شامي ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال كراچی ٢/٣٠٣، زكريا ٣/٣٣٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۳۶)

زیورات کی زکوٰۃ کس حساب سے دی جائیگی

سوال: [۴۱۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ سونے کا بھاؤ برابر بڑھ رہا ہے، زیور کی زکوٰۃ کس حساب سے دی جائیگی ،شرع کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد نسیم ہتمبا کووالان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زیورات کی قیمت حضرات صاحبین کے قول کے مطابق زکوٰۃ کی ادائیگی کے دن مارکیٹ میں خریداری کا جو بھاؤ ہو اسی کے حساب سے لگانا لازم ہے، اس میں فقراء کا فائدہ ہے یعنی خریدنے میں اگر پچاس ہزار روپیہ کا اور بیچنے میں پینتالیس ہزار کا بنتا ہے، تو پچاس ہزار کی زکوٰۃ نکلے گی۔

عن الحسن في رجل اشترى متاعاً فحلت فيه الزكاة ؟ فقال: يزكيه بقيمته يوم حلت. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الزكاة، ماقالوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول، مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/٥٢٦، رقم: ١٠٥٥٩)

عن ابن جريج، قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، باب الزكاة من العروض، المجلس العلمي ٤/٩٧، رقم: ٧١٠٥)

ولو أراد أن يؤدي القيمة جاز عندنا لكن عند أبي حنيفةؒ في الزيادة والنقصان جميعاً يؤدي قيمتها يوم الحول وعند هما في الفصلين جميعاً يؤدي قيمتها يوم الأداء في النقصان وفي الزيادة. (بدائع، كتاب الزكاة، فصل التصرف في مال الزكاة، زكريا ديوبند ٢/١١٥، كراچي قديم ٢/٢٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۵۳۷)

سونے چاندی کی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کی جائے؟

سوال: [۴۱۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سونے چاندی کی زکاۃ کس اعتبار سے ادا کی جائے گی، خریدی ہوئی قیمت کے اعتبار سے یا موجودہ

بازاری قیمت کے اعتبار سے؟

المستفتي:مولوی محمدزبیر،احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:سونے اور چاندی کی زکاۃ موجودہ بازاری قیمت کے اعتبار سے نکالی جائے گی۔

عن ابن جريج قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة ، الزكاة من العروض ، المجلس العلمي ٤/٩٧،رقم: ٧١٠٥)

وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الأداء .... وهو الأصح . (شامی، كتاب الزكاة ، باب زكاة الغنم كراچی ٢/٢٨٦، زكريا ٣/٢١١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۲رذیقعدہ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۸/ ۹۱۴۹)

الجواب صحیح:
احقرمحمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۹/۱۱/۱۳ھ

زیورات کی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کی جائے؟

سوال:[۹۱۷۰]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس دس تولے سونے کے زیورات ہیں، مانا کہ اس وقت مارکیٹ میں سونے کی قیمت چھ ہزارروپئے فی تولہ ہے،زید کے پاس جوزیورات ہیں اگر وہ انہیں مارکیٹ میں فروخت کرنا چاہےتو وہ پانچ ہزارروپئے فی تولے کے حساب سے فروخت ہوتے ہیں، آپ سے یہ معلوم کرنا ہے،کہ زید جوزکوٰۃ نکالے وہ اوپر دی گئی کون سی قیمت کے حساب سے نکالے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :یہ بات واقعی ہے کہ زیورات بازار سے خرید نے کے بعد اسی بازار میں اسی صراف کے ہاتھ فروخت کرنا چاہیں،تو ٹانکے کاٹنے کے نام سے

وزن سے کچھ مقدار مجریٰ کر کے لیتے ہیں، جس سے مثلاً بارہ سوروپیہ کی خریدی ہوئی چیز کی قیمت ایک ہزار رہ جاتی ہے، تو ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا کرتے وقت خریداری کی قیمت کا لحاظ کر کے زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں چھ ہزار کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

وتعتبر القيمة يوم الوجوب ، وقالا يوم الأداء (تحته في الشامية ، وفي المحيط) يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح. (شامی، كتاب الزكاة ، باب زكاة الغنم زكريا ديوبند ۲۱۱/۳، كراچی ۲۸٦/۲)

عن الحسن في رجل اشترى متاعاً فحلت فيه الزكاة ؟ فقال: يزكيه بقيمته يوم حلت . (المصنف لابن أبي شيبه ، كتاب الزكاة، ماقالوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول ، مؤسسه علوم القرآن جديد٦ /٥٢٦، رقم: ١٠٥٥٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم صفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۳۶/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۳ھ

رشتہ دار کے پاس رکھی چاندی پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس کچھ چاندی ہے اس کو کسی رشتہ دار کے پاس استعمال کے واسطے دیا ہے، تو کیا اس پر بھی زید کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہے؟

المستفتي: محمد زبیر، مومن داس، پالنپور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر زید کے واپسی کا مطالبہ کرنے پر بغیر انکار کے دیدینے کا یقین ہے تو زید ہی پر اس کی زکوٰۃ واجب ہے۔

عن الليث بن سعد ، أن عبد الله بن عباسؓ وعبد الله بن عمر قالا : من أسلف مالا فعليه زكاته في كل عام، إذا كان فی ثقة. (السنن الكبرىٰ للبيهقى ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الدين إذا كان على ملى موفى دار الفكر ٦/٦٨، رقم: ٧٧١٣)

اعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها، إذا تم نصاباً وحال الحول لكن لافوراً بل عند قبض أربعين درهماً من الدين القوى كقرض الخ. (الدر المختار مع الشامى ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال زكريا ديوبند٣/٢٣٦، ٢٣٧، كراچى ٢/٣٠٥، حاشية الطحطاوى على المراقى ، كتاب الزكاة، دارالكتاب ديوبند/٧١٧، قديم /٣٩٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍شعبان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۷۱/۲۵)

گروی رکھے ہوئے زیور پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت کے پاس اچھا خاصہ زیور تھا، وہ اسکی زکوٰۃ دیتی رہی ہے، لیکن اب سارا زیور گروی رکھا ہوا ہے، اس کے پاس صرف ۶؍تولہ سونا زیور باقی ہے اور گروی والے زیور کی دور تک چھوٹنے کی کوئی صورت سامنے نہیں ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ دے یا نہ دے اور دے تو کتنے زیور پر چاندی بالکل نہیں ہے؟

المستفتیه: انجم آراء، محلّہ رفعت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اپنی ملکیت کو قرضہ سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے کہ قرضہ کے بقدر مجریٰ کرنے کے بعد اگر نقدی وزیور وغیرہ کو ملا کر چاندی کے نصاب کے

بقدر بچ جاتا ہے تو اس کی زکوٰۃ دینی لازم ہوگی اور اگر چاندی کے نصاب کو نہیں پہونچتا ہے، تو زکوٰۃ دینی لازم نہ ہوگی، بلکہ قرضہ ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ لے سکتی ہے۔

عن السائب بن يزيد أن عثمان بن عفان رضـ كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤد دينه حتى تحصل أموالكم فتؤدوا منها الزكاة، قال محمد رحـ: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله فإن بقي بعد ذلك ماتجب فيه الزكاة ففيه زكاة وتلك مائتا درهم أو عشرون مثقالاً ذهباً فصاعداً وإن كان الذى بقي أقل من ذلك بعد مايدفع من ماله الدين فليست فيه الزكاة وهو قول أبي حنيفة رحـ. (مؤطا إمام محمد، كتاب الزكاة، باب زكاة المال اشرفی ديوبند ۱/ ۱۷۲، ۱۷۳، رقم: ۳۲۳)

مديون لايملك نصاباً فاضلاً عن دينه. (الدر مع الرد، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ۳/ ۲۸۹، كراچی ۲/ ۳۴۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۳۸۵)

مسلم فنڈ میں رکھے زیور پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

سوال: [۴۱۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات اپنا زیور بطور حفاظت مسلم فنڈ میں رہن رکھتے ہیں اور روپیہ قرض لیتے ہیں دو فائدے کیوجہ سے ایک تو زیور کی حفاظت رہتی ہے، دوسرے روپیہ لیکر کاروبار کرتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کیا ایسے زیور پر زکوٰۃ فرض رہتی ہے، یا زکوٰۃ ختم ہے جیسا کہ راہن اور مرتہن پر زکوٰۃ نہیں ہے، بہت لوگوں نے یہ جزئیہ سن کر اپنے اپنے زیورات رہن پر رکھنا شروع کر دیئے ہیں شرعاً جو حکم ہو واضح فرمائیں؟

المستفتي: عبدالرشید، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسلم فنڈ میں چاہے حفاظت کی غرض سے بطور رہن زیور رکھا جائے یا پیسوں کی ضرورت کی وجہ سے قرض لینے کی غرض سے زیور رہن میں رکھا جائے، ہر صورت میں رہن میں رکھے ہوئے زیور پر زکوٰۃ واجب نہیں، مرتہن پر اسلئے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے کہ مرتہن کو ملک رقبہ حاصل نہیں ہے، اور راہن پر اسلئے واجب نہیں ہوتی ہے کہ مال رہن پر راہن کا قبضہ باقی نہیں رہتا ہے، اور وجوب زکوٰۃ کیلئے ملک تام لازم ہے، اور بغیر قبضہ کے ملک تام حاصل نہیں ہوتی ہے، اس لئے راہن پر بھی مال رہن کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے، اور رہن چھوڑ کر کے واپس حاصل کر لینے کے بعد بھی راہن پر سنین ماضیہ کی زکوٰۃ نہیں ہوتی ہے، اس لئے سوال نامہ میں ذکر کردہ صورتوں میں مسلم فنڈ میں گروی رکھے ہوئے زیور کی زکوٰۃ کسی پر بھی واجب نہیں ہے۔

لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة ولاعلى الراهن لعدم اليد وإذا استرده الراهن لايزكى عن السنين الماضية قوله ومن موانع الوجوب الرهن إذا كان في يد المرتهن لعدم ملك اليد، وليس فيها ما يدل على أنه لايزكى بعد الاسترداد لكن قال في الخانية السائمة إذا غصبها ومنعها عن المالك وهو مقر ثم ردها عليه لازكاة على المالك فيما مضىٰ وكذا لو رهنها بألف وله مائة ألف فحال الحول على الرهن في يد المرتهن يزكى الراهن ماعنده من المال إلا ألف الدين. (شامی، کتاب الزکاۃ کراچی ۲/ ۲۶۳، زکریا۳/ ۱۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۷۰۱)

گزشتہ سالوں کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: [۴۱۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زبیدہ کے پاس بیس سال تک چار تولہ سونا اور ڈھائی سوگرام چاندی رہی پھر پانچ سال کے عرصہ میں پہلے آدھا تولہ پھر ایک تولہ سونا کم ہوگیا، پھر مزید تین سال کے بعد سب چاندی سونا تقسیم کردیا تو اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ اس اٹھائیس سال کے عرصہ کی جوز کوٰۃ نہیں دی ہے، اس کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے، براہ کرم حساب لگا کر مطلع فرمائیں؟

المستفتي: انعام احمد قاسمی، کاسگنج، جامع مسجد، ایٹہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد مابقیہ سے دوسرے سال کی زکوٰۃ ادا کریں، اور پھر اسی طرح حتی کہ جب تک نصاب سے کم نہ ہوجائے زکوٰۃ ادا کرتے رہیں، اور جب نصاب سے کم رہ جائے، تو پھر زکوٰۃ لازم نہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۶۵، فتاویٰ دارالعلوم ۶/ ۴۵)

وفی البدائع إذا کان لرجل مأتا درهم أوعشرو ن مثقال ذهب فلم يؤد زكاته سنتين يزكی السنة الأولیٰ . (بدائع، پاکستانی ۲/ ۷، کتاب الزکاۃ، دین الزکاۃ، زکریا دیوبند ۲/ ۸۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۵۹)

سالوں سے مدفون زیورات کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: [۴۱۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صغریٰ بیگم کے پاس تقریباً ڈیڑھ کلو ذاتی زیورات ہیں جس میں دوڈھائی تولہ سونا اور بقیہ چاندی ہے یہ زیورات پچیس سال سے مدفون تھے، اب شوہر کے انتقال کے بعد اس نے وہ زیورات

نکالے ہیں، اور شوہر کیلئے صدقۂ جاریہ کے طور پر مسجد وغیرہ کی تعمیر میں وہ زیورات دینے کا ارادہ ہے اب سوال یہ ہے!

(۱) کیا پچھلے پچیس سال کی اس زیور کے اوپر واجب ہونے والی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، اگر زکوٰۃ دی جاتی ہے تو مسجد میں دینے کیلئے تھوڑا بہت ہی زیور بچ پائے گا، اور بیوہ کے پاس اسکے علاوہ کچھ نہیں ہے؟

(۲) بیوہ کے لڑکوں کا مطالبہ یہ ہے کہ والدہ زیور تقسیم کریں جبکہ والدہ کا ارادہ نہیں ہے، کیونکہ وہ ان کا ذاتی زیور ہے، تو کیا اولاد کا یہ مطالبہ کرنا درست ہے، شریعت کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

المستفتي: محمد شاکر، ٹانڈہ بادلی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) جو زیورات ۲۵ر سال سے مدفون تھے اور ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہے، ان کی زکوٰۃ ادا کرنا صغریٰ بیگم پر واجب ہے اور ان کی زکوٰۃ ادا کرنے کی شکل یہ ہوگی کہ سوالنامہ کے مطابق ۱۴۰۵ھ میں یہ زیور دفن کئے گئے ہیں، ۱۴۰۶ھ کی زکوٰۃ کل زیورات کی چالیسواں حصہ شمار ہوگی، پھر ۱۴۰۷ھ میں مابا قی کا چالیسواں، پھر ۱۴۰۸ھ میں اسکے مابا قی کا چالیسواں حصہ، اسی طرح حساب لگا کر ۱۴۳۰ھ میں ڈھائی تولہ سونے کو چھوڑ کر چاندی کی زکوٰۃ کا حساب یہ بیٹھا ہے کہ دس گرام کے تولہ کے حساب سے ۲/۱:۱۴۷ر تولہ چاندی ہے اور پچیس سال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد ۸۷ر تولہ ۳ر گرام اور ۱۵ر ملی گرام یعنی ۸۳۷ر گرام ۱۵ر ملی گرام چاندی بچتی ہے، اس کو صغریٰ بیگم جہاں چاہے خرچ کرسکتی ہے، اور چونکہ چاندی کیساتھ سونا بھی ہے ایسی صورت میں سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر قیمت لگائی جائے، اور ۲۵ر سال تک جو قیمت بیٹھے اس کا ہر سال خود حساب لگا کر زکاۃ نکال دیں۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ۹/ ۳۸۰، ۳۸۱، امداد الفتاویٰ ۲/ ۳۴، ۳۵)

(۲) جب تک صغریٰ بیگم زندہ ہے اس میں نہ بیٹوں کا حق ہے اور نہ ہی بیٹیوں کا حق ہے، وہ جس طرح چاہیں صرف کرسکتی ہے۔

ولايمنع الشخص من تصرفه في ملكه . (الدر مع الرد، كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي وغيره ، مطلب اقتسموا داراً وأراد كل منهم فتح با ب لهم ذلك زكريا ديوبند ۸/۱۵۲، كراچی ۵/٤٤٧)

والمالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملک . (بيضاوی شريف، كتب خانه ، رشيديه دهلی ۱/۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۰۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۵/۲۲ھ

زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا شوہر پر واجب ہے یا بیوی پر

سوال: [۴۱۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری شادی ۱۲؍ سال قبل ہوئی تھی، اللہ کی رحمت سے ۴؍ بچے ہیں، پہلے میرے کاروباری حالات بہت اچھے تھے، ہر سال زکوٰۃ بھی ادا کرتا تھا، دوسال سے کاروبار بالکل ختم ہو چکا ہے، اور میں نوکری پر ہوں بتیس سو روپیہ ماہوار میری تنخواہ ہے دونوں کے پاس ذاتی جمع پونجی کچھ نہیں، دوسال سے میں زکاۃ نہیں ادا کر پا رہا ہوں، میرے اوپر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے، بیوی کی زکوٰۃ میں ہی ادا کرتا ہوں بیوی کے پاس زیور کے علاوہ کوئی رقم نہیں ہے، اور نہ کوئی کاروبار، میں اس کا مہر بھی نہیں ادا کرسکا، زکوٰۃ سال کی تقریباً تین ہزار روپیہ بنتی ہے ، دوسال سے یہی سوچ رہا ہوں اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ کاروبار ہو گیا تو زکوٰۃ ادا کردوں گا، لیکن حالات یہ بتا رہے ہیں، کہ کاروبار سے فی الحال جڑنا مشکل ہے؟

(۱) کیا زیور ماں اپنے بچوں کے نام کرسکتی ہے اور کچھ اپنے پاس رکھ لے؟

(۲) لڑکے اور لڑکیوں میں برابر تقسیم ہوگا؟

(۳) بچوں کے بالغ ہونے پر زکوۃ ان پر فرض ہوگی جبکہ کوئی آمدنی کا ذریعہ نہ ہو؟

(۴) ضرورت پڑنے پر اس کو خرچ کیا جاسکتا ہے؟

(۵) مہر کی رقم جو کہ لگ بھگ تیس بتیس ہزار روپیہ بنتی ہے، غیر مؤجل ہے عورت کو اس کی بھی زکوۃ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟

(۶) بچوں کے نام جو زیور کریں، اس کو بیچ کر ایف ڈی بچوں کے نام کرا سکتے ہیں، کیا ایف ڈی جائز ہے؟

المستفتي: نواب، تمبا کو اسٹریٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مذکورہ زیورات کے مالک آپ نہیں ہیں آپ کی بیوی ہے کاروبار کے بند ہونے کی وجہ سے آپ مفلس ہو چکے ہیں، تو آپ پر تو زکوۃ دینا واجب نہیں لیکن آپ کی بیوی مالدار صاحب نصاب ہے اسلئے اس پر زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے، گذشتہ دوسالوں کی جو زکوۃ نہیں ادا کی گئی ہے، اس کا بھی ادا کرنا لازم ہے، اور زیورات کی زکوۃ اصلاً ان ہی زیورات میں سے ادا کرنا لازم ہوتا ہے، البتہ اگر اس کے علاوہ روپیہ پیسہ ہو تو اس سے ادا کرنا بھی جائز ہے، دین مہر کی زکوۃ اس وقت تک ادا کرنا عورت پر لازم نہیں ہے، جب تک دین مہر اس کو وصول نہ ہو جائے، اور جب دین مہر وصول نہیں ہوا ہے تو عورت پر اس کی زکوٰۃ بھی لازم نہیں، اسلئے کہ اداءِ زکوٰۃ کیلئے ملک تام شرط ہے، اور یہاں ملک تام نہیں، اگر زیورات کو بچوں کے نام کردیا جائے تب بھی پچھلے سالوں کی زکوۃ معاف نہیں ہوگی، اور ایک بات یاد رکھنی چاہئے، کہ زکوٰۃ سے بچنے کیلئے اس طرح کا حیلہ کاروبار میں بے برکتی کا سبب بنتا ہے، نیز اگر حیلہ کر کے بچوں کو مالک بنادیا جائے، تو پھر بچوں سے واپس لینا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ کھانے پینے میں محتاجی پیش آجائے تو بقدر ضرورت اس میں سے لیکر کھانے پینے میں خرچ کرنیکی گنجائش ہے اور بچوں کے بالغ ہونے کے بعد ان پر بھی ان زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

سبب افتراضها ملک نصاب حولی تام -إلی- وافتراضهاعمری ای علی التراخي (تحته فی الشامی) ففی أي وقت أدی یکون مؤدیا للواجب ویتعین ذلک الوقت للوجوب، وإذا لم یؤد إلیٰ آخر عمره، یتضیق علیه الوجوب حتی لولم یؤد حتی مات یأثم . (شامی، کتاب الزکاة، کراچی ۲/۲۵۹، ۲۷۱، زکریا۳/۱۷٤، ۱۹۱)

والمعتبر وزنهما أداء ووجوباً لاقیمتهما وفی الشامیة: وهذا إن لم یؤد من خلاف الجنس، وإلا اعتبرت القیمة إجماعاً . (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال کراچی ۲/۲۹۷، زکریا۳/۲۲۷)

ومنها الملک التام وهو ما اجتمع فیه الملک والید وأماإذا وجد الملک دون الید کالصداق قبل القبض لاتجب فیه الزکاة .(هندیه ، کتاب الزکاة، الباب الأول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا دیوبند۱/۱۷۲، جدید ۱/۲۳۳)

وإذا فعله حیلة لدفع الوجوب -إلیٰ- قال أبو یوسف: لایکره -إلیٰ- وقال محمد: یکره واختاره الشیخ حمید الدین الضریر لأن فیه إضراراً بالفقراء وإبطال حقهم مآلا..... الفتویٰ.... فی الزکاة علی قول محمد. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم کراچی۲/۲۸٤، زکریادیوبند۳/۲۰۸، الموسوعة الفقهیة الکویتیة۲۳/۲۸۷)

ومنها أن یهبه لطفله قبل التمام بیوم (تحته فی الشامي) لکن لایمکنه الرجوع فی هذه الهبة لکونها لذي رحم محرم منه نعم إن احتاج إلیه فله الإنفاق منه علی نفسه بالمعروف. (شامی، کتاب الزکاة ، باب زکاة المال قبیل باب المعاشر کراچی ۲/۳۰۸، زکریا۳/۲٤۱)

(۲) سودحاصل کرنے کے لئے ایف ڈی کرانا جائز نہیں ہے۔(مستفاد: ایضاح النوادر ۱/ ۱۷۵)فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۵۳۵)

بیوی کے زیورات میں شوہر پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی

سوال: [۴۱۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بیوی کے زیورات میں شوہر کو کب زکوٰۃ دینی ضروری ہوگی؟

المستفتي: محمد زبیر، مومن داس، پالنپور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زیورات پر بیوی کی ملکیت وقبضہ کی صورت میں بیوی پر ہی اس کی زکوٰۃ ادا کرنی لازم ہے، لیکن اگر بیوی اپنے قبضہ سے نکال کر شوہر کو مالک بنادے، تو اس صورت میں شوہر پر زکوٰۃ ادا کرنا لازم وضروری ہوگا، ورنہ بیوی کے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

الزکوٰۃ واجبة علی حر مسلم عاقل بالغ إذا ملک نصابا ملکاً تاماً وحال علیه الحول. (هدایه، کتاب الزکاۃ، اشرفیه دیوبند ۱/۱۸۵، مطبوعه جیسور ۱/۱۶۵)

ومنها الملک التام وهو ما اجتمع فیه الملک والید الخ. (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الزکاۃ، الباب الأول في تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا دیوبند ۱/۱۷۲، جدید ۱/۲۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ رشعبان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۳۶۵)

بیوی کے زیورات یا مال کی زکوٰۃ شوہر کا ادا کرنا

سوال: [۴۱۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر بیوی کے زیورات یا مال کی زکوٰۃ شوہر اپنے مال سے ادا کردے یا جتنی زکوٰۃ نکلتی ہے شوہر اتنی قیمت خود ادا کردے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

المستفتي: شیخ عبدالکریم، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت اپنے زیورات یا مال کی زکوٰۃ خود ادا کرے گی، لیکن عورت کی جانب سے صراحتاً یا دلالۃً اجازت ملنے پر شوہر اپنے مال سے ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہوجائیگی۔

من أدیٰ زکوٰة مال غیره من مال نفسه بأمر من علیه الزکوٰة جاز.

(تاتار خانیه، کتاب الزکاة، الفصل التاسع المسائل المتعلقة بمعطي زکریا دیو بند۳/ ۲۲۷، رقم: ۴۱۹۹، کوئٹه ۲/ ۲۸۴، البنایه، کتاب الزکاة، قبیل باب صدقة السوائم، اشرفیه دیو بند۳/ ۳۱۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۳۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۴/۲ھ

شادی کیلئے رکھے ہوئے زیورات کی زکوٰۃ ماں باپ پر یا لڑکی پر؟

سوال: [۴۱۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لڑکی کی شادی کے لئے رکھے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ کس کے ذمہ لازم ہے، باپ پر لازم ہے یا لڑکی پر؟

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کیلئے رکھے ہوئے زیورات لڑکی کے حوالے نہیں کئے گئے ہیں، بلکہ ماں باپ کی ملکیت میں ہیں، تو ان کی مالیت کے اعتبار سے ماں باپ پر زکوٰۃ واجب رہے گی، اور اگر لڑکی کی ملکیت میں دے دیے ہیں تو جب تک وہ

نابالغ ہیں، ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اور بالغ ہونے کے بعد اگر نصاب وغیرہ کی شرائط پوری ہوتی ہیں، تو سال گزرنے پر لڑکی ہی پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/ ۳۷۶، میرٹھ ۱۴/ ۸۱، کتاب المسائل ۲/ ۲۲۰)

وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي...... تام . (شامی، کتاب الزکاة زکریا ۳/ ۱۷٤، کراچی ۲/ ۲٥۹)

وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام خرج المجنون والصبى فلا زكوٰة فى مالهما- وإنما يعتبر ابتداء الحول من وقت الإقامة كالصبي إذا بلغ يعتبر ابتداء الحول من وقت البلوغ؛ (البحر الرائق، کتاب الزكاة، زکریا ۲/ ۳٥۳، کوئٹہ ۲/ ۲۰۲)

ومنها العقل والبلوغ فليس الزكاة على صبي ومجنون......... وكذا الصبى إذا بلغ يعتبر ابتداء الحول من وقت بلوغه. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ۱/ ۱۷۲، ماجديه ۱/ ۱۷۲، هنديه جديد اتحاد ۱/ ۲۳۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۹۰)

سسرال سے ملے ہوئے زیورات کی زکوٰۃ کس پر

سوال: [۴۱۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لڑکی کو میکہ کی طرف سے جو زیورات ملتے ہیں، اس پر لڑکی کی ملکیت ہونے پر کوئی تردد نہیں ہے لیکن سسرال کی طرف سے مہر کے علاوہ جو زیورات ملتے ہیں ان کی زکوٰۃ کون ادا کریگا، لڑکی پر واجب ہے یا لڑکے پر اگر خدانخواستہ علیحدگی واقع ہو جائے تو یہ زیورات لڑکے کو واپس مل جاتے ہیں، اور اگر علیحدگی عمل میں نہیں آتی ہے تو وہ زیورات دلہن کے

پاس رہتے ہیں، اسی کے تصرف میں رہتے ہیں، وہ اپنے اولاد کی شادیوں میں دیتی ہے جو چاہے کرسکتی ہے؛ اس بات کو پیش نظر رکھ کر اس کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ جو بھی جواب ہو تحریر فرمائیں کرم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میکہ کی جانب سے جو زیورات لڑکی کو ملے ہیں ان کی زکوٰۃ خود لڑکی پر فرض ہے اور جو زیورات سسرال کی جانب سے ملے ہیں، اگر انہیں دلہن کی ملکیت میں دے دیا گیا ہے، تو زکوٰۃ دلہن پر فرض ہوگی اور اگر دلہن کے پاس بطور عاریت کے رکھے ہوئے ہیں، تو ایسی صورت میں شوہر پر زکوٰۃ فرض ہوگی، کیونکہ وجوب زکوٰۃ کیلئے ملکیت تام کا ہونا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ عثمانی ۲/۴۲، کتاب الفتاویٰ ۳/۲۸۲)

وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي...... تام . (شامی، کتاب الزكاة زكريا ۳/۱۷٤، كراچی ۲/۲۵۹)

الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم، إذا ملك نصابا ملكاً تاماً وحال عليه الحول . (تاتارخانيه، كتاب الزكاة، وجوب الزكاة وسببها وحكمها زكريا ٤/١٣٤، برقم: ٣٩٣٤)

وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملك نصاب حولي فارغ عن الدين. (البحر الرائق، كتاب الزكاة زكريا۲/۳۵۵، كوئٹه ۲/۲۰۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۷۸)

شادی میں ملے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۹۰]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب سے میری شادی ہوئی ہے، میرے زیور کی زکوٰۃ نہیں نکالی گئی آیا ان زیورات کی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اور انکی زکوٰۃ کس طرح سے ادا کی جائے گی؟

المستفتیه: منور جہاں، پیرغیب، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر آپ کے زیورات کی مقدار نصاب کے بقدر یا اس سے زائد ہے تو اس کی زکوٰۃ نکالنا فرض ہے، اور اب تک جتنے سالوں کی زکوٰۃ نہیں نکالی گئی، سب کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے، اور اگر آپ کے پاس کچھ نقدی رقم نہیں ہے تو انہی زیورات میں سے کچھ بیچ کر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أن امرأتين أتتا رسول الله، وفي أيديهما سواران من ذهب، فقال لهما! أتؤديان زكاته؟ قالتا: لا، قال: فقال لهما رسول الله ﷺ: أتحبان أن يسوركما الله بسوارين من نار؟ قالتا: لا، قال: فأديا زكاته. (سنن الترمذی، کتاب الزکاة، باب ماجاء فی زکاة الحلي، النسخة الهنديه ۱/۱۳۸، دارالسلام رقم: ٦٣٧، المعجم الكبير للطبرانی، دار احياء التراث العربي ٢٤/١٧٠، رقم: ٤٣١، مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، باب التبر والحلي، المجلس العلمي ٤/٨٥، ٨٦، رقم: ٧٠٦٥، مسند أحمد بن حنبل ٢/١٧٨، رقم: ٦٦٦٧، ٢/٢٠٤، رقم: ٦٩٠١، ٢/٢٠٨، رقم: ٦٩٣٩)

وفى تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما زكوة. (هدايه، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، فصل فى الذهب، اشرفيه ديو بند ۱/۱۹۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۱۳/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۳/۲۳ھ

ایضاح المسائل کے ایک مسئلہ کی وضاحت

سوال :[۴۱۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایضاح المسائل/ ۱۰۵ پر ایک مسئلہ نظر سے گذرا جس میں تحریر ہے کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ خریداری کی قیمت سے ادا کی جائے گی، چاہے دام زیادہ ہو، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ششم طبع جدید/ ۱۰۸ پر تحریر ہے کہ سوتولہ چاندی میں ڈھائی تولہ چاندی دینا لازمی ہے، قیمت لگا کر دینا ہو تو جو قیمت زکوٰۃ نکالنے کے وقت چاندی کی وہاں کے بازار میں ہے اس حساب سے ادا کرے، خرید کے دن کا حساب معتبر نہ ہوگا، دریافت طلب بات یہ ہے کہ ایضاح المسائل کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خریداری کی قیمت کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے اور فتاویٰ دارالعلوم کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خرید کے دن کا حساب معتبر نہیں ہے پس ان دونوں میں کون صحیح ہے یا دونوں ہی صحیح ہیں میرے سمجھنے کا فرق ہے، وضاحت سے تسلی بخش جواب سے نوازیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: دلدار علی، شفاعت امروہہ گیٹ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سونا چاندی دو قسموں پر ہیں۔

(۱) وہ جو اپنے گھر کے لئے خریدا جاتا ہے، اس میں تجارت کا ارادہ نہیں ہوتا ہے تو ایسے سونے چاندی میں خریداری کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا بوقت ادائیگی بازاری بھاؤ کا اعتبار ہوگا اور فتاویٰ دارالعلوم میں یہی شکل مراد ہے۔

(۲) وہ سونا چاندی جو گھر کیلئے نہیں خریدا بلکہ تجارت کیلئے خریدا ہے مثلاً دہلی سے لاکر مرادآباد میں فروخت کرنے کی نیت ہے تو ایسی صورت میں خریداری کی قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے، اور ایضاح المسائل میں یہی شکل ہے، اس کی سرخی سمیت دوبارہ نظر ثانی فرمائیں، انشاء اللہ تعالیٰ بات سمجھ میں آجائیگی یہ ایسا ہے کہ جیسے تاجر دہلی سے کپڑا بیچنے کیلئے لاتا ہے، تو اسکی زکوٰۃ خریداری کے حساب سے نکال کردینے کا حکم ہے، انشاء اللہ تعالیٰ امید کہ

شبہ دور ہوجائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۹۲۲)

ہیرے جواہرات کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہیرے جواہرات کی تجارت کی جاتی ہے، جولوگ ہیرے اور جواہرات کی تجارت کرتے ہیں، بظاہر مال تجارت ہونے کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی ہی لیکن دوسرا سوال یہ ہے کہ جولوگ انکم ٹیکس اور دیگر سرکاری قوانین کی زد سے بچنے کیلئے نقد روپیوں یا سونے چاندی کی صورت میں اپنے سرمائے کو محفوظ کرنے کے بجائے ہیرے جواہرات لاکھوں روپئے کے خرید کر محفوظ کردیتے ہیں، ظاہر ہے کہ ہیرے جواہرات حوائج اصلیہ میں سے نہیں ہیں اور بڑی مالیت رکھتے ہیں، شرعاً ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

بعض اوقات خواتین محض تزئین وآرائش کیلئے ہیرے جواہرات استعمال کرتی ہیں ان کا مقصد تمول نہیں ہوتا ہے، وجوب زکوٰۃ کے بارے میں ان کا کیا حکم ہوگا؟

المستفتي: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہیرے جواہرات اگر تجارت کیلئے ہیں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے، اور اگر تجارت کیلئے نہیں ہیں، بلکہ گھروں میں برائے زینت یا کسی اور مقصد سے جمع کر رکھا ہے تو ہیرے وجواہرات پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اسلئے کہ ہیرے جواہرات اگر چہ حوائج اصلیہ سے زائد ہیں لیکن وجوب زکوٰۃ کیلئے مال نامی ہونا بھی شرط ہے، اوران میں نمو اور بڑھوتری کی شرط نہیں پائی جاتی ہے، اسلئے ہیرے جواہرات چاہے

کتنے ہی مقدار میں ہوں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔

عن عمرو بن شعیب ، عن أبیه ، عن جده ، قال: قال رسول الله ﷺ : لازكاة في حجر . (السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الزکاة ، باب مالا زکاة فیه من الجواهر غیر الذهب والفضة ،دارالفکر ٦/٦٠، رقم: ٧٦٨٣)

عن سعيد بن جبير قال: ليس في حجر زكاة، إلا ما كان لتجارة من جوهر ولا ياقوت ولا لؤلؤ ولا غيره إلا الذهب والفضة وروينا نحو هذا القول عن عطاء ، وسليمان بن يسار وعكرمة والزهرى والنخعي ومكحول. (السنن الکبری للبیهقی، کتاب الزکاة، باب مالا زکاة فیه من الجواهر غیر الذهب والفضة، دارالفکر ٦/٦١، رقم: ٧٦٨٥، انظر للتفصیل المصنف لابن أبی شیبة، کتاب الزکاة ، فی اللؤلؤ والزمرد ، مؤسسه علوم القرآن ٦/٤٤٧، ٤٤٨، رقم:١٠١٦٢ تا ١٠١٧١)

أما اليواقيت واللآلى والجواهر فلا زكوٰة فيها وإن كانت حليا إلا أن تكون للتجارة. (الجوهرة النیرة، کتاب الزکاة ، باب زکاة الذهب ، دارالکتاب دیوبند ١/١٤٩، هندیه، کتاب الزکاة، الباب الثالث الفصل الثانی فی العروض زکریا دیوبند ١/١٨٠، جدید١/٢٤١)

ترجمہ: یاقوت ،موتی ، جواہرات اگر تجارتی نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اگرچہ زیور کی شکل میں کیوں نہ ہوں۔

والجواهر واليواقيت فلا شيئى فيها. (هنديه، كتاب الزكاة، قبيل، الباب السادس في زكاة الزرع والثمار زكريا ديوبند ١/١٨٥، جديد ١/٢٤٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٨/١٩٧)

ترجمہ: یاقوت وجواہرات میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔

فإن الحوائج الأصلية أعم من الدين والنامى أعم منها لأنه يخرج به كتب العلم لغير أهلها وليس من الحوائج الأصلية الخ. (شامى، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند ٣/١٧٨، كراچى ٢/٢٦٢)

ترجمہ: اسلئے کہ حوائج اصلیہ میں دین بھی شامل ہے اور نمو بھی دین کو شامل ہے اور اسی نمو کی قید کی وجہ سے غیر اہل کیلئے کتب دینیہ نصاب کے دائرہ سے خارج ہوجاتی ہے، حالانکہ وہ غیر اہل کیلئے حوائج اصلیہ میں سے نہیں ہیں۔

اور غیر نامی اشیاء اگر بقدر نصاب یا نصاب سے زیادہ حوائج اصلیہ سے زائد ہوں تو مالک پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے، اس کی وجہ سے صرف مستحق زکوٰۃ بننے سے محروم ہوتا ہے، اسلئے ہیرے وجواہرات میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

وكذا الكتب وإن لم تكن لأهلها إذالم تنو للتجارة غير أن الأهل له أخذ الزكوٰة، وإن ساوت نصباً (تحته فى الشامية) وأما غير الأهل فإنهم يحرمون بالكتب من أخذ الزكوٰة لتعلق الحرمان بملك

ترجمہ: ایسے ہی کتابیں اگر چہ نااہل کیلئے ہوں جبکہ تجارت کی غرض اسمیں نہ ہو (تو اسمیں زکوٰۃ نہیں ہے) لیکن اگر با اہل عالم کی کتابیں ہیں تو اس کیلئے زکوٰۃ لینا بھی جائز ہوگا، کتابیں چاہے کئی نصاب کے بقدر کیوں نہ ہوں اور غیر اہل ان کتابوں کی وجہ سے مستحق زکوٰۃ ہونے سے محروم ہوجائیگا جبکہ نامی اور

قدر نصاب غير محتاج إليه وإن لم يكن نامياً. (الدر مع الرد، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند ٣/ ١٨٢، كراچى ٢/ ٢٦٥)

تجارتی نہ ہوں۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۴۷)

۴/باب أموال التجارة

مال تجارت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: [۴۱۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید صاحب نصاب ہے، ہر سال زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اس کے پاس مال تجارت میں کچھ رومال ٹوپیاں وغیرہ بھی ہیں مگر رومال کی خرید پچاسی روپیہ کے حساب سے ہے اور وہ ایک سو دس یا سوا سو روپیہ میں بیچتا ہے، تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ وہ زکوٰۃ لاگت کے اعتبار سے ادا کرے یا جس قیمت میں بیچتا ہے، اس قیمت کے اعتبار سے ادا کرے؟

المستفتي: محمد ساجد، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ ادا کرتے وقت ٹوپی رومال وغیرہ کی جو قیمت بازار میں ہواسی کا لحاظ کرکے زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے، خواہ وہ قیمت خرید سے زائد ہو یا کم ۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۱۰۵، ایضاح النوادر ۲/ ۴۱، فتاویٰ دارالعلوم ۶/ ۱۴۱)

عن الحسن في رجل اشترىٰ متاعاً فحلت فيه الزكاة؟ فقال : يزكيه بقيمته يوم حلت . (المصنف لابن أبي شيبة ، كتاب الزكاة، ماقالوا فى المتاع يكون عندالرجل يحول عليه الحول ، مؤسسه علوم القرآن ٦/ ٥٢٦، رقم: ١٠٥٥٩)

عن ابن جريج ، قال : سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تجرج زكاته . (مصنف عبد الرزاق ، كتاب الزكاة، باب الزكاة من العروض ،المجلس العلمى ٤/ ٩٧، رقم: ٧١٠٥)

وفى المحيط يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح . (شامى، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم ، كراچى ٢/ ٢٨٦،زكريا٣/ ٢١١، هكذا فى الهنديه ، كتاب الزكاة،

الباب الثالث الفصل الثاني فی العروض زکریا ۱/ ۱۸۰، جدید ۱/ ۲۴۱، بدائع، کتاب الزکاة، صفة الواجب فی أموال التجارة زکریادیوبند۲/ ۱۱ ۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲رذیقعدہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶ ۶۹۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۱۱/۱۴۲۱ھ

مال تجارت میں زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟

سوال: [۴۱۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک سال میں ۶رلاکھ روپیہ کا دھندا کرتا ہوں ہمارے پاس روپیہ ایک یا دودن ہی رہتا ہے، روپیہ آج ہمارے پاس آتا ہے کل یا پرسوں کو ہم اس کا مال خرید کر بیچ دیتے ہیں، ہمارے پاس اس مال کا فائدہ بھی نہیں رہتا سب مال ہی میں لگا رہتا ہے، اس میں اپنے خرچ میں جتنا آجاتا ہے وہی اسمیں سے نکلتا ہے روپیہ سارا غیر مسلموں پر رہتا ہے، براہ کرم تحریر فرمائیں ہمیں زکوٰۃ کس طرح دینا ہے۔

المستفتي: عبد الستار، سیوہارہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ کی درج شدہ شکل میں آپ کی ملکیت میں مال تجارت ہے اگر پورا مال فروخت ہوکر روپیہ ہاتھ میں آجانے کے بعد زکوٰۃ ادا کرنی ہے، تو ہزار میں ۲۵ر روپیہ کے حساب سے زکوٰۃ میں نکالدیا کریں، اور اگر مال فروخت ہونے سے پہلے ادا کرنی ہے، تو مال کی قیمت لگا کر ہزار میں ۲۵ر روپیہ کے حساب سے زکوٰۃ میں نکالدیں، اور اگر کچھ روپیہ ہے اور کچھ مال تجارت ہے تو روپیوں میں سے ہزار میں ۲۵ر روپیہ کے مال کی قیمت لگا کر ہزار میں ۲۵ر روپیہ کے حساب سے زکوٰۃ میں نکالدیا کریں۔

عن سمرة بن جندب قال: أما بعد: فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع. (سنن أبي داؤد، الزكاة، باب العروض إذا

كـانـت للتجارة، هل فيها زكاة، النسخة الهندية ۲۱۸/۱، دارالسلام رقم: ۱٥٦۲، المعجم الـكبيـر للطبراني ، دار إحياء التراث العربي ۲٥۳/۷، رقم: ۷۰۲۹، ۲٥۷/۷،رقم: ۷۰٤۷، السنن الكبرى للبيهقي ، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دارالفكر ٦۲/٦، رقم: ۷٦۹۰)

عن حماس قال: مرعلي عمر فقال : أدزكاة مالک ، قال: قلت مالي مال أزكيه إلا في الخفاف والأدم قال: قومه وأدزكاته. (مصنف عبد الرزاق ، كتاب الزكاة ، باب الزكاة من العروض ، المجلس العلمي ٩٦/٤، رقم: ۷۰۹۹، السنن الكبير للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة ، دارالفكر ٦٤/٦،رقم: ۷٤۹٦)

الزكوة واجبة في عروض التجارة كائنة ماكانت الخ. (الجوهرة، كتاب الزكاة، باب زكاة العروض ، دارالكتاب ديو بند ١٥٠/١، كراچی ١٥٢/١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/۴/۱۴۱ھ
(الف فتویٰ نمبر رجسٹر خاص)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۷/۱۴۲۱ھ

تجارت کے مال کی زکوٰۃ کیسے نکالی جائے گی؟

سوال: [۴۱۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید تجارت کرتا ہے، اب اسے زکوٰۃ ادا کرنی ہے دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مالیت کس اعتبار سے لگائی جائیگی، جتنے میں مال خریدا ہے اس کا اعتبار کیا جائیگا یا جتنے میں بکے گا، اس کا اعتبار کیا جائیگا، چنانچہ زید کے پاس اس وقت ساٹھ ہزار کا مال ہے جو وہ خرید کر لایا ہے، جبکہ زید جب اسے فروخت کریگا، تو تقریباً ایک لاکھ کا ہوجائیگا، اب آیا ساٹھ ہزار کی زکوٰۃ نکالے یا ایک لاکھ کی واضح فرمائیں؟

المستفتي: عبدالرحمٰن غازی، شہر میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آپ کے پاس جو مال ہے، اسکی فی الحال ادائیگی

زکوٰۃ کے وقت جو قیمت بازار میں بنتی ہے، اس کا اعتبار کیا جائیگا، اور اسی قیمت کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائیگی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/ ۱۴۱، و۶/ ۱۴۹، ایضاح النوادر ۲/ ۴۲)

عن الحسن رجل اشتری متاعاً فحلت فیه الزکاة؟ فقال: یزکیه بقیمته یوم حلت. (المصنف لابن أبي شیبة، کتاب الزکاة، ماقالوا فی المتاع یکون عند الرجل یحول علیه الحول، مؤسسه علوم القرآن جدید ٦/ ٥٢٦، رقم: ١٠٥٥٩)

وعنده تعتبر قیمة یوم الوجوب وقالا یوم الأداء (تحته فی الشامیة) وفی المحیط یعتبر یوم الأداء بالإجماع وهو الأصح. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، زکریادیوبند ۳/ ۲۱۱، کراچی ۲/ ۲۸٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۶/ صفر ۱۴۲۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۰۱۸)	۱۴۲۰/۲/۶ھ

مشترکہ کاروبار میں زکوٰۃ کی ادائیگی کیسے ہو؟

سوال: [۴۱۹٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دو فریق کافی عرصہ سے کاروبار میں بقدر حصہ نفع ونقصان میں شریک تھے، ۳۱/ مارچ ۱۹۹۰ء کو فریقین کی اتفاق رائے سے شرکت ختم ہوگئی، یہ دونوں فریق ہر سال اپنے مشترکہ فنڈ سے زکوٰۃ اپنے اپنے سرمایہ کے بقدر ادا کرتے چلے آئے ہیں، ۳۱/ مارچ کو شرکت ختم ہوگئی ہے علاحدگی والے سال میں بھی زکوٰۃ ادا کی ہے تقسیم شدہ زکوٰۃ کے بارے میں ایک فریق کا کہنا یہ ہے کہ نصف نصف زکوٰۃ نام میں درج کرنی ہے، دوسرا فریق کہتا ہے کہ تقسیم شدہ زکوٰۃ کو بقدر سرمایہ فریقین کے نام درج کرنی ہے، اس بارے میں شریعت مطہرہ کی روشنی میں کیا درست ہے؟

المستفتي: محمد یامین جمالی، شیدی سرائے، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کی ادائیگی ہر فریق کے سرمایہ کے حساب

سے کرنا ہرفریق پرلازم ہے،لہذا اس کا حساب اوراندارج بھی اسی حساب سے کرنا دونوں فریق پرلازم ہے،اورجن شرائط پرشروع سے کاروبار چل رہاہے،ان کالحاظ بھی علاحدگی تک باقی رکھنا لازم ہے۔

قال سفيان: لايجب حتى يتم لهذا أربعون شاة، ولهذا أربعون شاة.
(صحيح البخاری، تعليقا ، الزكاة ، باب ماكان من خليطين فإنهما يتراجعان بنيهما بالسويه، النسخةالهندية ١/ ١٩٥)

عن الثوری قال: قولنا : لايجب على الخليطين شيئى إلا أن يتم لهذا أربعين و لهذا أربعين . (مصنف عبد الرزاق، الزكاة، باب الخليطين ، المجلس العلمی ٤/ ٢١ ، رقم: ٦٨٣٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۲؍صفر۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۸/ ۳۰۱۹)

کمپنی اورمشترکہ کاروبار کے حصہ داروں کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۹۷]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی بھی کمپنی میں متعددشرکاء ہوتے ہیں، اوراپنے اپنے حصہ کے مطابق اثاثے اورآمدنی کے مالک ہوتے ہی، بعض ایسی صورتیں ہوسکتی ہیں ،جس میں کمپنی کا مجموعی اثاثہ اور مالیت کروڑوں روپئے کو پہنچتا ہوجس میں نصاب وجوب زکوٰۃ موجود ہےلیکن اس کے شرکاءاورحصہ داروں کی تعداداتنی بڑی ہے کہ کمپنی کی مجموعی مالیت کی تقسیم حصہ داروں پر کی جائے تو ان میں سے کوئی بھی صاحب نصاب نہیں ہوتا، یا کچھ لوگ صاحب نصاب نہیں ہوتے سوال یہ پیدا ہوتاہے، کہ وجوب زکوٰۃ میں کمپنی کی مجموعی مالیت کا اعتبار رہوگا، یاہرفرد کے انفرادی حصہ کا؟

المستفتي: مجاہدالاسلام قاسمی ،فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مشترکہ تجارت اور کمپنی فیکٹری وغیرہ کے حصہ داروں کی زکوٰۃ مجموعہ رقم اور مال پر واجب نہیں ہوتی ہے، بلکہ ہر حصہ دار کی زکوٰۃ اس کے حصہ کے حساب سے ادا کرنا واجب ہوگا، لہٰذا جس کا حصہ نصاب کو پہونچے گا اس پر اپنے حصہ کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا، اور جس کا حصہ نصاب کو نہیں پہونچتا ہے اور اس کے پاس اس کے علاوہ اتنا مال نہیں ہے، جس کو ملا کر نصاب مکمل ہوسکتا ہو تو ایسے حصہ دار پر زکوٰۃ ہی واجب نہیں ہے اور جس کے پاس شرکت کے حصہ کے علاوہ اتنا مال ہے جسکو ملا کر نصاب مکمل ہوجاتا ہے، اس پر زکوٰۃ تو واجب ہوجاتی ہے، لیکن وہ اپنے حصہ کی زکوٰۃ اپنے طور پر نکالا کرے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/ ۶۷)

قال سفیان : لاتجب حتی یتم لهذا أربعون شاةً، ولهذا أربعون شاةً.

(صحیح البخاری، تعلیقاً الزکاة، باب ماکان من خلیطین فإنهما یتراجعان بینهما بالسویة، النسخة الهندیة ۱/ ۱۹۵)

ولاتجب الزکاة عندنا فی نصاب مشترک من سائمة ومال تجارة ، وإن صحت الخلطة (إلیٰ قوله) وإن تعدد النصاب تجب إجماعاً ویتراجعان بالحصص فإن بلغ نصیب أحدهما نصاباً زکوة دون الآخر الخ. (الدر مع الرد، کتاب الزکاة، باب زکاة المال زکریا دیوبند ۳/ ۲۳۵، ۲۳٤٦، کراچی ۲/ ۳۰٤)

ترجمہ: ہمارے نزدیک جانوروں اور مال تجارت کے ایک مشترکہ نصاب پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اگرچہ اس میں اختلاط واشتراک صحیح ہوچکا ہے اور اگر نصاب متعدد ہوجائے، تو ان نصابوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا، اور حصہ دار حضرات اپنے اپنے حصوں کے حساب سے ایک دوسرے سے مراجعت کریں گے، اور اگر کسی کا حصہ نصاب کو پہونچتا ہے، اور کسی کا نہیں پہونچتا ہے تو جس کا حصہ نصاب کو پہونچتا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی دوسرے پر نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۴۶)

استعمالی مشینوں پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ماروتی کا انٹینا (ایریل) تیار ہوتا ہے، ہمارے پاس تقریباً چار پانچ مشینیں ہیں جن سے مال تیار ہوتا ہے، ہم نے ایک کتاب میں پڑھا تھا، کہ مشین پر زکوٰۃ نہیں ہے، البتہ کچے مال پر زکوٰۃ واجب ہے، اس وقت ہمارے کارخانہ میں کچے مالوں میں سے پانچ ہزار روپیہ کا تار پانچ ہزار روپیہ کا پائپ اور تین ہزار روپیہ کا اسفنج ہے، اتنا مال تقریباً ہر مہینے آتا ہے، اور سات ہزار روپیہ کا مال تیار ہے سال بھی پورا ہوگیا ہے، بینک میں ہمارے چالیس ہزار روپیہ جمع ہے، سال بھی پورا ہوگیا ہے، اب آپ شریعت کی رو سے بتائیں کہ زکوٰۃ صرف چالیس ہزار کی دینی پڑیگی یا پانچ ہزار روپیہ کا جو تار اور پانچ ہزار روپیہ کا جو پائپ اور تین ہزار کا اسفنج اور سات ہزار روپیہ کا جو تیار مال ہے، اس سب کی بھی زکوٰۃ دینی پڑیگی یا نہیں؟ جواب دیں؟ کل کتنی رقم کی زکوٰۃ دینی پڑے گی؟

المستفتی: ضیاء الرحمٰن، چوہان بانگر، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: استعمالی مشینوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اسلئے کہ وہ از قبیل آلات ہیں، اور مشینوں کے علاوہ چالیس ہزار نقدا ور کچے اور تیار شدہ مال جن کی قیمت سوالنامہ میں بیس ہزار بتلائی گئی ہے، جن کا مجموعہ ساٹھ ہزار ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

وکذلک (فلا زکاۃ علی) آلات المحترفین الخ. (درمختار، کتاب الزکاۃ، زکریا دیوبند۳/۱۸۳، کراچی ۲/۲٦٥، مجمع الأنهر، کتاب الزکاۃ، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۸٦، تبیین الحقایق، کتاب الزکاۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲٥۳، زکریا ۲/۲۳، هندیه، کتاب الزکاۃ، الباب الاول في تفسیرها وصفتها و شرائطها زکریا ۱/۱۷۲، جدید۱/۲۳٤، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳/۳۱٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۴/۵ھ

سامان تجارت کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

سوال: [۴۱۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سامان تجارت پر زکوٰۃ کا مسئلہ کیا ہے کہ جیسے مشینری کا کاروبار ہے کمپنی سے مشینری کرڈیٹ پر منگوائی جاتی ہے، اوراس کی قیمت کی رقم کمپنی ایک متعینہ مدت کے بعد آ کر لیجاتی ہے، جب مشینری فروخت نہیں ہوتی تب بھی کمپنی کو اس کی قیمت ادا کرنی ہوتی ہے، جس میں بعض مشینری فوراً فروخت ہو جاتی ہے، اور بعض کو سال بھی لگ جاتا ہے، یا اس سے بھی زیادہ وقت تک مشینری فروخت نہیں ہوتی اسلئے اب اس کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائیگی، اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟ اس کا شرعی حکم کیا ہے، بیان فرمائیں؟

المستفتي: بشیر احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سامان تجارت میں زکوٰۃ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ نصاب کے بقدر ہو اور اس پر سال گذر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے، لہٰذا کمپنی سے جس مشینری کا تجارت کیلئے منگا کر کاروبار کیا جاتا ہے، تو نصاب کی مقدار کو پہونچ جانے اور سال

گذرنے پراس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے، خواہ وہ آپ کے پاس سے اس درمیان فروخت ہو یا نہ ہو اسکی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، اسکی قیمت اس طرح لگائی جائے کہ یقینی طور پر جتنے میں فروخت ہونے کی امید ہے اتنی قیمت لگا کر اسکی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

عن عبد الله بن أبي سلمة : أن أباعمرو بن حماس أخبره: أن أباه حماسا كان يبيع الأدم والجعاب ، وأن عمر قال له : ياحماس أد زكاة مالك، فقال: والله مالي مال ، إنما أبيع الأدم والجعاب ، فقال: قوّمه وأد زكاته . (المصنف لابن ابي شيبه ، كتاب الزكاة ، ماقالوا فى المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول ، مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/٥٢٥، رقم: ١٠٥٥٧)

وفى عرض تجارة قيمته نصاب من ذهب أو ورق مقوما بأحدهما إن استويا فلو أحدهما، أروج تعين التقويم به . (تنوير الابصار مع الدر المختار ، كتاب الزكاة، باب زكاة المال زكريا ديوبند ٣/٢٢٨، ٢٢٩، كراچى ٢/٢٩٨، ٢٩٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍شعبان ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۳۴)

تجارت کے سامان پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک دوکان چلاتا ہے، جس میں مثلاً سات لاکھ روپئے کا سامان ہے اور اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ جمع شدہ رقم ہے، مثلاً تین لاکھ روپئے ہیں تو دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا دونوں مال یعنی جو دوکان میں سات لاکھ کا سامان ہے اور جو اس کے پاس تین لاکھ جمع ہیں تو دونوں میں زکوٰۃ واجب ہے، یا صرف جمع شدہ رقم تین لاکھ میں زکوٰۃ واجب ہے اور سات لاکھ کا جو سامان دوکان میں ہے اس میں زکوٰۃ نہیں ہے؟

المستفتي: محمد جہانگیر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوکان میں جو سامان برائے فروخت ہوتا ہے، وہ تجارت کا سامان ہوتا ہے، اور مال تجارت کی قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوتا ہے، لہٰذا دوکان میں جو سات لاکھ روپئے کا سامان برائے فروخت رولنگ میں موجود ہے، اس کی اور نقد جو تین لاکھ روپئے موجود ہیں اس کی بھی کل دس لاکھ روپئے میں سے زکوٰۃ نکالنا اس پر لازم ہوگا۔

عن سمرة بن جندب ،قال أمابعد ! فإن رسول الله ﷺ كان يأمر نا أن نخرج الصدقة من الذى نعد للبيع. (سنن أبي داؤد، الزكاة،باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها من زكاة ، النسخةالهندية ١/ ٢١٨، دارالسلام رقم: ١٥٦٢)

عن حماس قال: مرعلي عمر فقال: أد زكاة مالك ، قال: قلت: مالي مال أزكيه إلا فى الخفاف والأدم ، قال: قومه ، وأد زكاته . (مصنف عبد الرزاق ، الزكاة، باب الزكاة من العروض ، المجلس العلمي٤/ ٩٦، رقم: ٧٠٩٩)

الزكاة واجبة فى عروض التجارة كائنة ماكانت إذا بلغت قيمتها نصابا من الورق والذهب ،كذا فى الهداية. (هنديه ، كتاب الزكاة، الباب الثالث ، الفصل الثاني العروض زكريا١/ ١٧٩، جديد١/ ٢٤١) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۴؍صفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۴۹۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۳/۴ھ

پلاٹ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید سرکاری ملازم ہے، دفتر کے کچھ لوگوں نے ایک کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی بنائی اور کچھ زمین

خرید کراس میں رہائشی پلاٹ نکالے ، زید نے بھی اس میں ممبر بن کر پلاٹ خریدا شہر کے کنارے پر کھیتی کی زمین تھی جس کو رہائش کیلئے منظور کروایا گیا یہ تقریباً ۲۵؍سال پرانی بات ہے اس وقت وہاں آبادی نہیں تھی، غالباً ارادہ یہی تھا کہ ایک چیز ہے کبھی بھی آگے ضرورت پڑنے پر کسی مصرف میں استعمال کی جاسکتی ہے، اگر آئندہ آبادی ہوئی تو دوکان بھی نکالی جاسکتی ہے، یا کچھ تعمیر کر کے رہنے کیلئے کرایہ سے بھی دی جاسکتی ہے، کوئی پختہ نیت کسی بات کی نہیں تھی ، اس قسم کی جگہ کبھی قابو میں آتی ہے کبھی مسائل بھی سامنے آتے ہیں، بہرحال بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جگہ ریلوے پارڈ بنانے کیلئے مخصوص کی گئی ہے، معلوم یہ کرنا ہے، کہ کیا اس زمین کے پلاٹ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ کچھ پراپرٹی ڈیلر کی طرف سے اس پلاٹ کو خریدنے کی پیش کش کچھ سال پہلے آئی تھی بذریعۂ پوسٹ کارڈ؟

المستفتي: میر افتخار حسین، نیوکالونی، ناگپور، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب خریداری کے وقت زمین کو فروخت کرنے کا ارادہ نہیں تھا بلکہ اپنی کسی بھی ضرورت میں لانے کا ارادہ تھا، دوکان بنانے یا رہائشی مکان بنانے یا کرایہ پر دینے کا ارادہ رہا ہو ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے ہاں البتہ آئندہ جب اس زمین کو فروخت کر کے نقد پیسہ ہاتھ میں آجائے گا تو اس پیسہ پر زکوٰۃ واجب ہوسکتی ہے۔

عن ابن عمر ؓ قال: ليس في العروض زكاة، إلا ما كان للتجارة.

(السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دارالفكر ٦/ ٦٤، رقم: ٧٦٩٨)

قالوا وتشترط نية التجارة في العروض ولابد أن تكون مقارنة للتجارة فلو اشترىٰ شيئاً لنفسه ناوياً أنه إن وجد ربحاًباعه لا زكاة عليه.

(الأشباه والنظائر زكريا/٧٩، قديم ٣٨، كذا في الشامي، كتاب الزكاة، قبيل باب الدائم كراچي ٢/ ٢٧٤، زكريا ديوبند ٣/١٩٥، حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، دارالكتاب ديوبند/٧١٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٣/ ٢٧٢)

ولو نویٰ التجارة فماخرج من أرضه العشرية أوالخراجية أو المستأجرة أو المستعارة لا زكاة عليه . (الاشباه زكريا/۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۰۸۲/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۵/۱۴۳۴ھ

تجارتی زمین پر زکوٰۃ واجب ہے

سوال: [۴۲۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کو رہائشی مکان یا جگہ کی ضرورت ہے لیکن مکان بنانے یا جگہ خریدنے کے بقدر رقم نہیں ہے، بلکہ پچاس ہزار روپئے ہیں تو زید نے اپنے ان پچاس ہزار روپئے کا ایک پلاٹ خرید کر ڈالدیا اس نیت سے کہ دو چار سال میں اس کو بیچ کر مکان بنالوں گا، یا جگہ خرید لوں گا تو اب اس شکل میں زید پر اس پلاٹ کی قیمت پر زکوٰۃ لازم ہوگی یا نہیں؟ یہ تجارت کا سامان شمار ہوگا یا نہیں؟

المستفتي: ممتاز احمد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفيق: اگر بیچنے کے ارادے سے زمین خریدی ہے، تو یہ زمین تجارتی سرمایہ کے حکم میں ہے، لہٰذا اس زمین کی قیمت پر ہر سال کی یقینی قیمت کے حساب سے ہر سال زکوٰۃ نکالنا لازم ہے۔

عن سمرة بن جندب ،قال أمابعد ! فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذى نعد للبيع . (سنن أبي داؤد، الزكاة، باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها من زكاة ، النسخةالهندية ۱/۲۱۸، دارالسلام رقم: ۱۵۶۲)

زكاة التجارة تجب فى الأرض . (شامی،كتاب الزكاة، قبيل باب السائمة كراچی ۲/۲۷۵، زكريا۳/۱۹۶)

والأصل أنه ماعدا الحجرين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة .

(درمختار شامی، کتاب الزکاۃ ،قبیل باب السوائم کراچی ۲/ ۲۷۳، زکریا۳/ ۱۹٤)

فالصريح أن ينوى عند عقد التجارة أن يكون المملوك للتجارة. (هنديه ، كتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها وصفتها و شرائطها زكريا ١/ ١٧٤، جديد ١/ ٢٣٥)

الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ماكانت إذا بلغت قيمتها نصابا من الورق والذهب. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الثالث الفصل الثانى فى العروض زكريا ١/ ١٧٩، جديد ١/ ٢٤١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۲/۸/۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۸/۱۴ھ

فروخت کرنے کیلئے خریدی گئی زمین پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارا بلڈنگ بنا کر فروخت کرنے کا کاروبار ہے، اس میں زکوٰۃ کے سلسلے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں زکوٰۃ نکالنے کا کوئی آسان طریقہ دریافت کرنا ہے تا کہ اس طریقے کے مطابق زکوٰۃ کا حساب لگانے میں آسانی ہوجائے، دشواریاں لاحق نہ ہوں، ہمارے کاروبار کے سلسلے میں جن سوالات کے جوابات مطلوب ہیں وہ بالترتیب تحریر کئے جاتے ہیں؟

(۱) زید نے ایک زمین خریدی عمر سے اور زمین کی قیمت ۳۰/لاکھ عمر کو ادا کردی گئی، بعد میں پتہ چلا کہ یہ جگہ عمر کی نہیں تھی، عمر تو دادا قسم کا آدمی تھا، اس کا اصل مالک تو محمد سلیم ہے اور محمد سلیم کے پاس زمین کے اصل پروف اور کاغذات بھی ہیں، جو محمد سلیم کی ملکیت کو ثابت کرتے ہیں، تو محمد سلیم سے دوبارہ سودا کرکے ۴/لاکھ روپئے محمد سلیم کو ادا کردئے اور محمد سلیم کے ساتھ دوسرے بھی شریک تھے انہیں بھی دولاکھ ادا کئے کل ۶/لاکھ ادا کرکے زید نے دوبارہ سودا کیا، نیز اس پوری زمین میں کچھ حصہ کی زمین میں گورنمنٹ کارپوریشن تھا، جس کو

چھڑانے میں مزید ۱؍لاکھ کی رقم خرچ ہوئی تو اس صورت میں اس زمین کو حاصل کرنے میں پہلے سودے میں ۳؍لاکھ اور دوسرے سودے میں ۶؍لاکھ اور ایک لاکھ گورنمنٹ کو ادا کئے تو کل ۱۰؍لاکھ کی زمین سمجھ کر ۱۰؍لاکھ کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے یا بعد میں محمد سلیم مع شریکان کو جو ۶؍لاکھ دئے اس کی صرف زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے، اس زمین کی زکوٰۃ ادا کرنے میں کتنی مالیت کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے؟

(۲) زید نے ایک زمین خریدی اور اس زمین میں بلڈنگ بنانے کا رادہ ہے لیکن نیچے کے حصے میں دو کانیں ہوں گی اور پہلے منزلہ سے فلیٹ ہوں گے، اور جو دو کانیں بنانے کا ارادہ ہے اس میں زید ہی کاروبار کرنا چاہتا ہے، ہوٹل اور اسٹورس بنانے کا ارادہ ہے اور ان دوکانوں کو بنا کر فروخت نہیں کرنا ہے اس کے اوپر پہلے منزلہ پر جو فلیٹ بنائے جائیں گے، اسے فروخت کرنیکا ارادہ ہے تو اب سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ مال تجارت میں واجب ہے اور بلڈنگ کے نیچے کا حصہ جہاں دو کانیں تعمیر ہوں گی اور اس کے لئے جتنی زمین کا استعمال ہوگا، اس کی زکوٰۃ زید پر واجب ہے یا نہیں؟ زمین خریدنے میں جو رقم لگائی ہے اس میں سے زکوٰۃ کا حساب لگانے میں زمین اور تعمیر کی مجموعی رقم سے کتنی رقم کس طرح منہا کی جائے؟ اس میں زکوٰۃ کا حساب لگانے کی آسان صورت کیا ہوگی؟

المستفتي: مولانا آصف، پالنپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جو زمین خریدی گئی ہے، اگر وہ زمین فروخت کرنے کیلئے خریدی گئی ہے، چاہے خالی زمین فروخت کرنا مقصود ہو یا اس پر عمارت تعمیر کر کے فروخت کرنے کا ارادہ ہو دونوں صورتوں میں اس زمین کی زکوٰۃ سالانہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے موقع پر ادا کرنا لازم ہوگا، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس وقت کی قیمت لگائی جائیگی؟ تو حکم شرعی یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اس زمین کی قیمت جو بیٹھے گی وہی ادا کرنی ہوگی، جیسا کہ مذکورہ سوال میں زمین کی قیمت ۱۰؍لاکھ روپئے بیٹھ گئی

اورزکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت مثلاً اس کی قیمت صحیح طور پر ۸؍لاکھ بیٹھتی ہے تو ۸؍لاکھ کی زکوٰۃ ادا کیجائیگی، اوراگر۱۲؍لاکھ بیٹھتی ہے تو ۱۲؍لاکھ اوراگر۵؍لاکھ بیٹھتی ہے تو ۵؍لاکھ ادا کی جائیگی۔ (مستفاد: ایضاح النوادر۲/ ۴۱)

وعندهما في الفصلين جميعاً يؤدى قيمتها يوم الأداء في النقصان (إلىٰ قوله) وفي الزيادة . (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل وأماصفة الواجب في أموال التجارة التصرف في مال الزكاة، زكريا۲/ ۱۱۵، كراچی ۲/ ۲۳)

(۲) اگرزمین کے اوپرعمارت بن گئی ہے مثلاً ۴؍منزلہ عمارت بن گئی ہے، اور ہر ایک منزل کی قیمت متعین ہوگئی ہے تو نیچے کی منزلوں کی قیمت پر جو ذاتی استعمال کیلئے پہلے سے ارادہ کررکھا ہے اس پر زکوٰۃ نکالنا لازم نہیں ہے اور باقی تین منزلوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

ومنها (أي من شروط وجوبها) كون النصاب ناميا حقيقة بالتوالد والتناسل والتجارة. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا۱/ ۱۷٤، جديد۱/ ۲۳۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۷۶۷)

تجارتی زمین پرزکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

سوال: [۴۲۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک بلڈر ہوں مکان بنا کر بیچتا ہوں میں نے مکان کی زمین خریدی کہ مکان بنا کر بیچوں گا لیکن کسی وجہ سے ایک بھی مکان نہ بنا سکا، اور ایک سال مکمل ہوگیا تو کیا صرف زمین پرزکاۃ واجب ہوگی اگر ہوگی تو کس اعتبار سے جس قیمت میں زمین خریدی ہے اس اعتبار سے یا ابھی فی الحال جو زمین کی قیمت ہے اس اعتبار سے؟

المستفتي: مولوی محمد زبیر، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب آپنے مکان بنا کر بیچنے کی نیت سے زمین خریدی اور کسی وجہ سے زمین پر مکان نہیں بنا سکے اوراس زمین کوخریدے ہوئے ایک سال گذرگیا تواس زمین پرزکوۃ واجب ہوگی ،اسلئے کہ یہ تجارتی زمین ہے، جوتجارتی سامان کے حکم میں ہے، اورزکوۃ موجودہ قیمت کے اعتبار سے نکالی جائے گی۔

عن سمرة بن جندب ،قال أمابعد ! فإن رسول الله ﷺ كان يأمر نا أن نخرج الصدقة من الذى نعد للبيع. (السنن الكبرىٰ للبيهقى ، كتاب الزكاة ، باب زكاة التجارة ، دارالفكر ٦/ ٦٢، رقم: ٧٦٩٠)

عن ابن جريج قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته . (مصنف عبد الرزاق ، الزكاة ، باب الزكاة من العروض، المجلس العلمي ٤ /٩٧، قم: ٧١٠٥)

وما اشتراه لها أي للتجارة كان لها لمقارنة النية لعقد التجارة . (شامى ، كتاب الزكاة، قبيل باب السوائم ،كراچی ٢ /٢٧٣، زكريا٣/ ١٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۱۲/۱۱/۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۸/ ۹۱۴۹)

الجواب صحیح:
احقر محمدسلمان منصورپوری غفرلہ
۱۳/۱۱/۱۴۲۷ھ

بلڈرکےمکان وزمین پرزکوۃ سے متعلق ایک مسئلہ

سوال: [۴۲۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ میں ایک بلڈرہوں ۲۰۰۲ءمیں میں نے دس لاکھ روپیہ لگائے جس سے زمین خریدی ۲۰۰۵ء تک معاملہ یونہی رہا اورکوئی مکان کہیں نہ بن سکا ۲۰۰۶ءسے مکان بننا شروع ہوئے اور ۲۰۰۷ءمیں پورا فلیٹ تیارہوگیا ،۲۰۰۶ءاور ۲۰۰۷ءکے درمیان ۵/مکانات فروخت ہوئے اس کے علاوہ تین مکانات قسطوں پرفروخت کئے جنکی آدھی قیمت آچکی ہےاور آدھی قسطوں میں آئیگی ،اس کے علاوہ ۱۰/مکان ابھی فروخت ہونا باقی ہیں ، میں اپنی

سمجھ سے ۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۵ءتک تو دس لاکھ کی زکاۃ نکالتا رہا لیکن ۲۰۰۶ء کے بعد کی زکاۃ کس طرح ادا کروں نیز جو مکان ابھی فروخت نہیں ہوئے ہیں کیا ان کی بازاری قیمت کے اعتبار سے انمیں بھی زکاۃ فی الفور واجب ہوگی یا فروخت ہونے کے بعد؟ برائے کرم ذرا تفصیل سے جواب دیں؟

المستفتي: محمد زبیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ نے ۲۰۰۲ء میں فلیٹ تعمیر کرانے کی غرض سے جوز میں دس لاکھ میں خریدی ہے ۲۰۰۵ءتک ہر سال سال پورا ہونے کے وقت کی یقینی قیمت کی زکوٰۃ آپ پر واجب ہے قیمت خرید (دس لاکھ) ہی کی زکوٰۃ آپ پر واجب نہیں بلکہ اگر قیمت کچھ بڑھ گئی تھی تو اسی کے حساب سے زکاۃ واجب ہے اور اگر قیمت گھٹ گئی تھی تو اس کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہے، اور ۲۰۰۶ء سے ادءاز کوٰۃ کی شکل یہ ہے کہ سال پورا ہونے کے وقت اس زمین پر جتنے مکانات تعمیر ہو چکے تھے، چاہے وہ مکمل ہوں یا نامکمل زمین اور مکان سب کی اسی وقت کی مالیتی یقینی قیمت لگا کر زکوٰۃ نکالنی ضروری ہے، یہ حکم ان مکانات کا ہے جو اس وقت تک فروخت نہیں ہوئے ہیں، بلکہ آپ کی ملکیت میں تھے، اور جو مکان فروخت ہو چکے تھے، ان کے وصول شدہ پیسوں پر زکوٰۃ واجب ہے، اسی طرح جو مکان قسطوں پر فروخت ہوئے تھے، ان کی جتنی قسطیں آچکی تھیں اس کی زکوٰۃ نکالنی ضروری ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۷/ ۳۶۵، ۳۷۰، جدید زکریا ۷/ ۱۵۸، ۱۶۰)

ویشترط فی عروض التجارة أن تکون قیمتها نصاباً کاملاً فی ابتداء الحول وانتهائه ولا عبرة لنقصان فیما بین ذلک. (تاتار خانیه، کتاب الزکاة الفصل الثالث زکاة عروض التجارة، کوئٹه ۲/ ۲٤۰، زکریا دیوبند ۳/ ۱٦۸، رقم: ٤۰۱۱)

أوفی عرض تجارة قیمته نصاب –إلیٰ– مقوما بأحدهما إن استویا فلو أحدهما أروج تعین التقویم به. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال کراچی

۲/۲۹۸، زکریا۳/۲۲۸، ۲۲۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۶۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۶/۲۳ھ

فلیٹ اور بلڈنگ کے خریداروں کی پیشگی رقم پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارا بلڈنگ بنا کر فروخت کرنے کا کاروبار ہے، اس میں زکوٰۃ کے سلسلے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں، زکوٰۃ نکالنے کا کوئی آسان طریقہ دریافت کرنا ہے، تاکہ اس طریقے کے مطابق زکوٰۃ کا حساب لگانے میں آسانی ہوجائے، دشواریاں لاحق نہ ہوں، ہمارے کاروبار کے سلسلے میں جن سوالات کے جوابات مطلوب ہیں، وہ بالترتیب تحریر کئے جاتے ہیں!

(۱) زید نے بلڈنگ بنانے کیلئے زمین خریدی اور زمین خرید کر B.M.C. سے پلان پاس کروا کر فلیٹ کی بکنگ شروع کردی، ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے صرف پلان پر بکنگ کردی ہے، تو یہ بکنگ جائز ہے یا نہیں؟ اور بکنگ میں جو رقم آئی ہوئی ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ بلڈنگ کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا ہے ڈھانچہ کھڑا ہوگیا ہے اور ۷۵/فیصد بلڈنگ کی تعمیر ہوگئی اور ۹۰/فیصد فلیٹ کی بکنگ ہوگئی ہے اور اس میں بعض لوگوں نے پورے پیسے ادا کردئے ہیں، اور بعض لوگوں نے ۵۰/فیصد رقم ادا کی ہے، اور بعض لوگوں نے کچھ بھی رقم ادا نہیں کی ہے، اور بسا اوقات فلیٹ کینسل ہوتے ہیں، تو ان کی رقم واپس کرنی پڑتی ہے، اور ان ہی کی رقموں سے بلڈنگ کا کام ہوتا ہے، اب اگر ایک سال پورا ہوجائے تو اس ادھورے کام میں زکوٰۃ کس طرح ادا کیجائے، کیونکہ ابھی اس میں بلڈنگ کا اور کام باقی ہے، جس کو مکمل کرنے میں ۷/یا ۸/مہینے لگ جاتے ہیں، اس میں نفع کا بھی کوئی

اندازہ نہیں کہ کتنا نفع ہوگا، نفع کا اندازہ لگانا مشکل ہے، پورے نفع کا بھی کوئی اندازہ اس وقت ہوگا، جب تمام لوگوں کو فلیٹ کا قبضہ دیدیا جائے تو ابھی ایک سال پورا ہونے پر ناتمام تعمیر کے نفع کا اندازہ کیسے لگایا جائیگا اور زکوٰۃ کس حساب سے نکالی جائے۔

المستفتی: مولانا آصف، پالنپوری، روم نمبر ۳
حاجی چال پٹھان واڑی، ستی مارگ، بمبئی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) زکوٰۃ کے وجوب کیلئے ملکیت تامہ لازم اور شرط ہے، اگر ملکیت تامہ حاصل نہیں ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی، اور ملکیت تامہ کیلئے دو چیزیں لازم ہیں، (۱) قبضہ۔ (۲) ملکیت۔ لہٰذا اگر ان دونوں میں سے ایک بھی موجود نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، مثلاً ملکیت ہے مگر قبضہ نہیں یا قبضہ ہے لیکن ملکیت نہیں تو زکوٰۃ واجب نہیں، لہٰذا سوالنامہ میں درج کردہ شکل میں خریداروں کی پیشگی رقم جو حاصل ہوئی ہے، اس پر اس وقت تک ملکیت تامہ حاصل نہیں ہوتی جب تک فلیٹ تیار کر کے خریداروں کو قبضہ نہ دیدیا جائے، لہٰذا خریداروں کو فلیٹ پر قبضہ دینے سے پہلے پہلے اس کی زمین اور مالیت کی زکوٰۃ بلڈروں پر لازم ہے، جب بلڈروں نے فلیٹ کی زمین اور مالیت کی زکوٰۃ خریداروں کو قبضہ دینے سے پہلے پہلے ادا کردی ہے تو خریداروں کی طرف سے جو پیشگی رقم ملی ہوئی ہے، اس کی زکوٰۃ بلڈروں پر لازم نہیں ہے اس لئے کہ پیشگی رقم کے مقابلہ میں فلیٹ کی جو مالیت بیٹھتی ہے اس کی زکوٰۃ بلڈروں نے ادا کردی ہے، اور اگر بلڈر پیشگی قبضہ کی ہوئی رقم کی زکوٰۃ ادا کردیں گے، تو فلیٹ کی زمین اور مالیت میں سے اتنی کی زکوٰۃ ادا کرنا بلڈروں پر لازم نہ ہوگا۔

ومنها الملك التام هو ما اجتمع فيه الملك واليد (إلیٰ قوله) وجد اليد دون الملك كملك المكاتب والمديون لاتجب فيه الزكاة. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ۱/ ۱۷۲، جديد ۱/ ۲۳۳)

(۲) دوسرے سوال کا جواب بھی پہلے سوال کے جواب میں آچکا ہے کہ ایسے ناتمام

اور نامکمل فلیٹ کی زکوٰۃ بلڈروں پر لازم ہے اور جو پیسہ پیشگی آیا ہو اس کی زکوٰۃ بلڈروں پر لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر الف: ۳۷/۸۷۶۶)

تجارتی پلاٹ اور اموال تجارت میں کس طرح پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سامان تجارت جو تاجر کے قبضہ میں ہے ادائیگی زکوٰۃ کے دن اس کی مالیت کا تعین کس نرخ سے کیا جائے، اپنی لاگت کے حساب سے کریں یا اس دن کی قوت خرید کا اعتبار کیا جائے؟ پھر یہ کہ تھوک کے بھاؤ کا اعتبار ہوگا، یا پھٹکر فروختگی کا اعتبار ہوگا؟

جو لوگ آراضی کی خرید وفروخت کو ایک تجارتی کاروبار کے طور پر کرتے ہیں، سال پورا ہونے پر نقد رقم کے علاوہ جو آراضی انکی ملکیت میں ہیں، وہ آراضی بھی اموال زکوٰۃ میں شمار ہوں گی؟ اور ان پر زکوٰۃ کا وجوب قیمت خرید کے اعتبار سے ہوگا، یا متوقع قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا؟

المستفتي: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اموال زکوٰۃ میں اداء زکوٰۃ کیلئے چار قسم کے نرخ سامنے آتے ہیں۔

(۱) حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جس دن سال ختم ہونیکی وجہ سے زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوا ہے، اگر اسی روز زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے، اور پھر بھاؤ میں گھٹاؤ بڑھاؤ ہو جائے تو حولان حول کے دن جو بھاؤ عمومی طور پر پایا جاتا تھا اسی بھاؤ کا اعتبار کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

عند أبي حنيفةؒ في الزيادة والنقصان جميعاً يؤدي قيمتها يوم الحول. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل التصرف في مال الزكاة، زكريا ديوبند ۲/ ۱۱۵، كراچي قديم ۲/ ۲۳، هنديه، كتاب الزكاة، الباب الثالث، الفصل الثاني في العروض زكريا ديوبند ۱/ ۱۸۰ جديد ۱/ ۲٤۱)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حولان حول کے بعد اگر زکوٰۃ ادانہیں کی ہے، اور مال کے بھاؤ میں گھٹاؤ بڑھاؤ ہوجائے، تو جب بھی ادا کریگا حولان حول کے دن کے بھاؤ کا اعتبار کرکے ادا کریگا۔

(۲) حضرت امام ابو یوسفؒ ومحمدؒ کے نزدیک اگر یوم الحول میں زکوٰۃ ادانہیں کی ہے تو وقت گذر جانے کے بعد جس دن بھی اسکی زکوٰۃ ادا کی جائیگی، اسی دن کی قوت خرید کے نرخ کا اعتبار کرکے زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، لہذا اگر بھاؤ گھٹ جائے تو گھٹے ہوئے کی قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کیجائے گی، اور اگر بڑھ جائے تو بڑھے ہوئے کی قیمت لگا کر ادا کرنا لازم ہوگا۔

وعندهما في الفصلين جميعاً يؤدي قيمتها يوم الأداء في النقصان (إلىٰ قوله) وفي الزيادة الخ. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل التصرف في مال الزكاة، زكريا ديوبند ۲/ ۱۱۵، كراچي قديم ۲/ ۲۳)

ترجمہ: اور حضرات صاحبین کے نزدیک عین شيئ میں سے ادا کرے دونوں صورتوں میں یوم الأداء کے نرخ کا اعتبار ہے چاہے مال کی قیمت کم ہوگئی ہو یا زیادہ۔

(۳) متوقع قیمت فروخت کا اعتبار کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کی جائے لیکن یہ ایک امر متردد فیہ ہے، اور زکوٰۃ مال متعین اور مال یقینی اور ملکیت یقینیہ پر ہی واجب ہوا کرتی ہے

اسلئے متوقع نرخ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

(۴) رأس المال اور لاگت کی قیمت کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے یہ ایک امر یقینی اور متعین ہے، اگر اس کا اعتبار کیا جائے، تو ملکیت تامہ اور ملکیت لازمہ پر زکوٰۃ ادا کرنا پایا جاتا ہے، اور شریعت اسلامی نے ملکیت لازمہ پر زکوٰۃ واجب کی ہے، ملکیت متردد فیہ پر زکوٰۃ واجب نہیں کی ہے، اس وجہ سے اس شکل کا اعتبار کرنے میں اگرچہ عبارات فقہیہ زیادہ ساتھ نہیں دیتی ہیں لیکن وجوب زکوٰۃ کی اصل علت اور بنیاد پر غور کرنے سے اس شکل کی قوت نظر آتی ہے، اسلئے اس صورت کو اگر جائز کہا جائے، تو گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور کتب فقہ کی عبارات اول الذکر دونوں شکلوں کی مؤید ہیں، لہٰذا حاصل یہ نکلے گا کہ تیسری شکل کے جواز کے دائرے میں آنے کیلئے کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور چوتھی شکل اصل و بنیاد وعلت کے لحاظ سے جواز کے دائرے میں آسکتی ہے، اور اول و دوم کیلئے کتب فقہ کی صریح عبارات موجود ہیں، اسلئے ان تینوں شکلوں میں سے کسی بھی ایک کو معمول بہ بنایا جاسکتا ہے، مگر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق یوم الحول کے نرخ کا اعتبار کرنا راجح معلوم ہوتا ہے، اور تجارتی پلاٹ پر بھی مذکورہ تفصیل اور احکام لاگو ہوں گے، اور تھوک اور پھٹکر فروخت ہونیوالے اموال میں اداء زکوٰۃ میں حسب مناسب قیمت کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر تھوک بھاؤ میں فروخت ہونے والے اموال ہیں تو تھوک بھاؤ کی قیمت کا اعتبار ہوگا، اور اگر پھٹکر میں فروخت ہونے والے اموال ہیں تو پھٹکر بھاؤ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اللہ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۴۸)

تجارتی پلاٹ کی زکوٰۃ کس وقت کی قیمت کے اعتبار سے ہوگی؟

سوال: [۴۲۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تجارتی

پلاٹ اور زمین پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں، اگر زکوۃ واجب ہے تو کس دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائیگا۔ مفصل بیان فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :جو پلاٹ یا زمین بیچنے کی نیت سے خریدے گئے تو ان کی موجودہ قیمت (وقت اداء) کا اعتبار ہوگا، اسی قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی ۔(مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۹۵، محمودیہ ڈابھیل ۹/ ۴۱۴، میرٹھ ۱۴/ ۱۳۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵/ ۱۰۷، ایضاح النوادر/ ۴۲، ۴۱، ایضاح المسائل/ ۱۰۶، کتاب المسائل ۲/ ۲۱۷)

عن ابن جريج قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته .

(مصنف عبد الرزاق ، الزكاة ، باب الزكاة من العروض ، المجلس العلمي ٤/ ٩٨، رقم: ٧١٠٥)

عن الحسن ، في رجل اشترىٰ متاعاً فحلت فيه الزكاة ؟ فقال : يزكيه بقيمته يوم حلت. (المصنف لابن أبي شيبه ، الزكاة ، ماقالوا ، في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول ، مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/ ٥٢٦، رقم: ١٠٥٥٩)

وجاز دفع القيمة في الزكاة وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الأداء ويقوم في البلد الذي المال فيه (في الشامية) وفي المحيط يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح. (شامي، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم زكريا ٣/ ٢١١، كراچی ٢/ ٢٨٦، ٢٨٥)

لأن الوجوب الأصلي عندهما هو ربع عشر العين وإنما له ولاية النقل إلى القمية يوم الأداء فيعتبر قيمتهايوم الأداء والصحيح أن هذا مذهب جميع أصحابنا. (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة ،صفة الواجب في اموال التجارة زكريا ٢/ ١١١)

وعندهما في الفصلين جميعا يؤدى قيمتها يوم الأداء في النقصان (إلىٰ قوله) وفي الزيادة . (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة، التصرف في مال الزكاة زكريا ٢/ ١١٥، كراچی ٢/ ٢٣)

الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابامن الذهب والورق . (هنديه ، كتاب الزكاة ، الباب الثالث الفصل الثاني في العروض زكريا ١/ ١٧٩،جديد ١/ ٢٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۵۲)

پٹرول کی زکوٰۃ وخمس کی شرعی حیثیت

سوال: [۴۲۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موجودہ زمانے میں پٹرول ایک بہت قیمتی شیٔ ہوگئی ہے پٹرول کے ذخائر رکھنے والے ممالک دنیا کے افق پر چھائے ہوئے ہیں، اور یہ ایسی بیش بہا دولت بن گئی ہے کہ دینا کے کسی ملک کو اس سے استغنا نہیں ہے، مزید یہ کہ جن ممالک میں پٹرول کے کنوئیں ہیں، ان کے یہاں مال وزر کی ریل پیل لگ گئی ہے، اس لئے ہم مسلمان شریعت کی نگاہ سے اپنے مال کی زکوٰۃ فقراء، غرباء، مساکین وغیرہ کو دیتے ہیں اور شریعت نے ہر مال میں زکوٰۃ مقرر کی ہے، لہذا پٹرول بھی چونکہ معدنی اشیاء ذخائر میں شمار ہوتا ہے، لہذا مساکین وغیرہ کو دیتے ہیں اور شریعت نے ہر مال میں زکوٰۃ مقرر کی ہے، لہذا اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا خمس، صورت مسئلہ میں پٹرول کو فرضی ملکیت قرار دیا جائے، یا قومی ملکیت اور اس کی زکوٰۃ یا خمس کی وصولی کون کرے گا، حکومت وقت یا مسلمانوں کی کوئی کمپنی؟ کیوں کہ منشاء سوال یہ ہے کہ کیا حکومت کو قانونی واعتباری شخص مانتے ہوئے اس سے پٹرول کی زکوٰۃ وصول کی جاسکتی ہے؟ بایں سبب کہ اس وقت عالم عرب میں بہت سے علماء حضرات حکومت سے پٹرول پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا مطالبہ کررہے ہیں، کیوں کہ حکومت کے بجٹ میں بعض مصارف زکوٰۃ جیسے محتاج مسافر کی مدد، اور نومسلم کی مدد، کے لئے رقم مختص نہیں ہوتی ہے، جبکہ بعض دیگر علماء حضرات حکومت سے پٹرول پر خمس یا زکوٰۃ لینے کو

غلط سمجھتے ہیں، کیوں کہ پورے پٹرول پر بیت المال کی ملکیت ہے اور زکوٰۃ کے طور پر بعض مال کو حکومت کے نکال دینے کے بعد اسی فیصد میں حکومت اپنے آپ کو آزاد سمجھ لے گی، جس سے بیت المال کے غلط استعمال کا خدشہ ہے۔

امید ہے کہ آنجناب مسئلہ مذکورہ کا کافی شافی جواب دلائل کیساتھ تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

نوٹ: آنجناب کا جواب دلائل کے ساتھ ایک کتاب میں جو اسی موضوع پر شائع ہونے والی ہے ذکر کیا جائے گا۔

المستفتي: عطاء اللہ شاہ بخاری، جامع مسجد، مونگیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پٹرول کے بارے میں کئی روز تک غور وخوض کیا گیا تمام فقہاء احناف کی جزئیات اور عبارات اس سلسلے میں حتمی طور پر ایک ہی طرح ہیں کہ پٹرول پر خمس واجب نہیں ہے، ہاں البتہ اس کی تجارت کی صورت میں زکاۃ کی شرائط کے مطابق زکاۃ نکالی جائیگی، اب رہی وہ حکومتیں جن کے دائرے مملکت میں پٹرول کا خزانہ نکلتا ہے، جیسے سعودی مملکت اور کویت حکومت وغیرہ جن میں پٹرول کے خزانہ کے خزانہ نکل رہے ہیں، اور وہ حکومتیں دیگر ممالک میں پٹرول اور ڈیژل وغیرہ کی تجارت کرتی ہیں ان کی تجارت کے اعتبار سے ڈھائی فیصد اس کی زکوٰۃ نکال کر کے اپنے مملکت کے مصرف زکاۃ پر خرچ کرنا ان پر لازم ہوگا، اور شرعی بیت المال کی چاروں قسموں میں سے ایک قسم بیت المال فقراء ہوتا ہے، جس میں زکاۃ وغیرہ جمع ہوتی ہے، اسی بیت المال اور اسی فنڈ میں اس کو اکٹھا کرنا چاہئے، پھر وہاں سے زکاۃ کے مصرف پر خرچ کرنا چاہئے، اور اپنے اکابر میں سے فقیہ الامت حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے جو لکھا ہے، اس کا بھی حاصل یہی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/ ۳۵۸، میرٹھ ۱۴/ ۶۸)

ہاں البتہ امام احمد بن حنبل کے بارے میں امام بدرالدین عینیؒ نے شرح بخاری

میں یہ نقل فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک پٹرول میں بھی خمس واجب ہے، اور علامہ عینیؒ کی عبارت آگے نقل کی جارہی ہے، لیکن مسلک حنبلی کے اہم فقیہ ابن قدامہؒ نے المغنی میں یہ نقل فرمایا ہے کہ ان سب چیزوں میں فوری طور پر مقدار زکوٰۃ واجب ہے یعنی ربع عشر ڈھائی فیصد واجب ہے، ابن قدامہؒ کی عبارت بھی ذیل کی عبارتوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، تو حاصل یہ نکلا کہ حنفیہؒ کے نزدیک تجارت کی صورت میں زکوۃ کے اصول کے مطابق پٹرول کی زکاۃ نکالی جائیگی، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اور حنابلہ کے نزدیک بعض عبارات سے وجوب خمس کی بات معلوم ہوتی ہے، اور بعض عبارات سے فوری طور پر وجوب زکوۃ کی بات معلوم ہوتی ہے، اور پٹرول کے ذخیرے جن ممالک میں ہیں، وہ حکومتیں چوں کہ حنبلی مسلک کی ہیں، اس لئے فوری طور پر خمس یا ربع عشر نکالنے کے بعد بقیہ ذخیرہ کی جب تجارت ہوجائے تو تجارت کے اصول کے مطابق سالانہ اس کی زکوۃ بھی نکالی جائے، اب عربی عبارتیں ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

وذكر حميد بن زنجويه النسائي في كتاب الأموال عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه أنه جعل المعدن ركازاً وأوجب فيه الخمس ومثله عن الزهري وروى البيهقي من حديث مكحول أن عمر بن الخطابؓ ... جعل المعدن بمنزلة الركاز فيه الخمس، فافهم، الوجه الرابع في المعدن وهو أنواع ثلاثة مايذوب بالنار –إلى– ومايكون مائعاً كالقار والنفط والملح المائي ونحوها، فالوجوب يختص بالنوع الأول دون النوعين الأخيرين عندنا وأوجب أحمد في الجميع ومالك والشافعي في الذهب والفضة خاصةً وعموم الحديث حجة عليه. (عمدة القاري بيروت، كتاب الزكاة، باب في الزكاة الخمس تحت رقم /١٤٩٩، ٩/١٠٣، زكريا٦/٥٦٧)

أحدها في صفة المعدن الذي يتعلق به وجوب الزكاة وهو كل ماخرج من الأرض مما يخلق فيها من غيرها مماله قيمة كالذي ذكره

الخرقی ونحوه من الحدید –إلی– وکذلک المعادن الجاریة کالقار والنفط والکبریت ونحوذلک – إلی– الفصل الثاني فی قدر الواجب وصفته وقدر الواجب فیه ربع العشر وصفته أنه زکاة وهذا قول عمر بن العزیز ومالک. (المغنی ۲/ ۳۳۰، ۳۳۱)

اعلم أن المستخرج من المعادن أنواع ثلاثة منهاجامد یذوب وینطبع کالذهب والفضة والحدیدوالرصاص والنحاس –إلی– ومنها مائع لایجمد کالماء والزئبق والنفط –إلیٰ– وکذلک الذائب الذی لایتجمد أصلا فلا شیئی فیه لأن أصله الماء والناس شرکاء فیه شرعاً قال صلی الله علیه وسلم الناس شرکاء فی ثلاث فی الماء والکلأ والنار فمایکون فی معنی الماء وهو أنه یفور من عینه ولا یستخرج بالعلاج ولا یتجمد کان ملحقاً بالماء فلا شيء فیه . (المبسوط،کتاب الزکاة، باب المعادن وغیرها ، دارالکتب العلمیة ۲ /۲۱۱، ۲۱۲)

وأما المائع کالقیر والنفط فلاشیئی فیه ویکون للواجد لأنه ماء وإنه مما لایقصد بالاستیلاء فلم یکن فی ید الکفار حتی یکون من الغنائم فلایجب فیه الخمس . (بدائع الصنائع ،کتاب الزکاة ، زکاة المعادن زکریا۲/۱۹۴)

فاعلم أن المستخرج من المعدن ثلاثة أنواع –إلی– (الثالث) مالیس بجامد کالماء والقیر والنفط ولایجب الخمس إلا فی النوع الأول .

(فتح القدیر، کتاب الزکاة، باب المعادن والرکاز اشرفیه ۲/ ۲۳۹، کراچی ۲/ ۱۷۹)

والنوع الثاني ماکان مائعاً کالقار والنفط ولاشئی فیه لأنه مائع بمنزلة الماء . (الکفایه، کتاب الزکاة، باب المعادن والرکاز۲/ ۱۷۹، کراچی مع الفتح)

اعلم أن المستخرج من المعدن ثلاثة أنواع –إلی– ومالیس بجامد کالماء والقیر والنفط ولایجب الخمس إلا فی النوع الأول . (طحطاوی علی

الدر، کتاب الزکاة، باب الرکاز کراچی ۱/۴۱۵)

وثالثها مائع لا يتجمد كالماء والقير والنفط ولايجب الخمس إلا في النوع الأول . (تبيين الحقائق كتاب الركاز، باب الركاز، زكريا ۲/۲۳٤)

ولاشيئى فى عين القير والنفط والملح سواء كان فى أرض عشر أو خراجٍ. (الفتاویٰ التاتارخانية، کتاب الزکاة، المعادن والرکاز، الکنوز ۳/۳٤۷، رقم: ٤٥۳٥)

ولافى عين قير أي زفت ونفط دهن يعلو الماء مطلقاً أي في أرض خراجٍ أو عشر . (شامی، کتاب الزکاة، باب العشر کراچی ۲/۳۳۱، زکریا ۳/۲۷۳)

وأما المائع كالقير والنفط وماليس بمنطبع ولا مائع كالنورة والجص والجواهر فلاشيئى فيها وكلها لواجدها . (الموسوعة الفقهيه ۳۸/۱۹٤)

وأما المائع كالقير والنفط –إلى– فلا شيئى فيها. (هنديه، کتاب الزکاة، الباب الخامس فى المعادن والرکاز زکریا ۱/۱۸۵، جدید ۱/۲٤٦)

والمائع ماكان كالقار –الزفت– والنفط ،زيت البترول الغاز ونحوهما – إلىٰ– وأما المائع القار والنفط الملح فلاشيئى فيه أصلاً . (الفقه على المذاهب الأربعة ۱/۶۱۲، ۶۱۳)

والمعادن ثلاثة أنواع –إلىٰ– مائع ليس بجامد كالقار (الزفت) والنفط (البترول) ولايجب الخمس إلا فى النوع الاؤل. (الفقه الإسلامی، الهدی انٹر نیشنل دیو بند، زکاة المعادن والرکاز، الهدیٰ انٹر نیشیل دیوبند ۲/۶۹۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۳۹)

تجارتی زمین کی زکوٰۃ

سوال: [۴۲۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

قاضی انصار حسین صاحب نے دو قطعہ زمین اس غرض سے خریدی تھی کہ ایک قطعہ پر مکان بنائیں گے اور دوسرے قطعہ کو قیمت بڑھنے کے بعد فروخت کر کے اس کا پیسہ تعمیر میں لگادیں گے کچھ عرصہ بعد اس زمین کو فروخت کردیا گیا جس کو فروختگی کی نیت سے خریدا تھا، اور وہ زمین ابھی باقی ہے جس کو مکان بنانے کی نیت سے خریدا تھا اب ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ دوسرے قطعہ پر مکان بنانے کا ارادہ نہیں اور اب اس کو بھی فروخت کرنے کا ارادہ ہوگیا ہے، اب مسئلہ شرعی یہ معلوم کرنا ہے کہ موجودہ زمین جس کو مکان بنانے کیلئے خریدا گیا تھا اسے فروخت کرنے سے پہلے اس پر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی دوسری بات یہ بھی معلوم کرنی ہے، کہ جو زمین فروختگی کے لئے خریدی گئی تھی اس کو خریداری کے تقریباً پانچ چھ سال بعد فروخت کردیا گیا تھا، مگر ان پانچ چھ سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی تھی ، سوال یہ ہے کہ ان پانچ چھ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی لازم ہے یانہیں؟ اور کس ویلیو سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی ، اور فروختگی کے بعد جو پیسہ آیا تھا اس کی بھی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی اس کی زکوٰۃ کیسے ادا کی جائیگی؟ جو بھی طریقہ ہو اس کو شریعت کی روشنی میں بیان فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتي: قاضی عبدالماجد،شوکت باغ،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں دوقطعہ زمین کا ذکر ہے ان میں سے جو زمین مکان بنانے کیلئے خریدی گئی تھی اور بعد میں ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ اب اس زمین پر مکان بنانے کا ارادہ نہیں ہے، بلکہ اس کو فروخت کرنے کا ارادہ ہے تو اس زمین کی قیمت پر اس وقت تک زکوٰۃ لازم نہیں ہے ، جب تک کہ اس کو فروخت کر کے پیسہ کی شکل میں اس کی قیمت ملکیت میں نہ آجائے ، اب رہی دوسری زمین جس کو قیمت بڑھنے پر فروخت کرنے کے ارادہ سے خریدا تھا، تو اس زمین کی ہرسال زکوۃ ادا کرنا لازم تھا، اور جن پانچ چھ سالوں کی زکاۃ ادا نہیں کی گئی تھی ان

سالوں کی قیمت معلوم کرکے زکوۃ نکالنا لازم ہے، اگر عام لوگوں سے ان سالوں کی قیمت معلوم نہ ہو سکے تو متعلقہ سرکاری محکمہ سے ان سالوں کی قیمت معلوم ہو جائیگی ، اسے معلوم کرکے زکوۃ نکالنا ضروری ہے، اور زمین کو فروخت کرنے کے بعد جو پیسہ قبضہ میں آیا ہے، اس پیسہ کی زکوۃ ہزار میں سے پچیس روپیہ اور ایک لاکھ میں ڈھائی ہزار روپیہ کے حساب سے نکالنا لازم ہے، اگر کئی سالوں کی زکوۃ ادا نہیں کی گئی ہے، تو ہر سال ڈھائی فیصد کے حساب سے نکالنے کے بعد دوسرے سال پچھلے سال کے ڈھائی فیصد کم کرکے بقیہ میں سے ڈھائی فیصد نکالے جائیں۔

عن نافع، عن ابن عمرؓ قال: ليس في العروض زكاة ، إلا ما كان للتجارة. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ، كتاب الزكاة ، باب زكاة التجارة ، دارالفكر ٦/ ٦٤، رقم: ٧٦٩٨، المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الزكاة، ماقالوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول ،مؤسسه علوم القرآن جديد٦/ ٥٢٦، رقم: ١٠٥٦٠)

عن أبي عمر و بن حماس ، عن أبيه ، قال : كنت أبيع الأدم و الجعاب ، فمر بي عمربن الخطاب ، فقال لي: أد صدقة مالک ، فقلت ياأمير المؤمنين إنما هو في الأدم ، قال: قومه ثم أخرج صدقته . (سنن الدار قطني ، الزكاة، باب تعجيل الصدقة ، قبل الحول ،دارالكتب العلميه بيروت٢/ ١٠٩، رقم: ١٩٩٩)

ولو نوىٰ التجارة بعد العقد أو اشترىٰ شيئاً للقنية ناوياً أنه إن وجد ربحا باعه لا زكاة عليه (تحته في الشامية) ولو نوى الخ محترز قوله وشرط مقارنتها لعقد التجارة. (الدر مع الرد، كتاب الزكاة، قبيل باب السوائم زكريا ديوبند٣/ ١٩٥، كراچی ٢/ ٢٧٤)

وتشترط نية التجارة في العروض ولا بد أن تكون مقارنة للتجارة فلو اشترىٰ شيئاً لنفسه ناوياً أنه إن وجد ربحاًباعه،لا زكاة عليه. (الاشباه والنظائر قديم /٣٨، زكريا/ ٧٩)

الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق أوالذهب .... ويشترط نية التجارة وفي هامش الهداية أي حالة الشراء أما إذا كانت النية بعد الملك فلا بد من اقتران عمل التجارة بنية لأن مجرد النية لايعمل . (هدايه، كتاب الزكاة، فصل في العروض اشرفيه ديوبند ۱/ ۱۷۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۸۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱/ ۱۴۳۳ھ

پیشگی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور اس کے بھائی بہنوں کو والد کے ورثہ میں ایک پلاٹ ملا، پلاٹ کو بیچنے کے لئے ایک شخص (عمر) سے بات ہوگئی، قیمت طے ہوگئی عمر کو کچھ کاغذات بنانا ہے، اس دوران عمر نے کچھ رقم پیشگی ادا کی، زید کو بھی پیشگی رقم ملی، اور زید کا معمول ۱/ رمضان کو زکاۃ کا حساب کرنیکا ہے، تقریباً دو ماہ قبل پیشگی رقم ملی، کیا زید کو پیشگی رقم پر بھی زکاۃ ادا کرنی ہوگی؟ تشفی بخش جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

المستفتي: محمد افتخار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو پیشگی رقم ادا کی گئی ہے وہ رقم اگر بیعانہ اور معاہدۂ بیع کے طور پر ہے تو اس کی زکوۃ ادا کرنا زید پر لازم نہیں اس لئے کہ بیع تام نہیں ہوئی اور یہ رقم بطور امانت کے ہے، اگر خریداری کی بات ختم ہوجاتی ہے، تو اس رقم کی واپسی شرعاً لازم ہے، اور اگر پیشگی دی گئی رقم بیعانہ اور معاہدۂ بیع کے طور پر نہیں ہے بلکہ عقد بیع مکمل ہونے کے بعد

قیمت کا ایک حصہ دیا گیا ہے تو اس کی زکوۃ ادا کرنا لازم ہے۔

وأما المستفاد في أثناء الحول فيضم إلى مجانسه ويزكي بتمام الحول الأصلي. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، دارالكتاب ديوبند/ ۷۱۵، هنديه، كتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ۱/ ۱۷۵، جديد ۱/ ۲۳۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ر شوال ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۲۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/ ۱۰/ ۱۴۳۴ھ

بیعانہ کی رقم ادا کرنے کے بعد ما بقیہ رقم پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اپنی زکوٰۃ ہر سال رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں نکالتا ہے، زید نے رجب کے شروع میں ایک مکان خریدا بیعانہ کے طور پر کچھ رقم رجب میں دیدی باقی رقم عید الفطر کے بعد دینے کا وعدہ کرلیا معلوم یہ کرنا ہے کہ زید جب رمضان کے شروع میں زکوٰۃ ادا کرے گا تو کیا اس رقم کی بھی زکوٰۃ دے گا جس کا مکان کے خریدنے پر عید الفطر کے بعد ادائیگی کا وعدہ کیا ہے، یا مکان کے خریدنے کی رقم الگ نکال کر تب بقیہ رقم کی زکوٰۃ نکالے شرعاً کیا حکم ہے؟ جواب دیں؟

المستفتي: عبدالرشید قاسمی، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید نے بیعانہ کے طور پر جو رقم ادا کردی ہے، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، لیکن باقی رقم جو اس نے عید الفطر کے بعد دینے کا وعدہ کیا ہے، وہ زید ہی کی ملکیت میں ہے، اسلئے اس رقم کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی ہوگی، جبکہ مکان پر قبضہ نہ کیا

ہو۔(مستفاد انوار مناسک/۱۶۰)

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكي ذلك الباقي ، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل . (شامي، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً ، كراچی ۲/ ۲٦۲، زكريا۳/ ۱۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/۱۰/۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۱۰/۱۴۲۷ھ

تجارتی زمین پر ہر سال ادائیگی زکوٰۃ کے وقت کی قیمت معتبر ہے

سوال: [۴۲۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زمین بغرض تجارت خریدی ہو بلڈنگ تعمیر کرنے کے لئے ایسی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کب واجب ہوگی یعنی جب سے زمین خریدی ہو یا بلڈنگ بنانے کے بعد فروخت کی ہو یا صرف ہوئے منافع پر زکوٰۃ دینی واجب ہوگی؟

المستفتي: عبدالرحمٰن، پرنس روڈ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہی کاروبار ہے تو پورے سرمایہ کی زکوٰۃ ہر سال جس وقت ادا کی جاتی ہے اسی وقت سے قیمت لگا کر اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، اگر یہ پہلا سرمایہ ہے تو خریداری پر سال گذرنے کے بعد اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا۔

عن سمرة بن جندب ؓ قال : أمابعد! فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع. (سنن أبی داؤد، كتاب الزكاة، باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها من زكاة ، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۸، دارالسلام رقم: ۱۵٦۲)

عن ابن عمرؓ قال: لیس فی العروض زکاة إلا ما کان للتجارة. (السنن الکبریٰ للبیهقی ، کتاب الزکاة، باب زکاة التجارة ،دارالفکر ٦/٦٤، رقم: ٧٦٩٨)

عن عائشةؓ قالت: سمعت رسول الله ﷺ یقول: لازکاة في مالٍ حتی یحول علیه الحول . (سنن ابن ماجه ، کتاب الزکاة، باب من استفادمالاً، النسخةالهندیة ١/١٢٨، دارالسلام رقم:١٧٩٢)

عن الحسن ، في رجل اشتریٰ متاعاً فحلت فیه الزکاة؟ فقال: یزکیه بقیمته یوم حلت . (المصنف لابن أبي شیبة ، کتاب الزکاة، ماقالوا فی المتاع یکون عندالرجل یحول علیه الحول ،مؤسسه علوم القرآن جدید٦/٥٢٦، رقم: ١٠٥٥٩)

وتشترط نیة التجارة فی العروض الخ. (الأشباه قدیم /٣٨،زکریا/٧٩)

لازکوٰة فی مال حتی یحول علیه الحول الخ. (هدایه ، کتاب الزکاة، اشرفیه دیو بند١/ ١٨٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ر شعبان ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۶/ ۲۳۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۸/۳ھ

وکیل بالشراء کے پاس پھنسے ہوئے روپیوں پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے بلڈر کو دولاکھ روپئے مکان خریدنے کیلئے دیئے لیکن بلڈر نے چارسال کے بعد کسی وجہ سے مکان میرے حوالہ کیا تو دریافت یہ کرنا ہے کہ ان چار سالوں میں ان دولاکھ روپیوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں ؟ اور اگر بلڈر یہ مکان نہ دے بلکہ میرا روپیہ ہی واپس کردے تو ان روپیوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ واضح ہو کہ یہ مکان بغرض تجارت خریدا تھا رہائش کیلئے نہیں؟ جواب سے نوازیں،عنایت ہوگی ؟

المستفتي: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ کی عبارت سے اصل حقیقت واضح نہیں ہو پائی ہے اگر سوال کا مطلب یہی ہے کہ آپ نے بلڈر کو اسی مکان کوخریدنے کیلئے روپیہ دیا ہے، جو مکان بلڈر نے چار سال بعد آپ کے حوالے کیا تھا، اور یہ مکان آپ نے تجارت کیلئے ہی خریدا ہے، تو ایسی صورت میں بلڈر نے چار سال پہلے آپ سے جو دولاکھ روپئے لے لئے وہ آپکی ملکیت سے خارج ہو گئے اب تجارتی مکان آپکی ملکیت میں چار سال بعد آیا ہے، تو اگر آپ کا روپیہ یا مکان آپ کو ملنے میں کوئی تردد نہیں تھا، بلکہ یقینی تھا کہ مثلاً مکان آپکو ملنا ہی ملنا ہے لیکن آپ نے رعایۃً ان کے پاس چھوڑے رکھا یا اس کو کرایہ پر دے رکھا تھا، اور جب آپ چاہتے تو اپنا روپیہ یا مکان اپنے قبضہ میں لے سکتے تھے، تو ایسی صورت میں آپ پر دولاکھ روپیہ کی مالیت کی چار سال کی زکوٰۃ ادا کرنی لازم ہوگی، اور اگر وہ روپیہ بلڈر کے پاس جا کر پھنس گیا اور پیسہ یا مکان پر قبضہ کرنا آپ پر آسان نہیں تھا، تو آپ پر پچھلے چار سالوں کی زکوٰۃ لازم نہیں۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/ ۲۷)

عن الليث بن سعد أن عبد الله بن عباس، وعبد الله بن عمر رضی الله عنهم، قالا: من أسلف مالاً فعليه زكاته فی كل عام، إذا كان في ثقة. (السنن الكبریٰ للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة الدين إذا كان على ملي موفي، دارالفكر ٦/ ٦٨، رقم: ٧٧١٣)

عن نافع، عن ابن عمر قال: زكاة أموالكم حول الیٰ حول، فما كان من دين ثقة فزكوه، وماكان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتیٰ يقبضه صاحبه. (المصنف لابن ابي شيبة، كتاب الزكاة، فی زكاة الدين، مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/ ٤٨٥، رقم: ١٠٣٥١)

أما القوی وهو الذی وجب بدلا عن مال التجارة إلیٰ قوله يؤدی زكوٰته قل المقبوض أو كثر. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل وأما الشرائط التي

ترجع إلیٰ المال مراتب الدیون کراچی ۲/ ۱۰، زکریا ۲/ ۹۰، البحرالرائق ، کتاب الزکاة، کوئٹه ۲/ ۲۰۷، زکریادیوبند ۲/ ۳٦٣، ٣٦٤، هندیه ، کتاب الزکاة ، الباب الاول في تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا ۱/ ۱۷۵، جدید ۱/ ۲۳٦، قاضیخان علی هامش الهندیه، کتاب الزکاة، فصل فی مال التجارة زکریا ۱/ ۲۵۳، جدید ۱/ ۱۵۵، مجمع الأنهر ، کتاب الزکاة، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/ ۲۸۹، قدیم مصری ۱/ ۱۹۵)

أما الدین الضعیف وهو الذي وجب له بدلاً عن شیئی (إلیٰ قوله) ولا زکوٰة فیه مالم یقبض کله ویحول علیه الحول بعد القبض .
(بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة، فصل وأما الشرائط التی ترجع إلیٰ المال مراتب الدیون زکریادیوبند ۲/ ۹۰، کراچی ۲/ ۱۰)

یقر المدیون بالدین وبملاء ته ولایقدر الدائن علی تخلیصه منه فهو بمنزلة العدم . (شامی، زکریا ۳/ ۲۹۱، کراچی ۲/ ۳٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ٦٨٣٩)

جس مال تجارت کی قیمت ادا کر کے قبضہ نہیں کیا اس کی زکوٰۃ

سوال: [۴۲۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مال تجارت جس کی قیمت پیشگی ادا کردی گئی ہو لیکن مال کی وصولی اب تک نہیں ہوسکی ہے، وہ قیمت جوادا کی جا چکی ہے، اور وہ مال جو خریدار کے ملک میں آچکا لیکن قبضہ میں نہیں آیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

المستفتي: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مال تجارت کی مشتری نے قیمت ادا کردی ہے

لیکن ابھی قبضہ نہیں کیا ہے اسکی زکوٰۃ مشتری پر واجب نہیں ہے۔(مستفاد:عزیز الفتاویٰ ۱/۳۴۶)

ولا فيما اشتراه لتجارة قبل قبضه. (الدر المختار، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند ۳/۱۸۰، كراچی ۲/۲۶۳)

ترجمہ: یعنی جو مال تجارت کی غرض سے خریدا ہے اس پر قبضہ سے قبل زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

المبيع قبل القبض لاتجب فيه الزكاة. (حاشيه چلپی على هامش التبيين، كتاب الزكاة، امداديه ملتان ۱/۲۵۷، زكرياديوبند ۲/۳۰)

ترجمہ: یعنی قبضہ سے قبل مبیع میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

اور قبضہ کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ مشتری پر واجب ہوگی یا نہیں؟ تو اس میں حضرات فقہاء کرام کا اختلاف ہے قاضی خان کی عبارت سے واضح ہوتا ہے، کہ مشتری پر سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔

رجل له سائمة اشتراها رجل للسيامة ولم يقبضها حتى حال الحول ثم قبضها لا زكوٰة على المشتري فيما مضى؛ لأنها كانت مضمونة على البائع بالثمن. (شامی، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند ۳/۱۸۰، كراچی ۲/۲۶۳، وهكذا قاضيخان على هامش الهنديه، كتاب الزكاة، قبيل فصل فى أداء الزكاة زكريا ديوبند ۱/۲۶۰، جديد ۱/۱۶۰)

ترجمہ: کسی شخص کے پاس چر کر گذارا کرنے والے جانور رہیں ان کو دوسرے شخص نے نسل بڑھانے اور چرا کر پالنے کی نیت سے خرید کر قبضہ نہیں کیا ہے، حتی کہ سال گذر گیا تو سنین ماضیہ کی زکوٰۃ مشتری پر واجب نہ ہوگی، اسلئے کہ وہ بائع کی ضمانت میں ہے۔

لیکن راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ مال تجارت میں قبضہ کے بعد مشتری پر سنین ماضیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب اور ضروری ہے، اسلئے کہ قبضہ سے قبل جو ملکیت ناقص ہوتی ہے اس پر بھی قبضہ کے بعد استصحاب حال کے قاعدہ سے ملکیت تامہ کا حکم لاگو ہو جاتا ہے۔

وأما بعده (أی بعدالقبض)فیزکیه عما مضی . (شامی ، کتاب الزکاۃ ، زکریا دیوبند۳/۱۸۰، کراچی ۲/۲۶۳)

ترجمہ: یعنی مال تجارت میں قبضہ کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

لاتجب الزکوٰۃ معناه قبل قبضه ، وأما بعد قبضه فتجب زکوته فیما مضی کالدین القوي الخ. (البحرالرائق ، کتاب الزکاۃ، زکریا دیوبند ۲/۳٦٥، کوئٹہ ۲/۲۰۹)

ترجمہ: یعنی قبضہ سے قبل مشتری پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، لیکن قبضہ کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ بھی واجب ہے جیسا کہ دین قوی کا حکم ہے۔

اور مشتری نے مبیع کی جو قیمت بائع کو ادا کر دی ہے، اس پر بائع کی ملکیت اور قبضہ دونوں جمع ہوکر ملکیت تامہ کے دائرے میں داخل ہوچکی ہے، اسلئے اسکی زکوٰۃ ادا کرنا بائع پر لازم ہوگا، مشتری پر نہیں ہوگا۔

رجل اشتری عبداً للتجارة یساوي مأتي درهم ونقد الثمن ولم یقبض العبد حتی حال الحول فمات العبد عندالبائع کان علی بائع العبد زکوۃ المائتین...... فلأنه ملک الثمن (إلی قوله) لازکوٰۃ علی المشتری لأن الثمن زال عن ملکه إلی البائع . (البحرالرائق ، کتاب الزکاۃ، کوئٹہ ۲/۲۰۳، ۲۰۴، زکریا

ترجمہ: یعنی کسی شخص نے بغرض تجارت ایسا غلام خریدا جس کی قیمت دوسو درہم ہے ، اور ثمن ادا کر دیا لیکن قبضہ نہیں کیا حتی کہ سال گذر گیا اور غلام بائع کے یہاں ہلاک ہوجائے، تو دوسو درہم کی زکوٰۃ بائع پر لازم ہے، اس لئے کہ وہ اس ثمن کا مالک ہوچکا ہے ، اور مشتری پر زکوٰۃ نہیں ہے، اسلئے کہ اس کی ملکیت سے نکل کر بائع کی ملکیت میں داخل ہوکر اس پر سال گذر چکا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

دیو بند ۲/ ۳۵۷، قاضیخان علی
هامش الهندیه، کتاب الزکاة، قبیل
فصل في أداء الزکاة زکریا
دیو بند ۱/ ۲۵۹، جدید ۱/ ۱۵۹)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۳۷)

غیر مقبوض مال کی زکوٰۃ

سوال: [۴۲۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید چمڑہ کا کاروبار کرتا ہے، بعض مرتبہ رقم ایسی رک جاتی ہے، کہ ملنے کی جلدی امید نہیں ہوتی ہے، اگر ایسی رقم سے کچھ رقم مل جائے تو زکوٰۃ فوراً واجب ہوگی؟ یا پھر سال گذرنے پر اور گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ تو واجب نہیں ہے صرف رقم کا چالیسواں حصہ ہی کافی ہوگا؟ یا گذشتہ سالوں کی بھی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ مفصل بیان کریں

المستفتي: رحمت اللہ قاسمی، مدرسہ دار العلوم سنبھل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر جب چاہے رقم نہیں ملتی ہے تو ایسی رکی ہوئی رقم پر وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ دینا واجب نہیں جتنی رقم وصول ہوتی رہے اتنے کی زکوٰۃ ادا کردیا کریں، گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ایسی صورت میں دینا راجح قول کے مطابق واجب نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/ ۲۸)

عن عبد اللّٰہ بن دینار، عن ابن عمر ؓ قال: زکوا ما کان في أیدیکم، وما کان من دین ثقة، فهو بمنزلة مافي أیدیکم، وما کان من دین ظنون فلا زکاة فیه حتی یقبضه. (السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الزکاة، باب زکاة الدین إذا کان

على معسر أو جاحد دارالفكر ٦/ ٦٩، رقم: ٧٧١٧)

ولو كان الدين على مقر مليء أو علىٰ معسر أو مفلس أي محكوم بإفلاسه أو على جاحد عليه بينة وعن محمد لا زكوٰة وهو الصحيح . (الدر المختار مع الشامي ، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند٣/ ١٨٤، ١٨٥، كراچی ٢/ ٢٦٦، ٢٦٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸رصفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۷۱۹)

ناقص اور نامکمل مکان کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: [۴۲۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا چار مکان بنانے کا ارادہ ہے، جس میں سے ہر ایک کی قیمت ساڑھے تین لاکھ روپیہ رکھی ہے، جن میں سے ایک مکان مکمل تیار ہے ، دوسرے میں پلاسٹر اور ٹائلس کا کام باقی ہے اور دوسرے دو مکان نامکمل ہیں یعنی صرف دیواریں اور چھت مکمل ہوئی ہے، ان سے اوپر کی منزل کی تعمیر ابھی باقی ہے، تو ان مکانوں کی زکوۃ کس طرح ادا کروں ؟ فروختگی کی قیمت ساڑھے تین لاکھ روپیہ کے اعتبار سے ہر مکان کی زکوٰۃ ادا کروں یا جو مکان مکمل ہے اس کی مکمل اور جو ناقص ہے اس کی اسی اعتبار سے زکاۃ ادا کروں؟

المستفتي: مولوی محمد زبیر، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو مکان مکمل تعمیر ہو چکا ہے، اس کی زکوۃ اس کی مکمل قیمت کے حساب سے نکالی جائیگی اور جو مکان ناقص تعمیر ہوا ہے، اس کی زکوۃ اس کی ناقص قیمت کے حساب سے نکالی جائیگی۔

عن ابن جريج قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته.

(مصنف عبدالرزاق ، الزكاة، باب الزكاة من العروض ، المجلس العلمي ٤/٩٧، رقم: ٧١٠٥)

عن الحسن في رجل اشترى متاعاً فحلت فيه الزكاة؟ فقال يزكيه ، بقيمته يوم حلت. (المصنف لابن أبي شيبة ، كتاب الزكاة، ماقالوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول ،مؤسسه علوم القرآن جديد٦/٥٢٦، رقم: ١٠٥٥٩)

وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الأداء وهو الأصح . (شامي، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم كراچی ٢/٢٨٦،زكريا٣/٢١١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/۱۱/۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۱۴۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۱۱/۱۴۲۷ھ

استعمال کیلئے خریدے گئے پلاٹ کی رقم پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے ایک پلاٹ ۱۹۹۳ء میں اپنے استعمال کی نیت سے خریدا تھا لیکن اب زید اس کو فروخت کر کے کوئی دوسرا مکان یا پلاٹ خریدنا چاہتا ہے، کیا زید کو اس فروخت شدہ پلاٹ کی رقم پر زکوٰۃ ادا کرنی فرض ہوگی یا نہیں؟ اگر ہاں تو کب سے ابھی فروخت نہیں کیا ہے؟

المستفتي: سید آفتاب علی، جامع مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صرف فروخت کرنے کی نیت سے وہ پلاٹ تجارتی نہ ہوگا، جبکہ خریدتے وقت استعمال کی نیت رہی ہو سوالنامہ میں ہے کہ ابھی تک فروخت بھی نہیں کیا ہے، بلکہ صرف ارادہ ہے تو ایسی صورت میں ایسے پلاٹ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی بلکہ جب فروخت کردیگا اور اس کے بعد سالانہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت آنے سے پہلے دوسرا پلاٹ استعمال کیلئے خریدے گا تو بھی اس کی زکوٰۃ لازم نہ ہوگی۔

عن ابن عمرؓ قال: لیس فی العروض زکاۃ، إلا ما کان للتجارۃ .
(السنن الکبریٰ للبیهقی ، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ التجارۃ ، دارالفکر ٦/ ٦٤،رقم: ٧٦٩٨)

عن ابن عمر قال: لیس فی العروض زکاۃ ؛ إلا عرض في تجارۃ فإن فیه زکاۃ . (المصنف لابن ابی شبیة ،کتاب الزکاۃ، ماقالوا فی المتاع یکون عند الرجل یحول علیه الحول ،مؤسسه علوم القرآن جدید٦/٥٢٦، رقم: ١٠٥٦٠)

قالوا فی الزکاۃلو نویٰ فیما کان للتجارۃ أن یکون للخدمة کان للخدمةو إن لم یعمل، بخلاف عکسه وهو ماإذا نویٰ فیما کان للخدمة ،أن یکون للتجارۃ لایکون للتجارۃ حتی یعمل لأن التجارۃ عمل فلا یتم بمجرد النیة والخدمة ترک التجارۃ فتتم بها الخ.
(الأشباہ قدیم / ٥١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
ا رمحرم ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۳/ ۵۵۷۹)

مکان بنانے کے ارادے سے خریدی گئی زمین میں تجارت کی نیت کرنا

سوال: [۴۲۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے ایک زمین خریدی تھی جس پر کہ میرا ارادہ مکان بنا کر رہنے کا تھا، کیونکہ میرے پاس اپنا کوئی مکان نہیں کرایہ کے مکان میں رہتا ہوں جہاں پر زمین خریدی تھی وہاں پر آبادی نہ ہونے کی وجہ سے مکان بنا کر رہنا ممکن نہیں اب پچھلے ایک سال سے میں ہر چند یہ کوشش کررہا ہوں کہ کم از کم جتنے قیمت کی میں نے زمین خریدی تھی اتنے ہی کی بک جائے چاہے مجھ کو کوئی فائدہ نہ ہو مگر ہر چند لوگوں سے ذکر کرنے اور رابطہ کرنے کے باوجود وہ زمین نہیں بک سکی فائدہ تو درکنار اس کی قیمت بھی نہیں مل پارہی ہے، اس طرح وہ پیسہ پھنسا ہوا ہے، کیا مجھ کو اس مکان کی قیمت کی زکوٰۃ دینی چاہئے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کبھی میرے دل

میں کسی وقت یہ خیال آیا ہو کہ یہ زمین فائدہ سے بک جائے گی تو کسی دوسری جگہ زمین یا مکان لے لوں گا؟ تشفی بخش جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتي: نظام الدین، محلّہ رفعت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ زمین پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اگر چہ یہ نیت کیوں نہ کی ہو کہ جب نفع ملے گا تو بیچ دیں گے۔

عن نافع، عن ابن عمر، قال: لیس فی العروض زکاۃ، إلا عرض فی تجارۃ، فإن فیه زکاۃ. (المصنف لابن أبي شیبه، کتاب الزکاۃ، ماقالوا: فی المتاع یکون عندالرجل یحول علیه الحول، مؤسسه علوم القرآن جدید ۶/۵۲۶، رقم: ۱۰۵۶۰، السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ التجارۃ، دارالفکر ۶/۶۴، رقم: ۷۶۹۸)

وتشترط نیة التجارۃ فی العروض ولابد أن تکون مقارنة للتجارۃ فلو اشتریٰ شیئا لنفسه ناویاً أنه إن وجد ربحاً باعه لازکوٰۃ علیه الخ.

(الأشباه قدیم/۳۸، وهکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکاۃ، دارالکتاب دیوبند ۱/۷۱۸، قدیم/۳۹۱، الولوالجیة، کتاب الزکاۃ، فقیه الامت ۱/۱۸۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۳۰۰/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/ جمادی الاول/۱۴۱۸ھ

مکان بنانے کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ پر فروختگی سے قبل زکوٰۃ نہیں

سوال: [۴۲۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس ایک پلاٹ مکان بنانے کیلئے موجود ہے، بعد میں ارادہ بدل گیا کہ جب قیمت بڑھ

جائیگی تو پلاٹ فروخت کردوں گا، تو ایسی صورت میں اس پلاٹ پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟ جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس شخص نے مکان بنانے کیلئے پلاٹ خریدا پھر ارادہ بدل گیا کہ قیمت بڑھ جانے پر اس کو فروخت کروں گا، تو اس پر زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہے، جب تک کہ اسے فروخت نہ کردے گا، فروختگی کے بعد ہی رقم پر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

عن نافع، عن ابن عمر قال: لیس فی العروض زکاة إلا ماکان للتجارة.

(السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الزکاة، باب زکاة التجارة، دارالفکر ٦/ ٦٤، رقم: ٧٦٩٨)

اشتریٰ شیئا للقنیة ناویاأنه إن وجد ربحاً باعه لازکوٰة علیه . (الدر مع الرد، کتاب الزکاة، قبیل باب السائمه زکریا دیوبند٣/١٩٥، کراچی ٢/ ٢٧٤)

رجل اشتریٰ خادما للخدمة وهو ینوی إن أصاب ربحاً یبیعه فحال علیه الحول لازکوٰة علیه لأن المشتری للخدمة کذلک یکون إذا أصاب ربحاً یبیعه. (الولوالجیة دارالایمان سهارنپور، کتاب الزکاة ١/١٨٣)

وتشترط نیة التجارة في العروض ولابد أن تکون مقارنة للتجارة فلو اشتریٰ شیئاً للقنیة ناویاً أنه إن وجد ربحاً باعه لازکوٰة علیه. (الاشباه زکریا١/ ٧٩، قدیم /٣٨)

لکن لاتجب الزکوٰة إلا إذا اتجر لأن التجارة فعل لایتم بمجرد النیة. (شرح حموی زکریا١/ ٧٩، قدیم /٣٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۵۸)

تجارت کی نیت سے خریدنے کے بعد پلاٹ پر مکان بنانے کے ارادہ سے زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی ؟

سوال: [۴۲۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے تجارت کی نیت سے پلاٹ خریدا پھر ارادہ کیا کہ اسے بیچنا نہیں ہے، بلکہ مکان بنانا ہے اب اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص نے تجارت کی نیت سے پلاٹ خریدا پھر ارادہ بدل گیا کہ اسمیں مکان بنانا ہے، تو اب اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۲/۲۱۴)

عن ابن عمر ، قال: ليس في العروض زكاة، إلا عرض في تجارة ، فإن فيه زكاة. (المصنف لإبن أبي شيبه ، كتاب الزكاة، ماقالوا: في المتاع يكون عندالرجل يحول عليه الحول ،مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/٥٢٦، رقم: ١٠٥٦٠)

لو نوىٰ بمال التجارة الخدمة كان للخدمة بالنية. (الاشباه ١/١٧٢، زكريا)

بخلاف مالو نوىٰ فيما هو للتجارة أن يكون للخدمة حيث يصح بمجرد النية لأن التروك يكتفى فيها بمجردها. (شرح حموى زكريا ١/٧٩، قديم /٣٨)

ومن اشترىٰ جارية للتجارة ونواها للخدمة بطلت عنها الزكاة. (هنديه ، كتاب الزكاة ، الباب الاول ، في صفتها وتفسيرها وشرائطها زكريا ١/١٧٤، جديد ١/٢٣٦)

والفرق أى بين التجارة حيث لاتتحقق بالفعل وبين عدمها بأن نواه للخدمة حيث تحقق بمجرد النية . (شامى، كتاب الزكاة ،قبيل باب السوائم

کراچی ۲/۲۷۲، زکریا ۳/۱۹۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۷۳)

تجارت کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ میں رہائشی مکان بنانا

سوال: [۴۲۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دو پلاٹ خریدے دوسرا جو ضرورت سے زائد ہے جسکی قیمت **۵۰۰۰**/۷ ہزار روپئے ہے، پلاٹ خریدتے وقت تجارت کی نیت تھی لیکن اب رہائش کا مکان بنانا چاہتا ہوں تو اس پلاٹ پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

المستفتي: توحید عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دوسرا پلاٹ جسے خریدتے وقت تجارت کی نیت تھی، اسکی قیمت بھی نصاب کے بقدر ہے لیکن بعد میں جب ارادہ بدل گیا اب اس پلاٹ پر رہائشی مکان بنانا چاہتا ہے، ایسی صورت میں اس پلاٹ کی زکوٰۃ مالک پر واجب نہیں ہے، یعنی جس دن سے مکان بنانے کا پکا ارادہ کرلیا ہے، اور بیچنے کا ارادہ ختم کردیا ہے، اس دن سے وہ پلاٹ مال تجارت نہیں رہا۔

ومن اشترى جارية للتجارة ونواها للخدمة بطلت عنها الزكاة لاتصال النيةبالعمل. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ۱/ ۱۷٤، جديد ۱/ ۲۳٦، هدايه، كتاب الزكاة، اشرفيه ديوبند ۱/ ۱۸۷)

لو كان عبد للتجارة ينوى أن يكون للخدمة بطل عنه الزكوٰة بمجرد النية. (تاتارخانيه، كتاب الزكاة، الفصل الثالث، زكاة عروض التجارة، زكريا

دیو بند۳/۱۶۶، رقم: ٤٠٠٥، کوئٹه ۲/۲۳۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۹۴۶)

استعمالی عمارت یا دوکان کی آمدنی پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس عمارت میں فیکٹری یا دوکان یا دفتر ہے اس عمارت کی خرید کی رقم یا موجودہ وقت کی مالیت پر زکوٰۃ دینا واجب ہوگا یا اس عمارت میں بیٹھ کر کئے ہوئے کاروبار کی بدولت صرف منافع پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ جو بھی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: عبید الرحمٰن، پرنس روڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ استعمالی عمارت دوکان ودفتر کی رقم یا موجودہ مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، بلکہ ان عمارتوں میں بیٹھ کر جو کاروباری آمدنی حاصل ہوگی اس پر سال گذرنے پر زکوٰۃ واجب ہے۔

ولیس في دور السكنیٰ وثیاب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبید الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة لأنها مشغولة بحاجته الأصلية الخ. (شامی، کتاب الزکاۃ، زکریا دیوبند۳/۱۷۸، کراچی ۲/۲۶۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍رجب المرجب ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۲۹۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴؍۷؍۱۴۱۱ھ

فلیٹ اور بلڈنگ بنا کر فروخت کرنے پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارا بلڈنگ بنا کر فروخت کرنے کا کاروبار ہے، اس میں زکوٰۃ کے سلسلے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں، زکوٰۃ نکالنے کا کوئی آسان طریقہ دریافت کرنا ہے، تاکہ اس طریقے کے مطابق زکوٰۃ کا حساب لگانے میں آسانی ہوجائے، دشواریاں لاحق نہ ہوں، ہمارے کاروبار کے سلسلے میں جن سوالات کے جوابات مطلوب ہیں وہ بالترتیب تحریر کئے جاتے ہیں؟

(۱) زید نے زمین خرید کر بلڈنگ بنانا شروع کی، حکومت کی طرف سے ۴/منزلہ عمارت بنانے کی اجازت تھی، ۴/منزلہ عمارت مکمل ہوگئی، اور .F.S.I بھی پوری ہوگئی، اب زید کا ارادہ مزید ۳/منزلہ زیادہ کرکے ۷/منزلہ بلڈنگ بنانے کا ہے تو اب زید کو دوسرے شخص سے .F.S.I لینی پڑتی ہے جس کو T.D.R کہتے ہیں، اور اس T.D.R کو خریدنے کیلئے جس سے خریدا جاتا ہے، اسے رقم دینی ہوتی ہے، اور اس .T.D.R کو خرید کر .B.M.C میں پاس کروانا پڑتا ہے، .B.M.C پاس کرکے ایک کاغذ میں مزید .F.S.I دیکر مزید ۳/منزلہ عمارت تعمیر کرنیکی اجازت دیدیتی ہے، لیکن اچانک حکومت کا قانون بدل جاتا ہے، کہ دوسرے سے خریدا ہوا .T.D.R مخصوص علاقہ میں استعمال کرنیکی اجازت نہیں ہے، زید کی اس مخصوص جگہ میں بلڈنگ ہونے کی وجہ سے زید مزید ۳/منزلہ عمارت نہیں بناسکتا ہے، اب بلڈنگ کا کام رک گیا، اس میں زید کا کافی نقصان ہوتا ہے اب جو رقم .T.D.R خریدنے میں دی وہ اجازت صرف کاغذات میں تھی، اب اس کو استعمال کرکے پانچویں منزل کا کام شروع نہیں کیا ہے، لہٰذا .T.D.R خریدنے میں جو رقم لگی ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ .T.D.R خریدنے میں جو رقم لگی ہے، وہ ہماری مجموعی اموال زکوٰۃ سے منہا ہوگی یا نہیں؟

(۲) خریدار کو زکوٰۃ ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ مثلاً خالد نے ۱/فلیٹ بک کروایا بعد

میں زیادہ رقم ملنے پر فروخت کرنے ہی کی نیت سے فلیٹ بک کروایا تھا،کل فلیٹ کی قیمت ۹/لاکھ روپئے ہے، ابھی ۵/لاکھ روپئے ادا کردئے ہیں، اور بلڈنگ کا ڈھانچہ اور فلیٹ تقریباً وجودی شکل میں تعمیر ہوگیا ہے، بقیہ ۴/لاکھ روپئے کی رقم فلیٹ کا قبضہ ملنے پر ادا کی جائے گی تو خریدار کوز کوٰۃ کی تاریخ میں زکوٰۃ کس طرح ادا کرنی ہوگی، نامکمل تعمیر جو فلیٹ ہے اس کا نفع اسی کے اندازہ سے لگا کر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی یا صرف ۵/ لاکھ کا حساب کرکے ۴/لاکھ قرض شمار کرکے ۹/لاکھ سے منہا ہوں گے، خریدار کو زکوٰۃ ادا کرنیکی کیا صورت ہوگی، نفع کا اندازہ لگانا دشوار ہے تو آسان صورت کیا ہے، جس حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے؟

المستفتی: مولانا محمد آصف، پالنپور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) زید نے زمین خرید کر ۴/منزلہ عمارت حکومت کی اجازت سے تعمیر کرلی اب مزید ۳/منزلہ اور تعمیر کرنے کے لئے T.D.R. خرید کر B.M.C. میں پاس کروالیا ہے پھر حکومت کا قانون بدل جانے کی وجہ سے T.D.R. کو استعمال کرکے مزید ۳/منزلہ تعمیر کرنے پر زید قادر نہیں ہے، تو ایسی صورت میں بھی زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت تعمیر شدہ عمارت کی جو قیمت ہوگی اس کی مالیت کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، کاغذات میں جو پیسہ لگا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

وعندهما في الفصلين جميعا يؤدي قيمتها يوم الأداء في النقصان (إلى قوله) وفي الزيادة. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل وأماصفته الواجب في أموال التجارة، التصرف في مال الزكاة زكريا ۲/ ۱۱۵، کراچی ۲/ ۲۳)

(۲) جب تک فلیٹ تیار ہوکر قبضہ میں نہ آئے اسوقت تک فلیٹ کا مالک نہیں ہوتا ہے، اسلئے مکمل عمارت کی زکوٰۃ ادا کرنی واجب نہیں ہے ہاں البتہ ۵/لاکھ روپئے جو ادا کیا ہے وہ بہرحال اسکی ملکیت ہیں وہ ضائع ہونے والے نہیں، اس لئے قبضہ سے پہلے صرف ۵/لاکھ ہی کی زکوٰۃ ادا کرنا اس پر لازم ہوگا، ۹/لاکھ کی نہیں، اسلئے کہ جو ۵/لاکھ

روپئے جمع کردیا ہے، وہ دین قوی کے درجہ میں ہیں اور دین قوی پرزکوٰۃ واجب ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/ ۲۶)

عن الليث بن سعد، أن عبد الله بن عباس رضی، وعبدالله بن عمر رضی قالا: من أسلف مالاً فعليه زكاته فى كل عامٍ إذا كان في ثقة. (السنن الكبري للبيهقى، كتاب الزكاة، باب زكاة الدين إذا كان على ملي موفى، دارالفكر ٦/ ٦٨، رقم: ٧٧١٣)

ولاخلاف فى وجوب الزكاة فيه إلا أنه لا يخاطب بأداء شيىء من زكوٰة مامضى مالم يقبض أربعين درهماً فكلماقبض أربعين درهماً أدى درهماً واحداً. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، مراتب الديون زكريا ٢/ ٩٠، كراچى ٢/ ١٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۷۶۸)

رہائش کیلئے خریدی گئی زمین پر فلیٹ تعمیر کرکے فروخت کرنے پر زکوٰۃ کا حکم؟

سوال: [۴۲۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری ایک زمین ہے جس کو میں نے اپنی رہائش کیلئے خریدا تھا، اب میں اپنی ذاتی رقم سے اسکی تعمیر کرنا چاہتا ہوں، ساتھ میں یہ بھی نیت ہے، کہ اسکے فلیٹس فروخت کروں باقی اپنی رہائش کیلئے رکھ لوں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی، آیا قبل از تعمیر ان فلیٹ کی زکوٰۃ نکالنی ہوگی یا بعد فروخت کے یا اس کی کیا شکل ہوگی؟ مسئلہ کی صاف وضاحت فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتی: محمد ضوان، سورت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب آپ نے مذکورہ زمین کو رہائش ہی کے ارادہ

سے خریدا ہے تو اس زمین کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اور تعمیر کے بعد جو فلیٹ فروخت کیا جائیگا، اس کی فروختگی کے بعد جو پیسہ آئیگا اس پیسے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

عن ابن عمرؓ ،قال: لیس فی العروض زکاۃ ، إلا ما کان للتجارۃ .

(السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الزکاۃ ، باب زکاۃ التجارۃ، دارالفکر ٦/ ٦٤، رقم: ٧٦٩٨)

ولا (زکاۃ) فی دور السکنیٰ ونحوها وفی الشامیة کالحوانیت والعقارات . (شامی، کتاب الزکاۃ، کراچی ٢/ ٢٦٥،زکریا ٣/ ١٨٢)

ولو نویٰ فیما کان للتجارۃ أن یکون للخدمة کان للخدمة وإن لم یعمل ، بخلاف عکسه وهو ما إذا نویٰ فیما کان للخدمة أن یکون للتجارۃ لایکون للتجارۃ حتی یعمل لأن التجارۃ عمل فلا تتم بمجرد النیة والخدمة ترک التجارۃ فتتم بها . (الأشباہ والنظائر قدیم /٥٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٦/ شوال ١٤٣٥ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٤١/ ١١٦٥٣)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٦/ ١٠/ ١٤٣٥ھ

کرایہ پر دی گئی جائیداد کی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہے

سوال: [٤٢٢٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو جائیداد کرایہ پر دی گئی ہے، تو اس عمارت کی خرید کے وقت کی قیمت پر یا صرف کرایہ سے حاصل ہوئی آمدنی میں بعد اخراجات عمارت کے زکوٰۃ فرض ہوگی یا عمارت مذکورہ کی موجودہ وقت کی مالیت پر؟ جواب سے نوازیں؟

المستفتي: عبید الرحمان، پرنس روڈ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کرایہ پر دی گئی جائیداد مال تجارت نہیں ہے، بلکہ آلۂ آمدنی ہے اس لئے جائیداد کی زکوٰۃ لازم نہیں ہے بلکہ جائیداد کے کرایہ آمدنی پر

زکوٰۃ واجب ہے۔

ولا فی ثیاب البدن ... وأثاث المنزل ودور السکنی ونحوها وتحته فی الشامیۃأی کثیاب البدن الغیر المحتاج إلیها وکالحوانیت والعقارات الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، مطلب في زکاة ثمن المبیع وفاءً زکریا۳/ ۱۸۲، کراچی ۲/ ۲۶۵)

ولو اشتری قدوراً من صفر یمسکها أویؤاجرها لاتجب فیها الزکاة، کما لاتجب في بیوت الغلة . (قاضیخان علیٰ هامش الهندیه، کتاب الزکاة فصل في مال التجارة زکریا۱/ ۲۵۱، جدید ۱/ ۱۵۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍شعبان ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۳۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/ ۸/ ۱۴۱۱ھ

ٹینٹ ہاؤس کے سامانوں کی زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ کرایہ کا سامان جو کرایہ پر شادی وغیرہ ودیگر تقریبات کے موقع پر از راہ سہولت لوگ لے جاتے ہیں، اس سامان پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں؟

المستفتي: آفتاب عالم، قصبہ لہر پور، ضلع سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ٹینٹ ہاؤس کے تمام سامان آمدنی کے ذرائع اور اسباب ہیں، اور آمدنی کے ذرائع اور آلات پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی بلکہ ان آلات کے ذریعے سے جو آمدنی ہوگی اسپر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اسلئے ٹینٹ ہاؤس کے سامان پر زکوٰۃ لازم نہیں۔

ولو اشترى قدوراً من صفر يمسكها أويؤاجرها لاتجب فيها الزكاة. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الثالث، الفصل الثاني في العروض زكريا١/ ١٨٠، جديد ١/ ٢٤١، قاضيخان على هامش الهندية، كتاب الزكاة، فصل في مال التجارة، زكريا١/ ٢٥١، جديد ١/ ١٥٥، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل الثالث زكاة عروض التجارة زكريا٣/ ١٤٩، رقم: ٤٠١٧)

ولا في ثياب البدن وأثاث المنزل ودورالسكنى ونحوها –إلى– وكذلک آلات المحترفين. (الدر المختار، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً، زكريا ديوبند٣/ ١٨٢، ١٨٣، كراچی ٢/ ٢٦٤، ٢٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ر شوال ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۴۴)

دوکان اور اسکول کی آمدنی پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی کی ذاتی دوکان یا اسکول کی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

المستفتي: زوار احمد، مال پور، جے پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سالانہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ مکان یا اسکول کی آمدنی کو شامل کرکے زکوٰۃ نکالنا لازم ہے، اور ذاتی مکان اور ذاتی اسکول کی آمدنی پر الگ سے سال گذرنا لازم نہیں۔

ومن كان لهٗ نصاب فاستفاد في أثناء الحول من جنسه ضمه إليه وزكاه به. (هدايه، كتاب الزكاة، فصل في الغنم، اشرفيه ديوبند١/ ١٩٣، هنديه، كتاب الزكاة، الباب الأول، في تفسيرها وصفتها وشرائطها، زكريا١/ ١٧٥، جديد ١/ ٢٣٧،

شامی، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، مطلب محمد إمام في اللغة ...... زكريا ٣/٤ ٢١، كراچی ٢/٨٨ ٢، حاشیه الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الزكاة، دارالكتاب دیو بند/٧١٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۳/۵/۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۶۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۶ھ

کپڑوں کے تھانوں کی زکوٰۃ تخمینہ سے ادا کرنا

سوال: [۴۲۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی کپڑے کی دوکان ہے کپڑا کافی تعداد میں گوداموں دوکانوں میں بھرا ہوا ہے، سال بھر اس کو بیچا بھی جاتا ہے، اور اس میں خرید کر رکھا بھی جاتا ہے، زکوٰۃ دیتے وقت اس کو ناپنے میں بڑی پریشانی ہوتی ہے، لہٰذا اس صورت کے اندر کپڑے کی زکوٰۃ کا حساب کیسے لگایا جائیگا، آیا ناپنا ہی ضروری ہے یا شریعت نے اس کے علاوہ کوئی اور سہولت بھی دی ہے؟

المستفتي: وسیم الدین شمسی، پیلا تالاب، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر تمام ٹکڑوں اور تھانوں کو ناپنے میں دشواری اور پریشانی ہے تو تخمینہ سے زکوٰۃ نکالی جاسکتی ہے، مگر ایسی صورت میں تخمینہ سے کچھ زائد دینا بہتر ہے، تاکہ کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۱۴۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/صفر المظفر ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۳۵۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۲/۲۷ھ

تجارتی مرغیوں پر زکوٰۃ ہے انڈے اور بچے پیدا کرنے والی پر نہیں

سوال: [۴۲۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرغی فارم چلانے والے پر فارم کی مرغیوں کی زکاۃ لازم ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مرغی فارم کی مرغیوں کو بیچنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان سے انڈے اور چوزے حاصل کرنا مقصود ہے، تو ان مرغیوں پر زکاۃ نہیں لیکن اگر مرغیوں کو بیچنا مقصود ہے تو پھر ان مرغیوں کی رقم پر سال گذرنے کے بعد زکاۃ واجب ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۳۰۰، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/ ۴۲۸، میرٹھ ۱۴/ ۱۴۳۳، کتاب الفتاویٰ ۳/ ۳۴۶)

عن سمرة بن جندب رضـ قال: أما بعد! فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع. (سنن أبي داؤد، الزكاة، باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها من زكاة، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۸، دارالسلام رقم: ۱۵۶۲)

عن ابن عمر رضـ قال ليس في العروض زكاة، إلا ماكان للتجارة.

(السنن الكبرىٰ للبيهقي، الزكاة، باب زكاة التجارة، دارالفكر ۶/ ۶۴، رقم: ۷۶۹۸)

والأصل أن ماعدا الحجرين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة، تحته في الشامية، الحجرين وما عدا ماذكر كالجواهر والعقارات والمواشي العلوفة والعبيد والثياب والأمتعة ونحو ذلك. (شامي، كتاب الزكاة، قبيل باب السوائم زكريا ۳/ ۱۹۴، كراچی ۲/ ۲۷۳)

فإن كانت للتجارة فحكمها حكم العروض يعتبر أن تبلغ قيمتها نصاباً. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الثاني، الفصل الخامس فيما لاتجب فيه الزكاة، زكريا ۱/ ۱۷۸، هنديه اتحاد جديد ۱/ ۲۴۰)

الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ماكانت أي سواء كانت من جنس ماتجب فيه الزكاة أومن غيره كالثياب والحمير. (الجوهرة النيرة، كتاب الزكاة، باب زكاة العروض، دارالكتاب ديوبند ۱/ ۱۵۰، مكتبه تهانوى

۱/۱۸۰، تاتارخانية، كتاب الزكاة، الفصل الثالث زكاة عرض التجارة، زكريا ۳/۱٦٤، برقم: ۲۹۹۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۰۸)

کمپنی کی عمارتوں میں رہائش پذیر ملازموں پر بلڈنگ کی زکاۃ واجب ہے یا کمپنی پر

سوال: [۴۲۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بلڈنگ کمپنی کی ہے، جسمیں کمپنی مذکورہ کے کارندے قیام پذیر ہیں تو ایسی صورت میں اس بلڈنگ پر زکوٰۃ کی ادائیگی کس طرح ہوگی؟

المستفتي: عبید الرحمٰن، پرنس روڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کمپنی کی طرف سے کمپنی کے کارندوں کے قیام کیلئے جو کالونیاں بنائی جاتی ہیں ان کی عمارت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، کیونکہ یہ سب کمپنی اور فیکٹری چلانے کے اسباب میں داخل ہیں، اسلئے ان عمارتوں پر زکوٰۃ نہیں بلکہ پوری کمپنی کی جو آمدنی ہوتی ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

لأنها مشغولة بحاجته الأصلية وليست بنامية الخ. (شامی، کتاب الزكاة، زكريا ديوبند ۲/۱۷۸، کراچی ۲/۲۲٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/رجب المرجب ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲٦/۲۲۹۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۷/۱۴۱۱ھ

پگڑی کی زکوٰۃ کس پر

سوال: [۴۲۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بھیونڈی میں نوے فیصد کپڑے کا کاروبار ہوتا ہے، پاورلوم کپڑا تیار کرنے والی مشین کے ذریعہ کپڑا تیار کرتے ہیں، زید بھیونڈی میں رہتا ہے، اس نے پاورلوم لگانے کیلئے ایک جگہ اور پاورلوم کا موٹر بنانے کیلئے ایک دوکان رہنے کیلئے ایک مکان غیر مدت متعینہ تک کرایہ پر لیا اس جگہ دوکان ومکان والے کو زید نے پیشگی بطور پگڑی کے جسکو بھیونڈی کی عام فہم زبان میں (ڈپاشن) کہتے ہیں، ایک لاکھ روپیہ دیا جو بھیونڈی میں جگہ دوکان ومکان وغیرہ کرایہ پر لینے کا دستور ہے، جب زید وہ جگہ ودوکان ومکان خالی کریگا تب ہی وہ صاحب جگہ ودوکان ومکان کی پگڑی (ڈپاشن) کا ایک لاکھ روپیہ واپس کریگا، زید اس جگہ دوکان ومکان کا کرایہ ہر ماہ الگ سے دیتا ہے، زید نے وہ جگہ ودوکان ومکان خالی کرنے کے ارادہ سے نہیں لیا ہے، اور نہ وہ صاحب جگہ خالی کرا سکتا ہے، صاحب جگہ ودوکان ومکان نے اسکی قیمت سے زیادہ (ڈپاشن) لیا ہے، اور صاحب جگہ اسکی (ڈپاشن) رقم سے کاروبار کرتا ہے، اور روپیہ کماتا ہے، بھیونڈی میں ۹۰ رفیصد مذکورہ بالا نوعیت پر لوگ کاروبار کرتے ہیں، تو ایسی صورت مذکورہ میں مثلاً: زید پر یا اہل بھیونڈی پر جو بھی مذکورہ بالا نوعیت پر کاروبار کرتے ہیں، (ڈپاشن) رقم کی زکوٰۃ صاحب جگہ وکرایہ دار پر فرض ہے؟

ہر دوصورت میں کس علت سے فرض ہے، زید کہتا ہے، کہ ڈپاشن صاحب جگہ کے قبضہ میں ہے، اور وہ اس سے فائدہ حاصل کر رہا ہے، جب تک میں جگہ خالی نہیں کرونگا، رقم واپس نہیں مل سکتی ہے، نہ میں خالی کرونگا، اور نہ وہ خالی کرا سکتا ہے، جیسا کہ بھیونڈی میں رواج ہے، جن لوگوں نے جب سے لیا ہے، خالی نہیں کیا ہے، کرایہ دیتے ہیں یا غیر مدت معینہ کی صورت میں ہے جو بھیونڈی کا دستور ہے؟

المستفتي: منظور عالم قاسمی، مدرس
مدرسہ باب العلوم، بابوگنج، پرتاب گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ رقم کی زکوٰۃ نہ کرایہ دار پر ادا کرنی

واجب ہے اور نہ قابض مالک مکان ودوکان پر، اور کرایہ دار پر اسلئے واجب نہیں کہ ادائیگی زکوٰۃ واجب ہونے کیلئے قبضہ شرط ہے، وہ یہاں مفقود ہے، اور قابض مالک جائداد پر اسلئے ادا کرنی واجب نہیں ہے، کہ ملکیت شرط ہے، اور یہاں ملکیت تامہ نہیں ہے، گویا کہ یہ مال رہن کے حکم میں ہوگا۔

ومنها الملک التام وهو ما اجتمع فيه الملک واليد، وأما إذا وجد الملک دون اليد ، كالصداق قبل القبض أو وجد اليد، دون الملک (إلیٰ قوله) ولا على الراهن إذا كان الرهن في يد المرتهن الخ.

(فتاویٰ عالمگیری، کتاب الزکاة الباب الاول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا ۱/ ۱۷۲، جدید ۱/ ۲۳۳، الجوهرة النيرة ، کتاب الزکاة، کراچی قدیم ۱/ ۱۳۹، دارالکتاب دیوبند ۱/ ۳۷، البحرالرائق، کتاب الزکاة، کوئٹه ۲/ ۲۰۳، زکریا ۳/ ۳۵۵، شامی، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۳/ ۱۸۰، کراچی ۲/ ۲۶۳، حاشیه چلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الزکاة ، امدادیه ملتان ۱/ ۲۵۵، زکریا دیوبند ۲/ ۲۷)

ولو قال خذ هذه الألف الوضح حتى آتيک بحقک واشهدلي بالقبض فأخذ فهو رهن الخ . (عالمگیری، کتاب الرهن ، الفصل الثاني فيما يقع به الرهن ومالا يقع زکریادیوبند ۵/ ۴۳۴، جدید ۵/ ۴۹۰ ، قاضیخان علی هامش الهندیه ، زکریا دیوبند ۳/ ۵۹۴ ، کتاب الرهن ، فصل فی الفاظ الرهن ، جدید ۳/ ۴۴۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/۱/۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۰۶۱)

کمپنی کے حصص اور شیئرز کی زکوٰۃ

سوال: [۴۲۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مختلف تجارتی کمپنیاں اپنے شیئرز فروخت کرتی ہیں، یہ شرکت کی ایک صورت ہے، کمپنی قائم کرتے وقت کچھ اکائیاں طے کرلی جاتی ہیں ہر یونٹ (اکائی) ایک شیئر ہوتا ہے، اور اس کی ایک خاص قیمت ہوتی ہے، کمپنی جو کچھ منافع کمائیگی شیئرز ہولڈرس اس میں اپنے حصے کے تناسب سے نفع کے حقدار ہوں گے، شیئرز دراصل کسی تجارتی کمپنی کے ایک خاص حصہ کی ملکیت ہے واضح رہے کہ بعد کوان شیئرز کی خرید وفروخت ہوتی ہے، اور کمپنی کے نفع ونقصان اوراس کے ساکھ کے پیش نظران شیئرز کی قیمت گھٹتی اور بڑھتی ہے، پہلاسوال یہ ہے کہ ان شیئرز پرایک تجارتی سرمایہ ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ واجب ہوگی یانہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت ان شیئرز کی مالیت کا تعین ان کی بنیادی قیمت کوسامنے رکھ کر کیا جائیگا؟ یا بروقت اداءزکوٰۃ مارکیٹ میں اس کا جونرخ ہواس کا اعتبار کیا جائیگا؟

المستفتي: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کمپنی کے حصص اورشیئرز میں تجارتی سرمایہ ہونے کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوا کرے گی اوراسکی زکوٰۃ کی ادائیگی میں لاگت اورمنافع دونوں کا اعتبار کرکے دونوں کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے، اوراس کے سرمایہ میں سے جتنی مقدار کمپنی کے غیر نامی اثاثوں میں خرچ ہوا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جو مقدار نامی اثاثوں میں لگا ہے، اس کے منافع کی زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہے اور اگراس کا پورا حصہ نامی اثاثہ میں لگایا گیا ہےتو پورے حصہ رأس المال اورمنافع دونوں کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔

اور اگرشیئرز مارکیٹ میں شئیرز کوخرید کر فروخت کیا کرتا ہے، اورفروختگی کی غرض سے حصص خریدا کرتا ہے، توکل لاگت مال تجارت کے دائرہ میں آ کر کل پر زکوٰۃ واجب ہوا کرے گی ۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/۱۴، جدید زکریا دیوبند ۷/ ۱۵۱، جدید فقہی مسائل ۱/۱۳۲، اسلامی فقہ ۱/۴۳۱، جواہر الفقہ قدیم ۱/ ۳۸۵، جدید زکریا دیوبند ۳/ ۲۳۱، امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۱، فتاویٰ

دارالعلوم ۶/۴۰، ایضاح المسائل/ ۱۰۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۴۹)

شیئرز کی زکوٰۃ کیسے ادا کریں

سوال: [۴۲۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماجد نے ٹاٹا اسٹیل کی کمپنی سے ایک سال پہلے ایک شیئر ایک لاکھ روپئے میں خریدا تھا، آج کی مارکیٹ میں اس کی قیمت دو لاکھ ہوگئی ہے، اور ماجد اس کو بیچنا نہیں چاہتا ہے، گھر میں رکھے ہوئے تھے اب زکوٰۃ اسکی اصل خریداری والی قیمت پر ہوگی یا مارکیٹ کی قیمت کا اعتبار ہوگا جبکہ یہ شیئر تیسرے سال میں پچاس ہزار کا بھی ہوسکتا ہے، اور پانچ لاکھ کا بھی ایسی شکل میں زکوٰۃ کب کس طرح اور کس قیمت پر ہوگی مفصل جواب باصواب وباحوالہ سے نوازیں؟

المستفتي: محمد اظہر الاسلام قاسمی، کاشی پوری،
خادم: دارالعلوم جامع الہدیٰ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خریدار کی قیمت کا اعتبار شیئر کی زکوٰۃ میں نہیں ہوتا ہے بلکہ مارکیٹ کی موجودہ قیمت کا اعتبار رہتا ہے، اگرچہ آئندہ اس کی قیمت میں کمی زیادتی ہوسکتی ہو۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۱، ایضاح المسائل/ ۱۰۶)

عن ابن جريج، قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته.
(مصنف عبد الرزاق، الزكاة، باب الزكاة من العروض، المجلس العلمي ٤/ ٩٧، رقم: ٧١٠٥)

وإن أدى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الثالث، الفصل الثاني في العروض زكريا ١/ ١٨٠، جديد ١/ ٢٤١)

ولو ازدادت قيمتها قبل الحول تعتبر قيمتها وقت الوجوب بالإجماع.

(الفتاویٰ التاتارخانیہ، کتاب الزکاۃ، الفصل الثالث زکاۃ عروض التجارۃ، زکریادیوبند ۳/ ۱۷۰، رقم: ۴۰۱۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍شوال ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱؍۱۰؍۱۴۱۲ھ

شیئرز کی اصل رقم اور منافع دونوں پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) ماجد نے پانچ لاکھ روپئے لگا کر شیئر کیا اور ہر روز شیئر اسٹاک سے شیئرز لیتا اور بیچتا ہے، اس خرید وفروخت میں اس نے دو لاکھ کا نفع کمایا اور پھر اس نفع سے بھی آگے کو شیئر ہی خریدے اور بیچے یہ سلسلہ چلتا رہا جسمیں نفع ونقصان بھی ہوتا رہتا ہے، مگر اکثر نتیجۃً نفع ہی ہوتا ہے، اب زکوٰۃ اصل پر واجب ہوگی یا نفع پر، یا اصل اور نفع دونوں پر جبکہ نفع پر سال پورا نہیں گذرا کیونکہ نفع کی آمدنی سے بھی شیئر خریدے جاتے رہے، اس شکل میں زکوٰۃ کب کتنی اور کس طرح واجب ہوگی؟

(۲) ماجد نے پانچ لاکھ روپئے اصل سرمایہ لگا کر شیئر خریدے اس سے سال بھر میں دو لاکھ نفع کمایا اب اصل نفع ملا کر سات لاکھ ہوگیا پھر اس نے اس سات لاکھ سے شیئر ہی خریدے اور ان شیئرز کی قیمت مارکیٹ میں مہینے اور دو مہینے کے بعد دس لاکھ ہوگئی، اب زکوٰۃ اصل سرمایہ پانچ لاکھ پر دیں یا مع نفع دو لاکھ (سات لاکھ) کی دیں، یا اس کی اس بازاری ویلو پر جو کہ دس لاکھ ہے جبکہ سال ویلو اور پروفٹ پر پورا نہیں گذرا اور یہ سلسلہ سال بھر اسی طرح جاری رہتا ہے، اب زکوٰۃ کب واجب ہوگی، حالانکہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کیلئے سال بھر گذرنا شرط ہے؟ دونوں سوالوں کے جوابات تفصیل سے دیں کرم ہوگا؟

المستفتي: اظہر الاسلام، خادم: جامع الہدیٰ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اصل ونفع دونوں پر زکوٰۃ واجب ہے، اگرچہ نفع پر سال نہ گذرا ہو۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۱، ایضاح المسائل/ ۱۰۶)

(۲) ایسی صورت میں دس لاکھ کی زکوٰۃ ادا کرنی لازم ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۱، ایضاح المسائل/ ۱۰۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۱ رشوال ۱۴۱۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۵۷)	۲۱/۱۰/۱۴۱۲ھ

شیئرز کی زکوٰۃ میں رأس المال اور منافع دونوں کا اعتبار

سوال: [۴۲۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماجد نے ایک لاکھ کا شیئر (حصہ) ٹاٹا اسٹیل کے اسٹاک کے ایک شخص سے خریدا اور ایک سال پورا ہوگیا تو مذکورہ کمپنی ٹاٹا اسٹیل نے ماجد کو ۳۰۰۰۰ روپئے بطور ڈرافٹ (نفع) کے دیا اور شیئر ابھی ماجد کے پاس ہی ہے، اور سال گذرنے کے بعد اس شیئر کی قیمت ۲ر لاکھ روپئے ہوگئی، مگر ابھی اس نے شیئر کو بیچا نہیں ہے، ہاں اگر بیچے تو دو لاکھ مل جائیگا، مگر اس قیمت میں ہر سال چھ مہینے پر گھٹنے بڑھنے کا سلسلہ بھی رہتا ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ نکالنے کی کیا شکل ہوگی، آیا زکوٰۃ اصل خریداری پر ہے، یا پروفٹ پر ہے، یا اس رقم پر ہے، جو کہ کمپنی نے دی ہے، نیز اس شیئر کی ویلو جو ایک سال بعد بڑھ گئی ہے، اور شیئر ابھی بیچا بھی نہیں ہے، تو اس شکل میں زکوٰۃ اصل خریداری والی قیمت کے اعتبار سے واجب ہوگی یا اس کی اس قیمت کے اعتبار سے جو کہ اس وقت مارکیٹ میں چل رہی ہے، واضح رہے کہ اسکی ویلو گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، یا اس کے نفع پر جو کہ کمپنی نے دیا تھا، یا جب اس کو ایک سال یا دو سال یا تین سال کے بعد بیچے تو اس بیچنے میں جو فروفٹ نفع ملا زکوٰۃ اس فروفٹ پر ہی نکالیں

یا کہ صرف اصل قیمت پر ہی نکالی جائیگی۔

المستفتي: اظہر الاسلام، خادم: مدرسہ جامع الہدیٰ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زکوٰۃ ادا کرتے وقت شیئر کے رأس المال اور نفع دونوں کی جو قیمت ہوتی ہے، اسکی زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہے یعنی رأس المال کیساتھ منافع کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی لازم ہے، اگر چہ قیمت کبھی بڑھتی اور کبھی گھٹتی رہتی ہو۔

(مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۱، فتاویٰ دار العلوم ۶/ ۱۴۰، ایضاح المسائل/ ۱۰۶)

عن ابن جريج ، قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته.

(مصنف عبد الرزاق ، الزكاة، باب الزاكاة من العروض ،المجلس العلمى٤/ ٩٧، رقم: ٧١٠٥)

عن الحسن في رجل اشترى متاعاً فحلت فيه الزكاة؟ فقال يزكيه ، بقيمته يوم حلت. (المصنف لابن أبى شيبة ، كتاب الزكاة، ماقالوا فى المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول ، مؤسسه علوم القرآن جديد٦/ ٥٢٦، رقم: ١٠٥٥٩)

وكذلك الجواب فى مال الزكاة ، إذاكان جارية تساوى مأتين فى جميع ماذكرنا من تغير السعرإلى زيادة أونقصان . (بدائع الصنائع ،كتاب الزكاة، التصرف في مال الزكاة، زكريا ٢/ ١١٥، كراچى ٢/ ٢٣)

وإن أدى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب . (هنديه، كتاب الزكاة ، الباب الثالث ، الفصل الثانى فى العروض زكريا ١/ ١٨٠، جديد مطول ١/ ٢٤١)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ رشوال ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۵۸)

انشورنس میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے

سوال: [۴۲۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک رقم پندرہ سال سے قسطوار انشورنس میں جمع ہورہی تھی، ۱۵/سال پورے ہونے کے بعد اکٹھی ہوئی رقم ہمیں موصول ہوگئی ہے، کیا اس کی زکاۃ ادا کرنی ضروری ہے، اسی طرح دوسری رقم ۱۵/اپریل تک ملے گی اس کے لئے کیا کرنا ہوگا؟

المستفتي: ظہیر عالم، محلّہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ صورت میں رقم وصول ہونے پر گزشتہ پندرہ سال کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا، اور قسطوار جمع کرنے میں ہر سال اس رقم میں جتنا قسط میں اضافہ ہورہا ہے، اس کے حساب سے زکوٰۃ میں بھی اضافہ ہوگا، البتہ اصل رقم پر جو سود ملے گا تو اس کی زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔

اور نہ ہی اسکو اپنے مصرف میں خرچ کرنا جائز ہوگا، بلکہ فقراء کو بلا نیت ثواب تقسیم کردینا لازم ہوگا، اور جو رقم ۱۵/اپریل کے بعد ملے گی اسکی زکوٰۃ بھی مذکورہ حساب سے وصول ہونے پر ادا کرنا لازم ہوگا۔

عن نافع عن ابن عمر رضـ قال: زكاة أموالكم حول إلى حولٍ فما كان من دين ثقة فزكوه، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتىٰ يقبضه صاحبه. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الزكاة، في زكاة الدين، مؤسسه علوم القرآن جديد ٦/٤٨٥، رقم: ١٠٣٥١)

عن محمد عن عبيدة قال: سئل علي عن الرجل يكون له الدين الظنون أيزكيه؟ فقال: إن كان صادقا فليزكه لما مضى إذاقبضه. (المصنف لأبن أبي شيبه، كتاب الزكاة، في زكاة الدين، مؤسسه علوم القرآن جديد٦/٤٨٦، رقم: ١٠٣٥٦)

فتجب زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول لكن لافوراً بل عند قبض أربعين درهما من الدين القوي. (الدر مع الرد، كتاب الزكاة، باب زكاة المال

زکریا دیوبند۳/۲۳٦، کراچی ۲/۳۰۵، هندیه، کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها، زکریا ۱/۱۷۵، قاضیخان علی هامش الهندیه، کتاب الزکاة، فصل فی مال التجارة زکریا دیوبند۱/۲۵۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٦ رشوال ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۸۳۳)

۵/ باب أداء الزکوٰة

مالیت کا حساب لگائے بغیر محض اندازے سے زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: [۴۲۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو مسلمان زکوٰۃ تو ادا کرتے ہیں لیکن صرف اندازہ سے بغیر حساب جوڑے یا کم زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، کیا ایسے اشخاص کی زکوٰۃ کی ادائیگی قابل قبول ہوگی یا نہیں؟ ایسے اشخاص کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: سید آفتاب علی، جامع مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مالیت کا حساب لگا کر ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے اگر بغیر حساب کے ادا کر دی ہے، تو بعد میں حساب لگا کر دیکھ لے جتنی مالیت کی زکوٰۃ بنتی ہے اتنی کی ادائیگی ہوگی، اور جو مال زائد ہو اس کی زکوٰۃ پھر سے ادا کرنی ہوگی، اور اگر اتنی زیادہ رقم زکوٰۃ میں دی ہے، کہ حساب کے بعد مقدار زکوٰۃ واجب سے زائد ہے اب کوئی ذمہ داری نہیں رہی مگر ہر سال کے حساب کا التزام ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/ ۱۴۸، ایضاح المسائل/ ۱۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم محرم الحرام ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۵۷۲)

زکوٰۃ دیتے وقت یہ نیت کرنا کہ مستحق ہے تو زکوٰۃ ورنہ امداد

سوال: [۴۲۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید

نے اپنے ایک رشتہ دار کی مدد زکوٰۃ کی رقم سے اس نیت کے ساتھ کی کہ اگر اس رشتہ دار کو شرعاً زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، تو زکوٰۃ ورنہ امداد اب معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس میں تو دوہرا ثواب ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ ادا کرتے وقت زید کو اس کا علم نہ تھا، اب معلوم ہوا ہے زید کی زکوٰۃ ادا ہوگئی یا دوبارہ دے۔

المستفتي: عبداللہ معرفت سراج الاسلام، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مذکورہ میں اداء زکوٰۃ کے وقت اگر زید کو غالب گمان تھا کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اور اگر غالب گمان یہ تھا کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، البتہ زکوٰۃ دینے کے بعد معلوم ہوگیا کہ وہ واقعی غریب ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

وإذا دفعها إليه وهو شاک ولم يتحر أوتحرى ولم يظهر لهٗ أنه مصرف أو غلب على ظنه أنه ليس بمصرف فهو على الفساد إلا إذا تبين أنه مصرف الخ. (عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب السابع في المصارف زکریا ۱/ ۱۹۰، جدید مطول ۱/ ۲۵۲، تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا ۲/ ۱۲۹، درمختار مع الشامی، کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف، مطلب في حوائج الأصلية زكريا ۳/ ۳۰۳، کراچی ۲/ ۳۵۲، هدایه، کتاب الزکوٰۃ، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لايجوز، اشرفی دیوبند ۱/ ۲۰۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۷۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۸/ ۱۱/ ۱۴۱۴ھ

زکوٰۃ کی الگ کردہ رقم کے علاوہ سے زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۲۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قربانی کا چمڑہ ادھار بیچ دیا خریدنے والے نے کہا ۱۵/ دن کے بعد روپیہ ادا کروں گا، اتنے میں

مختلف جگہوں کے مدرسہ سے مولانا صاحب اور فقیر مسکین ہر روز آتے ہیں، میں نے چندہ وصول کرنیوالوں سے کہا کہ ابھی تک چمڑہ کا پیسہ نہیں آیا ہے، توان سب لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ بہت دور سے آئے ہیں، پھر آنا مشکل ہے، اسلئے میں نے اپنی طرف سے ان سب کو روپیہ دیدیا جب چمڑے کا روپیہ ملیگا، تو اسے اپنی ضرورت میں خرچ کرلیں گے، اس طرح زکوٰۃ کا روپیہ بھی میرے باپ کے پاس تھا، اس وقت باپ موجود نہیں تھے، ایک مولانا صاحب چندہ وصول کرنے آئے میں نے مولانا کو اس نیت سے پچاس روپیہ دیدئے کہ جب باپ آئیگا، تو ۵۰/روپیہ لےلوں گا تو یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب دے کر ممنون فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتي: مزمل الحق، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب زکوٰۃ کا پیسہ پہلے سے نکال کر رکھا ہے، اور جس وقت زکوٰۃ وصول کرنے والے سامنے آجائیں اور اس وقت زکوٰۃ کا الگ کیا ہوا پیسہ اپنے پاس نہیں ہے اسی طرح فقیر آجائے اور بروقت زکوٰۃ کا پیسہ نہ ہو اور اپنے استعمال کا دوسرا پیسہ ہو تو ایسی صورت میں ایسا کرنا جائز ہے، کہ اپنی جیب سے اس نیت سے زکوٰۃ میں دیوے کہ جہاں زکوٰۃ کا پیسہ رکھا ہے بعد میں وہاں سے لے لیں گے، اور اپنی جیب سے فوری طور پر زکوٰۃ وصول کرنے والے کو دیدے تو جائز اور درست ہوگا، اسی طرح زکوٰۃ کا پیسہ پہلے سے الگ کیا ہوا نہیں ہے اور یہ ارادہ ہے کہ بعد میں حساب کرکے جوڑ لیں گے تو جو بھی زکوٰۃ کے پیسے لینے آئے زکوٰۃ کی نیت سے دیدئے جائیں، اور اس کا حساب رکھا جائے، اخیر میں سالانہ حساب جوڑتے وقت اس کو بھی جوڑ لیا جائے، تو زکوٰۃ بھی ادا ہوجائیگی اور ایسا کرنا جائز ہوگا۔

ولو تصدق أى الوكيل بدفع الزكاة إذا أمسك دراهم الموكل و دفع

من ماله ليرجع ببدلهافی دراهم المؤكل صح. (شامی، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء زکریا۳/ ۱۸۹، کراچی ۲/ ۲۷۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ صفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۷۱۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۲۲ھ

غیر مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی

سوال: [۴۲۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن لوگوں نے زکوٰۃ فطرہ لینے کی عادت بنا رکھی ہے، یا عوام یوں جانتے ہیں کہ اگر زکوٰۃ اور فطرہ ان کو نہ دیا تو ادا نہیں ہوگا، حالانکہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے، تو کیا زکوٰۃ ادا ہوگی؟ شریعت کی رو سے مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

المستفتي: گلزار احمد سہارنپوری امام مسجد جھاڑی، ضلع: سیکر، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر زکوٰۃ دہندہ کو یہ معلوم ہے کہ مذکورہ لوگ مستحق زکوٰۃ نہیں ہیں، تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

لو دفع بلا تحر لم يجز إن أخطأ وفي الشامية: أما لو تحرى فدفع لمن ظنه غير مصرف أو شك ولم يتحر لم يجز حتى يظهر أنه مصرف الخ. (در مختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، مطلب فی حوائج الاصلية زکریا۳/ ۳۰۲، شامی/ ۳۰۳، کراچی ۲/ ۳۵۲)

وأما إذاشك ولم يتحر أو تحرى فدفع وفي أكبر رأيه أنه ليس بمصرف لايجزيه الخ. (هدايه، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصاقات إليه ومن لايجوز، اشرفی دیوبند۲/ ۲۰۷، فتح القدير، دارالفکر بیروت ۲/ ۲۷۶، کوئٹہ پاکستان

۲/ ۲۱۵، زکریا دیوبند ۲/ ۲۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/۱۱/۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۰۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۱۱/۱۴۱۰ھ

حولانِ حول سے قبل زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۲۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم نے اس سال کی زکوٰۃ ادا کردی ہے اب ہمارے پاس ایک ضرورت مند مسلمان حاضر ہوتا ہے، اوراس کو پیسوں کی بہت سخت ضرورت ہے، ہم اپنے پاس سے بھی اسکونہیں دے سکتے ہم چاہتے ہیں، کہ اس کو ایک یا دوسال آئندہ آنے والے سال کی زکوٰۃ دیدیں تو دے سکتے ہیں یانہیں؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: بشیر احمد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگرآپ صاحب نصاب ہیں اوراتنی مالیت کے مالک ہیں، کہ سال آئندہ بھی آپ پرزکوٰۃ لازم ہوتوایسی صورت میں زکوٰۃ دینادرست ہے، اورزکوٰۃ بھی اداہوجائیگی۔

عن عليؓ أن العباس سأل رسول الله ﷺ في تعجيل صدقته قبل أن تحل ، فرخص له في ذلك . (سنن الترمذی، الزکاة، باب ماجاء فی تعجیل الزکاة، النسخةالهندیة ۱/ ۱۴٦، دارالسلام رقم: ٦٧٨)

ولو عجل ذو نصاب زكاته لسنين صح لوجود السبب (درمختار) أى سبب الوجوب وهوملك النصاب النامي فيجوز التعجيل لسنة وأكثر.

(شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم ، مطلب استحلاك المعصية القطعية كفر

زکریا۳/ ۲۲۰، کراچی ۲/ ۲۹۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۴۱)

پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: [۴۲۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پیشگی زکوٰۃ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتي: فیض محمد، فوجی رحمت نگر کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پیشگی زکوٰۃ یعنی اگلے سال کی زکوٰۃ اسی سال ادا کردینا بلاکراہت درست ہے، لیکن یہ دیکھنا ضروری ہے، کہ زکوٰۃ کس شخص کو دے رہے ہیں، اس کا خاص خیال رکھیں اور سودی قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ ہرگز نہیں دینی چاہئے ورنہ ایک قسم کی لعنت میں خود زکوٰۃ دہندگان بھی شامل ہوجائیں گے۔

عن عليؓ أن العباس سأل رسول اللّٰه ﷺ في تعجيل صدقته قبل أن تحل، فرخص له في ذلك. (سنن الترمذی، الزکاۃ، باب ماجاء فی تعجیل الزکاۃ، النسخۃالھندیۃ ۱/ ۱۴۶، دارالسلام رقم: ۶۷۳)

ويجوز تعجيل الزكوٰة قبل الحول إذ املك نصاباً عندنا. (تاتار خانیہ، کتاب الزکاۃ، الفصل السادس فی تعجیل الزکاۃ، زکریا دیوبند۳/ ۱۸۴، رقم: ۴۰۶۴، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الزکاۃ، دارالکتاب دیوبند/ ۷۱۵، ھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی تفسیرھا وصفتھا وشرائطھا زکریا ۱/ ۱۷۶، درمختار، کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الغنم، مطلب استحلال المعصیۃ القطعیۃ کفر زکریا۳/ ۲۲۰، کراچی

۲/۲۹۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۵۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۱۷ھ

سوال: [۴۲۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آنے والے ۱۹۹۸ء کی رمضان میں دی جانے والی زکوٰۃ کسی ضرورتمند کو پیشگی دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر دے دی گئی تو ادا ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: روشن جہاں، محلّہ بھٹی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سن ۱۹۹۸ء کی زکوٰۃ رمضان آنے سے پہلے ادا کرنا جائز ہے۔

عن عليؓ أن العباس سأل رسول الله ﷺ في تعجيل صدقته قبل أن تحل ، فرخص له في ذلك . (سنن الترمذی، الزکاۃ، باب ماجاء فی تعجیل الزکاۃ، النسخۃالهندية ۱/۱٤٦، دارالسلام رقم: ٦٧٣، سنن أبي داؤد ، الزکاۃ ، باب فی تعجیل الزکاۃ، النسخة الهندية ۱/۲۲۹، دارالسلام رقم: ١٦٢٤، سنن ابن ماجه، الزکاۃ، باب تعجیل الزکاۃ ، قبل محلها ، النسخة الهندية/۱۲۸، دارالسلام رقم: ۱۷۹٥، مسند احمد بن حنبل ۱/۱۰٤، رقم: ۸۲۲، مسند الدارمی ، الزکاۃ ، باب تعجیل الزکوٰۃ ۲/۱۰۱۷، رقم: ١٦٧٦)

ويجوز تعجيل الزكاة بعد ملك النصاب الخ. (هنديه، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی تفسیرها وصفتها و شرائطها زکریا ۱/۱۷٦، جدید ۱/۲۳۷)

ولو عجل ذو نصاب زكوته لسنين أو لنُصب صح لو جود السبب .

(در مختار ، کتاب الزکوٰۃ ، باب زکوٰۃ الغنم ، مطلب استحلال المعصية القطعية كفر زکریا ۳/۲۲۰، کراچی ۲/۲۹۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۳۱۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۶/۶ھ

سوال: [۴۲۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص پر زکوٰۃ واجب ہے، اور اس نے پوری زکوٰۃ نکالدی زکوٰۃ نکالدینے کے بعد کسی غریب رشتہ کے یہاں سے خط آیا، کہ میری لڑکی کی شادی ہونے والی ہے، لہٰذا آپ مدد کریں، وہ شخص آئندہ سال جو زکوٰۃ اسپر واجب ہوگی وہ زکوٰۃ کا مال اس غریب رشتہ دار کو دے سکتا ہے، یا نہیں؟

المستفتي: مختار احمد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں آئندہ سال کیلئے پیشگی زکوٰۃ ادا کر دینا جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۳/ ۲۶)

عن علي رضی اللہ عنہ أن العباس سأل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم في تعجيل صدقته قبل أن تحل، فرخص له في ذلك. (سنن الترمذی، الزکاۃ، باب ماجاء فی تعجیل الزکاۃ، النسخۃالھندیۃ ۱/ ۱۴۶، دارالسلام رقم: ۶۷۳)

ويجوز تعجيل الزكوٰة قبل الحول إذ ملك نصاباً عندنا. (تاتار خانیہ، کتاب الزکاۃ، الفصل السادس فی تعجیل الزکاۃ، زکریادیوبند ۳/ ۱۸۴، رقم: ۴۰۶۴)

ولو عجل ذو نصاب لسنين صح. (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکوٰۃ، دارالکتاب دیوبند/ ۷۱۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ شوال المکرّم ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۶۴۴)

پیشگی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد فقیر ہو گیا

سوال: [۴۲۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید صاحب نصاب ہے ہر سال اپنی ملکیت کی ۲۷/رمضان المبارک کو زکوٰۃ ادا کرتا ہے، بلکہ تقریباً ایک ہزار روپئے پیشگی زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے، امسال رمضان سے پہلے شعبان میں زید نے رہائش کیلئے ایک پلاٹ خریدا جس کی وجہ سے وہ تقریباً بیس ہزار روپئے کا مقروض ہو گیا اب دریافت یہ کرنا ہے، زید کے اوپر اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ زید پیشگی رقم زکوٰۃ ادا کرے تو ہزار ورپئے جو پیشگی ادا کی ہے اتنی رقم کم ادا کرے یا جتنی زکوٰۃ بنتی ہے اتنی ادا کرے کیونکہ ایک ہزار وہ پیشگی ادا کر چکا ہے، آئندہ اگر زید صاحب نصاب ہو تو کیا وجوب زکوٰۃ کی تاریخ ۲۷/رمضان رہے گی؟ یا جس مہینے کی جس تاریخ میں وہ صاحب نصاب ہو گا وہ تاریخ رہے گی؟

المستفتي: محمد شفیق چودھری، محلّہ حکیمان خانپور، بلند شہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جبکہ زید خود ہی مقروض ہو گیا ہے اور اب اس کے پاس اتنا مال بھی نہیں ہے، جو نصاب کے بقدر اور ضرورت سے زائد ہو تو ایسی صورت میں اب اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اور زید نے جو رقم زکوٰۃ کے طور پر پیشگی ادا کر دی ہے، اور اب دوسرے سال میں اس کے پاس نصاب کے بقدر مال نہیں ہے تو وہ گذشتہ سال ادا کی گئی پیشگی رقم نفلی صدقہ شمار کی جائیگی، اسلئے کہ پیشگی ادا کردہ رقم کو زکوٰۃ میں شمار کرنے کیلئے دوسرے سال میں بھی نصاب کا ہونا ضروری ہے اور حسب تحریر وسوال زید دوسرے سال میں صاحب نصاب نہیں ہے، اسلئے پیشگی ادا کی گئی رقم بھی زکوٰۃ نہیں مانی جائیگی، اور آئندہ کبھی صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زید از سر نو تاریخ کی تعیین کر کے اسی کے مطابق زکوٰۃ ادا کیا کریگا۔

صح لمالک النصاب أو أكثر أن يؤدي زكاة سنين قبل أن تجيئ تلك السنين حتى إذا ملك في كل منها نصاباً أجزأه ما أدىٰ من قبل لأن السبب المال النامي وقد وجد . (مجمع الانهر ، كتاب الزكاة ، قبيل باب العاشر جديد بيروت ۱/۳۰۸، قديم ۱/۲۰۸)

أو كان النصاب كاملاً وقت التعجيل ثم هلك جميع المال صار ما عجل به تطوعاً . (عالمگیری، کتاب الزكاة ، الباب الاول فی تفسيرها وصفتها و شرائطها زکریا ۱/۱۷۶، جدید مطول ۱/۲۳۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۸/۲/۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر:۹۱۸۶/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۲/۲۷ھ

انگریزی تاریخ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنے والا قمری تاریخ کا تعین کس طرح کرے؟

سوال: [۴۲۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شروع ہی سے میں انگریزی تاریخ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرتا ہوں ، اب میں قمری تاریخ کا تعین کس طرح کروں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آئندہ کیلئے تو آپ کسی قمری تاریخ کا تعین کرلیں اوراب تک آپ جو شمسی تاریخ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرتے چلے آئے ہیں،تو اس میں ہر سال جو تقریباً چند دنوں کا فرق چلا گیا ہے، اس کی تلافی کیلئے آپ شمسی سال کیلئے 260 کا حساب کریں اور جو فرق نکلتا ہو اسکی مزید زکوٰۃ ادا کریں؟

(مولانا ومفتی) محمد تقی عثمانی (مدظلہ العالی)

وضاحت: مذکورہ مسئلہ میں شمسی سال کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے تو دو روپیہ پچاس پیسہ کے بجائے دو روپیہ ساٹھ پیسہ سیکڑہ کے حساب سے ادا کیا جائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حساب سے ادا کرنے کی صورت میں اڑتیس سال میں ایک سال قمری سال کی زکوٰۃ خود بخود ادا ہوجائیگی کیونکہ شریعت میں زکوٰۃ قمری سال کے حساب سے ادا کرنے کا حکم ہے۔

وحولها أى الزكاة قمري لاشمسي. (درمختار، کتاب الزکاۃ، قبیل باب زکاۃ، المال کراچی ۲/ ۲۹٤، زکریا۳/ ۲۲۳)

العبرة فى الزكاة للحول القمرى كذا فى القنية . (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الأول فى تفسيرها وصفتها وشرائطها، زكريا ١/ ١٧٥، جديد مطول ١/ ٢٣٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۶۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱؍۵؍۱۴۲۷ھ

گذشتہ سال کی زکوٰۃ کس قیمت سے نکالی جائے؟

سوال: [۴۲۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سونے پر زکوٰۃ ادا کرنے میں سال پورا ہوگیا تھا، لیکن زکوٰۃ نہیں نکال سکا دوسرا سال لگ گیا اب وہ چاہتا ہے، کہ زکوٰۃ کی قضا نکالے وہ زکوٰۃ کی قضا گذشتہ سال کے مارکیٹ ریٹ پر نکالے گا یا پھر حال کے ریٹ پر؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: گذشتہ سال کی زکوٰۃ امسال کی قیمت کے اعتبار سے ادا کرنا ہوگی، یہی راجح اور مفتی بہ قول ہے۔

وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا: يوم الأداء الخ. (شامی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم کراچی ۲/ ۲۸٦، زکریا مع الدر۳/ ۲۱۱)

فیعتبر قیمتها یوم الأداء والصحیح أن هذا مذهب جمیع أصحابنا لأن المذهب عندهم أنه إذا هلک النصاب بعد الحول تسقط الزکوٰة سواء کان من السوائم أومن أموال التجارة الخ. (بدائع ، کتاب الزکاة، فصل فی صفة الواجب فی اموال التجارة قدیم ۲/ ۲۲، جدید زکریا ۲/ ۱۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رصفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۲۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۳ھ

کپڑے کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کس دن کی قیمت کا اعتبار ہے؟

سوال: [۴۲۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں کپڑے کا تاجر ہوں زکاۃ میں کپڑا ادا کرنا چاہتا ہوں تو کپڑے کی کونسی قیمت کے اعتبار سے زکاۃ ادا کروں جس قیمت میں خریدتا ہوں وہ یا جس میں بیچتا ہوں وہ قیمت؟

المستفتي: محمد ادریس احمد، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اداءِ زکوٰۃ کے وقت کپڑوں کی فروختگی کی حتمی اور یقینی قیمت لگا کر جتنی بھی قیمت بنے اس کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

وفي عرض تجارة قیمته نصاب مقوما بأحدهما . (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال کراچی ۲/ ۲۹۸، زکریا ۳/ ۲۲۸)

وجاز دفع القیمة فی زکوٰة وتعتبر القیمة یوم الوجوب وقالا: یوم الأداء وفی الشامی یعتبر یوم الأداء بالإجماع وهو الأصح. (شامی، کتاب الزکاة ، باب زکاة الغنم کراچی ۲/ ۲۸۶، زکریا ۳/ ۲۱۱)

فیعتبر یو م الأداء والصحیح أن هذا مذهب جمیع أصحابنا لأن المذهب عندهم أنه إذا هلک النصاب بعد الحول تسقط الزکوٰة سواء کان من السوائم أومن أموال التجارةالخ. (بدائع ، کتاب الزکاة، فصل في صفة الواجب في أموال التجارة قدیم۲/۲۲، جدید زکریا ۲/۱۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شعبان۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۸/۱۶ھ

ادائیگیٔ زکوٰۃ کے وقت کی قیمت معتبر ہے

سوال: [۴۲۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کمپنی نے کوئی جگہ خریدی ہو جس کو توڑ کر دوبارہ تعمیر کرا کر فروخت کرنا ہو تو بعد تعمیر کے فروخت کرنے پر یا خرید کے وقت کے نرخ پر یا فروخت کے وقت بازار کے بھاؤ کے مطابق رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا صرف ہوئے منافع پر اخراجات وغیرہ مجرا کرنے کے بعد بچی رقم پر؟ جواب دیں کرم ہوگا؟

المستفتي: عبدالرحمٰن، پرنس روڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس وقت زکوٰۃ ادا کی جائے اسی وقت کے بھاؤ اور قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے، زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے، چنانچہ اگر فروختگی کے فوراً بعد ادا کی جائے، تو اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا، اسی طرح قبل تعمیر ادا کرے یا بعد تعمیر جس وقت ادا کرے اسی وقت کی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے ادا کرنی ہوگی، نفع ونقصان کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ موجودہ حالت کی قیمت معتبر ہوگی۔

تعتبر القیمة الخ (درمختار) ویعتبر یوم الأداء بالإجماع وهو الأصح

الخ. (شامی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم کراچی ۲/۲۸٦، زکریا۳/۲۱۱)

فیعتبر قیمتها یو م الأداء والصحیح أن هذا مذهب جمیع أصحابنا لأن المذهب عندهم أنه إذا هلک النصاب بعد الحول تسقط الزکوة سواء کان من السوائم أومن أموال التجارة الخ. (بدائع، کتاب الزکاۃ، فصل فی صفة الواجب فی الاموال التجارۃ قدیم۲/۲۲، جدید زکریا ۲/۱۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍شعبان ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۳۲۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۸/۳ھ

زکوٰۃ میں یوم الأداء کی قیمت کا اعتبار ہے

سوال: [۴۲۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسی جائیداد پر جوکہ ادھوری بنی ہوئی خریدی ہواس کوسال دوسال میں تعمیر مکمل کرکے فروخت کرنیکا ارادہ ہوصرف حاصل ہوئے منافع پرزکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوگی یا خرید کے وقت کی قیمت پر یاموجودہ مالیت پر؟

المستفتي: عبدالرحمٰن، پرنس روڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موجودہ مالیت کی قیمت لگا کرزکوٰۃ ادا کرنالازم ہوگا۔

وتعتبر القیمة یوم الوجوب وقالا یوم الأداء وفی الشامیة تعتبر یوم الأداء بالإجماع وهو الأصح الخ. (شامی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم کراچی ۲/۲۸٦، زکریا۳/۲۱۱)

فیعتبر قیمتهایو م الأداء والصحیح أن هذا مذهب جمیع أصحابنا.

(بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، فصل فی صفة الواجب فی الاموال التجارۃ قدیم ۲/۲۲،

جدید زکریا دیو بند۲/ ۱۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ر شعبان ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۳۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۸/۳ھ

بہن کے کھاتے یا موبائیل وغیرہ میں زکوٰۃ کی رقم ڈالنا

سوال: [۴۲۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی بہن غریب مستحق زکوٰۃ ہے زکوٰۃ کے پیسے اگر زید بغیر اپنی بہن کو بتائے اس کے موبائل میں ڈال دے ریچارج کرادے، تو کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہوجائیگی، کبھی اپنی بہن کے بینک اور مسلم فنڈ کے کھاتے میں ڈال دیتا ہے، تو کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہوجائیگی یہ تملیک فقراء ہے، مفصل جواب سے نوازیں؟

المستفتي: عبدالرشید قاسمی، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ میں اگر پیسے ادا کئے جائیں تو فقراء کو ایسے طریقہ پر مالک بنادینا ضروری ہے کہ وہ اس پیسہ سے اپنی جو بھی ضرورت پوری کرنا چاہیں کرسکیں لہٰذا بینک اور مسلم فنڈ کے کھاتہ میں ڈالنے کی صورت میں زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، اس لئے کہ وہ اس پیسے کا اپنے اختیار سے جس ضرورت میں چاہے استعمال کرسکتی ہے، اور موبائل میں ڈالنے سے اس وقت زکوٰۃ ادا ہوگی جب اس سے اس بارے میں اجازت لے لی جائے، اور بغیر اجازت ڈالنے کی صورت میں تبرع مانا جائیگا اس لئے کہ وہ پیسہ اس کے اختیار میں اس طرح نہیں پہونچا ہے کہ جس ضرورت میں چاہے وہ خرچ کرسکے۔

ولا يشترط علم الفقير أنها زكوٰة على الأصح حتى لو أعطاه شيئاً وسماه هبة أو قرضاً ونوىٰ به الزكاة صحت . (مراقی الفلاح، کتاب الزکاة،

جدید دارالکتاب دیوبند/۵ ۷۱، قدیم / ۳۹۰ ، هندیه ، کتاب الزکاة ، الباب الاول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا ۱/۱۷۱ ، جدید مطول ۱/۲۳۳، البحرالرائق ، کتاب الزکاة، زکریا ۲/ ۳۷۰، کوئٹه ۲/۲۱۲)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة (قال فی الشامیة) فلا یکفی فیها الإطعام إلا بطریق التملیک ولو أطعمهٔ عنده ناویا الزکاة لاتکفی . (شامی مع الدر ، کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/۳٤٤، زکریا۳/ ۲۹۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۱۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۳ھ

زکوٰۃ میں گھٹیا چیز دینے سے متعلق ایک مفصل فتویٰ

سوال: [۴۲۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ راقم الحروف کی معرفت آپ حضرات کی خدمت میں تین سوالات پر مشتمل ایک استفتاء پیش گیا گیا تھا، جو اس عریضہ کیساتھ ارسال خدمت ہے۔

راقم الحروف کی نظر میں سوال نمبر (۱) اور سوال نمبر (۳) کے جوابات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، اس سلسلہ میں اپنی معروضات پیش کررہا ہوں امید ہے کہ تسلی بخش جواب سے نوازیں گے؟

معروضات متعلقہ جواب سوال نمبر (۱):

فتویٰ میں لکھا گیا ہے، بہت گھٹیا چیز زکوٰۃ میں دینا درست نہیں ہے، بلکہ درمیانی اور اوسط درجہ کی چیز دینی چاہئے ،اس لئے مسئولہ صورت میں جو کپڑا دو تین بار پہنا جاچکا ہے، اسکو زکوٰۃ میں دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ جو چیز بھی ایک مرتبہ استعمال کرلی جاتی ہے، وہ گھٹیا ہی شمار ہوتی ہے۔

ان الساعی لیس له أن یأخذ خیار الأموال بل یأخذ الوسط بین

الخيار والردی. (عمدة القاری٨/٢٣٨)

اس جواب پر راقم الحروف کو چند شبہات ہیں۔

شبہ نمبر(١): عمدۃ القاری کی جس عبارت سے استدلال کیا گیا ہے اسمیں لفظ ردی کا استعمال خیار اور وسط کے مقابلہ میں ہوا ہے، لہذا اس سے درجۂ سوم کے سوائم مراد ہیں، اور یہ ادنیٰ کا مرادف ہے، اور ادنیٰ چیز کو زکوٰۃ میں دینا بلا کراہت جائز ہے، جیسا کہ درمختار کی درج ذیل عبارت سے واضح ہے۔

وإن لـم يـجد أی المصدق، وكذا إن وجد فالقيد اتفاقي ماوجب من ذات سـن دفـع الـمـالک الأدنـیٰ مـع الـفـضل جبراً علی الساعي لأنه دفع بالقيمة . (درمختار زکریا٣/٢١٣)

شبہ نمبر (٢): فقہاء کرامؒ کے نزدیک خلاف جنس سے زکوٰۃ کی ادائیگی میں چیز کی قیمت کا اعتبار کیا گیا ہے، نہ کہ اس کی حیثیت کا، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارات سے واضح ہے؟

(١) أما إذا أدی من خلاف جنسه فالقيمة معتبرة اتفاقاً.

(٢) فـإذا أدی خمسة أقفزة رديئة عن خمسة جيدة لم يجز عنده حتی يؤدی تمام قيمة الواجب وجاز عندهما .(رد المختار زکریا٣/٢١١)

(٣) وإن كـان مـن خـلاف جـنسه يراعی فيه قيمة الواجب ، حتی لو أدیٰ أنقص منه لايجوز إلا بقدره . (بدائع الصنائع زکریا٢/١٢٧)

ان تصریحات کے باوجود ردی چیز کو زکوٰۃ میں دینے کو غلط کیسے کہا جا سکتا ہے، جبکہ فقہاء کرامؒ اسے مکروہ یا خلاف اولیٰ بھی نہیں کہہ رہے ہیں۔

المستفتي: خورشید انور قاسمی، خادم تدریس: جامعہ قاسمیہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الـجـواب وبالله التوفيق: سائل نے عمدۃ القاری کی عبارت پر شبہ ظاہر

کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ ''عمدۃ القاری کی عبارت میں ردی کا استعمال خیار اور وسط کے مقابلہ میں ہوا ہے، لہٰذا ردی سے درجۂ سوم کے سوائم مراد ہیں، اور یہ ادنیٰ کا مرادف ہے، اور ادنیٰ چیز کو زکوٰۃ میں دینا بلا کراہت جائز ہے''، اس کے بعد سائل نے درمختار کی عبارت '' وان لم یجد المصدق'' سے '' لانہ دفع بالقیمۃ'' تک کی عبارت نقل کی ہے، اس پوری عبارت پر بار بار غور کرکے دیکھا گیا ہے، اس میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے کہ صرف ادنیٰ چیز کو زکوٰۃ میں دینا بلا کراہت جائز ہے، بلکہ ساتھ میں ایک قید لگی ہوئی ہے، '' الا دنیٰ مع الفضل'' تنہا ادنیٰ شئی کو زکوٰۃ میں بلا کراہت دینے سے متعلق ہم کو کہیں عبارت نہیں ملی اور سائل نے جو عبارت نقل کی ہے، وہ تنویر الابصار کی ایک مستقل عبارت کے اخیر میں ایک قید اتفاقی ہے، اس قید اتفاقی پر صاحب درمختار نے تبصرہ فرمایا ہے، مستقل عبارت یہ ہے: ''والمصدق لا یأخذ إلا الوسط''، صدقہ وصول کرنے والا درمیانی درجہ کی چیز زکوٰۃ میں لیگا، نہ ادنیٰ لینے کی اجازت ہے نہ ہی اعلیٰ، پھر صاحب تنویر الابصار نے یہ قید لگا کر مسئلہ اٹھایا ہے کہ اگر اوسط درجہ کی شے دستیاب نہ ہو تو کیا کیا جائے؟ اس قید کو صاحب درمختار نے اتفاقی قرار دیا ہے، پھر آگے تنویر الابصار کی عبارت ہے کہ درمیانی درجہ کی شئی دستیاب نہ ہونے کی صورت میں ادنیٰ کو فضل کے ساتھ ملا کر دیا جائے، اور اس میں قیمت کا اعتبار کیا جائے، اس لئے سائل کی پہلی عبارت سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے، کہ محض ادنیٰ شی کو زکوٰۃ میں دینا بلا کراہت جائز ہے، بلکہ اعلی اور بہتر شئی کی طرف سے ادنیٰ شئی زکوٰۃ میں دینا کم از کم مکروہ ہے، اس لئے صاحب تنویر الابصار نے حصر کیساتھ '' المصدق لا یاخذ الا الوسط'' کی عبارت نقل کی ہے، اور یہی اصل مسئلہ شرعی ہے، ہاں البتہ اعلی اور عمدہ چیز کی جانب سے ادنیٰ چیز زکوٰۃ میں ادا کرے تو اس کی قیمت لگانا واجب ہے، اور ادائے زکوٰۃ میں امام محمدؒ کے قول کے مطابق انفع للفقراء کا اعتبار کیا گیا ہے، اور انفع للفقراء کو پیش نظر رکھ کر زکوٰۃ ادا کرنا زیادہ افضل اور بہتر ہے، لہٰذا جب ادنیٰ شی کے ذریعہ سے

زکوٰۃ ادا کرنے کا ارادہ ہوتو بہتر شکل یہ ہے کہ اس شی کو فروخت کر کے اس کی قیمت فقراء کو دے دی جائے، اسلئے کہ استعمالی کپڑے کے مقابلہ میں روپیہ پیسہ انفع للفقراء ہے، اس لئے پچھلے فتویٰ میں لکھا گیا تھا، کہ درمیانی اور اوسط درجہ کی چیز دینی چاہئے، جیسا کہ درمختار اور تنویر الابصار کی اس مستقل عبارت سے واضح ہے، جہاں سے سائل نے اپنی عبارت نقل کی ہے، اور استعمالی کپڑے دینے کے بارے میں یہ لفظ استعمال کیا گیا تھا کہ ''اسکو زکوٰۃ میں دینا صحیح نہیں ہے''، ہوسکتا ہے، لفظ ''صحیح نہیں ہے'' سے سائل نے یہ سمجھا ہو کہ زکوٰۃ ہی ادا نہیں ہوگی بلکہ روپئے پیسے کے عوض میں دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی فتویٰ میں صحیح نہیں کا لفظ کراہت کی وجہ سے بولا گیا ہے عدم جواز کی وجہ سے نہیں، اور اس کے لکھنے میں یہ مصلحت بھی پیش نظر رہی ہے کہ آج کل کے زمانہ میں ادنیٰ درجہ کے سرمایہ دار کا حال بھی ایسا ہے، کہ ایک آدھ مرتبہ پہننے کے بعد اس کپڑے سے اکتا جاتے ہیں، پھر نیا کپڑا بنانے لگتے ہیں خاص طور پر عورتوں کا حال تو یہ ہے کہ ہر شادی ہر تقریب ہر خوشی کے موقع پر نیا جوڑا بنواتی ہیں، دو تین دفعہ پہننے کے بعد اسے رکھ دیتی ہیں، اس طریقہ سے سال پورا ہوتے ہوتے کافی تعداد میں کپڑے جمع ہوجاتے ہیں، اور انھیں وہ کپڑے بہر حال فقراء اور غریب رشتہ داروں کو دینے ہیں، اور ادھر زکوٰۃ بھی واجب ہورہی ہے، تو ایسے کپڑوں کو روپیہ پیسہ اور عمدہ سرمایہ کی زکوٰۃ کے عوض میں نکالنا چاہتے ہیں، اور ساتھ میں یہ سمجھتے ہیں کہ جن پیسوں کی زکوٰۃ نکالنا ضروری تھا، استعمالی کپڑوں کے سہارے سے اس کے ذمہ سے سبکدوش ہوجائیں گے، لہٰذا ان سے اگر یہ کہہ دیا جائے، کہ استعمالی کپڑے سرمایہ کی زکوٰۃ میں دیئے جاسکتے ہیں تو وہ ہزار ہا روپیہ جو زکوٰۃ میں دینا لازم ہوتا ہے، وہ بچالیں گے اور یہ کپڑے ان پیسوں کے عوض میں دے دیں گے حالانکہ یہ کپڑے انھیں بہر حال آج نہ ہو تو کل فقیر اور غریب رشتہ داروں کو دینا ہے، نیز ایسے کپڑے کی قیمت اپنے طور پر لگائیں گے، مثلاً اگر سو روپئے کا جوڑا ہے تو اس کی قیمت کم از کم پچاس روپیہ لگا کر زکوٰۃ میں دیں گے حالانکہ صورت

حال یہ ہے کہ اگر سو روپئے کا استعمالی جوڑا اور پچیس روپیہ فقیر کے پاس رکھ کر اختیار دیا جائے گا تو فقیر وہ استعمالی جوڑا نہیں لیگا اور پچیس روپیہ لے لیگا، اس لئے ''صحیح نہیں'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور علماء کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ زمانہ کے حالات کا جائزہ لیا جائے، اور حالات زمانہ کے اعتبار سے استعمالی کپڑے زکوٰۃ میں دینے کا مسئلہ بتلانا کسی طرح مناسب نہیں، ہم نے اپنے یہاں کے بہت سے طلبا سے اس سلسلے میں معلومات کی ہے کہ اگر سو روپیہ کا جوڑا جو ایک دو مرتبہ استعمال کیا ہوا ہوا ور بیس روپئے رکھے جائیں اور اختیار دیا جائے تو کس کو اختیار کروگے، تو سب نے کہا بیس روپیہ لیں گے، اور اس کی ایک مثال یوں بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ مدارس کے لوگ کسی سرمایہ دار کے پاس چندہ لینے جائیں، اور وہ یہ کہے کہ میری طرف سے پانچ ہزار روپئے کی رسید کاٹ دیجئے اور وہ استعمالی کپڑے لاکر ڈال دے اور یہ کہے کہ ان کپڑوں کی تیاری میں بارہ ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے میں نے اس کی قیمت پانچ ہزار لگائی ہے، پھر مدرسہ کے دفتر میں آکر کے پانچ ہزار روپئے کی رسید کا حساب لگائیں تو اس وقت معلوم ہوجائے گا کہ کتنی چہ میگوئیوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، یہ چہ میگوئیاں بھی درجۂ کراہت سے خالی نہیں، ان مصلحتوں کی بناء پر لفظ ''صحیح نہیں'' استعمال کیا گیا ہے، اور دوستوں کو یہی مشورہ دینا چاہئے، کہ استعمالی کپڑا زکوٰۃ میں نہ دیا جائے، نیز فقہا نے خلاف جنس کی صورت میں قیمت لگانے کی قید ضرور لگائی ہے، اس لئے ہونا یہی چاہئے کہ استعمالی کپڑوں کو فروخت کر کے جو اس کا پیسہ حاصل ہو وہی فقیروں کو دیدے، ایسی صورت میں استعمالی کپڑوں کی صحیح قیمت بھی کھل کر سامنے آجائیگی، اور فقہاء اور محدثین نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ میں عیب دار چیز دینا جائز نہیں ہے، اور جو کپڑا استعمال کیا جاچکا ہے، وہ دوسروں کے حق میں عیب دار ہوجاتا ہے، اس لئے اس کی قیمت آدھی سے زیادہ گھٹ جاتی ہے، اور سائل نے یہ جو فرمایا ہے کہ استعمالی کپڑے ادنیٰ کے درجہ میں ہیں، قابل غور بات ہے بلکہ استعمالی کپڑے ایک قسم کے عیب دار بن

جاتے ہیں، اور عیب دار کے بارے میں حدیث میں آیا ہے۔

عن سالم عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب كتاب الصدقة فلم يخرجه إلىٰ عماله –إلىٰ– لا يؤخذ فى الصدقة هرمة ولا ذات عيب. (ترمذی شريف، كتاب الزكاة، باب ماجاء فى زكوٰة الإبل والغنم، النسخة الهندية ١/١٣٦، دار السلام رقم: ٦٢١)

نیز اگر استعمالی کپڑے کو ادنیٰ کے مرادف مانا جائے تب بھی کراہت سے خالی نہیں ہے اسلئے کہ خلاف جنس اشیاء کی طرف سے ادا کرنے کی صورت میں ایک تو اس کی قیمت صحیح نہیں لگ پاتی دوسرے انفع للفقراء بھی نہیں ہے ہماری عبارت ''صحیح نہیں'' کا محمل یہی ہے اور سائل نے آخر میں جو عبارات نقل فرمائی ہیں ان کا محمل بھی یہی ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/۸/ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۰۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/۸/ ۱۴۲۴ھ

مستحق زکوٰۃ کو تحفہ یا ہدیہ کہہ کر زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۲۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص مستحق زکوٰۃ ہے لیکن وہ زکوٰۃ لینا نہیں چاہتا ہے، اگر کوئی زکوٰۃ کہہ کر دیتا ہے، تو وہ منع کر دیتا ہے، اگر اس مستحق زکوٰۃ کو رقم ہدیہ کہکر دیدے تو زکوٰۃ دینے والا گنہگار تو نہیں ہوگا؟

المستفتي: ضیاء الرحمٰن، سیلم مسجد، چوہان بانگر، سیلم پور، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو شخص زکوٰۃ کا مستحق ہے، اس کو زکوٰۃ کی نیت سے تحفہ یا ہدیہ کہکر زکوٰۃ دینا جائز ہے، زکوٰۃ دینے والا گنہگار نہیں ہوگا۔

أشار إلىٰ أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة أو قرضا تجزيه

فی الأصح. (شامی، کتا ب الز کاة ، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء زکریا ۳/۱۸۷، کراچی ۲/۲٦۸)

ولا یشترط علم الفقیر أنها زکاة علی الأصح حتی لو أعطاه شیئا ، وسماه هبة أوقرضا ونوی به الزکاة صحت. (مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی ، کتاب الزکاة، دارالکتاب دیوبند/ ۷۱۵)

وکذا لو وهب مسکینا درهما ونواه من زکاته أجزأه ، لأن العبرة بالنیة فلا یتغیر بلفظ الهبة. (تبیین الحقائق ، کتا ب الزکاة، قبیل باب صدقة السوائم زکریا دیوبند۲/۳۳)

ولایشترط علم الفقیر بأنها زکاة علی الأصح لما فی البحر عن القنیة ، والمجتبیٰ الأصح إن من أعطیٰ مسکینا دراهم، وسماها هبة أو قرضا، ونویٰ الزکاة فإنها تجزیه لأن العبرة لنیة الدافع لالعلم المدفوع إلیه.

(مجمع الانهر ، کتاب الزکاة، دارالکتاب العلمیة بیروت۱/ ۲۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ٦۹٦۵)

بالغ اولاد کی طرف سے والدین کا زکوٰۃ وفطرہ ادا کرنا

سوال: [۴۲۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بالغ اولاد کی طرف سے اگر باپ زکوٰۃ وفطرہ دے تو ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

المستفتي: محمد فرقان، بھٹی محلّہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ادا ہو جائے گا۔

کما فی الهندیة ، لایؤدی عن زوجته ولا عن أولاده الکبار ،

وإن كانوا في عياله ، ولو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزأ هم استحساناً الخ. (هنديه ، كتاب الزكاة ، الباب الثامن في صدقة الفطر زكريا ۱/۱۹۳، جديد ۱/۲۵۵)

لا عن زوجته وولده الكبير العاقل ، ولوأدى عنهما بلا إذن أجزأ استحسانا للإذن عادة: أي لو في عياله وإلا فلا . (درمختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر زكريا ۳/۳۱۷، كراچی ۲/۳۲۳)

ولا يؤدي عن زوجته ...... ولا عن أولاده الكبار وإن كانوا في عياله لانعدام الولاية، ولو أدى عنهم أوعن زوجته بغير أمر هم أجزأهم استحساناً لثبوت الإذن عادة . (هدايه ، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر ، اشرفی ديو بند ۱/۲۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/رجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

قرض بتا کر دینے سے ادائیگی زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے سونے کے زیورات گروی رکھکر سودی قرضہ لے رکھا ہے، زید میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ قرضہ ادا کر کے زیور چھڑا لے، عنقریب وہ زیور اصل رقم اور سود وغیرہ میں ختم ہو جائیگا زید کا ایک ہمدرد عمرو یہ چاہتا ہے، کہ زید کی طرف سے قرضہ کی رقم مطلوبہ زکوٰۃ کی مد سے ادا کر کے وہ زیورات چھڑالے عمرو یہ رقم زید کو نہ دیکر براہ راست بنئے سے زیور چھڑانا چاہتا ہے، اور دی گئی رقم کو زکوٰۃ نہ بتا کر قرض کے طور پر بتانا چاہتا ہے، کیونکہ زید غیرت مند شخص ہے زکوٰۃ لینے میں تأمل کریگا، چنانچہ پھر وہ زیور زید کے

حوالے کر دیگا اب زید رقم مطلوبہ دیدے فبہا ورنہ زکوٰۃ کی نیت کر لی ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمرو کی زکوٰۃ ادا ہوجائیگی یا نہیں؟ مسئلہ کی وضاحت اس طرح فرمائیں سمجھ میں آجائے، مہربانی ہوگی

المستفتي: سراج الاسلام، کھوکران، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر عمرو زید کے قرضہ کی رقم زید سے اجازت لیکر اس کے قرضخواہ کو براہ راست دیدے بغیر زید کے قبضہ کرائے اور یہ بھی ظاہر نہ کرے کہ میں نے یہ رقم زکوٰۃ سے ادا کی ہے، تو عمرو کی زکوٰۃ ادا ہوجائیگی البتہ بعد میں اگر زید وہ رقم عمرو کو واپس کرے تو عمر کو لینا جائز نہ ہوگا، بلکہ یہ کہدے کہ میں نے وہ رقم معاف کی یا ہبہ کی۔

(مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۵۰، ایضاح المسائل/ ۱۱۳)

أما دين الحي الفقير فيجوز لو بأمره. (در مختار، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچی ٢/ ٣٤٤، زكريا ٣/ ٢٩١، فتح القدير ، كتا ب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه من لايجوز كوئٹه ٢/ ٢٠٨، زكريا ٢/ ٢٧٢، مصرى بيروت ٢/ ٢٦٨)

ولو قضى دين الفقير بزكاة ماله إن كان بأمره يجوز. (عالمگيرى، كتاب الزكاة ، الباب السابع مايوضع في المصارف ، قبيل فصل مايوضع فى بيت المال، زكريا ١/ ١٩٠، جديد ١/ ٢٥٢)

ومن أعطىٰ مسكيناً دراهم وسماها هبة أو قرضاً ونوىٰ الزكوٰة فإنها تجزيه وهو الأصح. (عالمگيرى ، كتا ب الزكاة، الباب الاول فى تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ١/ ١٧١، جديد مطول ١/ ٢٣٣، البحر الرائق، كتاب الزكاة، زكريا ٢/ ٣٧٠، كوئٹه ٢/ ٢١٢، شامى ، كتاب الزكاة، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء زكريا ٣/ ١٨٧، كراچى ٢/ ٢٦٨، خانيه على الهنديه ،كتاب الزكاة، قبيل فصل فى تعجيل الزكاة زكريا ١/ ٢٦٤، جديد مطول ١/ ١٦٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۸۷۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱؍۴؍۱۴۱۷ھ

مقروض کو مالک بنائے بغیر صرف زبان سے کہہ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی

سوال: [۴۲۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص مقروض ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، دوسرا آدمی زکوٰۃ کی رقم ادا کرنا چاہتا ہے، تو کیا یہ شخص زکوٰۃ کی رقم سیدھے طور پر مقروض کے قرض خواہ کو یہ کہہکر دے سکتا ہے، کہ فلاں آدمی پر جو آپ کا قرضہ ہے یہ رقم اس میں منہا کرلو یا وہ رقم لیکر مقروض کو دینی پڑے گی اور وہ اپنا قبضہ کرکے قرض خواہ کو دے پہلی صورت اس لئے اختیار کرنی ہے کہ بعض دفعہ جب مقروض کے پاس رقم آجاتی ہے، تو وہ قرضہ ادا نہیں کرتا، بلکہ دوسری ضرورت میں لگا دیتا ہے، تو پہلی صورت میں جب زکوٰۃ کی رقم قرض خواہ کو دے گا تو زکوٰۃ ادا ہوجائیگی یا نہیں؟ جواب دیں

المستفتي: مستری عبدالرب، قصبہ بچھرایوں، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: بہتر صورت یہی ہے کہ اولاً مقروض کے ہاتھ میں دیدی جائے، پھر اسی وقت قرض خواہ مقروض کے ہاتھ سے حاصل کرلے، نیز یہ صورت بھی جائز ہے کہ مقروض قرض خواہ کو حکم کرے کہ زکوٰۃ دہندہ سے اولاً مقروض کی طرف سے وکیل بنکر بطور زکوٰۃ وصول کرلے پھر مقروض سے دوبارہ اجازت لیکر اپنے قرض کے نام سے رکھ لے۔

أما دین الحي الفقیر فیجوز لو بأمره وتحته فی الشامی أی یجوز عن الزکاة علی أنه تملیک منه والدائن یقبضه لحکم النیابة عنه ثم یصیر قابضاً لنفسه الخ. (الدر المختار مع الشامی، کراچی باب المصرف ۲/۳۴٤، زکریا۳/ ۲۹۱، ۲۹۲)

ومحمل هذا أن یکون بغیر إذن الحي، أما إذا کان بإذنه وهو فقیر

فیجوز عن الزکاۃ علیٰ أنه تملیک منه و الدائن یقبضه بحکم النیابة عنه ثم یصیر قابضاً لنفسه . (فتح القدیر ، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز دفع الصدقات إلیه و من لایجوز کوئٹه ۲ /۲۰۸،زکریا۲/۲۷۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۵/ ۱۷۰۶)

فقیر کو نصاب سے زیادہ زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۲۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آجکل جوزکوٰۃ کی رقم کسی کو دیکر تملیک کراتے ہیں، کیا یک مشت اتنی رقم ایک غریب کو دینا درست ہے اور پھر جب وہ اسی رقم کو دوبارہ مدرسہ میں دیگا تو کیا اس کی بھی رسید کاٹی جائیگی ، اور پھر مدرسہ کے حساب میں کتنی رقم لکھی جائیگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق :ایک فقیر کو یکمشت نصاب سے زیادہ دینا مکروہ ہے اور حیلۂ تملیک میں بھی نصاب سے زیادہ دینا مکروہ ہے۔

و کرہ إعطاء فقیر نصابا أو أکثر . (درمختار ،کتاب الزکاۃ، باب المصرف ،مطلب فی حوائج الأصلیة ،کراچی ۲ /۳۵۳، زکریا دیوبند ۳/ ۳۰۳)

ویکرہ لمن علیه الزکاۃ أن یعطی فقیراً مائتی درهم أو أکثر و لو أعطی جاز ، وسقط عنه الزکاۃ. (بدائع الصنائع ،کتاب الزکاۃ، فصل في مصارف الزکاۃ، زکریا دیوبند ۲/ ۱۶۰)

اور جب فقیر مدرسہ کو بطور عطیہ دیدیگا تو مدعطیہ میں اس کو درج کرنا اور اس کی رسید بھی دیدینی چاہئے ،تا کہ مدعطیہ کا حساب صحیح رہے، اور جب فقیر کو دیدے تو اس وقت اخراجات

میں اس کو درج کرلینا چاہئے، تاکہ دونوں قسم کے حسابات صحیح رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رمحرم الحرام ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳۰۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۱/۲۵ھ

بقدر نصاب زکوٰۃ کی رقم کسی کو دینا

سوال: [۴۲۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بڑی سے بڑی رقم کسی مستحق زکوٰۃ کو یعنی ایک شخص کو ایک لاکھ روپیہ زکوٰۃ کی نیت سے دیں تو زکوٰۃ ادا ہوجائیگی صرف ادائیگی معلوم کرنی ہے؟

المستفتي: عبدالکریم، الہ آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جی ہاں کراہت کے ساتھ ادا ہوجائیگی۔

وكره إعطاء فقير نصابا أو أكثر . (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب فى حوائج الأصلية كراچی ۲/۳۵۳، زكريا۳/۳۰۳)

ويكره لمن عليه الزكوٰة أن يعطى فقيراً مائتى درهم أو أكثر ولو أعطى جاز، و سقط عنه الزكاة. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل فى مصارف الزكوٰة زكريا ديو بند۲/ ۱٦٠)

لیکن ایک مدرسہ کیلئے دینے میں کراہت لازم نہیں آتی اسلئے کہ مدرسہ میں مستحقین کی تعداد کافی ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ ررمضان ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۴۲)

اداءِ زکوٰۃ میں ضم نصاب کا حکم

سوال: [۴۲۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چاندی اور سونے کے نصاب میں سے کون سا نصاب اصلی تسلیم کیا جائے، آج کے دور میں جبکہ سونے اور چاندی کے نرخ میں زمین وآسمان کا فرق ہے، نصاب حرمت زکوٰۃ (غنا یعنی کسی شخص کو غنی قرار دیکر اس کیلئے زکوٰۃ لینا ممنوع قرار دیا جائے) اور اسی طرح نصاب موجب زکوٰۃ کی کم سے کم مقدار چاندی کے نصاب سے مقرر کی جائے گی یا سونے کے نصاب سے؟ بینوا توجروا جزاک اللہ۔

المستفتي: (مفتی وقاضی) مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وجوب زکوٰۃ کیلئے شریعت اسلامی نے مال نامی ہونے اور حوائج اصلیہ سے فارغ ہونے کے ساتھ ساتھ نصاب مال کے مالک ہونے کی شرط بھی لگائی ہے، تاکہ لاضرر ولاضرار کے قانون کے تحت کسی کو کوئی نقصان نہ ہو اور اسلامی شریعت نے سونا اور چاندی کو الگ الگ معیار قرار دیا ہے، اسی وجہ سے دونوں اپنی اپنی جگہ مستقل اصلیت کا حکم رکھتے ہیں، اسلئے بلاوجہ کسی ایک کو ہی اصل ٹھہرانا بے اصل اور بے دلیل بات ہوگی، اسلئے جب دونوں الگ الگ اپنے نصاب کو پہونچ جائے تو الگ الگ زکوٰۃ نکالنا بھی واجب ہوتا ہے، اور جب تفاوت ہوجائے اور ایک کا نصاب مکمل ہوجائے، اور دوسرے کا مکمل نہ ہو یا کسی کا نصاب کامل نہ ہو تو شریعت نے انفع للفقراء کو پیش نظر رکھ کر ایک کو دوسرے کیساتھ ملا کر دونوں کو ایک کے حکم میں قرار دیکر نصاب مکمل کر کے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور اس طرح ضم نصاب کی صورت میں انفع للفقراء کو ملحوظ رکھنے کا حکم فرمایا ہے، اور انفع للفقراء اسی میں ہے کہ سونے کو چاندی کیساتھ ملا کر پورے کو چاندی کا نصاب بنا دیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ

محمودیہ قدیم ۱۱/ ۲۹، جدید ڈابھیل ۹/ ۵۷۵، کفایت المفتی جدید۴/ ۲۷۰، قدیم۴/۴ ۲۵، جدید زکریا مطول ۶/۲ ۱۷، امداد الفتاویٰ ۲/ ۳۹ ،فتاویٰ رحیمیہ ۱/۱۵۰)

وجوب الضم إذا لم يكن كل واحدمنهما نصاباً بأن كان أقل من النصاب فأما إذا كان كل واحد منهما نصاباً تاماً ولم يكن زائداً عليه لايجب الضم بل ينبغي أن يؤدى من كل واحد منهما زكوٰته ولو ضم أحدهما إلىٰ الآخر حتى يؤدى كله من الذهب أو الفضة فلا بأس به عندنا ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء . (بدائع الصنائع جديد زكريا ديوبند ۲/ ۱۰۸)

ترجمہ: سونے چاندی میں سے ایک کو دوسرے کیساتھ ضم کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے، کہ جب دونوں کا نصاب مکمل نہ ہو اور نصاب سے کم ہو اور اگر دونوں کا نصاب مکمل ہو تو انضمام لازم وواجب نہیں ہے، بلکہ ایسی صورت میں بہتر اوراولیٰ یہی ہے کہ دونوں کی زکوٰۃ الگ الگ ادا کیجائے، اور اگر ملا کرادا کی جائے تو بھی حنفیہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، لیکن واجب یہی ہے کہ اس کے ساتھ قیمت لگائی جائے، جس میں فقراء کا زیادہ فائدہ اورنفع ہو۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۵۱)

مستحق کے نام سے زکوٰۃ لیکر اپنے اوپر خرچ کرنا

سوال: [۴۲۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنے ماموں سے کہا کہ ایک بزرگ صاحب وہ غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں آپ مجھے اپنی زکوٰۃ کی رقم دے دیجئے انھوں نے زید کو زکوٰۃ کی رقم دیدی کہ وہ میں ان کو دیدوں، پھر وہ زید نے

اپنے اوپر صرف کرلی اور کچھ رقم والدہ صاحبہ کو یہ کہہ کر دیدی کہ یہ فلاں بزرگ نے مجھے ہدیہ کے طور پر دی ہے، والدہ صاحبہ نے اس کو خرچ کرلیا اور کچھ سامان وغیرہ خرید لیا، اب زید کی والدہ کا پوچھنا یہ ہے کہ اس رقم سے خریدا گیا سامان استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ زید کے والد صاحبِ نصاب ہیں، اور زید ابھی تعلیم حاصل کررہا ہے؟

المستفتي: زید کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب زید نے مذکورہ زکوٰۃ کی رقم طے شدہ مستحق تک نہ پہونچا کر اپنی ذات پر خرچ کرلی تو زید خائن بھی ہوا اور اس رقم کا ضامن بھی بن گیا، لہٰذا اب زید کے اوپر دو کام لازم ہیں۔

(۱) خیانت کے گناہ کی توبہ کرنا۔

(۲) زکوٰۃ کی رقم کا پورا تاوان ادا کرنا اور جب تک زید تاوان کی ادائیگی اور توبہ نہیں کرتا اس وقت تک سخت ترین گناہ گار ہوگا، نیز مذکورہ زکوٰۃ کی رقم سے جو سامان خریدا گیا ہے، یہ اس وقت تک استعمال میں لانا جائز نہیں ہے، جب تک اس کا تاوان طے شدہ مستحق کو مکمل طور پر نہ پہونچادے۔

ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء فلو ضاعت لاتسقط عنه الزكوٰة. (شامی، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء کراچی ۲/ ۲۷۰، زکریا ۳/ ۱۸۹، البحر الرائق، کتاب الزکاۃ، زکریا دیوبند ۲/ ۳۶۹، کوئٹہ ۲/ ۲۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۲۴۶)

گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا طریقہ اوراس کے استعمال کا حکم

سوال: [۴۲۶۲]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ(۱) دس سال سے حساب کر کے مال کی زکوٰۃ ادانہیں کی تو اسکی دائیگی کی کیاشکل ہوگی؟

(۲) زکوٰۃ کی رقم کااستعمال کہاں اورکس پر ہوسکتا ہے؟

(۳) پچھلی رقم جس کی زکوٰۃ حساب کر کےنہیں نکالی وہ رقم آج ہم استعمال کریں تو کس طرح سے؟

(۴) بغیر زکوٰۃ دئے ہوئے رقم سے پلاٹ خریدا اوراب اس رقم کی زکوٰۃ نکالنا چاہتے ہیں،تو اس کی کیاشکل ہوگی؟

المستفتي: محمداختر خان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) اولاً پورے مال کی زکوٰۃ واجب ہے، پھر ادائیگی کے بعد جورقم بچے اوروہ نصاب تک پہونچے تو دوسرے سال کی زکوٰۃ نکالی جائے اسی طرح منہا کرنے کے بعد اگر بقایا رقم نصاب تک پہونچے تو تیسرے سال کی ادا کی جائے، وعلی ہذاالقیاس۔(مستفاد: امدادالفتاویٰ۲/۴۳، احسن الفتاویٰ۴/۲۷۵)

إذا كان لرجل مائتا درهم أو عشرون مثقال ذهب فلم يؤد زكوته سنتين يزكي السنة الأولىٰ وليس عليه للسنة الثانية شيء عند أصحابنا الثلاثة رحمهم الله تعالىٰ وعند زفرؒ يؤدي زكوة سنتين. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، دين الزكاة زكريا۲/۸٦)

(۲) ہر وہ شخص جوصاحب نصاب وسید نہ ہواس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اوراپنے فقیر عزیز مقدم ہیں لا وارث بچے نادار طالب علم اور بیواؤں پر بھی زکوٰۃ کوخرچ کرنا چاہئے۔ (مستفاد: محمودیہ ۱۷/۱۳۵، ۳/۹۴)

مصرف الزكاة هو فقير وهو من لهٗ أدنى شيئي وفي الشامي: والأظهر أن يقول من لايملك نصاباً . (شامي ، كتاب الزكاة ، باب الصرف كراچی ۲/ ۳۳۹، زكريا ۳/ ۲۸۳)

(۳) چونکہ ہر صاحب نصاب پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے اسلئے جمع شدہ رقم پر اولاً گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ نکالی جائے اور جو رقم بچ جائے اس کو استعمال کرلیا جائے۔
(مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۳۴)

(۴) ہر وہ شخص جس کے پاس حاجت اصلیہ ضروریہ سے زائد اتنا مال خواہ زیور ومکان یا زمین ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو اور اس پر سال گذر جائے ، تو اس پر زکوٰۃ نکالنا فرض ہے اسلئے پلاٹ خریدنے سے قبل جو کچھ بھی آپ کے پاس رقم تھی جس پر سال گذر گیا ہو تو اس کا حساب لگا کر اب زکوٰۃ نکالدی جائے۔

نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم وفي الشامي: فمادون ذلك لازكاة فيه . (شامي، كتاب الزكاة، باب زكاة المال كراچی ۲/ ۲۹۵، زكريا ۳/ ۲۲٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۳/ ۱۱/ ۱۴۲۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۴۰۲)	۱۵/ ۱۱/ ۱۴۲۲ھ

مال تجارت کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا طریقہ

سوال: [۴۲۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے چند آدمیوں کیساتھ شریک ہوکر ایک پلاٹ خریدا پلاٹ پندرہ لاکھ روپئے میں خریدا ہے ، خریداروں نے تین لاکھ روپئے ادا کئے ہیں، بارہ لاکھ باقی ہیں، اسی پلاٹ کو شریک حضرات نے ۱۷/ لاکھ میں فروخت کردیا ، ۱۷/ لاکھ کی جو فروخت ہوئی ہے وہ مکمل ایک سال

کے بعد ہوئی شرکاء صرف تین تھے، جنھوں نے بارہ لاکھ کی ادھاری پر پلاٹ خریدا تھا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زکوٰۃ تین لاکھ کی رقم پر واجب ہے، جس پر حولان حول ہوا ہے، یا پورے مال پر؟ جو دولاکھ روپئے نفع کیساتھ ۵؍لاکھ روپئے کی شکل میں آرہا ہے کیونکہ ۱۲؍لاکھ قرض ہے؟

المستفتي: محمد رضوان قاسمی، سورت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مال تجارت کی نیت سے خریدی گئی جائیداد پر زکاۃ فروختگی کے دن کی قیمت کے اعتبار سے واجب ہوتی ہے، نہ کہ خرید کے دن کے اعتبار سے اور چونکہ اس پلاٹ کو خریدے ہوئے مکمل ایک سال گذر چکا ہے، لہٰذا فروختگی میں ملنے والے سترہ لاکھ روپیہ میں سے پانچ لاکھ پر زکاۃ واجب ہوگی، اور بارہ لاکھ قرض ہونیکی وجہ سے اس پر زکاۃ واجب نہ ہوگی۔

أما إذا اختلفا قوم بالأنفع . (شامی ، کتاب الزکاة، باب زکاة المال کراچی ۲/۲۹۹، زکریا۳/۲۲۹)

واعتبار الأنفع مذهب أبی حنيفةؒ ومعناه يقوم بما يبلغ نصاباً إن كان يبلغ بأحدهما ولا يبلغ بالآخر احتياطاً . (تبيين الحقائق ، کتاب الزکاة، باب زکاة المال زکريا قديم ۱/۲۷۹، ۲/۷۸، مجمع الانهر ، کتاب الزکاة ،باب زکاة الذهب والفضة والعروض ، المکتبة دارالکتب العلمية ۱/۳۰٦)

كل دين لهٗ مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة سواء كان الدين للعباد كالقرض وثمن البيع . (هنديه ، کتاب الزکاة ، کوئٹه وزکريا ۱/۱۷۲، جديد مطول ۱/۲۳٤، الباب الأول في تفسير ها ـ الخ ومنها الفراغ عن الدين ، ومثله فی تبيين ۲/۲٤، شامی ، کتاب الزکاة، مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة کراچی ۲/۲٦۰، زکريا۳/۱۷٤، بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة، فصل واما شرائط الفرضية الخ زکريا

قدیم۲/ ۲،٦/۸۳/۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ ؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۰۱/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۴/۱۴۳۵ھ

مستحق زکوٰۃ ملازم کو دی ہوئی چیز واپس لیکر دوسرے کو دینا

سوال: [۴۲٦۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مالک نے اپنے ملازم کو اس کے نجی کام کیلئے زکوٰۃ کی مد سے کوئی چیز دلوائی اور اس کے بعد وہ ملازم اپنی ملازمت چھوڑ کر چلا جاتا ہے، تو کیا مالک کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اسکی وہ چیز کسی اور ملازم کو دیدے، جواب تحریر فرمادیں، تاکہ مذہب اسلام کی رو سے فیصلہ کیا جاسکے؟

المستفتي: حسنین اختر شمسی، منظور ایکسپورٹس، قانون گویان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت اسلامی میں زکوٰۃ ادا ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ مستحق زکوٰۃ کو بالکل مالک بنادے اور اس میں پھر زکوٰۃ دہندہ کی کوئی غرض لاحق نہ ہو، لہٰذا اب جب مذکورہ سوال میں مالک اس کا اقرار کررہا ہے کہ زکوٰۃ کا پیسہ ملازم کو مستحق زکوٰۃ ہونیکی وجہ سے دیدیا ہے تو ملازم اس رقم کا مالک بن چکا ہے، اب اس میں زکوٰۃ دینے والے کو کوئی اختیار نہیں ہے، لہٰذا اس ملازم سے واپس لینا غصب ظلم اور حرام ہوگا، اور ملازمت چھوڑ کر چلا جانا ایک الگ مسئلہ ہے۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة الخ. (الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف زکریا۳/ ۲۹۱، کراچی ۲/ ۳٤٤)

الزکاۃ یجب فیها تملیک المال، لأن الإیتاء في قوله تعالیٰ ” وآتو

الزكاة" . (البقرة: ٤٣) **يقتضى التمليك ، ولاتتأدى بالإباحة .** (تبيين الحقائق ،كتاب الزكاة، زكريا ديوبند ٢ /١٨) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۴؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۷/ ۲۵۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۳/۴ھ

چھوٹے بھانجے کو اسکول خرچ میں زکوٰۃ دینا

سوال : [۴۲۶۵]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا میں اپنی زکاۃ اپنے سگے نابالغ بھانجے کو دے سکتا ہوں، یعنی اس کے اسکول وغیرہ کی فیس وغیرہ میں خرچ کرسکتا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگرآپ کا بھانجہ مستحق زکوٰۃ ہے تو آپ اس کو اپنی زکوٰۃ دے سکتے ہیں، کہ وہ اس کو اپنے خرچ مثلاً فیس وغیرہ میں لے آئے ،لیکن آپ براہ راست زکوٰۃ سے فیس اور دیگر اخراجات پورے نہیں کرسکتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ میں تملیک فقراء شرط ہے،بصورت دیگر آپ کی زکوٰۃ ادانہ ہوگی۔

ولا إلى من بينهما ولاد (درمختار) وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولىٰ لأنه صلة وصدقة.

(شامى، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچى٢/ ٣٤٦، زكريا٣/٢٩٣)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا . (درمختار على شامى، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچى ٢/ ٣٤٤،زكريا ٣/ ٢٩١)

الزكاة يجب فيها تمليك المال، لأن الإيتاء فى قوله تعالىٰ " وآتو الزكاة" . (البقرة: ٤٣)

يقتضى التمليك ، ولاتتأدى بالإباحة . (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، زكريا

دیوبند۲/۸ ۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ رذی الحجہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۴۹۷۵)

نئے سلے ہوئے کپڑے زکوٰۃ میں دینا

سوال: [۴۲۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ کپڑے سلے ہوئے ایسے بھی ہیں جو پہنے نہیں ہیں بالکل نئے ہیں، کیا انکو زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نیا کپڑا جو استعمال نہ کیا گیا ہو زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں، مگر بازار میں جس قیمت میں فروخت کیا جائیگا، وہی قیمت لگانا ضروری ہے۔

تمليك خرج الإباحة فلو أطعم يتيما ناويا الزكوٰة لايجز يه إلا إذا دفع إليه المطعوم كما لو كساه ،أى كما يجزئه لو كساه. (شامی مع الدر المختار ، کتاب الزکاة، کراچی ۲/ ۲۷۵،زکریا۳/ ۱۷۱)

الزكاة يجب فيها تمليك المال، لأن الإيتاء في قوله تعالىٰ " وآتو الزكاة ".(البقره: ۴۳) يقتضي التمليك ، ولاتتأدى بالإباحة. (تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۲/ ۱۸)

فلو أطعم يتيما ناويا به الزكاة لاتجزيه إلا إذا دفع إليه المطعوم كما لو كساه. (حاشية الطحطاوی علی المراقی ،کتاب الزکاة ، دارالکتاب دیوبند/ ۷۱۴)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ۲/ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۹۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/ ۲/ ۱۴۲۴ھ

استعمال شدہ کپڑا زکوٰۃ میں دینا

سوال: [۴۲۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) میرے پاس کچھ کپڑے سلے ہوئے ایسے ہیں جو میں نے ایک یا دو بار پہنے ہیں، ایک دو بار دھل بھی چکے ہیں، کیا ان کی قیمت گھٹا کر زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں؟

(۲) کچھ کپڑے سلے ہوئے ایسے بھی ہیں، جو پہنے ہوئے نہیں ہیں بالکل نئے ہیں، کیا ان کو زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں؟

المستفتي: مشتاق احمد، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) بہت گھٹیا چیز زکوٰۃ میں دینا درست نہیں ہے، بلکہ درمیانی اور اوسط درجہ کی چیز دینی چاہئے، اسلئے مسئولہ صورت میں جو کپڑا دو تین بار پہنا جا چکا ہے، اس کو زکوٰۃ میں دینا صحیح نہیں، کیونکہ جو چیز بھی ایک مرتبہ استعمال کر لی جاتی ہے، وہ گھٹیا ہی شمار ہوتی ہے۔

عن عبد الله بن معاوية، قال: قال النبي ﷺ: ثلاث من فعلهن فقد طعم طعم الإيمان -إلىٰ- وأعطى زكاة ماله طيبة بها نفسه رافدة عليه كل عام ولايعطى الهرمة ولا الدرنة ولا المريضةولا الشرط اللئيمة ولكن من وسط أموالكم فإن الله لم يسألكم خيره ولا يأمركم بشره. (سنن ابي داؤد، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، النسخةالهندية ۱/۲۲۳، دارالسلام رقم: ۱۵۸۲)

إن الساعي ليس له أن يأخذ خيار الأموال بل يأخذ الوسط بين الخيار والردى. (عمدة القارى، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة، زكريا ۶/ ۳۲۸، دارإحياء التراث العربي بيروت ۸/۲۳۸)

(۲) نیا کپڑا جو استعمال نہ کیا گیا ہو زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں، مگر بازار میں جس قیمت

میں فروخت کیا جائیگا وہی قیمت لگا نا ضروری ہے۔

هي تمليك خرج الإباحة فلو أطعم يتيما ناويا الزكوٰة لايجزيه إلا إذا دفع إليه المطعوم كمالو كساه أى كما يجزئه لو كساه الخ. (شامی مع الدر المختار، کتاب الزكاة، كراچی ۲/ ۲۵۷، زكريا۳/ ۱۷۱)

فلو أطعم يتيما ناويا به الزكاة لاتجزيه إلا إذا دفع إليه المطعوم كما لو كساه . (حاشية الطحطاوی علی المراقی ،کتاب الزکاۃ ، دارالکتاب دیوبند/ ۷۱٤)

فالكسوة لاشك أنه يجوز لو جود الركن وهو التمليك فيها وفي الملتقط: وعليه الفتوىٰ. (التفاوىٰ التاتار خانية ،كتاب الزكاة، الفصل الثامن في من توضع فيه الزكاة، زكريا۳/ ۲۱٤ ،رقم: ٤١٥٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۴۲۴/۲/۱۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۳۳/۳۶)	۱۴۲۴/۲/۲۰ھ

مستعمل کپڑے زکوٰۃ میں دینا

سوال: [۴۲۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مستعمل کپڑے جو دھوبی کے یہاں کے دھلے ہوئے ہوں کپڑوں کی شکل بھی اچھی ہو نئے کپڑوں کی قیمت سے کم کر کے زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: اہلیہ محمد ناصر، بھٹی محلّہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسی استعمالی چیزیں شرعاً ادنیٰ اور گھٹیا مال میں شمار ہوتی ہیں، ایسی چیزوں کو زکوٰۃ میں دینے سے شریعت نے منع کیا ہے۔

عن عبد الله بن معاوية ، قال: قال النبي ﷺ : ثلاث من فعلهن فقد طعم طعم الإيمان –إلىٰ– وأعطى زكاة ماله طيبة بها نفسه رافدة عليه كل عام ولايعطى الهرمة ولا الدرنة ولا المريضةولا الشرط اللئيمة ولكن من

وسط أموالكم فإن الله لم يسألكم خيره ولا يأمركم بشره . (سنن ابي داؤد ، كتاب الزكاة، باب فى زكاة السائمة ، النسخةالهندية ۱/ ۲۲۳، دارالسلام رقم: ۱۵۸۲)

ويحرم على رب المال إخراج شرالمال الخ. (نووی ۱/ ۳۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۷۲۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/ ۱۱/ ۱۴۱۴ھ

زکوٰۃ میں بری کا استعمالی کپڑا دینا

سوال: [۴۲۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک نئی شادی شدہ لڑکی ہے اسکو جو جوڑا دیا گیا تھا، اس نے اس کو ایک دو دفعہ استعمال کیا اور رکھ دیا پھر نہیں پہنا، اب محلّہ میں غریب لڑکی کی شادی ہو رہی ہے، اس کی شادی میں اپنا استعمالی جوڑا بطور زکاۃ دینا چاہتی ہے تو کیا وہ جوڑا زکاۃ میں دیا جا سکتا ہے؟ اگر دیا جا سکتا ہے تو اسکی کیا قیمت لگے گی؟ مفصل بیان فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بری کے جوڑے کو استعمال کرنے کے بعد زکاۃ میں دینا درست ہے، اور استعمال کرنیکی وجہ سے اسکی جو قیمت کم ہوگئی ہے، کپڑے کی قیمت میں سے اتنی مقدار مجرا کر کے زکوٰۃ میں کم کرنا لازم ہے، مثلاً جوڑا ایک ہزار کا ہے، اور استعمال کی وجہ سے اس کی قیمت پانچ سو روپیہ رہ گئی ہے، تو زکوٰۃ کے طور پر دینے سے پانچ سو روپئے کا شمار ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ زکریا ۲/ ۱۲، آپ کے مسائل اور انکا حل ۵/ ۱۳۱)

لو عال يتيما فجعل يكسوه ويطعمه و جعله من زكاة ماله فالكسوة تجوز لوجود ركنه وهو التمليك . (البحرالرائق ، كتاب الزكاة، كوئٹه ۲/ ۲۰۱، زكريا ۲/ ۳۵۳)

المال الذی تجب فیه الزکاۃ أدی زکاته من خلاف جنسه أدی قدر قیمة الواجب .(هندیه ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث فی زکاۃ الذهب ...... الفصل الثانی فی العروض زکریا ۱/ ۱۸۰، جدید مطول ۱/ ۲٤۲)

وأجمعوا أنه لو أدّی من خلاف جنسه اعتبرت القیمة. (شامی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال کراچی ۲/ ۲۹۷، زکریا ۳/ ۲۲۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۶۹)

استعمال شدہ کپڑے اور برتن زکوٰۃ میں دینا

سوال: [۴۲۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو کپڑے سلے ہوئے استعمال میں آ چکے ہوں ان کو وقت کے لحاظ سے کم قیمت لگا کر زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں، اور جو برتن ٹوٹے ہوئے نہ ہوں مستعمل ہوں تو ان کو زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں، برائے مہربانی تفصیل سے ان مسئلوں کا جواب لکھد یجئے؟

المستفتي: محمد ناصر، محلّہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: استعمالی کپڑے اور استعمالی ٹوٹے ہوئے برتن وغیرہ انسان کے بالکل ادنیٰ اور گھٹیا مال ہیں اور حدیث شریف میں زکوٰۃ میں خراب اور گھٹیا مال دینے سے سخت ممانعت آئی ہے، بلکہ اوسط درجہ کا مال دینے کا حکم وارد ہوا ہے، اسلئے ایسا مال زکوٰۃ میں دینے سے زکوٰۃ دہندہ گناہ گار ہوگا، ہاں البتہ ان کو فروخت کر کے قیمت زکوٰۃ میں دی جائے تو جائز اور درست ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن معاویة ، قال: قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم :

ثلاث من فعلهن فقد طعم طعم الإيمان –إلىٰ– وأعطى زكاة ماله طيبة بها نفسه رافدة عليه كل عام ولايعطي الهرمة ولا الدرنة ولا المريضةولا الشرط اللئيمة ولكن من وسط أموالكم فإن الله لم يسألكم خيره ولا يأمركم بشره . (سنن ابي داؤد ، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة ، النسخة الهندية ۱/۲۲۳، دارالسلام رقم: ۱۵۸۲)

ويحرم على رب المال إخراج شرالمال الخ. (نووی ۱/۳۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ؍ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۱۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۴/۱۴۱۳ھ

زکوٰۃ میں رقم کے بجائے کپڑا، برتن وغیرہ دینا

سوال: [۴۲۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ میں رقم کے بجائے برتن کپڑا دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: روشن جہاں، ابومنصور کمپنی، محلّہ بھٹی، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر کپڑا اور برتن کی قیمت بازاری بھاؤ کے اعتبار سے کم نہیں ہے، تو دیا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۱۲، احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۲)

وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة الخ. (شامی، كتاب الزكاة، باب زكاة المال كراچی ۲/۲۹۷، زكريا۳/۲۲۷)

المال الذى تجب فيه الزكاة، إن أدى زكاته من خلاف جنسه أدى قدر قيمة الواجب . (هنديه ، كتاب الزكاة، الباب الثالث في زكاة الذهب والفضة ،

الفصل الثاني فی العروض زکریا۱/ ۱۸۰، جدید مطول ۱/ ۲۴۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۷۸)

زکوٰۃ کی رقم سے غریب بچوں کو کپڑے اور کتابیں دینا

سوال: [۴۲۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تقریباً ڈیڑھ سال سے مدرسہ کا قیام عمل میں آیا ہے، ماشاء اللہ بچے ایک سو سے زائد ہیں مگر فی الحال بیرونی بچوں کا داخلہ مصلحتاً نہیں لیا گیا ہے، مقامی بچوں میں بھی بہت سے بچے غریب ہوتے ہیں، تو ایسے کمزور بچوں کو کپڑے اور کتابیں مال زکوٰۃ وصدقات واجبہ و چرم قربانی کی رقم سے خرید کردے سکتے ہیں؟

المستفتي: محمد یونس، مہتمم: مدرسہ طارق ابن زیاد، احمد گڑھ، سنگرور، صوبہ: پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ صدقات واجبہ اور چرم قربانی کی رقم سے غریب نادار طلبہ کو کپڑے اور کتابیں خرید کر مالک بنادینا جائز ہے۔

والأوجه تقييده بالفقير ويكون طلب العلم مرخصاً لجواز سؤاله من الزكاة وغيرها وإن كان قادراً على الكسب. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریادیوبند۳/ ۲۸٦، کراچی ۲/ ۳٤۰، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/ ۳۳٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۰۸۴)

بعد التملیک زکوٰۃ کی رقم سے تبلیغی حضرات کیلئے لحاف سلوانا

سوال: [۴۲۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں الحمد للہ تبلیغی جماعتوں کا سلسلہ ہے باہر سے آنے والی جماعتیں بعض علاقوں میں موسم گرم ہوتا ہے، اور اس وقت یہاں ٹھنڈی ہوتی ہے، تو ان کیلئے بمد زکوٰۃ تملیک کرا کر لحاف گدے بنائے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمایا جائے؟ نوازش وکرم ہوگا؟

المستفتي: فرزند علی، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حیلۂ تملیک ہر دینی کام کیلئے جائز نہیں ہے بلکہ اس کیلئے شرط یہ ہے، کہ ایسا دینی کام ہو جس کے بغیر اسلامی معاشرہ خطرہ میں پڑ سکتا ہے اور زکوٰۃ کا پیسہ اس میں خرچ کئے بغیر چلنا ممکن نہ ہو تب حیلۂ تملیک کر کے اس میں رقم صرف کرنے کی گنجائش ہوتی ہے، اور مذکورہ صورت میں تبلیغ کی تحریک پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا وہ بدستور جاری رہے گی، اسلئے مذکورہ صورت میں حیلۂ تملیک جائز نہ ہوگا۔

لیس من أخلاق المؤمنین الفرار من أحکام اللہ بالحیل الموصلة إلیٰ إبطال الحق الخ. (عمدة القاری، دار احیاء التراث العربي بیروت ٢٤/١٠٩، جدید زکریا دیوبند ١٦/٢٣٩)

نیز اس بارے میں مرکز سے منسلک ذمہ دار علماء حضرات سے مشورہ کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۷۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۶/۱۴۱۲ھ

زکوٰۃ وصدقات کی رقم سے مسلمانوں کی حفاظت کی غرض سے اسلحے خریدنا

سوال: [۴۴۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا زکوٰۃ وصدقات کی رقم سے دین کی حفاظت ومسلمانوں پر ہونے والے مظالم سے بچنے کیلئے اسلحہ وغیرہ خرید سکتے ہیں، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: محمد قاسم، محلّہ لال باغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے ذریعہ سے اسلحہ خریدنا جائز نہیں ہے، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اسلئے کہ اداء زکوٰۃ کیلئے تملیک فقراء شرط ہے، اور یہاں یہ مفقود ہے، لہٰذا بناء مسجد اور حج وجہاد وغیرہ میں زکاۃ کی رقم خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة ولا یصرف إلیٰ بناء نحو مسجد وتحته فی الشامی کبناء القناطیر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل مالا تملیک فیه. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/ ۳٤٤، زکریا۳/ ۲۹۱)

وعلی هذا یخرج صرف الزکاة إلیٰ وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقایات، وإصلاح القناطر، وتکفین الموتیٰ ودفنهم أنه لایجوز، لأنه لم یوجد التملیک أصلاً. (بدائع الصنائع، کتاب الزکاة، فصل فی ارکان الزکاة زکریا دیوبند ۲/ ۱٤۲)

الزکاة یجب فیها تملیک المال، لأن الإیتاء فی قوله تعالیٰ وآتوا الزکاة. (البقرة: ٤۳)

یقتضی التملیک ، ولا تتأدی بالإباحة . (تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، زکریادیوبند ۲/۱۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۲۳۶)

زکوٰۃ کی رقم سے غریب شخص کو سامان خرید کر دینا

سوال: [۴۲۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جھگڑے کے دوران اگر ہم زکوٰۃ کے پیسے سے کسی مسلمان کی کسی طرح کی امداد کرنا چاہیں، تو وہ جائز ہے یا نہیں؟ زکوٰۃ کی رقم سے کوئی سامان خرید کر کسی غریب کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: حاجی محمد حنیف صاحب محلّہ کچا باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر وہ مسلمان غریب نادار مستحق زکوٰۃ ہے تو زکوٰۃ کے پیسے سے امداد جائز ہے اور اگر مستحق زکوٰۃ نہیں ہے تو جائز نہیں ہوگا، اور نہ ہی زکوٰۃ ادا ہوگی۔

عن ابن عمر ، عن النبی ﷺ قال: لاتحل الصدقة لغني الحديث: (سنن الترمذی، کتاب الزکاة، با ماجاء من لاتحل له الصدقة ، النسخة الهندية ۱/۱۴۱، دارالسلام رقم: ۶۴۷)

لايجوز صرف الزكاة إلى الغني لعموم قوله تعالیٰ : إنما الصدقات للفقراء . (التوبة: ۶۰)

وقول النبی صلی اللہ علیه وسلم : لاتحل الصدقة لغني. (بدائع الصنائع ،کتاب الزکاة، فصل فی مصارف الزکاة زکریا دیوبند ۲/۱۵۷)

ولا إلیٰ غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال

الخ. (الدر المختار ، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند٣/ ٢٩٥، كراچی ٢/ ٣٤٧)

اگرغریب مسلمان کوزکوۃ کے پیسہ سے سامان خرید کردیا جائے تو زکوۃ ادا ہوجائے گی اوراس میں سامان کی قیمت کا اعتبار کرنا ہوگا۔

اما إذا أدى من خلاف جنسه فالقيمة معتبرة الخ. (شامی، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم زكريا٣/ ٢١١، كراچی ٢/ ٢٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ جمادی الاولی ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۲۳)

زکوۃ کی رقم سے غریب کو حج کرانا

سوال: [۶۴۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا میں کسی غریب کو زکوۃ کی رقم دیکر حج کی ترغیب دلا سکتا ہوں کہ تم چاہو تو اس رقم سے حج کر سکتے ہو تم اسکے مالک ہو؟

المستفتي: عبد الکریم، الہ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جی ہاں اور خیر کی ترغیب دینے میں الگ سے ثواب بھی ملے گا۔

عن سهل بن سعد قال: قال رسول الله ﷺ : الدال على الخير كفاعله . (المعجم الكبير للطبراني ، داراحياء التراث العربی ٦/ ١٨٦، رقم: ٥٩٤٥، ١٧/ ٢٢٧، رقم: ٦٢٨، ٦٢٩، ٦٣١)

لیکن مقدار نصاب سے زائد دینے کی کراہت بھی لازم آئے گی۔

ويكره لمن عليه الزكاة أن يعطى فقيراً مائتى درهم أو أكثر ولو

أعطیٰ جاز ، وسقط عنه الزکاة . (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة، فصل فی مصارف الزکاة ، زکریا ۲/ ۱۶۰)

وکره إعطاء فقیر نصابا أو أکثر. (الدر المختار ، کتاب الزکاة، باب المصرف ، مطلب فی الحوائج الاصلیة کراچی ۲/ ۳۵۳، زکریا ۳/ ۳۰۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۴۲)

زکوٰۃ کی رقم سے قرآن کریم اور دینی کتابیں خرید کر تقسیم کرنا

سوال: [۴۲۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص صاحب ثروت ہے حولان حول کے بعد ماوجب رقم بنیت زکوٰۃ علیحدہ کردی ہے، پھر یہ خیال آیا کہ اسی رقم سے (جو بنیت زکوٰۃ علیحدہ کردی ہے) کلام پاک وغیرہ خرید کر دیدوں تو اس میں زیادہ بہتر ہے تو اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مزکی کی بنیت زکوٰۃ علیحدہ کردہ رقم کو ازیں قبل کہ کسی فقراء ومساکین کو مالک بنائے تصرف کا حق ہے کہ نہیں؟ مثلاً کلام پاک یا دینی کتابیں یا کپڑا خرید کر فقراء ومساکین ہی کو دیدیا جائے، تو درست ہے کہ نہیں؟

المستفتي: عارف حسین، بابوگنج، پرتاپ گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی ہاں مدزکوٰۃ کی رقم سے قرآن کریم یا دینی کتابیں خرید کر مستحق کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائیگی، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۱۳)

وفی سبیل اللہ وهو منقطع الغزاة ، وقیل: الحاج، وقیل: طلبة العلم. (درمختار ، کتاب الزکاة ، باب المصرف زکریا ۳/ ۲۸۹، کراچی ۲/ ۳۴۳، مراقی الفلاح

مع حاشية الطحطاوی ، كتاب الزكاة، باب المصرف دارالكتاب ديو بند/ ۰ ۷۲، الفتاویٰ التاتارخانية ،كتاب الزكاة ، الفصل الثامن فی من توضع فيه الزكاة زكريا ۳/ ٤ ۰ ۳ ، رقم: ٤١٣٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۴۹/۵۵۴۹)

زکوٰۃ کی رقم سے فیس ادا کرنا

سوال: [۴۲۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید بہار کے سیلاب زدہ علاقہ میں ایک گاؤں کا رہنے والا ہے، گاؤں میں ہی زید کے پاس ڈھائی بیگہ زمین ہے، کھیتی کسانی ہر سال سیلاب سے متاثر ہوتی ہے، گاؤں میں رہنے سہنے کیلئے زید کے پاس کچا مکان بھی ہے، زید نے اپنے گاؤں کی ڈھائی بیگہ زمین بٹائی پر دیدی ہے اور زید مرادآباد میں آکر پرائیویٹ نوکری کرتا ہے، جس میں زید کو سات ہزار روپیہ مہینہ کی تنخواہ ملتی ہے کبھی اگر زید چھٹی لیکر اپنے وطن کو جاتا ہے، تو اس کی تنخواہ نہیں ملتی ہے، سیلاب کی زد سے بچنے کے بعد بٹائی دار جو بھی اناج آدھا حصہ میں بانٹ کر دیتا ہے، اس اناج سے اور تنخواہ کے روپئے سے زید اپنے گھر کے اخراجات مع بیوی بچوں کے نبھاتے ہوئے چل رہا ہے، اسی سے بچوں کی پڑھائی لکھائی بھی چل رہی ہے، زید کی ایک ۱۲؍سال کی بیٹی ہے جو مرادآباد کے ایک دینی مدرسہ کے ہوسٹل میں رہ کر دینی تعلیم حاصل کر رہی ہے، ہوسٹل کا خرچہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ہوسٹل کا خرچہ پورا نہیں ہو پا رہا ہے، زید کی بیٹی ایک پردیسی بچی ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ کے پیسے سے زید کی بیٹی کے ہوسٹل کا خرچہ ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ زکوٰۃ کا پیسہ جو بھی دیا جائے گا، وہ زید کی بیٹی کے ہی ہاتھ سے مدرسہ میں دیا جائیگا، زید کو اس پیسے سے کوئی مطلب نہیں رہے گا، کیا ایسی صورت میں ایک پردیسی بچی ہونے کے ناطہ زید کی بیٹی زکوٰۃ کے پیسے

سے دینی تعلیم پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد عمر مقام گھواں، ڈگروا، پورنیہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر مذکورہ لڑکی بالغ ہو چکی ہے اور وہ نصاب زکوٰۃ کی مالک نہیں ہے تو براہ راست زکوٰۃ کا پیسہ اس کے ہاتھ میں دیا جا سکتا ہے، اور وہ مدرسہ میں کھانے وغیرہ کی فیس میں وہ پیسہ جمع کر سکتی ہے، اور اگر نابالغ ہے تو بالغ آدمی اس کی طرف سے وکیل بن کر اس کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ لیکر اس کے کھانے اور خرچہ وغیرہ کی تعلیمی فیس مدرسہ میں دیدے تو زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ۹/ ۵۳۵)

إذا دفع الزكاة إلىٰ الفقير لايتم الدفع مالم يقبضها، أويقبضها للفقير من لهٗ ولاية عليه نحو الأب والوصي يقبضان للصبي والمجنون ...... ولو قبض الصغير وهو مراهق جاز وكذا لوكان يعقل القبض بأن كان لايرمي ولايخدع عنه. (هنديه قديم ، كتاب الزكاة ، الباب السابع في المصارف ، قبيل فصل ما يوضع في بيت المال أربعة انواع ۱/ ۱۹۰، جديد ۱/ ۲۵۲)

فان لم يكن عاقلا فقبض عنه أبوه أو وصيه أو من يعوله قريباً أو أجنبياً أو ملتقطه صح. (شامي، كتاب الزكاة، زكريا ۳/ ۱۷۱، كراچی ۲/ ۲۵۷، تاتارخانية كتاب الزكاة ، الفصل الثامن في من توضع فيه الزكاة زكريا ۳/ ۲۱۲، رقم: ۴۱۵۳، قديم ۲/ ۲۷۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ شوال ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۸۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۱۰/۳۰ھ

زکوٰۃ کے روپئے سے ہنر سیکھنے کیلئے ماسٹر رکھنا

سوال: [۴۲۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ طالب علم جس کے لئے صدقہ وزکوٰۃ کا استعمال کرنا درست ہے اگر اسی پیسے سے کسی ہنر سکھانے

کیلئے ماسٹر رکھا جائے اور طالب علم خارج وقت میں اس ہنر کو سیکھے تو کیسا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: احقر نجیب الرحمٰن، بھاگلپوری، مدرس: مدرسہ فیض الاسلام، بروالان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زکوٰۃ وصدقہ کے پیسے سے ہنر سکھانے کیلئے ماسٹر رکھنا جائز نہیں ہے، اوراس سے زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اسلئے کہ اس میں تملیک فقراء نہیں ہے، اور اداء زکوٰۃ کیلئے تملیک فقراء شرط ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا الخ. (درمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳٤٤)

الزكاة فيها يجب تمليك المال، لأن الإيتاء في قوله تعالىٰ و آتو الزكاة. (سورة البقرة:۴۳) يقتضي التمليك ولاتتأدى بالإباحة. (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند ۲/۱۸)

فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ هذا في الشرع. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الاول زكريا ديوبند۱/۱۷۰، جديد۱/۲۳۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ صفر ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۵۴۶)

مد زکوٰۃ سے سید کا قرض ادا کرنا

سوال: [۴۲۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی سید ہاشمی اگر کسی شخص سے قرضہ لیکر مدرسہ میں اور مسجد وغیرہ میں یا کسی فقیر کو دے اور سید خود صاحبِ

نصاب نہ ہوتو سید کے کہنے سے سید کا قرضہ مدز کوٰۃ سے قرضدار کودیں تو زکوٰۃ ادا ہوجائیگی یانہیں؟ نکتہ یہ سمجھنا ہے کہ سید کوزکوٰۃ لینا جائزنہیں عین زکوٰۃ کا مال سید کو ملتاہے بلکہ اس کا قرضہ قرضدار کوپہونچتاہے، اسکی گنجائش ہے یانہیں؟

المستفتي:عبداللہ،مظفرنگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق :سید ہاشمی کا قرض مدزکوٰۃ سے ادا کرنا جائزنہیں ہے، اسلئے کہ اس میں سید کو مال زکوٰۃ کا مالک بنانا لازم آتاہے۔(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲۴۲/۶)

ہاں البتہ اس کیلئے ایک شکل یہ نکل سکتی ہے کہ کوئی فقیر شخص کسی سے قرض لیکر سید کا قرض ادا کرے پھر زکوٰۃ کی رقم وہی فقیر وصول کر کے اپنا لیا ہوا قرض ادا کردے۔

عن عائشةؓ –إلى– فقلت هذا ما تصدق به على بريرة ، فقال: هو لها صدقة ، ولنا هدية. (صحيح البخاري ، الزكاة، باب الصدقة على موالي أزواج النبي ﷺ ، النسخة الهندية ۲۰۲/۱، رقم: ۱٤۷۱، ف: ۱٤۹۳)

عن عطاء بن يسار أن رسول الله ﷺ قال: .... أو لرجل كان له جار مسكين ، فتصدق على المسكين فأهداها المسكين للغني. (سنن أبي داؤد ، الزكاة ، باب من يجوز له الصدقة وهو الغنى ، النسخة الهندية ۲۳۱/۱، دارالسلام رقم: ۱٦۳٥، مسند أحمد بن حنبل ٥٦/۳، رقم: ۱۱٥٥۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۴؍جمادی الاولی ۱۴۱۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر:۳۴۵۴/۲۹)	۱۴۱۴/۵/۴ھ

شادی کیلئے زکوٰۃ کی رقم لینا

سوال: [۴۲۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک غریب بے سہارا اور یتیم لڑکی ہوں میرے والد صاحب لمبی بیماری کے بعد ۲۰۰۵ء میں انتقال کرگئے، ایک بھائی کی اسکول میں نوکری ہے میں خود ایک صاحب اختیار لوگوں

میں ملازمت کرتی ہوں (یعنی کمپیوٹر آپریٹری کی) مجھے خدمت انجام دیتے ہوئے ۱۲؍سال کا عرصہ ہوگیا لیکن حضرت میری تنخواہ بہت ہی کم ہے گذارہ بھی مشکل سے ہوتا ہے، جہاں میں نوکری کرتی ہوں ان صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ آپ کی شادی کا پورا خرچ ہم کریں گے، اور یہ وعدہ مالک صاحب نے اپنے دونوں بیٹوں اور فرم کے ملازم کے سامنے کیا تھا، اور مجھے اپنی بیٹی کہا تھا، اور جب تک حیات رہے بیٹی ہی سمجھا ہے، لیکن جناب عالی اب آپ سے عرض مدعا یہ ہے کہ میرے مالک صاحب کا ۲۰۰۷ء میں انتقال ہوگیا، اور میری شادی مارچ کے مہینے میں طے ہوگئی ہے جو کچھ پیسہ جمع تھا، وہ رشتہ کے سلسلہ میں اور شادی کی تاریخ میں خرچ کر چکا ہے، اور اللہ پاک کو حاضر جان کر کے عرض کررہی ہوں، کہ میرے پاس کوئی انتظام نہیں ہے، کہ میں اس سے شادی کرسکوں میں نے ان کے بیٹے سے مدد کی اپیل کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ کیا تمہارے اوپر زکاۃ واجب ہے، (یعنی زکاۃ خرچ کی جاسکتی ہے) اور وہ میرے حالات جانتے ہیں، لیکن پھر بھی ان کو آپ کی اجازت چاہئے، اللہ نے انہیں بہت باحیثیت بنایا ہے، اور اللہ سے دعا ہے کہ ان کے رزق وروزی میں برکت فرمائے، آپ سے مؤدبانہ عرض ہے، کہ برائے کرم اپنی رائے سے مطلع کردیں؟ (ایک بیٹی)

المستفتي: آصف حسین، مغلپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس لڑکی کی شادی ہونی ہے، اگر وہ واقعتاً مستحق زکوٰۃ ہے تو اس کے جہیز کے سامان اور زیورات وغیرہ کیلئے یک مشت زکاۃ کا پیسہ دے کر اسے مالک بنانا جائز ہے، لیکن اگر کسی ایک شخص نے اس طرح پیسہ دیدیا ہے تو وہ مالک نصاب ہوچکی ہے، اسلئے اب کسی دوسرے سے زکوٰۃ کے پیسے نہیں لے سکتی، لہٰذا اس بات کی رعایت کرتے ہوئے زکوٰۃ کا پیسہ دیا جاسکتا ہے، نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر زکوٰۃ کے پیسے لے کر شادی میں کھانا کھلایا جائے، تو اسمیں خود زکاۃ دینے والا بھی اپنی زکوٰۃ کا کھانا

کھائیگا، اگر چہ فتویٰ کی رو سے جائز ہے، لیکن تقویٰ کیخلاف ہے، اسلئے اس کی بھی احتیاط کرنی چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/ ۲۴۶)

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ. (التوبة آيت: ٦٠)

مصرف الزكاة الخ هو فقير وهو من لهٗ أدنىٰ شيئى أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق فى الحاجة ومسكين من لاشيئى لهٗ . (شامى، كتاب الزكاة ، باب المصرف زكريا ديوبند٣/ ٢٨٣، ٢٨٤، كراچى ٢/ ٣٣٩)

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً وكان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لايخص كلا أولا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره . (شامى ، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب فى الحوائج الأصلية زكريا ديوبند٣/ ٣٠٣، كراچى ٢/ ٣٥٣، المحيط البرهاني ، كتاب الزكاة، الفصل الثامن يوضع فيه الزكاة ، المجلس العلمي ٣/ ٢١٩، رقم : ٢٨٠٦، هنديه ، كتاب الزكاة، الباب السابع فى المصارف ، زكريا ديوبند ١/ ١٨٨، جديد ١/ ٢٥٠)

عن سالم ، أن عبد الله بن عمر ؓ كان يحدث: أن عمر بن الخطاب ؓ تصدق بفرس فى سبيل الله ، فوجده يباع، فأراد أن يشتريه، ثم أتى النبى ﷺ، فاستأمره فقال: " لاتعد فى صدقتك" فبذلك كان ابن عمر ؓ لايترك أن يبتاع شيئاً تصدق به إلا جعله صدقة. (بخارى، باب هل يشترى الرجل صدقته ، النسخة الهندية ١/ ٢٠١، ٢٠٢، حديث: ١٤٦٧، ف: ١٤٨٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۶ر صفر ۱۴۳۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۹۰۴)	۱۴۳۱/۲/۲۶ھ

زکوٰۃ کی رقم غریب کی شادی میں دینا

سوال: [۴۲۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں امام صاحب تقریباً چوبیس سال سے ہیں آمدنی بھی مختصر ہے، عیال دار ہیں اب امام صاحب اپنی لڑکی کی شادی کرر ہے ہیں، عیال دار ہونے کی وجہ سے قرضدار بھی ہیں، حضرت سے معلوم کرنا یہ ہے کہ ایسے موقع پر یعنی شادی کے موقع پر زکوٰۃ کی رقم سے ہم ان کی مدد کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر امام صاحب مستحق زکاۃ فقیر ہیں، تو ان کو زکاۃ کا پیسہ دینا اور ان کیلئے لینا جائز اور درست ہے، اور زکاۃ کا پیسہ حاصل ہونے کے بعد وہ اپنی ضروریات میں کہیں بھی خرچ کرسکتے ہیں، چاہے اپنے اہل وعیال پر خرچ کریں یا بچی کی شادی میں خرچ کریں۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ. (التوبة آیت: ٦٠)

فی الدر: ومصرف الزكاة هو فقير وهو من له أدنیٰ شيئی أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق فی الحاجة ومسكين من لا شيئی له.

(درمختار مع الشامی، کتاب الزكاة باب المصرف کراچی ۲/۳۳۹، زكریا۳/۲۸۳، ۲۸٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ رجب ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۷۰/۳۸)

زکوٰۃ کے پیسہ سے شادی کرانا

سوال: [۴۲۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک غریب آدمی ہے جس کی دو لڑکیاں ہیں، اور اسکے پاس اتنا ذریعہ و پیسہ نہیں ہے جس سے کہ وہ ان دونوں لڑکیوں کی شادی کرسکے، اس شخص کے پاس نہ ہی کپڑا اور نہ ہی زیور و برتن ہے جسکی وجہ سے ان دونوں لڑکیوں کی شادی میں تاخیر ہورہی ہے، لہٰذا اگر میں زکوٰۃ کا پیسہ ان دونوں

لڑکیوں کی شادی کی مد میں صرف کردوں تو میری زکوٰۃ ادا ہوجائے گی یا نہیں؟ اس شخص کے پاس تھوڑا سا کپڑا ہے جو کہ اس مد کے لئے نا کافی ہے، مثلاً سات آٹھ جوڑے ایک لڑکی کے حق میں ہیں، جواب سے نواز کر شکریہ کا موقع دیں؟

المستفتی: عبدالمجید قریشی، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وہ غریب غیر صاحب نصاب ہے تو اس کو نصاب سے کم زکوٰۃ کا مالک بنا سکتے ہیں اسی طرح غریب کی بالغہ لڑکیوں کو بھی نصاب سے کم کی مالک بنا سکتے ہیں، جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کریں گی، البتہ مذکورہ صورت میں شادی کے لئے ایک لڑکی کے حق میں سات آٹھ جوڑے کافی ہیں، اسلئے شادی کی رسوم پوری کرنے کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ اس میں صرف کرنا جائز نہ ہوگا، بلکہ ان غریب لڑکیوں کو نقدی مالک بنا دینا چاہئے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۳)

عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ لمعاذ بن جبل حین بعثه إلیٰ الیمن: إنک ستأتی قوماً أهل الکتاب فإذا جئتهم فادعهم إلیٰ أن یشهدوا أن لا إله إلا اللّٰہ وأن محمدا رسول اللّٰہ –إلیٰ– فإن هم اطاعوا لک بذلک فأخبرهم أن اللّٰہ قد افترض علیهم صدقة تؤخذ من أغنیائهم وترد علیٰ فقرائهم، الحدیث: (صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب اخذ الصدقة من الأغنیاء الخ۔ (النسخة الهندیة ۱/۲۰۲، رقم: ۱۴۷۴، ف: ۱۴۹۶)

خذها من أغنیائهم وردها فی فقرائهم الخ. (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/۳۴۲، کوئٹه ۲/۶۶، زکریا ۳/۲۸۸)

وکره إعطاء فقیر نصابا أو أکثر الخ. (الدرالمختار، کتاب الزکاة باب المصرف، مطلب فی الحوائج الاصلیة کراچی ۲/۳۵۳، کوئٹه ۲/۷۴، زکریا ۳/۳۰۳)

یکره لمن علیه الزکاة أن یعطي فقیراً مائتی درهم أوأکثر ولو أعطی

جاز وسقط عنه الزكوٰة. (بدائع الصنائع، كتاب الكاة، فصل في مصارف الزكاة زكريا۲/ ۱٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر رمضان ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۴/ ۸۸۲)

غریب بچی کی شادی میں بقدر نصاب زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۲۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زینب ۸۰ر سالہ بیوہ ہے اس کے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں، لڑکا بڑا ہے شادی شدہ ہے سات ماہ سے اپنی سسرال میں رہ رہا ہے، بڑی لڑکی کی شادی ہوگئی ہے وہ بھی اپنی سسرال میں رہ رہی ہے، اب بیوہ کے پاس دو جوان لڑکیاں ہیں، بڑی جوان لڑکی کی شادی ہونے والی ہے، چونکہ مسماۃ کے پاس کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے، وہ سلائی اور مزدوری کر کے اپنی اور بچیوں کی زندگی بسر کر رہی ہے، کیا بڑی لڑکی کی شادی کرنے کیلئے زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، کیونکہ ۵ر ہزار کی رقم پر صاحب نصاب ہونہ جائے رقم دس ہزار سے زائد کوئی صاحب دینا چاہتے ہیں؟

المستفتی: امیر النساء، لالباغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر اس کے پاس اب تک ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر روپیہ وغیرہ نہیں ہے اور نہ ہی غلہ وغیرہ ہے، ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت اس زمانہ میں تقریباً پانچ ہزار روپیہ ہے، تو اسکی شادی کیلئے اکٹھے چار ساڑھے چار ہزار روپیہ دینا بلا کراہت جائز ہے، اور پانچ ہزار سے زیادہ دینا مکروہ ہے۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر الخ. (در مختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الاصلية، زكريا ديوبند۳/ ۳٠۳، كراچی ۲/ ۳٥۳)

ویکره أن یدفع إلی رجل مائتی درهم فصاعداً ، وإن دفعه جاز .

(هندیه ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا دیوبند ۱/۱۸۸، جدید ۱/۲۵۰، هدایه ، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقات إلیه ومن لایجوز، اشرفیه دیوبند ۱/۲۰۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۳۴/۵۵۳۴)

بذریعہ چیک زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۲۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک متمول شخص ہے مدارس کا بھی تعاون کرتا ہے، وہ ایک مذہبی مدرسہ میں ماہانہ کچھ رقم زکوٰۃ کی دیتا ہے، اور ایک ہی مرتبہ پورے سال کی امداد کا چیک کاٹ دیتا ہے، ہر ماہ اتنی رقم جس کا مدرسہ والوں سے وعدہ ہے فلاں بینک سے لے لی جائے، اس میں زکوٰۃ کی رقم پر تملیک کی صورت پائی جارہی ہے، یا نہیں؟ یہ رقم مدرسہ ماہ بماہ کیش کراتا رہتا ہے، اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہورہی ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد شعبان، بستوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت درست ہوگی جب مستحق زکوٰۃ کو وہ رقم ادا کردی جائے، اور مستحق یا اس کا وکیل اس پر قبضہ کرلے اور چیک کاٹنے کی صورت میں زکوٰۃ کی رقم پر ذمہ داران مدرسہ کا قبضہ نہیں ہوتا ہے، لہٰذا محض چیک کاٹنے کی وجہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت تک نہ ہوگی جب تک ذمہ داران مدرسہ بینک سے رقم نکال کر اپنے قبضہ اور تحویل میں نہ لے لیں، نیز بینک میں بیلنس ختم ہوجانے یا کسی اور وجہ سے مدرسہ والوں کو وہ رقم نہ مل سکے تو زید پر دوبارہ زکوٰۃ کی ادائیگی لازم اور ضروری ہوگی اور بینک سے رقم نکال کر اس پر قبضہ کرنے کے بعد ادائے زکوٰۃ کی بات اس صورت میں ہے جب ذمہ

داران مدرسہ کومنجانب مدرسہ طلبہ کا وکیل تسلیم کرلیا جائے ،اور سوالنامہ میں جس شکل کا ذکر ہے اس سے تملیک نہیں ہوتی۔

ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء (وفي الشامية) فلو ضاعت لاتسقط عنه الزكاة .(درمختار مع الشامي ،كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء كراچي ٢/ ٢٧٠، زكريا٣/١٨٩)

إذا دفع الزكاة إلىٰ الفقير لايتم الدفع مالم يقبضها أو يقبضها للفقير من لهٗ ولاية عليه . (هنديه ، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف زكريا ١/ ١٩٠، جديد١/ ٢٥٢، البحرالرائق ، كتاب الزكاة، زكريا ٢/٣٦٩، كراچي ٢/ ٢١١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ر رجب ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۸۸۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/۷/ ۱۴۲۶ھ

چیک کے ذریعہ دی گئی رقم زکوٰۃ کی ادائیگی کی تفصیل

سوال: [۴۲۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر کو آنحضرت کی کتاب ایضاح النوادر حصہ دوم کے ایک مسئلہ میں طالب علمانہ شبہ ہے، جس کی بنیاد یقیناً عدم واقفیت وقلت علم ہے، مسئلہ یہ ہے کہ چیک کے ذریعہ دی گئی رقم زکوٰۃ کی ادائیگی کی صحت کا حکم لگایا گیا ہے، جبکہ طالب علم نے چیک کو فیس میں جمع کرادیا ہو۔

شبہ یہ ہے کہ مہتمم نے جب طالب علم کو چیک دیا اور طالب علم نے اس پر قبضہ کیا تو کیا یہ قبض علی الدین کہلائے گا، جبکہ طالب علم کے بس میں نہیں ہے کہ وہ ازخود جاکر چیک دے کر دین وصول کر سکے کیونکہ اس پر تو مہتمم کے دستخط ہوتے ہیں، نیز جب وہ قبض دین سے عاجز ہے اور چیک کو فیس میں جمع کرا کے گویا وہ مہتمم کو پہلے اپنی طرف سے قبضہ کا وکیل بنارہا ہے، اور پھر مہتمم اپنی طرف سے اس پر قبضہ کریگا، تو کیا یہ قبض دین کی توکیل صحیح ہے، جبکہ طالب علم خود قبض دین سے عاجز ہے، غرض یہ کہ قبض سے عجز کے وقت بھی قبضہ متحقق

ہوجاتا ہے، نیز ایسے قبضہ کے بعد قبض کی توکیل صحیح ہے حضرت والا سے درخواست ہے کہ مکمل ومدلل، مفصل اور باحوالہ طریقہ سے اس طالب علمانہ شبہ کو رفع فرمائیں، جزاکم اللہ۔

المستفتي: محمد حذیفہ گجراتی، متعلم مظاہر العلوم، سہارنپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چیک کی دو قسمیں ہیں۔(۱) ادارہ کے اندر اس کا اعتبار ہے حکومت اور عوام میں اسکا اعتبار نہیں ہے، تو یہ صحیح معنیٰ میں مال کا بدل نہیں، اگر آپ نے ایسا ہی چیک مراد لیا ہے تو ایضاح النوادر کی عبارت سے مطلب نکالنے میں مغالطہ ہے۔(۲) سرکاری چیک جو بینک ہی سے حاصل ہوسکتا ہے بڑے ادارہ اور فرم اور کمپنی کی رقم جب بینک میں جمع ہوجائے تو ادارہ بینک سے سرکاری چیکوں کی پوری پوری کاپی اور بک حاصل کرسکتا ہے، ایک ایک بھی کافی تعداد میں چیک ہوتا ہے، اگر مہتمم اور ذمہ دار اس پر طالب علم کا نام لکھ کر دستخط کردے اور ہر طالب علم اپنے دستخط کرکے دفتر میں جمع کردے تو طالب علم کی طرف سے ارباب دفتر بینک سے رقم نکال سکتے ہیں، نیز طلبہ بھی نکال سکتے ہیں، تو ایضاح النوادر میں اسی سرکاری چیک کا ذکر ہے اس سے صحیح طور پر تملیک ہوجاتی ہے، اور ایسی صورت میں قبضہ دین سے عاجز نہیں ہوتا اور طالب علم کی طرف سے ذمہ دار وکیل ہوتا ہے، اس لئے یہ شکل جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۲۳۷)

زکوٰۃ کی رقم مریض کی دوا یا تعمیر میں لگانا

سوال: [۴۲۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا زکوٰۃ کے پیسہ مریض کی دوا یا مکان کی تعمیر میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

مہربانی فرما کر شریعت کے لحاظ سے اس کے بارے میں فتویٰ سے آگاہ فرمائیں؟

المستفتي: حافظ سمیع الاسلام، محلہ بھٹی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مریض اگر مستحق زکوٰۃ ہے اس کے علاج میں زکوٰۃ کا پیسہ بطور تملیک لگایا جا سکتا ہے، لیکن تعمیر مکان میں لگانا جائز نہیں ہے۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة کمامر لایصرف إلیٰ بناء نحو مسجد الخ. (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱)

الزکاة یجب فیها تملیک المال، لأن الإیتاء فی قوله تعالیٰ وآتوا الزکاة. (البقرہ: ٤٣)

یقتضی التملیک ولا تتأدی بالإباحة. (تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۲/۱۸) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۶۶۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۵/۱۱ھ

زکوٰۃ کی رقم سے اسپتال میں غرباء کا علاج کرانا

سوال: [۴۲۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ

کی رقم سے ایک اسپتال میں غرباء کا علاج کرنا مقصود ہے اسپتال کے ذمہ داران ایک وکالت نامہ کا فارم چھپوانا چاہتے ہیں، جس میں یہ جملہ تحریر ہو، ”میں فقیر و مسکین ہوں اسپتال کی طرف سے مقررہ فیس ادا نہیں کرسکتا، اسلئے میں ذمہ دار اسپتال کو اپنی طرف سے اتنی رقم وصول کرنے اور میرے لئے علاج کا نظم کرنے کا وکیل بناتا ہوں“، اس فارم پر مریض کے دستخط لے لئے جائیں گے اور اسپتال کے ذمہ داران زکوٰۃ وصول کر کے اس کے ذریعہ سے مریضوں کے علاج کے اخراجات پورے کریں کیا شرعاً یہ طریقہ درست ہے اور اس طریقہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائیگی یا نہیں؟ کیا اس میں اس بات کی گنجائش ہے کہ رمضان میں زکوٰۃ وصول کر لی جائے، اور پھر سال بھر مریضوں کا علاج کیا جاتا رہے، اور یہی طریقہ اسکول کی تعلیم کے اخراجات کے سلسلہ میں اختیار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

مستفتی: عبداللہ قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے مستحق زکوٰۃ مسلمان فقیر کو زکوٰۃ کی رقم کا مالک بنا کر دینا ضروری ہے، اور مسئولہ صورت میں مستحق اور غیر مستحق کی تعیین ممکن نہیں ہے، اسی طرح مسلم اور غیر مسلم کے درمیان بھی تمیز نہیں ہے، لہٰذا اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر زکوٰۃ کی رقم براہ راست مستحق زکوٰۃ فقیر کو دیدی جائے، جس کو وہ اپنے علاج ومعالجہ میں بااختیار طور پر خرچ کرلے تو یہ جائز ہوگا، اسی طرح اسکولی بچوں کے مستحق زکوٰۃ سرپرستوں کو زکوٰۃ کی رقم دیدی جائے، جس سے وہ بچوں کی تعلیمی ضروریات یا اپنی ذاتی ضروریات میں آزادانہ طور پر صرف کریں، تو یہ جائز ہے اس پر زکوٰۃ دہندگان کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہونی چاہئے، لہٰذا سوالنامہ میں درج شدہ صورت میں زکوٰۃ کے پیسہ کو رمضان یا غیر رمضان میں جمع کرنا بے موقع اور بے محل ہے اس سے احتیاط ضروری ہے خود زکوٰۃ دہندگان کو ایسے مواقع میں زکوٰۃ دینے سے احتیاط کرنی چاہئے۔

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ. (التوبۃ: ٦٠)

عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال: لاتحل الصدقة لغني ، الحديث: (سنن الترمذی ، الزکاة، باب ماجاء من لاتحل له الصدقة ، النسخة الهندیه ۱/ ۱٤۱، دارالسلام رقم: ٦٤۷)

لايجوز صرف الزكاة إلى الغني ..... لعموم قوله تعالىٰ إنما الصدقات للفقراء وقول النبی ﷺ : لاتحل الصدقة لغني. (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة،فصل فی مصارف الزکاة زکریادیو بند-/۱۵۷)

الزكاة هی تمليک جزء مال عينه الشارع وهو ربع عشر نصاب حولي من مسلم فقير . (تنویر الأبصار مع الدرالمختار ، کتا ب الزکاة، زکریا ۳/ ۱۷۰تا ۱۷۲، کراچی ۲/ ۲۵٦تا ۲۵۸)

ومنها أن يكون مسلما ، فلا يجوز صرف الزكاة إلى الكافر بلا خلاف لحديث معاذ'' خذها من أغنيائهم وردها فی فقرائهم'' أمر بوضع الزكاة فی فقراء من يؤخذ من أغنيائهم وهم المسلمون فلا يجوز وضعها فی غيرهم . (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة ، فصل فی مصارف الزکاة زکریا ۲/ ۱٦۱، صحیح البخاری ، کتاب الزکاة ، باب أخذ الصدقة من الأغنیاء الخ ، النسخةالهندیة ۱/ ۲۰۲، رقم: ۱٤۷٤، ف: ۱٤۹٦)

ولا تدفع إلى ذمي ولا إلىٰ غني يملک قدر نصاب . (شامی، کتاب الزکاة ، باب المصرف کراچی ۲/ ۳٤۷،۳۵۱، زکریادیوبند ۳/ ۲۹۵،۳۰۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۳۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۴/۹ھ

زکوٰۃ کی رقم سے پتھری کی دوا منگا کر تقسیم کرنا

سوال: [۴۲۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خالد اپنی

زکوٰۃ کی رقم کما حقہ ادا کرتا ہے، رمضان المبارک میں وغیر رمضان المبارک میں بھی لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت کچھ رقم اس میں سے بچا لیتا ہے، اور اس رقم سے غیر ملک مثلاً جرمنی دبئی وغیرہ سے پتھری کی دوا منگوا کر لوگوں میں تقسیم کرتا ہے، جو دوا خالد لوگوں میں تقسیم کرتا ہے، اس میں ہندو مسلم کسی کی تمیز نہیں جو لوگ آتے ہیں، خواہ ہندو ہوں یا مسلمان حسب ضرورت دوا لے جاتے ہیں، اور انھیں فائدہ بھی ہو جاتا ہے، تو کیا زکوٰۃ کی رقم بچا کر دوا منگوانا اور تقسیم کرنا درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ خالد کا یہ عمل کئی سالوں سے ہے؟

المستفتي: محمد شاہد، پاکبڑہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے مسلمان مستحق زکوٰۃ کو مالک بنا کر رقم ادا کرنا لازم ہے، اور مذکورہ صورت میں غیر مسلم ہندو، مسلمان مستحق اور غیر مستحق سب کے درمیان بلا امتیاز دوا تقسیم ہو جاتی ہے، لهذا خالد کا یہ عمل شرعی طور پر درست نہیں ہے، کیونکہ غیر مسلموں اور غیر مستحق زکوٰۃ مسلمان کو زکوٰۃ ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، حالانکہ مسئولہ صورت میں زید خود بھی جانتا ہے کہ وہ غیر مسلم اور مسلمان مستحق غیر مستحق سب کو بلا امتیاز دے رہا ہے، اس لئے مذکورہ طریقہ پر زکوٰۃ کے پیسے سے دوا تقسیم کرنا جائز نہیں ہے، اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

ومنها : أن يكون مسلما فلا يجوز صرف الزكاة إلى الكافر بلا خلاف لحديث معاذ " خذها من أغنيائهم و ردها في فقرائهم" أمر بوضع الزكاة في فقراء من يؤخذ من أغنيائهم وهم المسلمون فلا يجوز وضعها في غير هم . (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة ، فصل في مصارف الزكاة ، زكريا ديوبند ۲/۱٦۱ ، صحيح البخاري ، كتاب الزكاة ، باب أخذ الصدقة من الأغنياء الخ، النسخة الهندية ۱/۲۰۲، رقم: ۱٤۷٤، ف: ۱٤۹٦)

الزكاة هي تمليك جزء عينه الشارع من مسلم فقير . (شامی ، کتاب

الزکاة، کراچی ۲/۲۵۷، زکریا ۳/۱۷۲، هندیه ، کتاب الزکاة، الباب الأول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا ۱/۱۷۰)

ولا تدفع إلیٰ ذمي . (شامی ، کتاب الزکاة ، باب المصرف ، مطلب فی الحوائج الأصلیة کراچی ۲/۳۵۱، زکریا ۳/۳۰۱)

لو دفع بلا تحر بأن لم یخطر بباله أنه مصرف أولا لم یجز إن أخطأ أی تبین له أنه غیر مصرف . (شامی، کتاب الزکاة ، باب المصرف مطلب فی الحوائج الأصلیة کراچی ۲/۳۵۳، زکریا ۳/۳۰۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۲۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۱۱/۱۴۳۱ھ

غریب کا قرض اپنی زکوٰۃ کی رقم سے ادا کرنا

سوال: [۴۲۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا ایک رشتہ کا بھائی ہے وہ کافی غریب ہے انھوں نے لڑکی کی شادی کی تھی، جس میں ان کو بطور قرض کے کچھ رقم دی تھی لیکن وہ رقم ادا نہ کرسکے وہ رقم میں نے معاف کردی اور بھی لوگوں کا ان پر قرض ہے، وہ اس قابل نہیں کہ وہ ادا کرسکیں تو کیا میں اپنی زکوٰۃ کے پیسہ سے ان کا قرض ادا کرسکتی ہوں، اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوجائیگی یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مطلع فرمائیں۔

المستفتي: اہلیہ حاجی سراج احمد
مرچنٹ محلّہ اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں ان سے اجازت لیکر ان کی طرف سے وکیل بن کر آپ اپنی زکوٰۃ کی رقم سے ان کا قرض ادا کرسکتی ہیں، اس سے قرض بھی ادا ہوجائیگا، اور

آپ کی زکوٰۃ بھی ادا ہوجائیگی۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۱۳، احسن الفتاویٰ ۴/۲۵۰)

أما إذا كان بإذنه وهو فقير فيجوز عن الزكاة على أنه تمليك منه ، والدائن يقبضه بحكم النيابة عنه ، ثم يصير قابضاً لنفسه . (فتح القدير ، الزكاة ، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لايجوز زكريا ۲/ ۲۷۲، کوئٹه ۲/ ۲۰۸، دارالفکر ۲/ ۲٦۸، حاشية چلپی علی تبيين الحقائق ، مكتبه امداديه ملتان ۱/ ۳۰۰، زكريا ۲/ ۱۲۰، شامی زكريا ديوبند۳/ ۲۹۲، کراچی ۲/ ۳٤٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱رزمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۲۲)

قرضدار سے زکوٰۃ کی رقم لیکر قرضہ کی ادائے گی

سوال: [۴۲۹۱]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید بکر کا مقروض ہے اور زید کے پاس بکر کے قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی شکل وصورت نہیں ہے، بحالت مجبوری کیا زید بکر سے ماہ رمضان شریف کی زکوٰۃ حاصل کرنے کے بعد بکر کا قرض ادا کرسکتا ہے؟ مفصل ومدلل بیان فرمائیں؟

المستفتي: محمد لقمان، دریبہ پان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جی ہاں زید کا بکر کی زکوٰۃ پر قبضہ ہوجانے کے بعد زید اس مال سے بکر کا قرض ادا کرسکتا ہے۔

وأداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لايجوز وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكوته ثم يأخذ ها عن دينه الخ. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الزكاة كوئٹه ۲/ ۱۳، کراچی ۲/ ۲۷۱، زكريا ديوبند۳/ ۱۹۰، ۱۹۱، الموسوعة الفقهيه

الکویتیة ۳٦/۲٤٥، الفتاویٰ العالمگیریة ، کتاب الحیل ، الفصل الثالث في مسائل الزکاۃ، زکریا دیوبند ٦/۳۰۱، جدید٦/٤ ۳۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رمضان ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۴/۸۹٦)

مقروض کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

سوال: [۴۲۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے چاروں مکان ۱۴/لاکھ میں فروخت ہوں گے، مجھ پر دو لاکھ قرضہ بھی ہے، اور مجھے اپنے ذاتی مکان کی تعمیر کیلئے تقریباً ٦/لاکھ روپیہ چاہئے، اور کم از کم ایک لاکھ روپیہ میرے لڑکے کی شادی کا خرچ ہے تو میں زکوٰۃ کس طرح ادا کروں مکمل ۱۴/لاکھ کی یا ۷/لاکھ ضرورت اصلیہ اور ۲/لاکھ قرضہ کی رقم منہا کر کے ۵/لاکھ کی زکاۃ ادا کروں؟

المستفتي: مولوی محمد زبیر، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس وقت آپ چودہ لاکھ روپئے میں مکانات فروخت کریں گے تو اس وقت دو لاکھ قرضہ کی رقم منہا کر کے بقیہ بارہ لاکھ روپئے کی زکاۃ ادا کریں گے، اور ذاتی مکان کی تعمیر اور لڑکے کی شادی میں خرچ کرنے کیلئے جس رقم کی آپ کو ضرورت ہے اس کو منہا کرنا درست نہیں ہے، اسلئے کہ لڑکے کی شادی اور مکان کی تعمیر کا جو خرچہ ہے وہ خرچ ہو جانے سے پہلے پہلے خرچہ میں شمار نہیں ہے، اسلئے اس کی زکوٰۃ لازم ہے۔

ومدیون للعبد بقدر دینه فیزکی الزائد إن بلغ نصاباً. (شامی، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء کراچی ۲/۲٦۳، زکریا ۳/۱۸۰)

إذا أمسکه لینفق منه کل مایحتاجه فحال الحول وقد بقی معه منه

نصاب فإنه يزكي ذلك الباقي ، وإن كان قصدهٗ الإنفاق منه أيضاً في المستقبل . (شامی، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء کراچی ۲/ ۲۶۲، زکریا۳/ ۱۷۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/۱۱/ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۴۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۱۱/ ۱۴۲۷ھ

زکوٰۃ کی رقم سے مقروض کے قرض کی ادائیگی اور زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری شادی کے کچھ مہینے بعد ہمارے میکہ میں پریشانی کے حالات ہوگئے ہم پانچ بہنیں ہیں، تین کی شادی ہوگئی ہے، دو بہنیں شادی سے باقی ہیں، ہماری شادی کے بعد ہماری امی حالات سے پریشان ہوکر مجھ سے کچھ سونے کی چیزیں لے گئیں کہ ان کو رکھ کر کچھ دن گذر ہو جائے گا، حالات ٹھیک ہوتے ہی نکال کر دیدوں گی، میں نے اس بھروسے پر دیدیں کہ اگر امی نہیں نکال پائی تو میں ہی کچھ نہ کچھ کر کے نکلوا لوں گی، میرے شوہر کو اس بارے میں کچھ بھی پتہ نہیں تھا، مگر نہ تو میں ہی ان چیزوں کو نکلوا پائی اور نہ ہی میری امی، حالت یہ ہوگئی کہ وہ چیزیں بیاج جمع نہ ہونے کی وجہ سے ختم ہوگئیں، ہمارے والد کا بھی انتقال ہوگیا، اب ہمارے میکہ میں کمائی کا بھی کوئی سہارا نہیں ہے، اللہ کے حکم سے لے دے کر گذر ہوتا ہے، میرے شوہر کو بھی اب اس بات کا پتہ ہوگیا، اور سسرال میں کسی اور کو اس بات کا پتہ نہیں ہے، لہٰذا اب ہماری امی نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ جو ہم رمضان میں روپئے نکالتے ہیں، اس میں سے تھوڑا تھوڑا کر کے اپنا زیور پورا کرلو، تم ہمیں بھی تو دیتی ہو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے ان چیزوں کی بھرپائی کردی، کیونکہ میری نظر تمہاری شوہر سے نہیں ملتی، بڑی شرم آتی ہے، ہم کھا پی بھی وہی رہے ہیں، اپنے شوہر سے جب میں نے یہ کہا تو انھوں نے پہلے منع کردیا، پھر میرے سمجھانے پر انھوں نے کہا کہ آپ سے معلومات

کرنے کے بعد ہی میں کچھ کہوں گا، لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ اس بارے میں کچھ مشورہ دیں بڑی مہربانی ہوگی؟

المستفتي: نظام الدین، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہئے، کہ آپ اپنے ذاتی مال یا زیور کی زکوٰۃ اپنی والدہ کو نہیں دے سکتیں، اس سے آپ کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر آپ کے شوہر اپنے مال کی زکوٰۃ آپ کی والدہ کو دیں جوان کی خوشدامن ہیں، تو شوہر کی زکوٰۃ ادا ہوجائیگی، اور اس زکوٰۃ کی رقم کو خود ہی اپنے پاس یہ سمجھ کر روک لینا کہ آپ کا جو زیور والدہ نے لیکر استعمال کرلیا ہے، زکوٰۃ سے اس کی بھرپائی کردی جائے، یہ درست نہیں ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ آپ کے شوہر زکوٰۃ کی رقم اولاً اپنی خوش دامن صاحبہ کے ہاتھ میں دیدیں اور پھر وہ رقم آپ کے قرض کی ادائیگی میں آپ کے حوالے کردیں، تو اس سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجائیگی، اور قرض کی بھرپائی بھی ہوجائیگی۔

لايجوز الدفع إلىٰ أصوله وهم الأبوان الخ. (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا۲/۱۲۲)

ولا يدفع إلى أصله وإن علا. (عالمگیری، كتاب الزكاة الباب السابع فى المصارف زكريا ۱/۱۸۸، جديد ۱/۲۵۰)

لايجوز دفع الزكاة ...... إلىٰ والديه ...... وإن علو. (خانيه على الهنديه، كتاب الزكاة، فصل فيمن توضع فيه الزكاة، زكريا۱/۲۶۷، جديد ۱/۱۶٤)

ولايصرف إلىٰ من بينهما ولاد (درمختار) وتحته فى الشامية: وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب الخ. (شامی، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ۳/۲۹٤، كراچی ۲/۳٤٦)

ويجوز (دفع الزكاة) إلىٰ سائر قرابته. (خانيه على الهنديه، كتاب الزكاة،

فصل فی تعجیل الزکوٰة زکریا ۱/ ۲۶۷، جدید ۱/ ۱٦٤)

ولو وهب دینه من فقیر ونویٰ زکوة دین آخر له علیٰ رجل آخر أونویٰ زکوة عین له لم یجز الخ. (هندیه، کتاب الزکاة، الباب الأول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا ۱/ ۱۷۱، جدید ۱/ ۲۳۳)

وأداء الدین عن العین وعن دین یقبض لایجوز . (هندیه ۱/ ۱۷۱، جدید۱/ ۲۳۳)

وحیلة الجواز أن یعطی مدیونه الفقیر زکوته ثم یأخذها عن دینه . (درمختار ۳/ ۱۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ر شعبان ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۶۸)

اپنے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دے کر اس سے قرضہ وصول کرنا

سوال: [۴۲۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کا روپیہ جس کا میں وکیل بنادیا گیا ہوں، اسکو اگر کسی ایسے غریب کو دوں جس کے ذمہ خود میرا روپیہ قرض ہے، تاکہ وہ میرا روپیہ ادا کردے، تو اسکا مجھ کو اختیار ہے یا نہیں؟ اور زکوٰۃ ادا ہوجائیگی یا نہیں؟ جواب باصواب سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

المستفتي: محمد ابوبکر، پریتم پور، دھول پور، فیض آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کو اسکا اختیار ہے اور زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، جبکہ آپ کا مدیون قبضہ کے بعد آپ کو دیدے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۹۸)

کما استفاد من الهندیة والحیلة فی ذلک أن یتصدق صاحب المال علی الغریم بمثل ماله علیه من المال العین ناویا عن زکوٰة ماله ویدفعه إلیه فإذا قبضه الغریم دفعه إلی صاحب المال قضاءً بماعلیه

من الدين يجوز الخ. (هندیه ، کتاب الحیل ، الفصل الثالث فی مسائل الزکاة، زکریا ٦/ ٣٩١، جدید ١/ ٣٩٥ ، البحر الرائق، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۲ / ۳۷۰ ، کوئٹه ۲ /۲۱۱ ، الدر المختار ، کتاب الزکاة مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کراچی ۲ /۲۷۱ ، زکریا۳/ ۱۹۰)

وللوكيل بدفع الزكوٰة أن يدفعها إلى ولد نفسه كبيراً كان أو صغيراً و إلى امرأته إذا كانوا محاويج ،ولا يجوز أن يمسک لنفسه شيئاً إلا إذا قال: ضعها حيث شئت الخ. (البحرالرائق، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۲ /۳٦۹، کوئٹه ۲ /۲۱۱ ،الدر المختار ، کتاب الزکاة، مطلب فی زکوٰة ثمن المبیع وفاءً زکریا ۳/ ۱۸۸ ، کراچی ۲/ ۲٦۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۱۸)

زکوٰۃ کی رقم مدیون کے قبضہ میں دیکر واپس لینے سے زکوٰۃ وقرض کی ادائیگی

سوال: [۴۲۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص زید نے بکر سے قرضہ پر روپیہ لیا اب زید کے پاس اتنی استطاعت نہیں ہے، کہ قرضہ ادا کرے تو کیا بکر ان روپیوں کو اپنی زکوٰۃ میں مجرا کرسکتا ہے؟ یا زید کے ہاتھ میں دینا ضروری ہے؟ کیا اس طرح قرضہ ادا ہو جائیگا؟

المستفتي: دستگیر عالم، کسرول، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محض مجریٰ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ اول مدیون کے قبضہ میں دیکر مالک بنا دیا جائے، پھر مدیون کے ہاتھ سے اپنے قرض کے نام سے وصول کرلیا جائے ،تب جائز ہوسکتا ہے،ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

وأداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لايجوز وحيلة الجواز أن

یعطي مدیو نه الفقیر زکوته ثم یأخذها عن دینه الخ. (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/ ۱۹۰، ۱۹۱، کراچی ۲/ ۲۷۱، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۳۶/ ۲٤٥، هندیه، کتاب الحیل زکریا دیوبند ٦/ ۳۹۱، جدید ۱/ ۳۹٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍ رجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۷۶۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵؍ ۷؍ ۱۴۱۲ھ

ادائیگی زکوٰۃ کیلئے قرض دار کا مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۲۹٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بسا اوقات مقروض قرض ادا نہیں کر پاتے اپنی مجبوری کی بنا پر قرض ادا نہ کر کے بری ہونا چاہتے ہیں، کیا ایسی صورت میں قرض خواہ ان کو معاف کر کے ایسی رقوم کو اپنی قابل اداز کوٰۃ میں مجرا کر سکتے ہیں، خلاصہ احکام شرعی سے آگاہ کریں؟

المستفتی: عبد الحق، اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی نہیں بلکہ مقروض کو قبضہ دینا شرط ہے۔

عن الشعبی أن شریحاً ومسروقاً کانا لایجیزان الصدقة، حتی تقبض. (مصنف عبد الرزاق، باب لاتجوز الصدقة إلا بالقبض، المجلس المعلمي ۹/ ۱۲۲، رقم: ۱٦٥۹۱)

وأداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لایجوز وحیلة الجواز أن یعطی مدیو نه الفقیر زکوته ثم یأخذها عن دینه الخ. (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/ ۱۹۰، ۱۹۱، کراچی ۲/ ۲۷۱، هندیه، کتاب الحیل، فصل الثالث فی مسائل الزکوٰة، زکریا دیو بند٦/ ۳۹۱، جدید٦/ ۳۹٥، الموسوعة الفقهیة

الکویتیة ٣٦/٢٤٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۰۱/۲۴)

مقروض فقیر شخص کا زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنانا

سوال: [۴۲۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص صاحب نصاب تو نہیں ہے، لیکن چھوٹا موٹا کام کرکے روزانہ کچھ نہ کچھ بقدر کفاف کمالیتا ہے، اور سال کا اکثر حصہ مقروض رہتا ہے، اس کا مکان گرنے کے قریب ہے، تو کیا زکاۃ کی رقم سے ایسے شخص کے مکان کی تعمیر کروائی جاسکتی ہے؟ یا مرمت کروائی جاسکتی ہے؟ مرمت میں تقریباً ۳۵؍ ہزار اور تعمیر میں تقریباً ۲؍لاکھ خرچ ہونگے؟

المستفتي: محمد زبیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب مستحق زکوٰۃ آدمی ہے تو زکوٰۃ کا پیسہ اسے دیا جاسکتا ہے، وہ ان پیسوں سے گرنے والے مکان کی تعمیر کرائے یا مرمت کرائے اور ایسا کرنا بھی درست ہے، کہ تعمیر ومرمت کا سامان خرید کرکے زکوٰۃ کی نیت سے اس کے حوالہ کردیا جائے، اور مزدوری دینے کے بقدر پیسہ اس کے ہاتھ میں دیدیا جائے، اور اگر آپ براہ راست تعمیر یا مرمت کی نگرانی کریں اور پیسہ مزدوروں کو دے کر سامان خرید کر مکان میں لگادیں تو یہ بہتر شکل نہیں، بلکہ بہتر شکل وہی ہے، جو اوپر لکھی ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۱۵، ۱۱۶)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ٢/٣٤٤، زکریا ٣/٢٩١)

وجاز دفع القمیةفی زکوٰة وعشر وفطرة . (الدر مع الرد، کتاب الزکاة،

باب زکاة الغنم ، کراچی ۲/ ۲۸۵، ۲۸٦، زکریا۳/ ۲۱۰، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکاة، باب المصرف ،دارالکتاب دیو بند/ ٤ ۷۲، زکریا ۳/ ۲۱۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۸/ ۹٦۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/٦/۲۳ھ

فقیر کو زکوٰۃ کی رقم سے مکان خرید کر دینا

سوال: [۴۲۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی شخص کرایہ کے مکان میں رہتا ہو مگر صاحب نصاب نہ ہو تو اس شخص کو مد زکوٰۃ سے مکان خرید کر دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ وہ اس وقت جس مکان میں رہتا ہے، وہ بھی اسکی اصلی ضرورت شمار ہوگی یا ذاتی مکان ہونا ضروری ہے؟

المستفتي: عبد اللہ، مظفر نگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زکوٰۃ کی رقم سے مکان خرید کر مستحق زکوٰۃ کو مکان کا مالک بنادیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہوجائیگی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۹۰، ایضاح المسائل/ ۱۱۵)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا الخ. (درمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا۳/ ۲۹۱، کراچی ۲/ ۳٤٤)

الزكاة يجب فيها تمليك المال ، لأن الإيتاء في قوله تعالىٰ: ''وآتوا الزكاة (البقرة : ٤٣) **يقتضي التمليك ولا تتأدى بالإباحة .** (تبيين الحقائق، کتاب الزکاة، زکریا دیو بند۲/ ۱۸)

فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ هذا في الشرع. (هنديه

کتاب الزکاة، الباب الأول زکریا دیو بند ۱/ ۱۷۰، جدید ۱/ ۲۳۲)

اورضرورت اصلیہ میں ذاتی مکان شمار ہوگا، کرایہ کا مکان اسکی ملکیت نہیں ہے۔

وهی مسکنه وأثاث مسکنه الخ. (عالمگیری، کتاب الزکاۃ، باب المصارف زکریا ۱/ ۱۸۹، جدید ۱/ ۲۵۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۴/۵/۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۴۵۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۲/۶ھ

زکوٰۃ کی رقم سے کمرے بنوانا

سوال: [۴۲۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسا مسلم ادارہ جس میں عصری ودنیوی تعلیم وتربیت کا بندوبست ہے سارے اساتذہ اور طلباء مسلم ہیں، غیر مستطیع طلباء کی فیس بھی معاف ہے دینی تعلیم سب بچوں کیلئے لازمی ہے، (قرآن شریف، ناظرہ، ضروری مسائل یا اسلامی تاریخ وغیرہ) کیا ایسے ادارے میں زکوٰۃ کے فنڈ سے تعمیری کام کرایا جاسکتا ہے، چونکہ بلڈنگ بچوں کے بیٹھنے کیلئے ناکافی ہے، لہٰذا منتظمین کی خواہش ہے کہ زکوٰۃ کی مد سے کچھ کمرے بنوادیئے جائیں، کچھ لوگوں کی رائے اس کے برعکس ہے؟

المستفتي: انور حسین، پاکبڑہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زکوٰۃ کی مد سے کمرے بنوانا جائز نہیں ہے، اس سے زکوٰۃ ادانہیں ہوتی۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة كمامر ولا يصرف إلىٰ بناء نحو مسجد ولا إلى كفن ميت وتحته في الشامية، كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ باب المصرف

زکریا۳/ ۲۹۱، کراچی ۲/ ۳٤٤)

ولا یجوز أن یبنی بالزکاة المسجد وکذا القناطر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد، وکل مالا تملیک فیه. (هندیه ، کتاب الزکاة ، الباب السابع فی المصارف زکریا۱ /۱۸۸ ، جدید ۱/ ۲۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ شوال ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳٦/ ۷۸۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۱۰/ ۱۴۲۳ھ

مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنا کر دینا

سوال: [۴۳۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے، وہ یہ کہ ہم نے ایک مکان خریدا ہے، نیچے کے حصہ میں مالک مکان رہتا ہے، اس نے خالی کر کے ہمیں چابی دیدی اور اوپر ایک دوسرے آدمی کا قبضہ ہے، اس کی ایک بیوی اور چھ لڑکیاں اور ایک پندرہ سالہ لڑکا ہے یہ لوگ رہتے ہیں، اس آدمی کا انتقال ہوگیا ہے، اب اس وقت اس کی بیوہ اور یتیم بچے اس مکان پر رہتے ہیں، اب اس وقت ہمیں مکان کی ضرورت ہے، ہم ان سے خالی کرانا چاہتے ہیں، مگر مفتی صاحب! اگر ہم ان یتیم بچوں کو مکان سے نکالتے ہیں تو یہ انسانیت کے خلاف ہے، اگر ہم زکوٰۃ کے روپئے جو ہماری نکلی ہے دو یا تین سال کی اس رقم کو اکھٹا کر کے اس رقم کا مکان خرید کر اس بیوہ کو دیدیں تو کیا ہماری یہ زکوٰۃ کا روپیہ ادا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تفصیل کیساتھ فتویٰ دیجئے گا؟ آپ کا شکر گزار ہوں گا؟

المستفتي: جمال احمد، پیر غیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مرحوم کی بیوی و بچے مستحق زکوٰۃ ہیں، تو زکوٰۃ کی رقم

سے مکان خرید کر کے ان کو مالک بنا دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا الخ. (درمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف زکریا۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳٤٤)

الزکاۃ یجب فیها تملیک المال ، لأن الإیتاء فی قوله تعالیٰ: ’’وآتوا الزکاۃ (البقرۃ: ٤٣) **یقتضی التملیک ولا تتأدی بالإباحة .** (تبیین الحقائق، کتاب الزکاۃ، زکریا دیوبند۲/۱۸)

لیکن نصاب زکوٰۃ سے زیادہ کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔

وکره إعطاء فقیر نصابا أو أکثر . (الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، مطلب فی الحوائج الأصلیة کراچی ۲/۳٥۳، زکریا۳/۳۰۳)

ویکره لمن علیه الزکاۃ، أن یعطی فقیراً مائتی درهم أواکثر ولو أعطی جاز و سقط عنه الزکاۃ . (بدائع الصنائع ،کتاب الزکاۃ، فصل فی مصارف الزکاۃ، زکریا ۲/١٦٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رشوال ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۴۵۸)

زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنا کر مستحق کو دینا

سوال: [۴۳۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلۂ ذیل کے بارے میں: کہ ایک فلاحی ورفاہی ادارہ جو کہ اپنے ممبران اور مسلمانان بنگلہ دیش کے رفاہی اور ریلیف کے کاموں میں مدد کے علاوہ اپنے ممبران سے مد زکوٰۃ کے ٹکہ بھی جمع کرتا ہے، اور اس کو غرباء اور ضرورتمندوں کے علاج معالجہ، ادائیگی قرض، شادی دختران اور وقتی امداد کے طور پر خرچ کرتا ہے۔

رہائش کے کرایہ میں مستقل نا قابل برداشت اضافے اور مسلسل مکان بدلتے رہنے کی

مجبوری، پریشانی اوراذیت مزید سفید پوشی کے بھرم کی نزاکتوں کی اہمیت کومحسوس کرتے ہوئے اور روز مرہ کی بڑھتی ہوئی گرانی کے عذاب اورخاص طور پر کرایہ کے بوجھ تلے دبی سسکتی انسانیت کی تسکین کی خاطر اب ادارہ کا ارادہ رہائشی فلیٹ، مکانات تعمیر کرنے کا ہے جوزکوٰۃ کی رقم کو بذریعہ حیلہ (تملیک) کے بعد ہی ممکن العمل ہے ادارہ منصوبے کی تشکیل کے ابتدائی مراحل سے تعمیر کے بعد کے جملہ مسائل سے نبردآزما رہنے کیلئے حفظ ماتقدم کے طور پر اسے اپنی زیرنگرانی اورزیراہتمام رکھنا چاہتا ہے، تاکہ اس کا انفرادی طور پر غلط اور بے جا استعمال ممکن نہ ہو سکے، مثلاً اسکی فروخت اور حکومت کے بقایاجات وغیرہ ادارہ تعمیر شدہ فلیٹ، رہائش بیوگان، یتیم بوڑھے لوگ جواب معاش کے قابل نہیں، اورایسے لوگ جومعاشی اعتبار سے کمزور اور پریشان ہیں کوبحیثیت کرایہ دار ادارہ کے دستوری طور پر بہت ہی قلیل اور معمولی کرایہ لیکر آہستہ آہستہ بسانے کا ارادہ رکھتا ہے، واضح ہوکہ حاصل شدہ معمولی کرایہ بھی اس کام میں استعمال ہوگا، لہٰذا کیا دین اسلام میں شرع محمدی کے رو سے اس طریقہ کار پر بذریعہ حیلہ تملیک عمل درآمد کیا جاسکتا ہے، واضح ہوکہ ادارہ کی معلومات کے مطابق مدرسوں کی تعمیر اور دوسرے کاموں کیلئے زکوٰۃ کی رقم حاصل کرکے اس طریقۂ کار کے ذریعہ عمل درآمد اورتعمیرات وغیرہ کے کام بھی کئے جاتے ہیں، جبکہ زیادہ تر مدارس میں مطلوبہ رقم حاصل کرنے کیلئے ایک اچھی خاصی رقم حاصل شدہ رقم ہی سے بطور کمیشن دیگراخراجات وغیرہ کے نذر ہوجاتی ہے، غیرممالک سے بھی وفود آتے اور جاتے ہیں، جس میں کافی خرچ مثلاً کرایہ رہنا سہنا کھانا پینا سواری خرچ وغیرہ ہوتا ہے، وہ بھی کٹ جاتا ہے، جبکہ ہمارے ادارے میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے، اور رقم کی وصولیابی میں کسی قسم کا کوئی خرچ نہیں ہوتا ہے، برائے کرم وضاحت سے جواب مرحمت فرمائیں؟ تاکہ کوئی بات تشنہ نہ رہنے پائے، اوربات بھی اچھی طرح واضح ہوجائے؟

المستفتي: انیس احمد شمسی، ویلفیر سوسائٹی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ جائز ہوسکتا ہے، کہ زکوٰۃ کے پیسوں سے

مکانات بنا کر پورے پورے مکانات متعین طور پر مستحق زکوٰۃ فقیر کو قبضہ دیکر مالک بنا دیا جائے، اور پھر اس سے کسی قسم کا کرایہ وغیرہ وصول نہ کیا جائے ،مگر مکانات بنا کر کرایہ پر دینے کے لئے حیلہ تملیک کرانا جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ حیلہ تملیک ہر جگہ جائز نہیں ہے، بلکہ صرف ناگزیر انداز سے دینی ضرورت کے لئے جائز ہوسکتا ہے، اور سوال نامہ میں ذکر کردہ رفاہی ادارہ وغیرہ عام طور پر اپنی ترقی اور فروغ کے لئے اس طرح کی اسکیمیں چلاتے ہیں، اس لئے جائز نہ ہوگا، مدارس پر ان اداروں کو قیاس کرنا غلط ہے کیونکہ انھیں مدارس کے ذریعہ سے اسلام زندہ ہے۔

أما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان وقال النسفي، في الكافي عن محمد بن الحسن قال ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلىٰ إبطال الحق الخ. (عمدة القاری، داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۴/ ۱۰۹، زکریا دیوبند ۱۶/ ۲۳۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۴۹۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/ ۱۱/ ۱۴۱۸ھ

مال زکوٰۃ سے مکان تعمیر کر کے فقیر کو مالک بنانا

سوال: [۴۳۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) بعد تعمیرات مکمل طریقہ پر بیع نامہ کروا دیا جائے گا، مالکانہ حیثیت قائم کر دی جائے گی، میرا کوئی تعلق نہ ہوگا؟

(۲) میری سرپرستی کا اب کوئی تعلق نہیں ہوگا، جبکہ میں بیع نامہ تحریر کر دوں گا؟

(۳) کسی قسم کا مفاد وابستہ نہیں کرنا ہے، چونکہ مکان ایک امانت ہے اس کا صرف استعمال کرنا ہے؟ جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتی: احقر عاقل کامل، اسماعیل، محلہ: ٹھٹیرہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زکوٰۃ کی رقم سے مکانات تعمیر کرا کے فقیر نادار مستحق زکوٰۃ کو مستقل طور پر بعینا مہ کرا کے خودمختارانہ مالکانہ قبضہ دیدیا جائے، اور اس میں تعمیر کرانے والے کا کوئی تصرف باقی نہ رہے، اور نہ آئندہ کوئی سرپرستی یا احسان جتانے کی کوئی بات پیش آئے، تو مالک زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہوجائیگی، نیز ایک فقیر کو ایک نصاب سے زائد دینے کی وجہ سے مکروہ نہ ہوگا۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا اباحةً. (الدر المختار، کتاب الزکاة باب المصرف زکریا۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳٤٤)

وکره إعطاء فقیر نصابا أو اکثر إلا إذا کان مدیوناً الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، مطلب فی حوائج الأصلیة زکریا۳/۳۰۳، کراچی ۲/۳۵۳، البحرالرائق، زکریا۲/٤۳۵، کوئٹه ۲/۲٤۹)

اور مکروہ نہ ہونے کی علت یہ ہے کہ مکان پر قبضہ ہونیکی وجہ سے فقیر صاحب نصاب نہیں ہوگا، بلکہ بمنزلہ نصاب سے زائد قرضدار کو نصاب سے زائد دینے کے حکم میں ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۰)

وکره إعطاء فقیر نصاباً أو أکثر إلا إذاکان المدفوع إلیه مدیوناً الخ.

(الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، مطلب فی حوائج الأصلیة زکریا۳/۳۰۳، کراچی ۲/۳۵۳، فتاویٰ بزازیه علی الهندیة زکریا ٤/۸۵، جدید۱/۵۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۲۴۰)

زکوٰۃ کی رقم سے غریب کو کرایہ پر مکان دلوانا

سوال: [۴۳۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱)ایک مکان ہے جس کومسجد کیلئے خریدا ہے، اسمیں پہلے سے کرایہ پر غریب لوگ رہتے ہیں، جودوسری جگہ مروجہ پگڑی دیکر کرایہ کامکان نہیں لے سکتے، ایسی صورت میں زکوٰۃ کی رقم سے کرایہ کامکان دلواسکتے ہیں یانہیں؟

(۲)اورمسجد کی رقم دیکراس کرایہ دار کی مدد کرسکتے ہیں یانہیں؟

المستفتي: حاجی محمد یسین ،احمدآباد، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱)جوغریب فقیرمستحق زکوٰۃ ہیں، ان کوزکوٰۃ کی رقم حوالہ کرکے مالک بنادیاجائے، اس کے بعد وہ جو چاہیں کریں، اس روپیہ سے کرایہ کا مکان بھی لے سکتے ہیں، مروجہ پگڑی شرعی طور پرجائزنہیں ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحةً. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ باب المصرف کراچی ۲/ ۳٤٤، زکریا۳/۲۹۱، ایضا ح النوادر /۱۰۹)

فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ هذا في الشرع.

(هنديه،کتاب الزکاة، الباب الأول زکریا دیوبند۱/ ۱۷۰، جدید ۱/۲۳۲)

الزكاة يجب فيها تمليك المال ، لأن الإيتاء في قوله تعالىٰ: ’’وآتوا الزكاة. (البقرة: ٤٣)

يقتضي التمليك ولا تتأدى بالإباحة . (تبیین الحقائق، کتاب الزکاۃ، زکریا دیوبند ۲/ ۱۸)

(۲)مسجد کی رقم سے کسی فقیر کی مدد جائزنہیں ہے، جومتولی مسجد کی رقم کومسجد کی ضروریات کےعلاوہ دوسری جگہ خرچ کرناچاہتا ہے، وہ تولیت کے لائق نہیں ہے، اس کوالگ کرکے دوسرے دیانتدار متولی کاتقرر لازم ہے۔

مراعاة غرض الواقفين واجبة . (الشامی، کتاب الوقف، مطلب مراعاة

غرض الواقفين واجبة زكريا ٦/٦٦٥، كراچی ٤/٤٤٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ رشعبان ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۹۷۰)

پگڑی میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائیگی یا نہیں؟

سوال: [۴۳۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم سال کی زکوٰۃ کے روپیہ اکٹھا کرکے جتنی رقم یہ کرایہ دار مانگ رہا ہے، اس کو تین سال کے بعد ساری زکوٰۃ کی رقم جو قریب پندرہ ہزار روپیہ ہوتی ہے کسی جگہ جمع کرلیں جب یہ رقم اکٹھی ہوجائے، تو اس رقم کو کرایہ دار کو دیکر مکان کا حصہ خالی کرانا کیسا ہے؟ اس کا فتویٰ آپ تفصیل سے مع حوالہ کے تحریر فرمائیے گا، جزاک اللہ۔

المستفتي: محمد جمال، پیرغیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پگڑی میں زکوٰۃ کی رقم سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، دوبارہ مستحق زکوٰۃ کو ادا کرنا واجب ہوگا۔

الزكوٰة تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ الخ. (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، قديم ملتان ١/٢٥١، جديد زكريا ديوبند ٢/١٧، هنديه، كتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ١/١٧٠، جديد ١/٢٣٢)

لايدفع إلى غني بسبب ملك نصاب الخ. (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب المصرف جديد زكريا ٢/١٢٣، قديم ١/٣٠٢، الجوهرة، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز جديد، دارالكتاب ديوبند ١/١٥٥، قديم ١/١٥٨)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ر رجب المرجب ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۸۰۵)

کیا پگڑی پر فقیر کو مکان لے کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟

سوال: [۴۳۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر پگڑی پر فقیر کو مکان لیکر دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ کیونکہ پگڑی دینے کے بعد بھی کرایہ دار کو کرایہ دینا پڑتا ہے، اگر فقیر کو پگڑی کی قیمت نقد دیں گے تو نصاب کا مالک بن جائے گا؟ ایسی صورت میں کیا کریں؟

المستفتي: عبد اللہ، مظفر نگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مدزکوٰۃ سے فقیر کو پگڑی پر مکان لیکر دیا جاتا ہے، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اسلئے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے شرط یہ ہیکہ زکوٰۃ کی رقم کا فقیر کو بلاشرط عوض مالک بنادیا جائے، اور وہ شرط یہاں مفقود ہے اور جو مکان ہے اس کا بھی فقیر مالک نہیں ہے، بلکہ اسکو مکان میں صرف حق سکونت حاصل ہے اور اسکا بھی کرایہ ادا کرنا پڑیگا۔

ولو دفع إليه داراً ليسكنها عن الزكاة لا يجوز. (عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا ۱/ ۱۹۰، جدید ۱/ ۲۵۲)

ہاں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ رقم پر فقیر کو مالکانہ قبضہ دیدیا جائے، اور پھر وہ خود پگڑی ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا ۳/ ۲۹۱، کراچی ۲/ ۳۴۴، تبيين الحقائق، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۲/ ۱۸، هندیه، کتاب الزکاة، الباب الأول زکریا دیوبند ۱/ ۱۷۰، جدید ۱/ ۲۳۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/۵/۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۴۵۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/۵/۱۴۱۴ھ

سودی قرض لیکر زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: [۴۳۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی کے پاس بقدر نصاب سامان ہے اس پر زکوٰۃ اور قربانی واجب ہے، لیکن زکوٰۃ یا قربانی کیلئے پیسہ نہیں ہے، صرف دوسرے مال ہیں، اور وہ مال بیچنا بھی نہیں چاہتا اور جائز قرض بھی نہیں ملتا تو زکوٰۃ اور قربانی ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ کیا سودی قرض لے سکتے ہیں، اداء زکوٰۃ اور قربانی کیلئے؟

المستفتي: عمران بہاری، انکلیشور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سودی قرض لے کر زکوٰۃ یا قربانی ادا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ جو مال موجود ہے سودی قرض کے بغیر اسی کو بیچ کر زکوٰۃ یا قربانی ادا کرنا لازم ہے، اور شریعت میں اسکو بیچنے کی طبیعت نہ چاہنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ (مستفاد: محمودیہ میرٹھ ۱۴/۱۲۴)

الزكوٰة واجبة فى عروض التجارة الخ، وكان إلحاق هذه الأموال بالذهب والفضة أولىٰ وإذا وجب اعتبار المقدار بهما يعتبر بأيهما . (تاتارخانية ، كتاب الزكاة ، الفصل الثالث ، زكاة عروض التجارة زكريا ١٦٤/٣ ، رقم: ٣٩٩٩)

في عرض تجارة قيمته نصاب من ذهب أو ورق ..... ففى كل أربعين درهما درهم . (درمختار ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال كراچى ٢٩٨/٢، ٢٩٩، زكريا ٢٢٨/٣، ٢٢٩)

وفى عروض تجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب أى يجب ربع العشر في عروض التجارة ، إذا بلغت نصاباً من أحدهما . (البحر الرائق، كتاب الزكاة،

باب زکاۃ المال زکریا۲/۳۹۸، کوئٹہ ۲/۲۲۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۵۶۴)

سودی قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۳۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید بہت زیادہ مقروض ہے اور کوئی صورت قرض کی ادائیگی کی نظر نہیں آتی کیا زید بہت زیادہ مالدار بکر سے وہ رقم جو زکوٰۃ کی مد میں بکر نے نکالی ہے لیکر اسے سودی قرضہ کی ادائیگی میں دیدے اور پھر سہولت سے وہ قرض اسے واپس کردے اور بکر اس کے بعد زکوٰۃ نکال دے اگر یہ گنجائش ہو تو تحریر فرمادیں؟

المستفتي: آل حسن، مغلپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدزکوٰۃ کے پیسے کو بطور قرض کی ادائیگی میں دینا درست نہیں ہے، اگر بطور قرض دینا ہے، تو زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے پیسے دیدیں نیز سودی قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ کا پیسہ دینا ممنوع ہے، اسلئے کہ اس میں من وجہ سودی معاملہ میں تعاون ہے، آجکل کے زمانہ میں لاکھوں کی تعداد میں سودی قرض لیکر لوگ اپنے آپ کو سرمایہ داروں کے سامنے فقیر ثابت کرتے ہیں، پھر سرمایہ دار سے زکوٰۃ کا پیسہ لیکر سودی قرض ادا کرکے پھر اپنا کاروبار اور تجارت کو فروغ دیتے ہیں، یہ سخت خرابی کی بات ہے، زکوٰۃ کا پیسہ فقیروں کا حق ہے کاروبار اور تجارت کو فروغ دینے کیلئے سودی قرض لینے والوں کا حق نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۶/ ۲۲۹)

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (سورہ المائدۃ، آیت: ۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۵۱/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۴/۲۸ھ

زکوٰۃ کا پیسہ سودی قرض میں دینا

سوال: [۴۳۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے ایک کاروبار شروع کیا تھا، جس میں کچھ پیسہ میں نے اپنی زمین بیچ کر لگایا تھا، اور کچھ پیسہ میں نے قرض کی شکل میں بینک سے لیا تھا، جس میں ضمانت کے طور پر میں نے اپنے گھر اور جائداد کے کاغذات رکھے تھے، میرے پاس موجودہ جائیداد کی شکل میں رہنے کا مکان ہے جس میں میں اپنے بھائی اور بہنوں کیساتھ رہتا ہوں، جوکہ مشترکہ ملکیت ہے ایک کاروبار کی جگہ ہے جس میں موجودہ طور پر کوئی کاروبار نہیں ہوتا ہے، جوکہ تقریباً ساڑھے تین سو گز میں ہے، گاؤں میں لگ بھگ تین ایکڑ کاشتکاری کی زمین ہے ایک کریشر جوکہ گاؤں میں ہے چار بیگہ زمین میں ہے، اور ایک فصلی کام ہے، یہ کاروبار بھی تین سال سے نقصان میں چل رہا ہے، جس کے اوپر تقریباً ۱۵/ لاکھ کی دینداری ہو چکی ہے، فی الحال میرے پاس کسی ذریعہ سے معاش نہیں ہے، صرف کھیتی کی زمین سے کچھ اناج آتا ہے، ایک پلاٹ جوکہ شہر میں ہے، ۸۰/ گز کا ہے، اور ۳۰۰/ گز کا پلاٹ جس میں مقدمہ بازی چل رہی ہے، مقدمہ ہائی کورٹ اور رامپور کورٹ میں چل رہا ہے، میں نے جو نیا کاروبار کیا تھا، اس میں بھی تقریباً پانچ لاکھ ٦٠/ ہزار کی دینداری ہے جس کے تقاضہ میرے اوپر لگاتار ہو رہے ہیں، اوپر لکھی جائداد میں ٦/ بہنیں اور ٦/ بھائی حصہ دار ہیں، ایسی صورت میں مجھے بتائیں کہ میں اپنا قرضہ ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ کی رقم کا استعمال کرسکتا ہوں یا نہیں؟

موجودہ جائداد میں اور کاروبار میں سائل اپنا حصہ ختم کر چکا ہو تو وہ چونکہ مالدار اور صاحب نصاب نہیں رہ گیا، لہٰذا وہ قرض ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ کی رقم سے لے سکتا ہے، صاحب نصاب ہونے اور نہ ہونیکی ذمہ داری سائل پر ہے؟

جوشخص صاحب نصاب نہ ہووہ اپنا قرضہ ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ کی رقم حاصل کرسکتا ہے؟

المستفتي: محمد الیاس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب آپ کے پاس کھیتی کی زمین ہے اور تین سوگز کی زمین جس پر مقدمہ چل رہا ہے، اس کے علاوہ اسی گز کا پلاٹ بھی ہے، تو کھیتی کی زمین یا پلاٹ فروخت کر کے قرض ادا کرنا چاہئے، زکوٰۃ کا پیسہ فقیروں اور مسکینوں کا حق ہے، نیز زکوٰۃ کا پیسہ سودی قرض میں دینا جائز نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص زکوٰۃ کا پیسہ سودی قرضہ میں دے گا، تو سود کی لعنت زکوٰۃ کا پیسہ دینے والے کی گردن پر بھی پڑے گی۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الْمَسَاكِيْنَ .(سورة التوبة: ٦٠)

وعن جابر قال لعن رسول الله ﷺ آكل الربـاء ومؤكله وكاتبه وشاهده ، الحديث: (صحيح مسلم، كتاب المساقاة والمزارعة ، باب الربا ، النسخة الهندية ٢٧/٢، بيت الافكار رقم: ١٥٩٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲رشوال ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۱۶)

زکوٰۃ کی رقم سے سودی قرض ادا کرنے یا منہا کرنے کا حکم

سوال: [۴۳۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسئلہ یہ ہے کہ عمر نے خالد سے روپئے قرض کے طور پر مانگے خالد نے اسے زیور گروی رکھکر تقریباً پچاس ہزار روپئے دیئے اب بہت دن ہوگئے سود پر سود بڑھتا گیا عمر کواتنی استطاعت نہیں ہے، کہ وہ زیور چھڑا کر خالد کے حوالے کردے، ادھر جب سود کا خوب اضافہ ہوگیا تو خالد نے زکوٰۃ کے پیسہ سے سود ادا کردیا اور آدھا عمر نے اور آدھا خالد نے اصل پیسہ دیکر

زیور چھڑا لیا اب عمر کو اتنی استطاعت نہیں ہے، کہ وہ بقیہ پیسہ دیدے کیا خالد ان بقیہ پیسوں کو زکوٰۃ کے مال سے منہا کرسکتا ہے؟

المستفتي: محمد شاکر عالم، تخت والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوال کے اندر دو معاملے بالکل الگ الگ ہیں۔

(۱) معاملہ: عمر کا خالد سے قرضہ لینا۔ (۲) خالد کا تیسرے شخص سے زیور گروی رکھ کر پچاس ہزار روپیہ سودی معاملہ میں لینا، یہ دونوں معاملہ شرعاً الگ الگ ہیں، پہلا معاملہ جو عمر اور خالد کے درمیان ہے اس میں خالد نے عمر کو پچاس ہزار روپیہ قرض دیا ہے، اور قرض دیکر سود لینا قطعاً حرام ہے، لہٰذا خالد عمر سے صرف پچاس ہزار روپیہ جو بطور قرض دیا تھا وہی لے سکتا ہے، اس کے علاوہ کسی اور پیسہ کا دیندار نہیں ہے، اور دوسرا معاملہ خالد اور تیسرے آدمی کا ہے اس میں خالد نے تیسرے آدمی کے پاس زیور گروی رکھ کر پیسہ لیا ہے، اب اگر تیسرا آدمی مسلمان ہے تو اس کیلئے خالد کو دیئے ہوئے قرضہ کے اوپر مزید سود لینا جائز نہیں ہے، اور اگر تیسرا آدمی مسلمان نہیں ہے، تو خالد اس سے سود کی دینداری میں شرعاً کسی طرح کا ذمہ دار نہیں ہے، اسلئے کہ اس معاملہ کا تعلق خالد اور تیسرے آدمی سے ہے، عمر اور تیسرے آدمی سے نہیں ہے، نیز خالد کیلئے بھی یہ قطعاً جائز نہیں تھا، کہ زیورات کو گروی رکھکر سود پر قرض لے اس کی وجہ سے خالد سخت گنہگار ہوگا اور لعنت کا مستحق ہوگا اور دیندار بھی خالد ہی ہوگا۔

عن ابن مسعودؓ قال لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا ومؤكله وشاهده وكاتبيه. (ترمذی شریف، ابواب البیوع، باب ما جاء في أكل الربوا، النسخة الهندية ۱/۲۲۹، دار السلام رقم: ۱۲۰۶، مسلم شريف، كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا، النسخة الهندية ۲/۲۷، بيت الأفكار رقم/۱۵۹۷)

لھٰذا اب تک خالد نے عمر سے جو کچھ پیسہ لیا ہے چاہے سود ادا کرنے کے نام پر لیا ہو یا اصل رقم وصول کرنے کے نام پر ہو یا تیسرے آدمی کو دینے کے نام پر لیا ہو وہ تمام رقم اسی میں

مجریٰ ہوگی جوقرضہ خالد نے عمر کو دیا تھا، اسکے بعد پھر بھی جو قرضہ عمر کے ذمہ باقی ہے اور وہ مستحق زکوٰۃ بھی ہے تو خالد کیلئے جائز ہے کہ زکوٰۃ کا پیسہ عمر کے قبضہ میں دیدے اس کے بعد عمر سے یہ کہے کہ اب تمہارے پاس پیسہ آ گیا ہے، میرا قرضہ ادا کرو اور اسی محفل میں وہ پیسہ قرض کے نام سے لے سکتا ہے، ایسی صورت میں عمر کا قرضہ بھی ادا ہو جائے گا، اور خالد کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی اور صرف ارجسٹ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

اعلم أن أداء الدین عن المال الذی عندہ لایصح والحیلة أن یعطی زکوته ثم یأخذ عن دینه الخ. (طحطاوی علی المراقی الفلاح/ ۷۱۵، دار الکتاب دیوبند، درمختار مع الشامی، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء زکریا۳/ ۱۹۰، کراچی ۲/ ۲۷۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ رجب ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۳۲۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸؍۷؍۱۴۲۲ھ

٦ / باب المصرف

صاحب نصاب کون ہے؟

سوال: [۴۳۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندوستان میں صاحب نصاب کیلئے کتنی رقوم یا کتنے سامان کا ہونا شرط ہے؟

المستفتي: محمد شکیل، سکسینا، پورنیہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کی رقوم یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کا تجارتی سامان ہوتو اس پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں نکالنا واجب ہے، ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کا روپیہ کتنا بنتا ہے، صرافے سے معلوم کر لیجئے! (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۴)

اعتبرت القيمة إجماعاً الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال زکریا ۳/۲۲۷، کراچی ۲/۲۹۸، جواهر الفقه ۱/۳۸۵)

تجب الزكاة فى الذهب والفضة إذا بلغ النصاب ونصاب الذهب عشرون مثقالا وهو الدينار، ونصاب الفضة مائتا درهم. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعه كتاب الزكاة، زكاة الذهب والفضة ۱/۶۰۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ر ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۹۸۸)

صدقۂ واجبہ اور زکوٰۃ کے مستحق کون؟

سوال: [۴۳۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صدقے

کے مستحق کون کون آدمی ہیں؟

المستفتي: شرف الحق، ضلع بیربھوم، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم میں صدقہ وزکوٰۃ کے جو مصارف مذکور ہیں، ان میں سے بعض منسوخ ہیں، اسلئے اس زمانہ میں درحقیقت صرف فقراء ہی مستحق ہیں، اور فقراء کے مختلف انواع ہیں۔

(۱) طالبان علوم نبوت۔

(۲) غرباء۔

(۳) مساکین۔

(۴) قرضدار۔

(۵) وہ مسافر جس کا توشہ ختم ہوچکا ہو۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۸۹، فتاویٰ دارالعلوم ۶/ ۲۲۹، معارف القرآن ۸/ ۴۰۸)

إن طالب العلم يجوز له أخذ الزكوٰة ولو غنيا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب والحاجة داعية إلى مالا بد منه الخ.

(طحطاوی علی المراقی، كتاب الزكاة، باب المصرف، دارالكتاب ديوبند/ ۷۲۰، قديم /۳۹۲، شامی، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ۳/ ۲۸۵، كراچی ۲/ ۳٤۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ر ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۵۲۵)

فقیر و مسکین کسے کہتے ہیں؟

سوال: [۴۳۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فقیر اور

مسکین کسے کہتے ہیں؟ ایک ہی ہیں ہیں یا کوئی فرق ہے؟

المستفتي: شرف الحق، بیر بھوم، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقیر جس کے پاس نصاب سے کم ہو، مسکین جسکے پاس کچھ نہ ہو، لیکن استحقاق زکوۃ میں کچھ اختلاف نہیں۔ (مستفاد: بیان القرآن ۴/۱۲۰، معارف القرآن اشرفی ۴/۱۶۶)

فقير وهو من له أدنىٰ شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة، ومسكين من لا شيء له. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ٣/٢٨٣، ٢٨٤، كراچي ٢/٣٣٩، فتاویٰ عالمگیری زكريا ١/١٨٧، جديد ١/٢٤٩، بزازيه على هامش الهنديه زكريا ٤/٨٥، جديد ١/٥٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم/ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۵۵)

فی سبیل اللہ کا مصداق

سوال: [۴۳۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کا آپکے نزدیک کیا مصداق ہے فی سبیل اللہ کے دائرے میں کون کون داخل ہیں، اس میں وسعت دیگر عمومیت پیدا کر سکتے ہیں؟ اگر فی سبیل اللہ کا مصداق صرف غازی اور حاجی کو قرار دیا جائے اور بقول بعض طالبان علم کو قرار دیا جائے، تو ان کیلئے فقر کی شرط ہے یا نہیں؟ نیز مصارف زکوۃ کو قیاس شرعی کا محل قرار دیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ یا نص پر موقوف رہے گا، اوراس زمانہ میں مختلف دینی اور دعوتی کاموں کیلئے بے پناہ سرمایہ کی ضرورت ہے تو کیا مدارس، مساجد، اورا کیڈمیاں

ودیگر رفاہ عام میں جوشخص حکمی کے دائرے میں ہیں زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرسکتے ہیں یانہیں؟ اور یہ امور فی سبیل اللہ کے مصداق بن سکتے ہیں؟

المستفتي: مجاہدالاسلام قاسمی،فقہ، اکیڈمی، پھلواری شریف، پٹنہ، (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: فی سبیل اللہ کےلفظی معنیٰ بہت عام ہیں، جوکام اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کیلئے کئے جائیں وہ سب فی سبیل اللہ کے عمومی مفہوم کے دائرے میں آجاتے ہیں، اور جولوگ فی سبیل اللہ کے بارے میں پیغمبر علیہ السلام کے تفسیری اقوال وبیان وائمہ مفسرین اور فقہاء مجتہدین کے ارشادات سے گریزاور قطع نظر کرتے ہوئے محض لفظی ترجمہ کے عموم کے ذریعہ سے قرآن کریم کوسمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو فی سبیل اللہ کا مصداق متعین کرنے میں زبردست دھوکہ اور مغالطہ لگا ہے، اور انھوں نے لفظ کے عمومی مفہوم کودیکھ کران تمام نیک کاموں کوفی سبیل اللہ کے دائرے میں داخل کردیا ہے، جو کسی نہ کسی حیثیت سے عبادات میں داخل ہیں، چنانچہ تعمیر مساجد، مدارس، شفا خانہ، مسافر خانہ وغیرہ اور کنویں، نل، سڑکیں وغیرہ بنانا اور تمام رفاہی اداروں کے ملازمین کی تنخواہیں وغیرہ ان سب کوفی سبیل اللہ کے دائرے میں داخل کرکے مصرف زکوٰۃ قرار دیا ہے، جو سراسر غلط اور قول رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام، اوراجماع امت کی تفسیر کے خلاف ہے، جیسا کہ امام رازی نے امام قفال کی تفسیر کی نشاندہی کرتے ہوئے، اسی طرح کی بات نقل فرمائی ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن، اشرفی دیوبند۴/ ۴۰۷، تفسیر کبیر ۱۶/ ۱۱۳)

نیز لفظ فی سبیل اللہ کے عمومی مفہوم سے تفسیر کرنیوالوں کے کلام میں خودتعارض بھی واقع ہوا ہے، جیسا کہ حضرت نواب صدیق حسن خانصاحب نے اپنی تصنیف الروضۃ الندیہ میں لفظ فی سبیل اللہ کے عموم کوپیش نظر رکھ کرتمام علماء اورعلمی خدمات انجام دینے والوں کوفی سبیل اللہ کے دائرے میں داخل کردیا ہے، چاہے وہ علماء فقیر ہوں یامالدار۔ (الروضۃ الندیہ ۱/ ۲۰۷)

پھر نواب صاحب ہی نے اپنی تفسیر فتح البیان میں عمومیت کی تردید کرتے ہوئے فی سبیل اللہ کے مفہوم کو غازیین میں منحصر کردیا ہے۔ (فتح البیان ۱۴۱/۴)

اس سے واضح ہوتا ہے، کہ عمومیت کے قائلین خود اپنے قول میں متردد اور مضطرب ہیں، نیز ماضی قریب میں علامہ رشید رضا مصری اور مولانا سید سلیمان ندوی وغیرہ نے بھی لفظ فی سبیل اللہ کے عمومی مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ سے استدلال کرتے ہوئے ، فی سبیل اللہ کے مصداق کو ہر دینی کام میں عام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ (مستفاد: فقہی اسلامی ۱/ ۴۶۱)

جو اجماع امت اور قول رسول اللہ ﷺ کے خلاف اور مغالطہ پر محمول ہے اور حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے فی سبیل اللہ کے مصداق میں ۔ (حدیث ابو داؤد، کتاب المناسک، باب العمرۃ، النسخۃ الہندیۃ ۱/۲۷۲، دارالسلام رقم: ۱۹۸۸)

اور حدیث بخاری کی صراحت کی وجہ سے اس حاجی کو داخل فرمایا ہے جس کے اسباب سفر ختم ہو چکے ہوں اور حضرت امام محمدؒ کا حجاج کو شامل کرنا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ میں رہ کر ہے اور اسمیں قیاس اور توسع سے امام محمدؒ نے کام نہیں لیا ہے، نیز جس حاجی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدز کوٰۃ سے سواری کا جانور دلوایا ہے وہ فقیر اور نادار تھا، جو الفاظ حدیث سے واضح ہوتا ہے، اسلئے امام محمدؒ نے حاجی کیلئے منقطع الحاج کی قید اور شرط بھی لگائی ہے، لہٰذا ایسے حجاج فقراء کے دائرہ میں داخل ہونیکی وجہ سے بہر حال مستحق زکوٰۃ ہیں۔

وفـي سبيـل الله منـقـطـع الـغـزاة عند أبي يوسف رحمة الله عـلـيه لأنه المتفاهم عند الاطلاق، وعـنـد محمدؒ منقطع الحاج ؛ لما روى أنّ رجـلا جـعـل بعيراً له في سبيل الله فأمره رسول الله صلى

ترجمہ: اور فی سبیل اللہ کے مفہوم میں غازی ہی مراد ہے جس کے پاس اسباب جنگ نہ ہونے کی وجہ سے سے مجبوراً جنگ میں جانے سے رکنا پڑ رہا ہے یہ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اس لئے کہ جب مطلقاً فی سبیل اللہ بولا جاتا ہے، تو اس سے

الله عليه وسلم أن يحمل عليه الحاج ولا يصرف إلى أغنياء الغزاة عندنا لأن المصرف هو الفقراء . (هدایه، کتاب الزکاة، باب من لایجوز، اشرفیه دیوبند ۱/ ۲۰۵، قدیم ۱/ ۱۸۵)

یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے، اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اس سے وہ مراد ہے، جو اسباب سفر ختم ہونے کی وجہ سے حج کرنے سے قاصر ہو چکا ہو، اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ دیدیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجی کو سواری کیلئے دینے کا حکم فرمایا اور زکوٰۃ مالدار غازی کو نہ دیا جائے، ہمارے نزدیک اسلئے کہ مصرف زکوٰۃ فقراء ہی ہیں۔

اور امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن ابراہیم کے نزدیک بس غازی کے ساتھ ساتھ ضرورت مند حاجی بھی اسمیں داخل ہے۔

وعن أحمد وإسحق الحج من سبيل الله . (فتح الباری، کتاب الزکاة، باب قول الله تعالیٰ وفی الرقاب والغارمین ۳/ ۳۳۲، اشرفیه دیو بند۳/ ۴۲۳، تحت رقم الحدیث: ۱۴۶۸)

ترجمہ: یعنی امام احمد اور اسحاق کے نزدیک حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

اب معلوم ہوا کہ علاوہ عاملین کے باقی مصارف زکوٰۃ میں فقراء کی شرط ملحوظ ہے اور صاحب درمختار وغیرہ نے جو فی سبیل اللہ کے مفہوم میں طالب علم کو داخل فرمایا ہے اس کا مطلب بھی علامہ ابن عابدین شامی وغیرہ نے واضح کردیا ہے، کہ فقراء صحابہ جو اصحاب صفہ سے موسوم تھے وہ درحقیقت دربار نبوت میں تشنگی علوم نبوت کی وجہ سے ہی رہا کرتے تھے، اسلئے فقہاء نے جہاں طالب علم کو مستحق زکوٰۃ قرار دیا ہے، وہاں فقیر ہونے کی بھی قید لگائی ہے اور اسی کو ترجیح دی ہے، اسلئے صاحب درمختار وغیرہ کی عبارات سے کوئی اشکال واقع نہ ہونا چاہئے۔

وقيل طلبة العلم وتحته في الشامي وهل يبلغ طالب

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ طالب علم بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے اور شامی میں ہے

رتبة من لازم صحبة النبي صلى الله عليه وسلم لتلقي الأحكام عنه كأصحاب الصفة فالتفسير بطالب العلم وجيه خصوصاً الخ. (شامي، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ۲۸۹/۳، كراچی ۳٤۳/۲)

کہ کیا کوئی طالب علم اس شخص کے مرتبہ کو پہونچ سکتا ہے، جس نے پیغمبر علیہ السلام کی صحبت اختیار کی ہے، حضور ﷺ سے احکام دین حاصل کرنے کیلئے جیسا کہ اصحاب صفہ، لہذا خاص طور پر فقراء طلبہ کے ساتھ فی سبیل اللہ کی تفسیر کرنا زیادہ اولیٰ اور بہتر ہوگا۔

ائمۂ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور فقہاء ومحدثین اور مفسرین کے نزدیک فی سبیل اللہ کا مصداق صرف منقطع الغزاۃ ہے، مجاہد فی سبیل اللہ کے علاوہ باقی اور کوئی اس کے دائرے میں داخل نہیں ہے اسلئے کہ اس زمانہ میں عام محاورہ میں فی سبیل اللہ سے جہاد مراد ہوا کرتا تھا، بس صرف اتنا فرق ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مجاہد فی سبیل اللہ کا فقیر ہونا شرط ہے، اور دیگر ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک فقیر ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ غازی غنی بھی فی سبیل اللہ کے مصداق میں داخل ہے یہی تفصیل قدر فرق کیساتھ فتح الباری، مغنی ابن قدامہ، ہدایۃ المجتہد، اوجز المسالک، بدائع، کتاب الفقہ، تاتارخانیہ، درمختار، سیر کبیر، مجمع الانھر، البحر الرائق، وغیرہ چاروں مذاہب کی کتابوں میں موجود ہے۔ (بداية المجتهد، الزكاة، الفصل الثاني في الصفة التي تقتضي صرفها إليهم، دارالفكر بيروت ۲۷۷/۱، اوجز المسالك، الزكاة، أخذ الصدقة ومن يجوز له أخذها قديم ۲۲۳/۳، جديد ۷۸/٦، مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصارف قديم ۲۲۱/۱، دارالكتب العلمية بيروت جديد ۳۲۵/۱، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل في المصارف كراچی ۴۵/۲، زكريا ديوبند ۱۵٤/۲، السير الكبير ۲٤۵/٤،

البحرالرائق ، کتاب الزکاة ، باب الوحدت ۲/ ۲٤۲ ، تاتارخانیه ۲/ ۲۷۰، درمختار، زکریا ۳/ ۲۸۹، کراچی ۲/ ۳٤۳، هدایه ، مکتبه اشرفی بکڈپو دیوبند ۱/ ۲۰٥ ، کتاب الفقه ۱/ ٦۲۱، احسن الفتاویٰ ٤/ ۲٥۳)

اورحافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

وأما سبيل الله فالأكثر على أنه يختص بالغازى غنياً كان أو فقيراً إلا أن أبا حنيفةؒ قال يختص بالغازى المحتاج. (فتح البارى ، كتاب الزكاة، باب قول الله وفى الرقاب والغارمين وفى سبيل الله بيروت ۳/ ۳۳۲، اشرفيه، ديوبند۳/ ٤۲۳، رقم: ۱٦٤۸)

ترجمہ: بہرحال فی سبیل اللہ کے بارے میں اکثر علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ مجاہد فی سبیل اللہ کیساتھ خاص ہے مجاہد چاہے فقیر ہو یا مالدار، مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے محتاج اور فقیر مجاہد کیساتھ خاص کردیا ہے۔

اورعلامہ موفق الدین بن قدامہ نے ائمۂ اربعہ کا مسلک ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے۔

أنهم الغزاة فى سبيل الله لأن سبيل الله عند الإطلاق هو الغزو (إلىٰ قوله) فإذا تقرر هذا فإنهم يعطون ، وإن كانوا أغنياء وبهذا قال مالك والشافعى وإسحق وأبو ثور وأبو عبيد وابن المنذر وقال ابو حنيفةؒ وصاحباه لاتدفع إلا إلى فقير الخ. (المغنى ٦/ ۳۳۲)

ترجمہ: حضرات فقہاء کہتے ہیں، کہ فی سبیل اللہ کا مصداق صرف غازی ہے، اسلئے کہ جب مطلقاً فی سبیل اللہ بولا جاتاہے، تواس سے عرف عام میں جہاد ہی مراد ہوتاہے، اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ مجاہد ہی مراد ہے، توان کوزکوٰۃ کا مال دیاجائے، اگرچہ وہ مالدار کیوں نہ ہواوراسی کوامام مالک امام شافعی اسحٰق ابوثور ابوعبیدہ بن المنذر وغیرہ نے اختیار کیاہے، اورامام ابوحنیفہؒ اورصاحبین کہتے ہیں، کہ صرف فقیر ہی کودیاجاسکتاہے۔

اوراس مضمون کی عبارتیں ائمۂ اربعہ کے مذاہب کی کتابوں میں بھری پڑی ہیں، لہٰذا حاصل یہ نکلے گا، کہ فی سبیل اللہ کے مفہوم کو عام کرکے اس کے تحت مساجد، مدارس، مسافرخانہ، شفاخاہ، وغیرہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز نہ ہوگا، یہ جو سوال پیش کیا جاتا ہے، کہ موجودہ دور میں مدزکوٰۃ کے بغیر اس قسم کے کارخیر کا انجام پذیر ہونا بہت دشوار گذار ہے یہ سوال سلف کے زمانہ میں پایا جاتا ہے، جب سلف نے اسکی اجازت نہیں دی ہے، اور کام چلتا رہا ہے، تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کیلئے خدا کی ذات سے امید ہے کہ یہ چلتا رہے گا، اور کچھ نہ کچھ پریشانیاں ہرزمانہ میں رہی ہیں، اور آئندہ بھی اس قسم کی دشواریوں سے چھٹکارہ نہیں ہوسکتا مگر سلف اور اجماع امت سے ہٹنا کسی بھی طرح جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۵۶)

بدائع کی عبارت سے غلط فہمی

سوال: [۴۳۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بدائع الصنائع کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ بہت وسیع ہے، ہر نیک کام اس میں داخل ہوسکتا ہے، تو اگر فی سبیل اللہ میں عمومیت جائز نہیں ہے تو عبارت بدائع کا کیا مطلب ہوگا؟

المستفتي: مجاہد الاسلام قاسمی،
فقہ اکیڈمی، پھلواری، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: امام علاء الدین کاسانیؒ کی بدائع الصنائع کی عبارت سے بعض لوگوں کو زبرست دھوکہ اور مغالطہ ہوا ہے، اور ان کی عبارت کے شروع حصہ سے فی سبیل اللہ کی عمومیت ضرور ثابت ہوتی ہے، لیکن انھوں نے عبارت کے آخر میں

جو احتیاج اور فقر کی قید لگائی ہے اسکی وجہ سے شروع کی عمومیت خود بخود ختم ہو جاتی ہے، اور امام کاسانیؒ کی پوری عبارت ہم یہاں نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔

وأما قوله تعالیٰ وفی سبیل الله عبارة عن جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله وسبيل الخيرات ، إذا كان محتاجاً وقال أبو يوسفؒ المراد منه فقراء الغزاة لأن سبيل الله إذا أطلق في عرف الشرع يراد به ذلك وقال محمدؒ المراد منه الحاج المنقطع الخ. (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة ، فصل المؤلفة قلوبهم كراچی ۲/ ٤٥، زكريا ۲/ ١٥٤)

بہر حال اللہ تعالیٰ کا قول وفی سبیل اللہ سے تمام نیک کام مراد ہیں، لہٰذا اس میں ہر وہ شخص داخل ہوگا، جو اللہ کی اطاعت اور خیر کے راستہ میں محنت کرتا ہے، بشرطیکہ وہ محتاج اور فقیر ہو اور ابو یوسفؒ نے صرف فقیر غازی مراد لیا ہے، اسلئے کہ عرف شرع میں جب فی سبیل اللہ بولا جاتا ہے، تو اس سے صرف جہاد مراد ہوا کرتا ہے، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ حاجی ہے جس کا زادراہ اور اسباب سفر ختم ہو چکے ہوں۔

اب بدائع کی مذکورہ عبارت میں دوبارہ غور کیا جائے، اس میں صرف اتنی عمومیت تو ضروری ہے کہ فی سبیل اللہ کے دائرہ میں ہر نیک کام کرنے والے داخل ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ شرط بھی ہے کہ وہ نیک کام کرنے والا محتاج فقیر ہو اور ائمۂ اربعہ جمہور فقہاء بھی ہر فقیر کو مصرف زکوٰۃ قرار دیتے ہیں، بس اتنا فرق ہے، کہ صاحب بدائع نے ہر نیک عمل کرنے والے فقیر کو فی سبیل اللہ کے دائرہ میں داخل کر کے مصرف قرار دیا ہے، اور جمہور نے ہر فقیر کو مصرف زکوٰۃ قرار دیا ہے، لیکن فی سبیل اللہ کے دائرہ میں داخل نہیں کیا ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ مفتی بغداد علامہ آلوسیؒ جیسے فقیہ اور مفسر وقت کو بھی بدائع کی عبارت نقل کرنے میں

مسامحت ہوگئی ہے، کہ انھوں نے بھی ’’ إذا کان محتاجاً ‘‘ کی شرط کو نقل نہیں کیا ہے۔
(روح المعانی، سورۂ توبہ تحت الآیۃ ۵۹، ۶۰، جدید زکریا ۱۰/ ۱۷۹، قدیم ۱۰/ ۱۲۳)

بہر حال جن لوگوں نے بدائع کی عبارت سے عمومیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، ان کو ’’إذا کان محتاجاً ‘‘ کی شرط پر توجہ نہ کرنے کی بنا پر مغالطہ ہوا ہے۔
(فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۵۷)

کیا فی سبیل اللہ کے مصداق، مدارس، مساجد اور اکیڈمیاں ہوسکتی ہیں؟

سوال: [۴۳۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا فی سبیل اللہ کے دائرہ میں شخص حکمی جو محتاج ہے، وہ داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ محتاج شخص حقیقی کے دائرہ میں داخل ہونے کا سوال نہیں ہے، بلکہ محتاج شخص حکمی یعنی مدارس، مساجد، اکیڈمیاں وغیرہ داخل ہوسکتی ہیں یا نہیں؟

المستفتي: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی،
پھلواری شریف، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ فی سبیل اللہ کے مفہوم میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے صرف فقیر غازی کو داخل کیا ہے، اور حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے غازی فقیر اور غازی غنی دونوں کو داخل فرمایا ہے، لیکن غزاۃ کی شرط کیساتھ مقید کیا ہے، اور امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہؒ اور امام محمد بن حسن شیبانی کے نزدیک غازی کیساتھ ساتھ محتاج حاجی بھی بنص حدیث داخل ہے، اور صاحب درمختار نے محتاج غازی و حاجی اور طالب علم کو بھی شامل فرمایا ہے، لیکن جہاں جہاں عمومیت کی

بات ہے وہاں فقر واحتیاج کی بھی قید ہے، لھذا اگر فی سبیل اللہ کے مفہوم کو عام کیا جائے، تو شخص حقیقی کے فقر اور احتیاج کی قید کیساتھ کیا جا سکتا ہے اس کے بغیر عمومیت کی اجازت نہیں ہوسکتی ہے، اور شخص حکمی کو احتیاج کی وجہ سے فی سبیل اللہ کے دائرہ میں موجودہ دور میں بھی داخل نہیں کیا جا سکتا ہے، اسلئے کہ جن ضرورتوں کی بنا پر شخص حکمی (تعمیر مساجد، تعمیر مدارس، تعمیر مکاتب، اور اکیڈمیوں اور رفاہی اداروں کی ضرورتوں) کو فی سبیل اللہ کے دائرہ میں داخل کرنے سے جو سوال پیدا ہو رہا ہے، وہی سوال اور ضرورتیں زمانہ رسالت اور ائمہ مجتہدین کے دور میں بھی پائی جاتی تھیں، اس کے باوجود کہیں یہ ثابت نہیں ہیکہ اس طرح کی ضرورت کو فی سبیل اللہ کے دائرہ میں داخل کیا گیا ہے، ہاں البتہ دیگر صدقات نافلہ کی ترغیب دی گئی ہے ہم کو بھی اس طرح صدقات نافلہ کی ترغیب دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے، اسلئے یہ ضرورتیں توسع کا باعث نہیں بن سکتی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۵۸)

زکوٰۃ وصدقۂ فطر کا بہترین مصرف

سوال: [۴۳۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ صدقہ فطر اور زکوٰۃ کا بہترین مصرف مدارس ہیں، کیا ان کا کہنا درست ہے؟ اور زکوٰۃ مدارس ہی میں دینا چاہئے؟

المستفتي: محمد فاروق، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفيق: مذکورہ مفتی صاحب کا کہنا صحیح اور درست ہے اسلئے کہ مدارس میں غریب طلبہ پر خرچ ہوتا ہے، لہٰذا زکوٰۃ وصدقات واجبہ صرف ان مدارس میں

دیئے جائیں جن میں بیرونی طلباء اور مطبخ ہو کیونکہ ان پر خرچ کرنے پر زکوٰۃ بھی ادا ہو جاتی ہے، اور دین کی خدمت بھی ہوتی ہے، اور نیک لوگوں پر خرچ ہو جاتا ہے۔

التصدق على العالم الفقير أفضل الخ. (درمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف کراچی ۲/۳۵٤، زکریا دیوبند ۳/۳۰٤، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، کتاب الزکاۃ، دارالکتاب دیوبند/۷۲۲، هندیه، کتا ب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف زکریا دیوبند ۱/۱۸۷، جدید ۱/۲٤۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ر صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۶ھ

زکوٰۃ کس کو دیں طلبہ کو یا غریب لوگوں کو؟

سوال: [۴۳۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے پڑوس اور رشتہ داروں میں ایسے یتیم و مسکین ہیں جو بے نمازی شریر ہیں، ان کے لئے کوئی کمانے والا بھی نہیں اور ایک طرف اجنبی اور دوسرے خاندان و گاؤں میں اچھے لوگ نماز روزہ کی پابندی کرنے والے یتیم و مسکین ہیں، ان میں بھی کوئی کمانے والا نہیں اور ایک طرف مدرسہ کے طلباء موجود ہیں ان کے ماں باپ بھی موجود ہیں، اور مدرسہ بھی چندہ وغیرہ سے بھرا ہے، مال کے اعتبار سے کسی قسم کی کمی نہیں ہے، تو اس صورت میں کس کو زکوٰۃ وصدقہ دینا اچھا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حدیث میں آیا ہے، کہ قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی کا بھی ثواب ملتا ہے، اسی طرح اہل علم اور علماء کو دینے سے علم دین کا بھی ثواب ملتا ہے، لیکن اگر قریبی رشتہ دار شرارتوں اور برائیوں میں مبتلا ہوں

اورزکوٰۃ کے پیسہ کا برائیوں میں خرچ کرنے کا اندیشہ ہوتو ان کوزکوٰۃ دینے سے ڈبل ثواب نہیں ملے گا، لہٰذا ان کے مقابلہ میں اہل علم علماء اور دینی طلبہ اور دوسرے نیک صالح غریب لوگوں کوزکوٰۃ دینا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

التصدق علىٰ العالم الفقير أفضل . (شامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف کراچی ۲/ ۳۵٤، زکریا دیوبند ۳/ ۳۰٤، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکاۃ، دارالکتاب دیوبند/ ۷۲۲، هنديه ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف زکریا دیوبند ۱/ ۱۸۷، جدید ۱/ ۲٤۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۷۹۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۵/۳ھ

غیر مالک نصاب غریب کوزکوٰۃ لینا

سوال: [۴۳۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں چار پانچ سال سے بہت زیادہ پریشان ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ تیاری کا کام تھا اس میں مجھ کو نقصان ہوگیا، اور پیسہ کسی پارٹی نے دیا بھی نہیں جس کی وجہ سے کافی قرضدار ہوگیا، قرض کی ادائیگی میں اپنا زیور اور مال تھا وہ بھی اور چھوٹے بھائیوں نے اپنا زیور فروخت کر کے قرض ادا کردیا لیکن آج تک مکمل قرض ادا نہیں ہوا ۲۵؍ پرسینٹ باقی رہ گیا ہے، کیونکہ میرا کوئی کاروبار اس طرح کا نہیں ہے، کہ میں قرض ادا کرسکوں، مزدوری کر کے اپنے آٹھ بچوں کا خرچ چلاتا ہوں وہ بھی بہت پریشانی سے ہوتا ہے، ایک مکان والدمرحوم کا ہے، وہ بھی بینک میں رکھا ہوا ہے، کچھ لوگوں کا قرض ایسا باقی ہے جو لوگ بہت زیادہ برا بھلا کہتے اور گالی دیتے ہیں، ایسی حالت میں زکوٰۃ کا پیسہ لینا اور قرض کی ادائیگی کرنا یا کوئی کاروبار کرنا کیسا ہے؟ اب کوئی سرمایہ نہیں ہے جس سے قرض کی

ادائیگی ہوسکے؟ جواب سے نوازیں

المستفتي: محمد یامین، مقبرہ دوئم، کیت والی مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آپ کے پاس سونا، چاندی یا نقدی وغیرہ بقدر نصاب قرض چکانے کے بعد نہیں بچتا ہے، تو آپ کیلئے زکوٰۃ کے روپیہ سے اپنا قرض ادا کرنا جائز ہوگا، کیونکہ آپ شرعاً زکوٰۃ کے مصرف ہیں۔

ومديون لايملك نصاباً فاضلاً عن دينه، وفي الظهيرية: الدفع للمديون أولىٰ منه للفقير الخ. (الدر مع الرد، كتاب الزكاة، باب المصرف زکریادیوبند ۳/۲۸۹، کراچی ۲/۳۴۳، کوئٹه ۲/۶۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸؍شعبان ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۹۱۶)

غریب شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے

سوال: [۴۳۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کی حالت یہ ہے کہ اس کی کمائی اتنی ہے کہ روزی روٹی چلتی ہے، اور قرضہ بہت ہے، اتنی کمائی نہیں ہو پاتی ہے کہ جس سے قرضہ ادا کرسکے، اب آپ سے سوال یہ ہے کہ قرضہ ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ وفطرہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ حضرت مفصل جواب سے نوازیں گے؟

المستفتي: محبّ اللہ، خادم: مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں لے سکتا ہے۔

ومديون لايملک نصاباً فاضلاً عن دينه، وفي الظهيرية: الدفع للمديون أولىٰ منه للفقير الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، زكريا ديوبند ۳/۲۸۹، كراچی ۲/۳۴۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۰۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۰/۱۲/۴ھ

سخت مجبوری میں زکوٰۃ کا روپیہ لینا

سوال: [۴۳۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۶/ سال سے بہت زیادہ پریشانی میں چل رہا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا کام تیاری کا تھا، جو کہ مال باہر جاتا ہے، اس میں مجھ کو کافی نقصان ہوگیا، کئی پارٹیوں نے پیسہ نہیں دیا اور اپنا کام ختم کردیا اس میں میرے اوپر قرض زیادہ ہوگیا قرض کی ادائیگی میں اپنا جو کچھ زیور تھا فروخت کرکے قرض میں دیدیا اور چھوٹے بھائیوں نے بھی کافی سہارا دیا جس قابل تھے، اس کے باوجود قرض ایک حصہ ابھی باقی ہے، جو کہ لگ بھگ ۲۵/ پرسینٹ ہے، اس میں سیل ٹیکس کا بھی ہے جو کہ بغیر رشوت کے کام نہیں ہوسکتا، اس وقت میرا اور کوئی سہارا نہیں ہے، کہ قرض سے نجات پاسکوں ایک مکان ہے جو بینک میں رکھا ہے اس پر پیسہ محمد اکرام مرحوم میرے بھائی تھے انھوں نے لیا تھا، اس میں گیارہ حصہ دار ہیں، اور مکان بینک سے ابھی تک واپس نہیں ملا ہے، عدالت میں کیس چل رہا ہے، میری آمدنی اتنی نہیں ہے کہ گھر کا خرچہ بھی صحیح طریقہ سے پورا کرسکوں میرے ۸/ بچے اور ۲/ ہم خود ۱۰/ آدمیوں کا خرچہ اس حالت میں نہ تو قرض ادا ہورہا ہے اور نہ ہی سیل ٹیکس سے پیچھا چھوٹ رہا ہے، کئی ایسے لوگ ہیں جن سے منھ چھپانا پڑتا ہے، کیونکہ وہ لوگ راستہ میں طرح طرح کی گالیاں بھی دیدیتے ہیں، اور برا بھلا بھی کہتے ہیں،

اور سیل ٹیکس والے بھی بہت پریشان کررہے ہیں، ایسے حالات میں زکوٰۃ یا بینک میں جو لوگ پیسہ رکھتے ہیں اس کا سود ملتا ہے اس سے قرض یا سیل ٹیکس میں دیکر اپنی جان چھڑا سکوں؟ جو بھی شریعت کی رو سے بہتر ہو جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتي: محمد یامین ولد مشتاق حسین مرحوم، مقبرہ دوئم، کیت والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسی مجبوری کے تحت مقروض آدمی کے لئے زکوٰۃ کا پیسہ قبول کر کے اپنا قرض ادا کرنا شرعاً جائز ہے، نیز اس ناداری کی حالت میں سودی رقم سے قرض ادا کرنا بھی جائز ہوگا اس لئے کہ بینک کے سودی رقم کا مستحق نادار فقیر ہی ہوا کرتا ہے۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديونا أو كان صاحب عيال الخ. (الدر المختار، کراچی ۲/۳۵۳، زکریا ۳/۳۰۳)

أما إذا كان عند رجل مال خبيث فأما إن ملكه بعقد فاسد أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء الخ. (بذل مصری ۱/۱۴۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۴۹۷)

کیا رکشا چلانے والا صاحب نصاب ہے؟

سوال: [۴۳۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص بہت غریب ہے، کرائے کا رکشا چلا کر گذر بسر کرتا ہے، جسکی وجہ سے اس کی محنت کے چھ سات روپئے بلکہ اور بھی آٹھ دس روپیہ کرائے کی شکل میں رکشا مالک کو چلے جاتے ہیں،

کیا انجمن زکوٰۃ کے پیسے سے رکشا خرید کر اسے اس رکشا کا مالک بنا سکتی ہے؟ تاکہ وہ خود کفیل ہوجائے، امید ہے کہ برائے کرم تشفی بخش جواب دے کر پہلی فرصت میں جلد از جلد ارسال فرمائیں گے؟ ممنون ہوگا؟

المستفتي: سکریٹری، امدادی کمیٹی، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر رکشا چلانے والا نصاب زکوٰۃ کا مالک نہیں ہے، تو اس کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز ہے، زکوٰۃ کے روپئے سے رکشا یا دوسری چیز خرید کر دینا بھی جائز ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة . (شامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، زکریا دیوبند ۳/ ۲۹۱، کراچی ۲/ ۳٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۸۰۰)

جس شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہو اسکو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص صاحب نصاب ہے، مگر زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہے، صدقۂ فطر واجب ہے، مثلاً نقد روپئے دو ہزار ہیں، اور تقریباً تین ہزار روپئے کے برتن ہیں جو ضرورت سے زائد ہیں، اور مال تجارت بھی نہیں ہے تو ایسے شخص کو جو صاحب نصاب ہو اور اس پر فطرہ واجب ہو اور زکوٰۃ واجب نہ ہو تو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس شخص پر صدقۂ فطر واجب ہو اسکو زکوۃ دینا

جائز نہیں؛ لہٰذا اگر کسی نے اس کے صاحب نصاب کا علم ہونے کے باوجود اس کو زکوٰۃ دی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

عن عبد الله بن عمرو، عن النبي ﷺ قال: لاتحل الصدقة لغني ولالذي مرة سوي. (سنن الترمذي، الزكاة، باب ماجاء من لاتحل له الصدقة، النسخة الهندية ١/ ١٤١، دارالسلام رقم: ٦٥٢)

ولا إلىٰ غني يملك قدر نصاب. (در مختار على شامي، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچی ٢/ ٣٤٧، زكريا ٣/ ٢٩٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۸۸)

صدقۂ فطر کے نصاب کا مالک مستحق زکوٰۃ نہیں

سوال: [۴۳۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) سونا، چاندی، روپیہ، پیسہ یا تجارتی سامان نصاب کے برابر پہنچ جائے تو اس کے اوپر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوتا ہے، اور اس کے لئے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز نہیں؟ لیکن سوال یہ ہیکہ صدقۂ فطر کا نصاب بننے کیلئے تجارتی سامان، روپیہ، پیسہ اور سونا چاندی کا ہونا لازم نہیں ہے، بلکہ حاجت اصلیہ سے زائد کوئی بھی سامان ہو، یا رہائشی مکان سے الگ کوئی مکان ہو یا گھر میں سال بھر کا غلہ رکھا ہو یا ضرورت سے زائد برتن ہوں، ان چیزوں کو ملانے کے بعد نصاب کو پہنچ جاتا ہے، تو اس کو صدقۂ فطر ادا کرنا پڑتا ہے، یہ بات کہاں تک درست ہے مفتی صاحب واضح فرمادیں؟

(۲) اسی میں دوسرا سوال یہ ہے کہ آدمی صدقۂ فطر کے نصاب کا مالک ہے صدقۂ فطر ادا کرنا اس پر لازم ہے مگر نصاب زکوٰۃ کا مالک نہیں ہے، تو صدقۂ فطر کے

نصاب کا جو مالک ہے اس کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اس کو مع دلیل تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد یعقوب، ناہل، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) جی ہاں یہ بات صحیح ہے کہ صدقۂ فطر کے واجب ہونے کیلئے تجارتی سامان اور مال نمو کا ہونا لازم نہیں ہے، بلکہ حاجت اصلیہ سے زائد کوئی بھی چیز ہو اور وہ نصاب کے بقدر ہو جائے، اس کے اوپر صدقۂ فطر کا ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے، مثلاً ضرورت سے زائد کوئی مکان ہے چاہے اسے کرایہ پر دیا ہو یا ایسے ہی خالی پڑا ہو اسی طرح ضرورت سے زائد سردی یا گرمی کے کپڑے ہیں یا اتنا بڑا مکان ہے جس کے چند کمروں میں رہائشی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، اور کچھ کمرے رہائشی ضرورت سے بھی زائد ہیں، جنکی قیمت نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے، تو اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے۔

(۲) جس آدمی کے پاس صدقۂ فطر کے نصاب کے بقدر ضرورت سے زائد سامان ہے مثلاً سردی و گرمی کے کپڑے جو ہر وقت کے استعمال سے زائد ہیں، یا دیہاتی آدمی کے لئے سال بھر کا غلہ ہے اور شہر کے کاروباری آدمی کے پاس ایک مہینہ سے زائد کھانے کا غلہ ہے مثلاً اتنا غلہ موجود ہے، جو دو مہینے تک کھایا جاسکتا ہے، تو ایک مہینہ کا غلہ حاجت اصلیہ میں داخل ہے اور ایک مہینہ سے زائد غلہ حاجت اصلیہ میں داخل نہیں ہے، اور اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے اسی طرح کوئی پلاٹ پڑا ہوا ہے، چاہے اس پر اپنا مکان بنانے کا ارادہ کیوں نہ ہو، اور اس کی قیمت نصاب سے زائد ہے تو وہ مستحق زکوٰۃ نہیں، اسکو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور نہ ہی اسکے لئے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز ہے۔

إذا كان له دار لا يسكنها ويؤاجرها أو لا يؤاجرها يعتبر قيمتها في الغنى، وكذا إذا سكنها وفضل عن سكناه شيىء يعتبر فيه قيمة الفاضل في النصاب. (خانية على الهندية، كتاب الصوم، فصل فى صدقة الفطر

۱/۲۲۷، جدید۱/۱۴۱)

هی واجبة علی الحر المسلم المالک لنصاب فاضل عن حوائجه الأصلية، وإن لم يكن نامياً وبه تحرم الصدقة وتجب الأضحية (وتحته في مجمع الأنهر) وإن لم يكن النصاب نامياً كدار لا تكون للسكنی، ولو كان له دار واحدة يسكنها وفضلت عن سكناه يعتبر الفاضل، إن كانت قيمته نصاباً وكذا مافضل عن الثلاثة من الثياب للشتاء والصيف، وعن فرسين للغازي وفرس وحمار للغير. (ملتقیٰ الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الصوم، صدقة الفطر، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳۳۵، الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الثالث عشر في صدقة الفطر زكريا ديوبند۳/۴۵۳، رقم: ۴۸۳۱، ۴۸۳۲)

ولا يجوز دفع الزكاة إلیٰ من يملک نصاباً أي مال كان، دنانير أو دراهم أو سوائم أو عروضاً للتجارة أو لغير التجارة فاضلاً عن حاجته في جميع السنة، والشرط أن يكون فاضلاً عن حاجته الأصلية وهي مسكنه وأثاث مسكنه، وثيابه وخادمه، ومركبه، وسلاحه، ولا يشترط النماء إذ هو شرط وجوب الزكاة. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف ۱/۱۸۹، جديد ۱/۲۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۱۸۵۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۱/۲۸ھ

کسی کو زبردستی زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) زید ذات کا فقیر ہے، اس کے ماں باپ مانگتے، اور قبر کھودتے تھے، اور مردے کو

غسل دینے کا کام کرتے تھے، اور خود بھی کچھ دنوں تک ایسا کیا، لوگ قبرستان میں اناج لے جاتے ہیں، اور زید کو اناج لینے پر مجبور کرتے ہیں، تو کیا زید کیلئے یہ لینا ضروری ہے جبکہ زید لینا نہیں چاہتا ہے؟

(۲) زید نے ایک مرتبہ سوچا کہ میں اگر چہ ذات کا فقیر ہوں لیکن میرے اندر اتنی طاقت ہے کہ میں مزدوری کرسکتا ہوں اور میرے اولاد بھی ہے، اور میں مقروض ہوں، تو کیا اگر مجھے لوگ زبردستی زکوٰۃ صدقات وخیرات وغیرہ دیں تو میرے لئے لینا ضروری ہے، جبکہ میں اسکو لینا نہیں چاہتا؟

المستفتي: محمد ظہور شاہ، سہس پور، علی نگر، ڈ دولی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) جب آپ لینا نہیں چاہتے تو لوگوں کو آپ پر زور وزبردستی کرنے کا کوئی حق نہیں، آپ اگر نہ لیں تو آپ پر ملامت کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔

عن عمرو بن يحي المازني عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال: لاضرر ولاضرار . (موطا للإمام مالك، النسخة الهندية / ۳۱۱)

(۲) آپ نہ لیں تو لوگوں کو زور دینے کا حق نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رصفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۶۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۱/۳۰ھ

استحقاق زکوٰۃ سے متعلق سوالات وجوابات

سوال: [۴۳۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک خاتون پرائیویٹ اسکول میں ملازمت کرتی ہے، اسکی تنخواہ ۲۴۰۰ر روپئے ہے، اس نے

شوہر پیشہ سے وکالت کرتے ہیں، مگر آمدنی بہت قلیل ہے گھریلو اخراجات میں مختصر تعاون کرتے ہیں، خاتون خود ہی کسی طرح گھریلو اخراجات کو پورا کرتی ہیں، تنگی سے گذر بسر ہوتا ہے، کرایہ کے مکان میں رہتی ہے ۱۵۰۰/سو روپئے ماہانہ کرایہ ادا کرتی ہے، ایک لڑکا ہے جو بیمار رہتا ہے، جس کے علاج میں ۱۱۰۰، ۱۲۰۰/ ماہانہ خرچ ہوتا ہے، اور اسکی تعلیم بھی جاری ہے اس پر بھی رقم خرچ ہوتی ہے۔

اس کے پاس زیور یا ازقسم نقد کچھ نہیں ہے، زیور اور تانبے کے برتن فروخت ہو چکے ہیں، اخراجات کی تنگی رہتی ہے اور اپنے ذاتی مکان کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔

مستحق زکوٰۃ ہونے کیوجہ سے دوسروں نے اس کو زکوٰۃ کی رقم دی جس کو قسطوں سے ادا کر کے اس نے ایک زمین اپنے لڑکے کیلئے (جو کہ خود غریب ہے) مکان بنانے کیلئے خرید لی ہے؟ (ابھی رجسٹری نہیں ہوئی ہے)

قابل دریافت امر یہ ہے کہ کیا اس زمین کی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے اس لڑکے پر صدقۂ فطر اور قربانی کا وجوب ہو جائے گا، (جبکہ یہ زمین مکان کیلئے ہے جو حاجت اصلیہ میں سے ہے، اور اس کے پاس کوئی دوسرا مکان نہیں ہے، اپنی والدہ کے ساتھ کرایہ کے مکان میں رہتا ہے)

یا حاجت اصلیہ میں شمار ہو کر اس کی قیمت محسوب نہ ہوگی، اور اس زمین کیوجہ سے صدقۂ فطر اور قربانی کا وجوب نہ ہوگا، اور یہ زمین مانع اخذ زکوٰۃ بھی نہ ہوگی؟

(۲) زکوٰۃ کی رقم ایسی خاتون یا اسکے لڑکے کو لینا جائز ہے تو علاج اور تعلیم میں تو فوراً روپئے خرچ ہوتے ہیں، مگر مکان بنانے کیلئے روپیہ جمع کرنا پڑے گا، تو کس حد تک جمع ہو جائے، کہ اسکے بعد زکوٰۃ نہ لے؟

(۳) نیز اگر زکوٰۃ کی رقم لے سکتا ہے تو کیا بغیر سوال کئے کوئی دیدے تب ہی لے سکتا ہے، یا اظہار حال اور سوال کرنے کی اجازت ہے؟

المستفتي: نوید احمد، کریلی، الہ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق :(۱)اگر مذکورہ فی السؤال خاتون اوران کے شوہر خاندان سادات سے نہیں تو صورت مسئولہ میں وہ مصارف زکوٰۃ میں سے ہیں، ان کو اگر کوئی زکوٰۃ دیدے تو اس کو قبول کرکے اپنے اوپر خرچ کرنا جائز ہے، بقدر ضرورت زمین برائے مکان کی قیمت محسوب کرنے سے زکوٰۃ وقربانی کا وجوب نہیں کیونکہ یہ زمین حاجت اصلیہ میں شمار ہے۔

هكذا في رد المحتار تحت (قوله وفارغ عن حاجته الأصلية الخ.) كالنفقة ودور السكنى. (الدر مع الرد، زکریا دیوبند۳/۱۷۸، کراچی ۲/۲۶۲)

(۲)برائے مکان اس مقدار میں زکوٰۃ لے کہ نصاب کی مقدار سے کم رہے، جب وہ مکان میں صرف ہوجائے تو پھر اتنی مقدار لے لے کہ نصاب کو نہ پہونچے اسی طرح مکان بنالے۔

(۳)بغیر مانگے کوئی دیدے تو اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہے یا کمانے پر قادر ہے، ایسے شخص کو سوال کرنا جائز نہیں، فضائل صدقات میں اس کی تفصیلات کو ملاحظہ کرلیا جائے، اس کے بعد کچھ معلوم کرنیکی ضرورت ہو تو سوال کریں۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:محمود حسن غفرلہ بلندشہری
۱۴۲۸/۵/۵ھ
(فتویٰ:۵۶۱ھ)

دارالافتاء مدرسہ اسلامیہ عربیہ وصیۃ العلوم الہ آباد کا جواب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

حامدا ومصليا ومسلما :صورت مسئولہ میں دارالعلوم دیوبند سے جوفتویٰ دیا گیا ہے، اس میں تسامح ہے، کیونکہ مذکورہ زمین سے مستفتی کا تعلق نہ تو سکونت کے اعتبار

سے ہے، کہ اس کو دارسکنی کا مصداق قرار دے کر حاجت اصلیہ میں شمار کیا جائے، اور نہ ہی اس زمین سے مستفتی کا تعلق نفقہ کے اعتبار سے ہے، (مثلاً اس کو کرائے پر دے رکھا ہو اور اس کی آمدنی اپنی ضروریات میں صرف کررہا ہو) کہ اس کو نفقہ کا مصداق قرار دے کر حاجت اصلیہ میں شمار کیا جائے، بلکہ حقیقی صورت یہ ہے کہ مستفتی مستقبل میں اس زمین پر مکان بنا کر سکونت اختیار کرنے کا عزم وارادہ رکھتا ہے، اور مستقبل کی ضروریات حاجت اصلیہ میں شرعاً شامل نہیں۔ (مثلاً اگر کسی کے پاس رہنے کے لئے مکان نہ ہو اور کرائے کے مکان میں رہتے ہوئے اپنی آمدنی سے تھوڑا تھوڑا پس انداز کر کے مکان بنانے کے لئے بقدر نصاب رقم جمع کر لے تو اس پر شرعاً صدقۂ فطر وقربانی واجب ہو جاتی ہے، اور سال گذرنے پر زکوٰۃ بھی واجب ہو جاتی ہے، اور یہ شخص مصرف زکوٰۃ بھی نہیں رہتا حالانکہ اس کی رقم مستقبل میں مکان بنانے کی ضرورت سے ہے اس لئے بندہ کے نزدیک صورت مسئولہ کا صحیح جواب یہ ہے کہ مستفتی پر صدقہ وقربانی واجب ہوگی اور زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہوگا، جس کی تائید مندرجہ ذیل فقہی عبارات اور فتاوے سے ہوتی ہے۔

فقہی عبارات: (۱) أما الغنا الذی یحرم به أخذ الصدقة وقبولها فهو الذي تجب به صدقة الفطر والأضحية وهو أن يملک من الأموال التی لاتجب فیها الزکوٰة ما یفضل عن حاجته وتبلغ قیمة الفاضل مائتي درهم من الثیاب والفرس والدور والحوانیت والدواب والخدم زیادة علی مایحتاج إلیه کل ذلک للابتذال والاستعمال لا للتجارة والإسامة، فإذا فضل من ذلک مایبلغ قیمته مائتي درهم وجب علیه صدقة الفطر والأضحیة وحرم علیه أخذ الصدقة. (بدائع الصنائع، ۲/۱۵۸، جدید زکریا دیوبند)

(۲) الحاجة الأصلیة هی مایدفع الهلاک عن الإنسان تحقیقا کالنفقة ودور السکنیٰ وآلات الحرث والثیاب المحتاج إلیها لدفع الحر والبرد أو تقدیرا کالدین فإن المدیون محتاج إلیٰ قضاءه بما فی یده من النصاب دفعاً عن نفسه الحبس الذی هو کالهلاک. (قواعد الفقه/۲۵۷)

(۳) فالأولیٰ التوفیق بحمل مافی البدائع وغیرها علی ماإذا أمسکه

لينفق منه كل مايحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكي ذلك الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضا في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلىٰ حوائجه الأصلية وقت حولان الحول الخ. (شامی، مطبوعه مكتبه زكريا ديوبند ۳/۱۷۹، كراچی ۲/۲٦۳)

(۴) **ولو له عقار يستغله فقيل تلزم لو قيمته نصابا وقيل لو يدخل منه قوت سنة تلزم وقيل قوت شهر فمتىٰ فضل نصاب تلزمه.** (شامی، ۹/۴۵۲)

فتاوے: (۱) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاویٰ ۲/۳۰ پر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں، روایات مذکورہ سوال سے توزیادہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔۔۔۔ مگر اس میں قدرے تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ اگر اس عقار سے یہ شخص استغلال نہیں کرتا تب تو خود اس کی قیمت کا اعتبار ہے پس اگر وہ فاضل عن حاجتہ الاصلیہ قیمت بقدر نصاب ہے، تو مانع اخذ زکوٰۃ اور موجب فطر و اضحیہ ہے الخ۔

(۲) نیز امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۹ پر ہے، سوال: ایک شخص کے پاس دوسو روپئے نقد ہیں، جن پر سال گزر گیا ہے، مگر اس خیال سے جمع کر رکھے ہیں کہ اپنے رہنے کے واسطے مکان خریدے یعنی اس کے پاس رہنے کے واسطے مکان نہیں ہے، بلکہ اپنی ہمشیرہ کے مکان میں قیام پذیر ہے، نیز اس پر قرض بھی نہیں ہے، لہٰذا اس صورت میں زکوٰۃ دینی ہوگی یا نہیں؟

الجواب: اس میں اختلاف ہے، مگر راجح وجوب زکوٰۃ ہے۔

(۳) فتاویٰ رحیمیہ ۲/۸۸ پر جناب مفتی عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ اپنا گھر چاہے کرایہ پر دیا ہو یا مفت یا خالی پڑا ہوا اور خود دوسرے مکان میں کرایہ پر رہتا ہو یا مفت ہر ایک صورت میں قربانی اور فطرہ کے متعلق مالداری میں اس مکان کی قیمت کا اعتبار ہوگا، کیونکہ یہ مکان فی الحال حاجت اصلیہ سے زائد ہے۔ فقط ہٰذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ العبد: (المفتی) محمد ضیاء الدین القاسمی عفی عنہ
دارالافتاء: مدرسہ اسلامیہ عربیہ وصیۃ العلوم
۲۳/۳۵ بخشی بازار، روشن باغ، الہ آباد

دارالافتاء مدرسہ شاہی مرادآباد کا جواب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال اوراس کا جواب جو دارالعلوم کی طرف سے دیا گیا ہے، اورآنجناب کی طرف سے دیا گیا ہے، سب چیزوں پر نظر ڈالی گئی حاصل یہ ہے کہ سوال نامہ میں مکان تعمیر کیلئے بمشکل وہ زمین خرید کر ڈال دی گئی ہے جس پر مکان بنانے ہی کا ارادہ ہے وہ زمین افتادہ زمین کے درجہ میں ہےاور افتادہ زمین کی وجہ سے زکاۃ ،صدقۂ فطر، اوراضحیہ لازم نہیں اور مال کے اعتبار سے وہ زمین رہائشی مکان بنانے کیلئے ہے جو حاجت اصلیہ کے دائرے میں داخل ہے، اور افتادہ زمین کے بارے میں امداد الاحکام (۳/ ۴۵) میں وضاحت سے لکھا گیا ہے، کہ اگر ہزار بیگھہ بھی ہو تب بھی اس پر زکاۃ واجب نہیں ہے، اورزکاۃ لے کر اپنی ضرورت پوری کرنے کی اجازت ہے، اورآنجناب نے جو امداد الفتاویٰ کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں غور کرنے کی ضرورت ہے، اگر زمین ایسی ہے کہ جس سے آمدنی ہوتی ہے جو اپنے اور اہل وعیال کے خرچ سے بچتی نہیں ہے، تو حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اس کے لئے زکاۃ سے ضرورت پوری کرنے کی گنجائش ہے ، حضرت تھانویؒ نے یہ جو لکھا ہے، کہ اگر اس عقار سے وہ شخص استغلال نہیں کرتا تو خود اسکی قیمت کا اعتبار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی جگہ کہ جس سے آمدنی حاصل کی جاسکتی ہے، مگر پھر بھی اس سے آمدنی حاصل نہیں کی جارہی ہے، ایسے ہی فالتو میں ڈال رکھا ہے، نہ یہ کہ مکان بنانے کیلئے جو زمین خرید کر ڈال دیا ہے اس کی قیمت کا اعتبار ہے، اسلئے کہ وہ زمین قابلِ استغلال اور قابلِ آمدنی ہی نہیں ہے، اس لئے سوال مذکور میں مکان بنانے کیلئے جس زمین کا ذکر ہے وہ زمین یا تو افتادہ زمین کے حکم میں ہوگی یا ایسے دار سکنیٰ کے حکم میں ہوگی جس کا کل حصہ استعمال میں نہیں آرہا ہے، بلکہ بعض حصہ فالتو پڑا ہوا ہے، تو ایسے مکان اور ایسی زمین کے بارے میں فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے،

کہ اس پر زکاۃ ،صدقۂ فطر اور قربانی واجب نہیں ہے ،اور اپنی ضرورت پوری کرنے کیلئے بقدر ضرورت زکاۃ لینا بھی جائز ہے، اسی قول پر فتویٰ ہے اسلئے آنجناب کا لکھا ہوا جواب اور دار العلوم کا لکھا ہوا جواب دونوں میں سے دار العلوم کا فتویٰ صحیح ہے اب آنجناب کی تشفی کے لئے حکم مذکور کے مطابق چند جزئیات پیش خدمت ہیں، ممکن ہے کہ ان جزئیات سے آپ کا اشکال دور ہو جائے۔

وفيها عن الصغرىٰ له دار يسكنها لكن تزيد على حاجته بأن لايسكن الكل يحل له أخذ الصدقة فى الصحيح وفيها سئل محمد عمن له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أودار غلتها ثلاثة آلاف و لاتكفي لنفقته و نفقة عياله سنة يحل له أخذ الزكاة وإن كانت قيمتها تبلغ ألوفاً وعليه الفتوىٰ. (شامی ، كتاب الزكاة، باب المصرف ، قبيل مطلب فى جهاز المرأة هل تصير به غنية كراچى ٢/ ٣٤٨، زكريا ٣/ ٢٩٦)

وإذا كانت له دار يسكنها تحل له الصدقة، وإن لم تكن الدار جميعا مستحقة بحاجته بأن كان لايسكن الكل وهو الصحيح . (التاتار خانية كتاب الزكاة ، الفصل الثامن من توضع فيه الزكاة، زكريا ديوبند٣/ ٢١٥، رقم: ٤١٦٢ ، كوئٹه ٢ /٢٧٦)

سئل محمد بن الحسن عمن له أراضى يزرعها أو حانوت يستغلها وفى الخانية أو دار غلتها تساوى ثلاثة آلاف قال إن كان غلتها تكفى لنفقته ونفقة عياله سنة لايحل له أخذ الزكاة ، وإن كانت غلتها لاتكفي لنفقته ونفقة عياله سنة ، قال محمد يحل له أخذ الزكاة ، وإن كان قيمتها يبلغ ألوفاً وفى الفتاوى العتابية وعليه الفتوىٰ . (تاتار خانية ، كتاب الزكاة ، الفصل الثامن من توضع فيه الزكاة زكريا ديوبند٣/ ٢١٦، رقم: ٤١٦٧ ، كوئٹه ٢ /٢٧٧)

لوكان له حوانيت أو دار غلة تساوى ثلاثة آلاف درهم وغلتها لاتكفي لقوته وقوت عياله يجوز صرف الزكاة إليه فى قول محمد رحمه

اللہ تعالیٰ. (خانیہ علی هامش عالمگیری، کتاب الزکاة، فصل فیمن توضع فیه الزکاة، زکریا دیوبند۱/ ۲۶۶، جدید ۱/ ۱۶۳، عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا دیوبند۱/ ۱۸۹، جدید ۱/ ۲۵۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۳۵۲)

صدقات واجبہ کے مصارف

سوال: [۴۳۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) صدقات واجبہ، فطرہ، زکوٰۃ، صدقہ (چرم قربانی یا اس کی قیمت) وغیرہ کا مصرف کون ہیں؟ کیا تملیک ادائیگی کیلئے ضروری ہے؟

(۲) اگر کچھ لوگوں نے مل کر کوئی تنظیم ایسی قائم کر رکھی ہے، کہ وہ مجموعی طور پر اس طرح کی رقوم جمع کر کے اس کو صحیح مصرف پر خرچ کرتے ہیں، مثلاً غریب لڑکیوں کی شادی، بیوہ یا بے سہارا مستحق افراد، غریب ونادار طلبا وغیرہ، کیا اس تنظیم کے سربراہ ذمہ دار کو وہ رقم فوراً خرچ کرنا ضروری ہے یا اگر کچھ وقت مناسب موقع محل کے انتظار میں گذرے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے؟

(۳) کیا جمع شدہ رقم کو کسی غریب مستحق کو دیتے وقت یہ ضروری ہے کہ اس کو بتایا جائے کہ زکوٰۃ یا صدقہ سے ہم امداد کر رہے ہیں، اگر قرض کے نام سے دیا اور حقیقت میں وہ زکوٰۃ کی رقم ہے اب اگر وہ قرض جان کر رقم کو واپس کرتا ہے، تو کیا وہ رقم کسی دوسرے مستحق کو اسی طرح دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ قرض کے نام پر دی گئی رقم کو اس نے نہیں لوٹایا تو زکوٰۃ یا صدقات ادا ہونگے یا نہیں؟

(۴) کیا جمع شدہ رقم کو تنظیم اپنے کسی استعمال میں لاسکتی ہے جبکہ رقم کی واپسی شرط ہو؟

المستفتي: محمد احمد، فیل خانہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق : صدقات واجبہ، فطرہ، زکوٰۃ کے مصارف قرآن کے بیان کردہ اصول کے مطابق آٹھ ہیں، فقیر، مسکین، حکومت اسلام کی شرط کیساتھ عامل، جو غلام بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہونا چاہے اس کے بدل کتابت کی ادائیگی کیلئے جو اس وقت دنیا میں موجود نہیں، مقروض، اللہ کے راستہ میں نکلنے والا جیسے مجاہد فی سبیل اللہ، ابن السبیل یعنی مسافر کہ جو حالت سفر میں صاحب نصاب نہ ہو، مؤلفۃ القلوب، تالیف قلب کیلئے جن کے اسلام کی امید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں لیکن اب تالیف قلب کیلئے زکوٰۃ دینے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِيْ الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنَ السَّبِيْلِ . (سورة توبه: ٦٠)

فهذه ثمانية أصناف وقد سقط منها المؤلفة قلوبهم لأن الله أعز الإسلام وأغنىٰ عنهم وعلىٰ ذلک انعقد الإجماع . (هدايه، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لايجوز، اشرفيه ديوبند ١/٢٠٤)

عن ابن سيرين عن عبيدة قال : جاء عيينة بن حصن والأقرع بن حابس إلى أبي بكر رضى الله عنه، فقالا : يا خليفة رسول الله ﷺ! إن عندنا أرضاً سبخة ليس فيها كلأ ولامنفعة ، فإن رأيت أن تقطعناها لعلنا نزرعها ونحرثها، فذكر الحديث في الإقطاع وإشهاد عمرؓ عليه ومحوه إياهٗ، قال: فقال عمر رضى الله عنه : إن رسول الله ﷺ كان يتألفكما ، والإسلام يومئذ ذليل ، وإن الله قد أعز الإسلام ، فاذهبافاجهدا جهدكما ، لا أرعى الله عليكما إن رعيتما ، ويذكر عن الشعبى أنه قال: لم يبق من المؤلفة قلوبهم أحد، إنما كانوا على عهد رسول اللهؐ ، فلما استخلف أبو بكر رضى الله عنه انقطعت الرشا، وعن الحسن قال: أما المؤلفة قلوبهم فليس اليوم . (السنن

الکبریٰ للبیهقی، کتاب قسم الصدقات باب سقوط سهم، المؤلفة قلوبهم ..... دارالفکر ۱۰/ ۱۱۳، رقم:۱۳۴٦٤، ۱۳٤٥٦، ۱۳٤٦٦)

عن عامر، قال: إنما كانت المؤلفة قلوبهم على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما ولي أبوبكر انقطعت . (المصنف لابن أبي شيبة، الزكاة، فی المؤلفة قلوبهم يوجدون اليوم أو ذهبوا، مؤسسه علوم القرآن ٦٩/٧، رقم: ١٠٨٦٤)

صدقہ نافلہ مذکورہ مصارف کے علاوہ مالدار کو بھی دے سکتا ہے، کیونکہ یہ اس کیلئے ہبہ کے درجے میں ہوگا۔

وأما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى الغني لأنها تجرى مجرى الهبة . (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة زكريا ديوبند ١٥٧/٢)

چرمِ قربانی فروخت کرنے سے پہلے خود بھی استعمال کرسکتا ہے، اور اغنیاء کو ہدیۃً بھی دے سکتا ہے، اور فقراء ومساکین پر صدقہ کرسکتا ہے، لیکن اگر روپیہ پیسوں کے عوض فروخت کردیا تو خواہ کسی نیت سے فروخت کیا ہو اس کا صدقہ کردینا واجب ہے، اور اس کا مصرف صرف فقراء ومساکین ہیں۔ (جواہر الفقہ ۱/ ۴۵۷)

يتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب . (هنديه جديد ٣٤٧/٥، كتاب الأضحية الباب السادس في بيان ما يستحب فی الأضحية، والانتفاع بها زكريا ديوبند قديم ٣٠١/٥، تبيين الحقائق، كتاب الأضحية مكتبه امداديه ملتان٨/٦)

اور مستحق کو ملکیت دینے کا نام تملیک ہے اور یہی سب میں شرط ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا وفی الشامية : فلا يكفى فيها الإطعام إلا بطريق التمليك . (درمختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف کراچی ٣٤٤/٢، زكريا٣/ ٢٩١)

(۲) تنظیم کی شکل ہندوستان جیسے ممالک میں کامیاب نہیں ہے، اگر اہل تنظیم ان پیسوں میں خورد برد کردیں تو ان پر کوئی مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا ہے، اور ایسی تنظیم قائم کرنے

والے عام طور پر خدا ترس اور متبع شریعت متقی لوگ نہیں ہوتے ہیں، اور ایسے متبع شریعت لوگ اس قسم کی ذمہ داری اس ملک میں لینے کیلئے تیار نہیں ہیں، اس لئے ایسی تنظیم قائم کرنا ہندوستان جیسے مما لک میں زکوٰۃ کی رقم کو خطرہ میں ڈالنا ہے، اس لئے مدارس دینیہ کے علاوہ اگر دیگر مستحق فقراء کو زکوٰۃ کی رقم دینا ہے، تو اہل خیر حضرات براہ راست فقراء کو مالک بنادیں، درمیان میں واسطہ نہ بنائیں، ہاں البتہ مدارس دینیہ میں سفراء وغیرہ کے واسطے سے مدارس میں زکوٰۃ کی رقم پہونچانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ یہاں کوئی خرد برد نہیں ہوسکتی ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہے اور ہندوستان کے مدارس اسی طرح چل رہے ہیں۔

(۳) زکوٰۃ کا پیسہ غریب مستحق کو دیتے وقت یہ بتلانا ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ یا صدقہ کی رقم ہے، البتہ بتلانا اولیٰ اور بہتر ہے۔

إذا أراد الرجل أداء الزكاة الواجبة قالوا: الأفضل الإعلان والإظهار. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ١/ ١٧١، جديد ١/ ٢٣٣، خانيه على هامش الهنديه، كتاب الزكاة، فصل في أداء الزكاة زكريا ١/ ٢٦٠، جديد ١/ ١٦٠)

قرض کے نام سے جو رقم دی ہے، اور زکوٰۃ کی نیت سے دی ہے، اگر وہ واپس کرتا ہے، تو اس کا واپس لینا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ کہدے کہ میں نے معاف کردیا ہے۔ (مستفاد ایضاح المسائل/۱۱۳)

قرض کے نام پر جو رقم دی گئی ہے، وہ زکوٰۃ دیتے وقت ادا ہوگئی۔

ومن أعطى مسكينا دراهم وسماها هبة أو قرضا ونوى الزكاة فإنها تجزيه وهو الأصح. (عالمگيری، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ١/ ١٧١، جديد ١/ ٢٣٣)

(۴) اسی وجہ سے مدزکوٰۃ کیلئے تنظیم قائم کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ تنظیم فقراء کو چھوڑ کر اپنے اغراض ومقاصد میں خرچ کرنا شروع کردے گی، اس لئے ہندوستان جیسے

ممالک میں مدزکوٰۃ کیلئے تنظیم کی اجازت نہیں ہے، اور متعدد تنظیموں کے بارے میں معلومات حاصل ہوچکی ہیں، کہ مدزکوٰۃ کی رقم جمع کرنے کے بعد وہ رقم دوسرے اغراض میں ذمہ داران اپنے مفاد میں معمولی معمولی بہانہ سے خرچ کردیتے ہیں، یا غبن کرکے بیٹھ جاتے ہیں، اس لئے ایسی تنظیم قائم کرنیکی اجازت ہی نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رصفر ١٤٢١ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٤/ ٦٤٧٧)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢/٢/ ١٤٢١ھ

رشتہ داروں اور طلباء مدارس کو زکوٰۃ دینا

سوال: [٤٣٢٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں بہت دقت محسوس ہونے لگی ہے، چاہتا ہوں کی پڑوسیوں میں، رشتہ داروں میں جو غریب ہیں ان کو دوں مدارس اسلامیہ میں نہ دوں نہ معلوم مدرسہ والے کیسے کرتے ہوں گے، تملیک کرتے ہیں، اور نہ معلوم کیا کیا کرتے ہیں تو آپ سے شریعت مطہرہ کی روشنی میں مشورہ طلب ہے میں کیا کروں؟

المستفتي: عبدالکریم، الہ آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کو اختیار ہے چاہے مدارس کو دیں یا غریب پڑوسیوں کو دیں، نیز طالبان دین اور غریب رشتہ داروں کو دینے میں ڈبل ثواب ملتا ہے مدارس کے طلبہ کیلئے دینے میں ایک ثواب اداء زکوٰۃ کا اور ایک ثواب خدمت دین کا ملتا ہے، اور غریب رشتہ دار کو دینے میں ایک ثواب اداء زکوٰۃ کا اور ایک ثواب صلہ رحمی کا ملتا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ١٢)

عن سلمان بن عامر الضبي، قال: قال رسول الله ﷺ: الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذى القرابة اثنتان، صدقة وصلة. (سنن ابن ماجه، الزكاة، باب فضل الصدقة، النسخة الهندية ١/ ١٣٢، دارالسلام رقم: ١٨٤٤، صحيح ابن

خزيمه ، المكتب الإسلامي ٢/ ٩٩٤، رقم: ٢٠٦٨، ٢/ ١١٤٨، رقم: ٢٣٨٤، المعجم الكبير للطبراني ، دار احياء الثراث العربي ٥/ ١٠١، رقم: ٤٧٢٣)

التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل . (هنديه ، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف ١/ ١٨٧، جديد ١/ ٢٤٩، شامي، كتاب الزكاة ، باب المصرف زكريا ديوبند ٣/ ٣٠٤، كراچی ٢/ ٣٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ ؍رمضان ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۴۲)

صاحب نصاب اقرباء کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اعزاء واقرباء میں پڑوسیوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کے پاس تھوڑا بہت سونا چاندی ہوتا ہے، یعنی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، تو کیا ایسے لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: عبد الکریم، الہ آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اعزاء واقرباء میں سے جو لوگ صاحب نصاب ہیں، ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

عن عبد الله بن عمرو، عن النبي ﷺ قال: لاتحل الصدقة لغني ولالذی مرة . (مسند احمد بن حنبل ، ٢/ ١٦٤، رقم: ٦٥٣٠، ٢/ ١٩٢، رقم: ٦٧٩٨)

ولا إلىٰ غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أى مال كان الخ. (درمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف ، قبيل مطلب في جهاز المرأة هل تصيربه غنية ، زكريا ديوبند ٣/ ٢٩٥، كراچی ٢/ ٣٤٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رمضان ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۴۲)

کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

سوال: [۴۳۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اپنی خالہ اپنے چچا کے بچوں اور ماموں کے بچوں اپنی بہنوں کے بچوں اپنی لڑکی کے بچوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا ناجائز؟

نوٹ: میرے لڑکے کی زکوٰۃ اس کی پھوپھی کے بچوں پر یا میرے چچا کے بچوں کے اوپر جو کہ لڑکے کے بڑے دادا ہوتے ہیں، اور میری خالہ کے اوپر جو کہ میرے لڑکے کی دادی ہوتی ہیں کے بچوں پر زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: غلام صابر، محلّہ کسرول، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنے اصول وفروع کے علاوہ قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں دو ثواب ملیں گے۔ (۱) زکوٰۃ کا ثواب۔ (۲) صلہ رحمی کا ثواب۔

لہٰذا اپنی خالہ، چچا، ماموں، اور بہنوں کے بچوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، نیز پھوپھی کے بچے یا آپ کے چچا کے بچے کو آپ کے لڑکے کی زکوٰۃ دینا جائز ہے، بشرطیکہ ان میں کوئی اصل یا فرع نہ ہو، اپنی لڑکی کے بچوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

عن سلمان بن عامر رضی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: إن الصدقة علی المسکین صدقة و علی ذی الرحم اثنتان صدقة وصلة. (سنن النسائی، کتاب الزکاة، باب الصدقة علی الأقارب، النسخة الهندية ۱/ ۲۷۸، دارالسلام رقم: ۲۵۷۸، سنن ابن ماجه، الزکاة، باب فضل الصدقة، النسخة الهندیه ۱/ ۱۳۲، دارالسلام رقم: ۱۸۴۴)

ولا یدفع المزکی زکوٰة ماله إلی أبیه وجده وإن علاء ولا إلی ولده وولد ولده وإن سفل الخ. (هدایه، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقة إلیه ومن

لایجوز ، اشرفیه دیوبند ۱/ ۲۰٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ رمضان ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۸۷۸)

زکوٰۃ کا طریقہ اور رشتہ داروں یا کنبہ کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) زکوٰۃ دینے کا طریقہ کیا ہے؟

(۲) کیا زکوٰۃ کا پیسہ اپنے رشتہ داروں یا کنبہ کے لوگوں میں بھی تقسیم کرسکتے ہیں؟

المستفتي: نور الاسلام، سیدھی سرائے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) زکوٰۃ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ نصاب پر سال گذرنے کے بعد چالیسواں حصہ نکال کر غریب فقیر مسکین کو ثواب اور فرض کی ادائیگی کی نیت سے دیدیا جائے۔

(۲) زکوٰۃ اپنے اصول وفروع کو نہیں دے سکتے ہیں، ان کے علاوہ بھائی بہن اور چچا پھوپھی اور ماموں خالہ اور ان کی اولاد کو دینے سے دوہرا ثواب ملتا ہے۔ (۱) صلہ رحمی کا۔ (۲) زکوٰۃ کی ادائیگی کا۔

عن سلمان بن عامر ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن الصدقة على المسكين صدقة ، وعلى ذى الرحم اثنتان : صدقة وصلة . (سنن النسائی، الزكاة ، الصدقة على الأقارب ، النسخة الهندية ۱/ ۲۷۸، دار السلام رقم: ۲۵۸۳، سنن الترمذی ، الزكاة، باب فضل الصدقة على الأقارب ، النسخة الهندية ۱/ ۱٤۲، دار السلام رقم: ٦٥٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۳۰ ۵۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲؍۱۱؍۱۴۱۷ھ

زکوٰۃ کی رقم سے بیٹے کا قرض ادا کرنا

سوال: [۴۳۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک بیوہ عورت نے اپنے لڑکے کے واسطے کاروبار کئی مرتبہ کروایا جبکہ بیوہ کا ذریعۂ معاش صرف مکان کا کرایہ ہے اس بیوہ کا مکان کافی بڑا ہے، کرایہ بھی اچھا آتا ہے، اور اس کا بینک بیلنس بھی کافی ہے، اس کا لڑکا صوم وصلوٰۃ کا اس وقت پابند ہے وہ بیوہ چاہتی ہے کہ اپنے فرزند کا قرضہ اپنے روپئے سے اتار دے اس بیوہ پر زکوٰۃ کا روپیہ واجب ہے، جو کہ ابھی تک کسی وجہ سے ادا نہیں ہوسکا تھا، اور اس کے لڑکے پر قریب ۱۴؍ ہزار روپیہ کا قرضہ ہے جس کی وجہ سے لڑکا کافی پریشان ہے، جناب عالی سے مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے، کہ کیا وہ بیوہ عورت اپنے فرزند کا قرضہ اپنے اس زکوٰۃ کے روپیہ سے ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر کرسکتی ہے تو کس طریقہ سے؟ یہ نہایت ہی ضروری بات ہے، چونکہ اب اس بیوہ عورت کا فرزند مکمل طریقہ سے اللہ کے حکم پر اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر گامزن ہے۔ لہٰذا مفصل جواب سے نوازیں آپ کا کرم ہوگا؟

المستفتي: محمد شان الٰہی، فیل خانہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والدین کا اپنے اصول وفروع کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، لہٰذا بیوہ ماں کا اپنے لڑکے کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، لہذا مذکورہ صورت میں زکوٰۃ کی رقم سے بیٹے کا قرضہ ادا کرنا ہرگز جائز نہیں۔

ولا یدفع المزکی زکاۃ مالہ إلیٰ أبیہ وجدہ وإن علا، ولا إلیٰ ولدہ

وولد ولده وإن سفل الخ . (هدايه ، كتاب الزكاة ، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لايجوز ، اشرفيه ديوبند ١/ ٢٠٦)

ولايدفع إلىٰ والده وإن علا ، ولا إلىٰ ولده وإن سفل ، لأنه ينتفع بملكه فكان الدفع إليه دفعاً إلىٰ نفسه من وجه فلا يقع تمليكامطلقاً . (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة، فصل في ركن الزكاة، زكريا ديوبند ٢/ ١٤٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ رجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۳۸)

اپنی اولاد کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا باپ اپنی لڑکی یا لڑکے کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

المستفتي: عبداللہ تمبا کو والا ن، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اپنی لڑکی یا لڑکے کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

عن ابن عباس ؓ قال: لابأس أن تجعل زكاتك في ذوى قرابتك ، مالم يكونوا في عيالك . (المصنف لابن أبي شيبة ، الزكاة، ماقالوا في الرجل يدفع زكاته إلى قرابته، مؤسسه علوم القرآن ٦/ ٥٤٣، رقم: ١٠٦٣٣، مصنف عبد الرزاق ، الزكاة، باب لمن الزكاة ، المجلس العلمي ٤/ ١١٢، رقم: ٧١٦٣)

ولايدفع المزكى زكاة ماله إلىٰ أبيه وجده وإن علا، ولا إلىٰ ولده

وولد ولده وإن سفل الخ . (هدايه ، كتاب الزكاة ، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لايجوز، اشرفيه ديوبند ۱/۲۰٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/۴/۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۹۶۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/۴/۱۴۱۵ھ

بیٹی کوزکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی بیٹی شادی شدہ ہے لیکن غریب ہے مستحق زکوٰۃ ہے زید تو اپنی زکوٰۃ بیٹی کو نہیں دے سکتا ہے، داماد شرابی اور جواری ہے اس لئے داماد کو نہیں دے سکتا ہے، زید کا ایک لڑکا شادی شدہ ہے، زید نے اپنی زکوٰۃ اپنے بیٹے کو یہ کہہ کر دے دیئے کہ ان پیسوں کو کسی مستحق زکوٰۃ کو دے دینا، اس لڑکے نے وہ پیسے اپنی بہن یعنی زید کی لڑکی کو دے دیئے کیا زکوٰۃ ادا ہوجائیگی؟ شریعت کی روشنی میں جواب چاہئے؟

المستفتي: سعید احمد، سیڑھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زید نے بیٹے کو اداءِ زکوٰۃ کا وکیل بنایا اور بیٹے نے زکوٰۃ کی رقم اپنی بہن کو دیدی تو اس سے باپ کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کیونکہ زکوٰۃ کی رقم بیٹی کو ملی ہے اور ایسا بالقصد ہوا ہے، اور بیٹی کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

ولا يعطى للولد . (هنديه ، زكريا ديوبند ۱/۱۸۸، جديد ۱/۲۵۰، كتاب الزكاة الباب السابع فى المصارف)

ولا إلىٰ من بينهما ولاد . (شامی، کراچی ۲/۳٤٦، زكريا ۳/۲۹٤)

إن كل ما جاز للإنسان أن يتصرف بنفسه جاز له أن يؤكل غيره .

(الفقه على المذاهب الأربعة ، دارالفکر ٣/ ١٨١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٤/ شعبان ١٤٣٢ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٩/ ١٠٤٧٨)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤٣٢/٨/١٤ھ

بیٹے کا باپ کو زکوٰۃ دینا

سوال: [٤٣٣٤]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور بکر دونوں نے ایک بزنس کی جس میں کچھ رقم اپنے پاس سے اور کچھ رقم قرض لیکر لگائی، بزنس چل رہی ہے، اور فائدہ بھی ہورہا ہے، مگر یہ لوگ قرض ادا نہیں کر سکتے کیونکہ قرض ادا کرنے کی صورت میں بزنس بند ہوسکتی ہے، لیکن یہ دونوں اپنا قرض فائدے سے مجریٰ کرکے باقی فائدے کی سالانہ زکوٰۃ نکالتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے، کہ زید کا باپ کافی قرض دار ہے، یہاں تک کہ اس پر کچھ قرض تو بیاج کا ہے جس کے ادا ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے، اور قرض بڑھتا ہی چلا جارہا ہے، اور زید بھی اس پوزیشن میں نہیں ہے، کہ باپ کا قرض ادا کر سکے، لہٰذا زید اور بکر اپنی بزنس کے فائدے میں سے جو زکوٰۃ نکالتے ہیں اس سے زید کے باپ کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر قرض دیا جائے تو اس صورت میں زید اور بکر کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں۔

المستفتي: مہندی حسن، نئی بستی، جسپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں زید کیلئے اپنے باپ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، البتہ زید کے شریک کیلئے اپنے حصۂ زکوٰۃ کو الگ کرکے اس سے زید کے باپ کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، جبکہ وہ مستحق زکوٰۃ ہو۔

ولا إلىٰ من بينهما ولا د أي بينه وبين المدفوع إليه لأن منافع الأملاك بينهم متصلة فلا يتحقق التمليك على الكمال الخ. (شامی،

كتاب الزكاة، باب المصرف كراچی ٢/٣٤٦، زكريا ٣/٢٩٣)

ومديون لايملك نصاباً فاضلاً عن دينه . (درمختار مع الشامی ، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچی ٢/٣٤٣، زكريا٣/٢٨٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رشعبان ١٤٢٧ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٨/ ٩٠٨١)

فقیر خسر کو داماد زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: [٤٣٣٥]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا سسر باحیات ہے لیکن سسر بہت غریب ہے اسلئے کہ جو کام کرتے تھے، وہ کام وغیرہ بھی بہت دنوں سے نہیں چل رہا ہے، جس کی بنیاد پر وہ مفلسی میں مبتلا ہے اسلئے ان کا داماد ان کو اپنی زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتا ہے تو اس کی کیا مقدار ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب زید کا خسر مفلس اور مستحق زکوٰۃ ہے تو زید کیلئے ان کو اپنی زکوٰۃ دینا جائز اور درست ہے اسلئے کہ زید کا خسر اصول یا فروع میں داخل نہیں ہے، بشرطیکہ زید کا خسر سید نہ ہو لیکن اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ مقدار نصاب یا اس سے زائد زکوٰۃ نہ دی جائے، ورنہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ . (سورة توبه : ٦٠)

عن سلمان بن عامر الضبي، قال : قال رسول الله ﷺ : الصدقة على المسكين صدقة ، وعلى ذی الرحم اثنتان ، صدقة وصلة . (مسند الدارمي، دار المغني٢/١٠٤٦، رقم: ١٧٢٢، سنن الترمذی ، الزكاة، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی القرابة ، النسخة الهندية ١/١٤٢، دارالسلام رقم: ٦٥٨)

مصرف الزكوٰة والعشر هو فقير وهو من له أدنىٰ شيئى أى دون نصاب أو قدر نصاب غير نام مستغرق فى الحاجة . (درمختار مع الشامى ، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچى ٢/٣٣٩، زكريا٣/٢٨٤)

ولا يدفع المزكى زكوٰة ماله إلىٰ أبيه وجده وإن علا، ولا إلىٰ ولده وولد ولده وإن سفل . (هدايه ، كتاب الزكاة ، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز ، اشرفيه ديوبند ١/٢٠٦)

ولاتدفع إلىٰ بنى هاشم لقوله عليه السلام ، يابنى هاشم إن الله حرم عليكم غسالة الناس وأوساخهم . (هدايه ، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لايجوز ، اشرفيه ديوبند١/٢٠٦)

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر . (درمختار مع الشامى ، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند٣/٣٠٣، كراچى ٢/٣٥٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۸۶۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۶/۲۳ھ

مالدار والد کی غریب اولاد کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکر ایک دولت والا ہے، بکر کے بچے بھی ہیں، عاقل بالغ ہیں، بچے غریب ہیں، باپ مالدار ہے، کیا بکر کے ان بچوں کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا جائز ہے؟

المستفتي: عبدالرحمٰن، کھتولی، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صاحب دولت کی بالغ غریب اولاد کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا جائز اور درست ہے۔

فإن كان الابن كبيراً جاز الخ. (خانيه على هامش الهنديه، كتاب الزكاة،

فصل فیمن توضع فیه الزکاة، زکریا دیو بند۱/۲۶٦، جدید۱/۱٦۳)

بخلاف ماإذا کان کبیراً فقیراً ، لأنه لا یعد غنیاً بیسار أبیه وإن کانت نفقته علیه. (هدایه، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقات إلیه ومن لایجوز ، اشرفیه دیوبند۱/۲۰٦، تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، باب المصرف ، مکتبه امدادیه ملتان ۱/۳۰۳، زکریا دیوبند۲/۱۲۵، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، کتاب الزکاة، باب المصرف دارالکتاب دیوبند/۷۲۰)

بخلاف الکبیر فإنه لا یعد غنیاً بغنی أبیه الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، زکریا دیوبند۳/۲۹۹، کراچی ۲/۳۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۶۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۶/۲۰ھ

دولت مند شخص کی نابالغ اولاد کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک دولت مند شخص ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، لیکن زید غلط راستے پر گامزن ہے، اس کے نتیجے میں وہ اپنے بچوں اور بیوی کی طرف بالکل آنکھ بند کیے ہوئے ہے، ایسے حالات میں جبکہ یہ چھوٹے چھوٹے بچے اور ان کی والدہ اپنے ذاتی نفقات میں پریشان ہیں، کیا زکوٰۃ کا پیسہ ان کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالرحمٰن، کھتولی، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صاحب دولت کے نابالغ بچوں کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر بیوی فقیر اور نادار ہے تو بیوی کو دینا جائز اور درست ہوسکتا ہے۔

وإنما منع من الدفع لطفل الغنی لأنه یعد غنیاً بغناء أبیه الخ.

(البحرالرائق، کتاب الزکاة ، باب المصرف زکریا۲/۴۲۹)

ولا یجوز إلیٰ صغیر والده غنی الخ. (قاضیخان علی هامش الهندیه، کتاب الزکاة ، فصل فیمن توضع فیه الزکاة، زکریا دیوبند ۱/۲۶۶، جدید ۱/۱۶۳)

ویجوز دفع الزکوٰة إلیٰ فقیرة زوجها موسر فی قول أبي حنیفةؒ ومحمدؒ فرض لها النفقة أولم تفرض الخ . (قاضیخان علی هامش الهندیة ، کتاب الزکاة، فصل فیمن توضع فیه الزکاة ، زکریا دیوبند۱/۲۶۶، جدید ۱/۱۶۳، طحطاوی علی المراقی ، کتاب الزکاة، باب المصرف ، دارالکتاب دیوبند /۷۲۰، قدیم /۳۹۳)

لایعد غنیاً إلی قوله ولا الزوجة بغنی زوجها الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند۳/۲۹۹،کراچی ۲/۳۵۰)

ولا إلیٰ ولد غني إذا کان صغیراً لأنه یعد غنیاً بمال أبیه .... **بخلاف امرأة الغني لأنها و إن کانت فقیرة ، لا تعد غنیة بیسار زوجها وبقدر النفقة لاتصیر موسرةً .** (هدایة ، کتاب الزکاة ، باب من یجوز دفع الصدقات إلیه ومن لا یجوز ، اشرفیه دیوبند۱/۲۰۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ رجمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۶۹)

نافرمان وشرابی اولاد کوزکوٰۃ،امداد دینے یا وراثت سے محروم کردینے کا حکم

سوال: [۴۳۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) ایک شخص بے نمازی ہے ، روزہ بھی کبھی نہیں رکھتا دین کے احکامات کا مذاق بناتا ہے،مردے کو دفن کے بجائے جلانے کو بہتر کہتا ہے،شراب بھی پیتا ہے،کمال درجہ کا جھوٹا ہے،حرام خور ہے کوئی کام نہیں کرتا نکما ناکارہ کبھی کچھ کام کرآئے تو شراب وکباب میں پٹ کردیا،ماں باپ کا نافرمان اس درجہ کہ گالی گلوچ مار پیٹ سے بھی ان کا استقبال کرنے سے گریز نہیں کرتا کچھ بھی سمجھائے اپنی روش سے باز نہیں آتا ،گھر کا سامان چرا کر بیچتا رہتا ہے،

نہایت بدزبان اور کچھ بھائی اور کبھی باپ ان کو پیسے دیتے رہتے ہیں، لیکن ان کے طرز زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیا ان کو بھائیوں کی طرف سے زکاۃ دی جاسکتی ہے؟

(۲) ماں باپ کی طرف سے امداد کرنا ضروری ہے؟

(۳) والدین کی میراث سے محروم کردینا جائز ہوگا؟

(۴) والدین کے ورثاء سے محروم کردینا ضروری ہوگا ؟

(۵) والدین کے ورثاء سے محروم کردینا قابل مواخذہ ہوگا؟ سائلوں کو جھڑکنا بھی اس کا محبوب عمل ہے، خدا کا بھی انکار کردیتا ہے، اور یہ شخص بغیر شادی شدہ ماں باپ اور بھائیوں کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہے، اس کی عمر تقریباً ۵۸ر سال کی ہے؟

المستفتي: تلخیص احمد، قاضی ٹولہ، مراد باد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) مذکورہ شخص جب والد اور بھائیوں کی فیملی میں ایک ساتھ رہتا ہے، تو اسے زکاۃ کا پیسہ الگ سے دینے کا کوئی مطلب نہیں، نیز اس کا شرابی کبابی ہونا خود سوالنامہ میں مذکور ہے ایسے شخص کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا ایک شرابی کی حوصلہ افزائی اور مدد کرنا ہے، اسلئے اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہ ہوگا۔

قال الله تعالىٰ : وَلاَ تَعَاوَنُوا عَلىٰ الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ . (سوره المائده ، الآية ٢)

ولايجوز صرفها إلىٰ أهل البدع . (شامی، كتاب الزكاة ، باب المصرف كراچی ٢/ ٣٥٤، زكريا ديوبند ٣/ ٣٠٤، سكب الأنهر ، كتاب الزكاة، باب فی بيان أحكام المصرف ، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٣٣٢)

(۲) ماں باپ پر ایسے لڑکے کی امداد کرنا لازم نہیں ہے، بلکہ ماں باپ اور بھائیوں پر لازم ہے کہ اس کے ہاتھ پر اتنا پیسہ نہ دیں جس سے وہ شراب پی سکے یا جوا سٹے میں لگائے۔

ولا يجب على الأب نفقة الذكور الكبار . (هنديه ، كتاب الطلاق ، الباب السابع عشر ، الفصل الرابع فی نفقة الاولاد زكريا ديوبند ١/ ٥٦٣، جديد ١/ ٦٠٩)

وإن كان في ولده فاسق لا ينبغي أن يعطيه أكثر من قوته كيلا يصير معيناله على المعصية . (هنديه ، كتاب الهبة ، الباب السادس في الهبة للصغير زكريا ديو بند ٤/ ٣٩١، جديد ٤/ ٤١٦)

(۳،۴،۵) اگر والدین اپنی حیات میں جائیداد دیگرلڑکوں کو ہبہ کر کے اس فاسق لڑکے کومحروم کردیں تو یہ جائز اور درست ہے اور والدین کے ذمہ اس لڑکے کومحروم کرنا نہ تو لازم ہے، اور نہ ہی ان سے اس محروم کرنے پرعنداللہ مواخذہ ہوگا،لیکن والدین کے لئے اس لڑکے کو عاق کرنیکی وصیت کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح والدین کی وفات کے بعد دوسرے وارثین اس لڑکے کووالدین کے ورثاء سے محروم نہیں کرسکتے۔

ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلىٰ وجوه الخير ويحرمه عن الميراث هذا خير من تركه . (هنديه ، كتا ب الهبة ، الباب السادس في الهبة للصغير زكريا ديو بند ٤/ ٣٩١، جديد٤/ ٤١٦، البحر الرائق ، كتاب الهبة ،كوئٹه ٧/ ٢٨٨، زكريا ديوبند٧/ ٤٩٠)

الإرث جبرى لايسقط بالإسقاط . (تكمله رد المختار ، كتاب الدعوىٰ باب التحالف، زكريا ديو بند ١١/ ٦٧٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۷؍رجب ۱۴۳۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۱۲۰)	۷؍۷؍۱۴۳۱ھ

کیا بھائی بھائی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

سوال: [۴۳۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا ایک حقیقی بھائی ہے، جو نہایت غریب ہے زید اس کو اپنی زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتي: محمد خلیل، محلہ کاشی پور، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غریب حقیقی بھائی کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے، نیز دوہرا ثواب ملتا ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۲، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۳۳۲)

عن سلمان بن عامر الضبي، قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ : الصدقة على المسكين صدقة ، وعلى ذى القرابة اثنتان ، صدقة وصلة . (سنن ابن ماجه ، الزكاة ، باب فضل الصدقة ، النسخة الهندية ١/١٣٢،دارالسلام رقم: ١٨٤٤،صحيح ابن خزيمه ، المكتب الإسلامي ٢/٩٩٤، رقم: ٢٠٦٨، ٢/١١٤٨، رقم: ٢٣٨٤، المعجم الكبير للطبراني ، دار احياء التراث العربي ٥/١٠١، رقم: ٤٧٢٣)

وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام ، والأخوال الفقراء بل هم أولىٰ ؛ لأنه صلة وصدقة . (شامی، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ٣/٢٩٣، كراچی ٢/٣٤٦)

الأفضل صرف الصدقة إلىٰ أخواته ذكوراً أو إناثاً . (مجمع الأنهر ، كتاب الزكاة، باب فى بيان أحكام المصارف ، قبيل باب صدقة الفطر ، دارالكتب العلمية بيروت جديد ١/٣٣٣، قديم ١/٢٢٦) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۵۲/۲۴)

تجارت کو فروغ دینے کیلئے بھائی کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا سگا چھوٹا بھائی ذاکر کاروبار سے پریشان ہے، لیکن اسکی شادی نہیں ہوئی ہے، میرے پاس زکوٰۃ کے پیسے ہیں، جو مجھے دینے ہیں، کیا میں اسکو زکوٰۃ کے پیسے دے سکتا ہوں؟ اور کاروبار کیلئے بیس ہزار روپئے دے سکتا ہوں؟

المستفتي: عظیم اللہ، مانپور، سڑک والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگرآپ کا بھائی آپ کی فیملی میں شامل نہیں ہے، کھانا پینا رہن سہن سب الگ الگ ہے اور وہ تقریباً پانچ ہزار روپیہ کی مالیت کا مالک نہیں ہے، تو مستحق زکوٰۃ ہے اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، مگر زکوٰۃ فقراء کے پیٹ بھرنے اور ان کی ضرورت پوری کرنے کیلئے ہے تجارت کو فروغ دینے کیلئے نہیں ہے، نیز پانچ ہزار میں آدمی صاحب نصاب بن جاتا ہے، اور مقدار نصاب سے زیادہ ایک فقیر کو دینا مکروہ ہے۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر الخ. (درمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الأصلية، كراچی ۲/۳۵۳، زكريا ديو بند۳/۳۰۳، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل في مصارف الزكاة، زكريا ديوبند ۲/ ۱۶۰، الفتاویٰ التاتارخانيه، كتاب الزكاة، الفصل الثامن فيمن توضع فيه الزكاة، زكريا ديو بند۳/ ۲۲۱، رقم: ۴۱۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ر صفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۲۵۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۲۰ھ

بھائی کا اپنی بہن یا بھائی کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بھائی اپنی بہن یا بھائی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

المستفتي: عبداللہ تمبا کو والان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اپنے بھائی بہن کو زکوٰۃ دینے سے دوہرا ثواب ملتا ہے۔

عن سلمان بن عامر، عن النبي ﷺ قال: إن الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذي الرحم اثنتان: صدقة وصلة. (سنن النسائي،

الزکاۃ، الصدقة علی الأقارب، النسخة الهندیة ۱/ ۲۷۸، دارالسلام رقم: ۲۵۷۸)

لأنه صلة وصدقة الخ. (شامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف زکریا دیوبند۳/ ۲۹۳، کراچی ۲/ ۳٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/ ۴/ ۱۴۱۵ھ

کیا بھائی بہن کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

سوال: [۴۳۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے عرصہ ۵؍ سال سے اپنے کاروبار کا مکمل طریقہ سے اپنے لڑکے کو مالک بنادیا ہے، اور کاروباری معاملات سے اپنا دخل ختم کردیا، مگر میرا اور میری بیوی بچوں کا تمام خرچ میرے لڑکے کے ذمہ ہے اور ہم اسی کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں، کیا میرا لڑکا اپنی حقیقی بہن جوکہ شادی شدہ ہے اس کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: ریاست حسین، طویلہ اسٹریٹ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر واقعی آپنے اپنے سارے کاروبار کا مکمل طریقہ سے اپنے مذکورہ لڑکے کو ہبہ کرکے مالک بنادیا ہے اور اب اسمیں آپکا کوئی دخل نہیں ہے اور آپ کے مرنے کے بعد اس میں بطور میراث آپکا کوئی ترکہ بھی نہیں رہے گا نوعیت اسی طرح کی ہے تو آپ کا وہ لڑکا اپنے کاروبار اور آمدنی کی زکوٰۃ اپنی حقیقی بہن کو جو مستحق ہے دے سکتا ہے۔

وقید بالولاد لجوازہ لبقیة الأقارب کالإخوۃ والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولیٰ لأنه صلة وصدقة الخ. (شامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف

زکریا دیوبند ۳/۲۹۳، کراچی ۲/۳٤٦، مجمع الانهر ، دارالکتب العلمية بيروت ۱/۳۳۳، قديم ۱/۲۲٦، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۲ ۷۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
ار رمضان ۱۴۱۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۷۳)	ار رمضان ۱۴۱۴ھ

حقیقی بہن کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے دولڑکے مجھ سے علیٰحدہ رہتے ہیں، جو کہ مجھ سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتے وہ اپنی حقیقی شادی شدہ بہن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: ریاست حسین، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے جولڑکے آپ سے بالکل الگ رہتے ہیں، وہ اپنی حقیقی بہن کو ہر حال میں زکوٰۃ دے سکتے ہیں، چاہے شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۱۰)

الأفضل صرف الصدقة إلیٰ أخواته ذكوراً أو إناثاً. (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصارف، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳۳۳، قديم ۱/۲۲٦، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتاب دیوبند/۲ ۷۲، شامی، کراچی ۲/۳٤٦، زکریا۳/۲۹۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
یکم رمضان ۱۴۱۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۷۳)	یکم رمضان ۱۴۱۴ھ

بالغ غیر شادی شدہ بہن کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے ماں باپ غریب ہیں، خود زید مالدار ہے، اور ماں باپ کی شرکت سے الگ ہے، لیکن زید کی ایک بہن ہے جو بالغ ہے اور وہ بہن زید کی شرکت میں ہے، کبھی کبھی ماں باپ کی شرکت میں رہتی ہے، معلوم یہ کرنا ہے، کیا زید اپنی اس بالغ غیر شادی شدہ بہن کو جو ماں باپ کی شرکت میں ہے، زکوٰۃ دے سکتا ہے، جبکہ وہ بہن کبھی کبھی خود زید کے پاس بھی رہتی ہے، کیا اس شکل میں بھی اپنی اس بہن کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

المستفتي: محمد اصغر سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال سے واضح ہوا کہ مذکورہ بالغ لڑکی زید مالدار کی حقیقی بہن ہے، جو کبھی غریب ماں باپ کے پاس اور کبھی زید سرمایہ دار کے پاس رہتی ہے، اس کا نان نفقہ نکاح ہو جانے تک زید ہی پر لازم ہے، اور جن کا خرچہ واجب ہوتا ہے، ان کو خرچہ کی جگہ پر زکوٰۃ دینا جائز نہیں اس لئے اپنی بالغ غیر شادی شدہ بہن کو زکوٰۃ کے بجائے واجبی خرچہ جیب خاص سے دیا کرے، اور غریب ماں باپ کا نفقہ بھی بیٹے پر لازم ہوتا ہے۔

وتجب نفقة الاناث الكبار من ذوي الأرحام وإن كن صحيحات البدن، إذا كان بهن حاجة إلىٰ النفقة. (هنديه، زكريا ۱/ ۵٦٦، الفصل الخامس في نفقة ذوي الأرحام، كتاب الطلاق، جديد ۱/ ٦١٢)

ويجبر الولد الموسر على نفقة الأبوين المعسرين. (هنديه، زكريا ۱/ ٥٦٤، كتاب الطلاق الفصل الخامس في نفقة ذوي الأرحام، جديد ۱/ ٦١٠)

ولو دفع زكوٰته إلىٰ من نفقته واجبة عليه من الأقارب جاز، إذا لم يحسبها من النفقة الخ. (شامي، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ٣/ ٢٩٣، كراچی ٢/ ٣٤٦) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رمضان ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۸۸/۳۹)

بہن کا بھائی کو زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۳۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک بہن اپنے بھائی کے گھر پانی کی سہولت کے لئے نل لگوانے کے واسطے زکوٰۃ کا پیسہ استعمال کرسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ بھائی کی مالی حالت بہت خستہ ہے قرضدار بھی ہے؟

(۲) گھر میں والدہ بھی ہیں، جن کا خرچ اخراجات بھائی کے ذمے ہے جبکہ زکوٰۃ ماں پر واجب نہیں ہے؟

(۳) بہن جو زکوٰۃ کا روپیہ لگانا چاہتی ہے، باہر رہتی ہے، مگر کبھی کبھی بھائی کے گھر آنا جانا ہوتا ہے، تو پانی کا استعمال بھی ہوگا؟

(۴) بہن کے پاس زکوٰۃ کے علاوہ دوسرا ذریعہ نہیں ہے، براہ کرم مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر مسئلہ بتانے کی زحمت کریں؟

المستفتي: ذوالفقار احمد قریشی، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲-۳-۴) اپنے بھائی کو زکوٰۃ دینا دوہرا ثواب ہے، جبکہ بھائی غریب صاحب نصاب نہ ہو، بہن بھائی کو زکوٰۃ کے پیسے کا مالک بنادے، پھر بھائی اپنے طور پر نل یا دوسری ضروریات میں خرچ کردے، نیز بھائی زکوٰۃ کے پیسے سے جو نل وغیرہ لگوائے گا، اس سے بہن کو پانی پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

عن سلمان بن عامر رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الصدقة علی المسکین صدقة، وإنها علی ذی الرحم اثنتان، إنها صدقة وصلة. (مسند

أحمد بن حنبل ٤/ ١٨، رقم : ١٦٣٤٢، ٤/ ١٧، ١٨، رقم: ١٦٣٣٠، ١٦٣٣١، ١٦٣٣٨، ١٦٣٤١، ٤/ ٢١٤، رقم: ١٨٠٢٨، ١٨٠٢٩، ١٨٠٣٠)

الأفضل صرف الصدقة إلیٰ أخواته ذكوراً أو إناثاً . (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصارف ، قبيل باب صدقة الفطر ، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٣٣٣، قديم ١/ ٢٢٦، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، كتاب الزكاة، باب المصرف ، دارالكتاب ديوبند/ ٢ ٧٢)

وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولیٰ لأنه صلة وصدقة . (شامی، كتاب الزكاة، باب المصرف ،زكريا ديوبند٣/ ٢٩٣، كراچی ٢/ ٣٤٦، مصری ٢/ ٨٦، كوئٹه ٢/ ٦٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٦ر رمضان المبارک ١٤٠٨ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٢٤/ ٨٨١)

بہن کا بھائی کو بطور قرض زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [٤٣٤٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر زکوٰۃ کا روپیہ بطور قرض دیدیا جائے، اور اس روپئے سے نل لگالیا جائے، بھائی یہ روپیہ تھوڑا تھوڑا کرکے ادا کردے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

المستفتي: ذوالفقار احمد قریشی، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کا روپیہ بطور قرض میں دینا جائز نہیں ہے، بلکہ مستحق کو مالک بنادینا واجب ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة الخ. (شامی، كتاب الزكاة، باب

المصرف ، زکریا دیوبند۳/ ۲۹۱، کراچی ۲/ ۳٤٤، کوئٹه ۲ /٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ ؍ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۸۸۱)

بہن بھائی بہنوئی سالے وغیرہ کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: [۴۳۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر بھائی غریب ہے تو بہن اس کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟ یا بہن غریب ہے تو بھائی دے سکتا ہے یا نہیں؟ بہنوئی کو سالہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ ساس بہو کو دے سکتی ہے یا نہیں؟ نیز ساس داماد کو دے سکتی ہے یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: رضیع الدین، محلّہ گوئیاں باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غریب بھائی اور بہن کو زکوٰۃ دینے سے دو ثواب ملتے ہیں، (۱) زکوٰۃ ادا کرنے کا (۲) صلہ رحمی کا، نیز بہنوئی کو سالہ اور ساس بہو کو اور داماد کو زکوٰۃ دے سکتی ہے۔

عن سلمان بن عامر الضبي رضؓ **ذکر: أن النبی** ﷺ **قال: إن الصدقة علی المسکین صدقة، وإنها علی ذی الرحم اثنتان، صدقة وصلة.** (سنن الدارمی ، دارالمغني ۲/ ۱۰٤٦، سنن الترمذی ، الزکاة، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی القرابة ، النسخة الهندیة ۱/ ۱٤۲، رقم: ٦٥٨، مشکوٰة شریف ۱/ ۱۷۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ ؍ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۴۰۹)

بھائی بھتیجہ، بہن بھانجی، پھوپھی کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خاص رشتہ داروں میں زکوٰۃ کن کن کو دے سکتے ہیں، مثلاً بھائی، بھتیجہ، بہن، بھانجی، یا پھوپھی وغیرہ کو دے سکتے ہیں؟ نیز اگر بہن کا شوہر انتقال کر جائے تو اس کے بال بچوں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟ جواب دیں نوازش ہوگی؟

المستفتي: رفاقت حسین، متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بھائی، بھتیجہ، بہن، بھانجی یا پھوپھی ان سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بلکہ دوہرا ثواب ہے۔

عن سلمان بن عامر الضبي رضي قال: قال النبي ﷺ: الصدقة على غير ذي الرحم صدقة، وعلى ذي الرحم اثنتان، صدقة وصلة. (المصنف لابن أبي شيبة، الزكاة، ماقالوا في الرجل يدفع زكاته إلىٰ قرابته، مؤسسه علوم القرآن ٦/٥٤٤، ٥٤٥، رقم: ١٠٦٤٣)

كما في الشامي، وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولىٰ لأنه صلة وصدقة الخ. (شامی، کتاب الزکاۃ، با المصرف زکریا دیوبند ۳/۲۹۳، کراچی ۲/۳٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۲۲۷)

الجواب صحیح:
حفظ الرحمٰن غفرلہٗ
۱۲/۹/۱۴۰۷ھ

ساتھ میں رہنے والی بھابھی کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم تین بھائی ہیں، دو بھائی دہلی میں کام کرتے ہیں اور جو کچھ کماتے ہیں، بڑے بھائی کے حوالے

کردیتے ہیں، بڑے بھائی گھر کی دیکھ بھال بلکہ گھر کی ساری ذمہ داریاں نبھاتے ہیں، ہم تینوں بھائی اور والدین ایک ہی مکان میں رہتے ہیں، کھانا پینا بھی ساتھ ہی ہوتا ہے، یعنی ایک ہی جگہ کھانا پکتا ہے، آپس میں محبت بہت زیادہ ہے، تینوں بھائی والدین کی بھی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں، اب دریافت یہ کرنا ہے، کہ گھر کی کل جائداد مثلاً کھیتی زمین اس کی پیداوار اور مکان کے مالک تو والد محترم ہیں، لیکن روپئے پیسے اور سونے چاندی کے زیورات کے مالک ہمارے بڑے بھائی ہیں، اور ہر سال اسکی زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں، بڑے بھائی کی اہلیہ ہماری بھابھی کے پاس بھی کچھ زیورات ہیں، جنکی وہی مالک ہیں، لیکن نصاب کی مقدار سے کم ہیں، تقریباً دوڈھائی ہزار روپیہ کے زیورات کی مالک ہیں، اب میں (سائل) الحمدللہ صاحب نصاب ہوں، جبکہ پیسے بڑے بھائی کو بھی دیتا ہوں لیکن پھر بھی میری ملکیت میں اتنے پیسے ہیں، جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، یعنی کم وبیش اس وقت میرے پاس دس ہزار روپئے ہیں، اب اگر میں اپنی بھابھی کو زکوٰۃ کی رقم دیدوں یا کپڑے وغیرہ دیکر ان کو مالک بنادوں تو کیا میری زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(۲) نیز میری بھابھی بہت غیر تمند ہیں، اگر ان کو پتہ چل گیا کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے یا زکوٰۃ کی رقم کے زیورات ہیں، تو وہ ہرگز نہیں لیں گی، تو اس صورت میں ان کو کس طرح مالک بناؤں؟

المستفتي: ضیاء الرحمٰن، سلیم مسجد
چوھان بانگر، محلّہ: سلیم پور، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱-۲) مسئولہ صورت میں جبکہ کھانا پینا ایک ساتھ ہے، تو بھابھی کو زکوٰۃ دینا اپنے کو زکوٰۃ دینا ہے، نیز آپکی بھابھی زکوٰۃ کی مستحق بھی نہیں ہیں، جیسا کہ سوال کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے، اور زکوٰۃ کا مستحق محتاج فقیر ہی ہوا کرتا ہے، اسلئے آپکا اپنی بھابھی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اور دینے پر زکوٰۃ ادا بھی نہ ہوگی۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ . (التوبة: ٦٠)

عن عبد الله بن عمرو ، قال : قال رسول الله ﷺ : لاتحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي . (مصنف عبد الرزاق ، الزكاة، باب كم الكنز ولمن الزكاة، المجلس العلمي ٤/ ١١٠، رقم: ٧١٥٥)

مصرف الزكوٰة والعشر هو الفقير. (شامي، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچی ٢/ ٣٣٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۶۵)

نابالغ کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا نابالغ کو زکاۃ دی جاسکتی ہے؟

المستفتي: حبیب اللہ تاج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نابالغ جو عاقل ہوشیار وسمجھ دار ہو نیز مستحق زکوٰۃ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

دفع الزكوٰة إلىٰ صبيان أقاربه برسم عيد أو إلىٰ مبشر أو مهدي الباكورة جاز . (شامي، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچی ٢/ ٣٥٦، زكريا ٣/ ٣٠٧)

لیکن اگر نابالغ مالدار کا بچہ ہے تو پھر اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

ولا إلىٰ طفله — أى طفل الغني . (شامي، كراچی ٢/ ٣٤٩، زكريا ٣/ ٢٩٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۷۵)

سید کو زکوٰۃ

سوال: [۴۳۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر کا داخلہ مکمل ہو چکا ہے، لہٰذا کھانا جاری کر دیا جائے، بہت زیادہ ممنون و مشکور ہوں گا؟

المستفتي: سید عادل، رامپوری

چونکہ سال اول کا امدادی کوٹہ پورا ہو گیا ہے، یہ طالب علم سادات میں سے ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی بنا پر حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی سے درخواست ہے، کہ اس طالب علم کا خصوصی طور پر کھانا جاری فرما دیا جائے۔

محمد عمر، نائب مہتمم مدرسہ شاہی، یکم ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ

سادات کیلئے یہ کھانا جائز ہوگا؟

رشید الدین حمیدی، مہتمم مدرسہ شاہی، مرادآباد۔۲۲/۵/۱۴۰۹ھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سادات کیلئے زکوٰۃ وصدقہ واجبہ کا کھانا کھانا جائز نہیں ہے، اسکے علاوہ تملیک شدہ صدقہ یا امداد کا کھانا کھانا جائز ہے۔

لا نعلم خلافا في أن بني هاشم لا تحل لهم الصدقة المفروضة وقد قال النبي ﷺ إن الصدقة لا تنبغي لآل محمد هي أوساخ الناس الخ. (كتاب المغني، ۲/ ۲۷٤، عالمگيری، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف زكريا ۱/ ۱۸۹، جديد ۱/ ۲۵۱، الدر المختار مع الشامی، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الأصلية زكريا ۳/ ۲۹۹، كراچی ۲/ ۳۵۰، البحرالرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ۲/ ٤۲۹، ۲/ ۲۷٦، مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصرف، مكتبه دارالكتب العلميه ۱/ ۳۲٥)

عن عبد الله بن الحارث بن نوفل الهاشمي..... وقال في الحديث: ثم

قال لنا إن هذه الصدقات إنما هي أو ساخ الناس، وإنها لاتحل لمحمد، ولا لآل لمحمد، الحديث : . (صحيح مسلم، الزكاة، باب ترك استعمال آل النبي ﷺ الصدقة، النسخة الهندية ١/ ٣٤٤، بيت الأفكار رقم: ١٠٧٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۴۷۵)

سید اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے شہر پرنام بٹ کے ایک صاحب آپ کی کتاب ایضاح المسائل لائے تھے، مطالعہ کا موقعہ ہوا الحمد للہ سارے ضروری اور جدید مسائل کو یکجا کر کے آپنے امت مسلمہ کی دینی ضرورت کو پورا کردیا ہے، ’’**فجزاكم الله خير الجزاء**‘‘ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۱۹ میں لکھا ہے کہ سید اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اس سلسلہ میں یہ عرض ہے، کہ کتب فقہ کے عام متون میں بس یہی مسئلہ تحریر ہے، لیکن حالات زمانہ کا جائزہ لیتے ہوئے متاخرین فقہاء اور مفتیان عظام نے اس میں وسعت دیدی ہے، چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ (امداد المفتیین ۱-۲/ ۲۸ مطبوعہ امدادیہ دیوبند) میں تحریر فرماتے ہیں علامہ شامیؒ نے بعض اقوال ایسے نقل کئے جن سے جواز ثابت ہوتا ہے، اور ضرورت زمانہ اور حاجات سادات اسی کو مقتضی ہے کہ جواز کا فتویٰ حسب روایات شامی دیا جائے، چنانچہ احقر اور بعض اکابر واساتذۂ احقر بھی جواز کا فتویٰ دیتے رہے ہیں، عبارت شامی کی یہ ہے بعد نقل کرنے اقوال ممانعت لکھتے ہیں:

وروى أبوعصمة عن الإمام أنه يجوز الدفع إلى بني هاشم في زمانه لأن عوضها هو خمس الخمس لن يصل إليهم لإهمال الناس الخ.

اور حضرت موصوف کے فرزند عالی مقام حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہ درس ترمذی

میں اس پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں جو۔

باب ماجاء في كراهية الصدقة للنبي صلى الله عليه وسلم وأهل بيته ومواليه .

کے تحت موجود ہے اور ابو عصمہ نے تو امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت اس کی نقل کی ہے، کہ بیت المال کا خمس ختم ہونے کے بعد بنو ہاشم کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے، امام طحاویؒ نے بھی عن محمد عن ابی یوسف کے طریق سے ایک روایت یہی نقل کی ہے، بعض شافعیہ اور بعض مالکیہ کا بھی یہی قول ہے (آگے مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں) ہمارے زمانہ کے فقہاء کو اس پر غور کرنا چاہیئے، کہ کیا اس دور میں بنو ہاشم میں فقر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کی مذکورہ بالا روایت پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (درس ترمذی ۲/ ۴۷۶)

ملفوظات علامہ انور شاہ کشمیری جمع کردہ مولانا سید احمد رضا بجنوری، ناشر بیت الحکمۃ دیوبند۔

فرمایا میرے نزدیک سید کو زکوٰۃ کا مال لینا سوال کرنے سے بہتر ہے، امام رازی وطحاوی بروایت امام ابو حنیفہؒ قائل جواز ہوئے ہیں، اور امام رازی کو فقہ فی النفس حاصل ہے، اسلئے میں جواز کا فتویٰ دیتا ہوں/ ۲۶۶، مذکورہ بالا تحقیق کو دیکھتے ہوئے ان حضرات کو زکوٰۃ دیدینے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا ہے، رسالہ بحث ونظر /۳، اپریل مئی جون ۱۹۹۰ء میں مولانا مجاہد الاسلام قاسمی نے کئی دلائل پیش کرکے پر زور طریقہ سے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

المستفتي: محمد ایوب غفرلہ، مدرسہ عربیہ دار العلوم، پرنام بٹ، ضلع: شمالی آرکاٹ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) آنجناب کی مرسلہ تحریر بغور پڑھی گئی، آنجناب کی تحریر میں سید و بنی ہاشم کیلئے زکوٰۃ کے جواز میں امداد المفتیین کا جو حوالہ پیش کیا گیا ہے، اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی طرف سے جواز کی جو نسبت کی گئی ہے وہ متردد فیہ ہے، اسکی دو وجہ ہے۔

(۱) امداد المفتیین ۴/ ۲۸ میں جو جواب ہے اس کے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم ہی کے ہونے میں تردد ہے، اس میں کئی حضرات کے فتاویٰ ہوا کرتے تھے، اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے لکھے ہوئے فتاویٰ پر عام طور پر مرحوم کے دستخط بھی ہوا کرتے ہیں۔

(۲) خود حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کا لکھا ہوا فتویٰ ان کے دستخط کیساتھ اسی امداد المفتیین کے صفحہ ۴/ ۳۵ میں موجود ہیں، کہ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے صاف عبارت میں لکھا ہے کہ نہ سید کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور نہ ان کیلئے لینا جائز ہے، اور اگر کسی نے دیدی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، نیز آگے چل کر اسی فتویٰ میں یہ لکھا ہے کہ اگر حیلۂ تملیک کر کے فقیر کی طرف سے بنی ہاشم کو بطور ہدیہ دیجائے، تو مضائقہ نہیں پھر ۴/ ۲۸، میں حضرت مفتی صاحب مرحوم کا یہ لکھنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ کہ احقر اور بعض اکابر اور اساتذۂ احقر بھی فتویٰ جواز کا دیتے رہے ہیں، جس میں موصوف کے دستخط بھی نہیں ہیں، نیز شاید اسی وجہ سے اس فتویٰ کو کراچی سے شائع شدہ امداد المفتیین میں درج نہیں کیا ہے، صرف عدم جواز والا فتویٰ نقل کیا گیا ہے، لہٰذا اس فتویٰ کو کس طرح بنیاد بنایا جاسکتا ہے، اور اسی وجہ سے مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے بحث کر کے چھوڑ دیا ہے، اپنی کوئی رائے پیش نہیں کی ہے، اور حضرت امام رازی شافعی المسلک تھے، لیکن علامہ کشمیری ان سے متاثر تھے، اسلئے امام رازی کے قول کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے، اور وہ اکابر اور علماء عظام کا دور تھا، ان میں سے کسی نے حضرت علامہ کشمیری کے فتویٰ کا اعتبار نہیں کیا ہے، نیز طحاویؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے عدم جواز کا قول بہت مضبوط انداز سے نقل فرمایا ہے، اور جواز کے قول کو بہت کمزور انداز سے نقل فرمایا ہے، اسی وجہ سے اکابر اہل فتاویٰ میں سے اس قول کو کسی نے اختیار نہیں کیا ہے، اسلئے سوالنامہ میں پیش کردہ دلائل احقر کے نزدیک ایسے نہیں ہیں، کہ جن کی وجہ سے ظاہر الروایۃ کو ترک کیا جاسکے، اب احقر مختصر الفاظ میں اپنا جواب تحریر کرتا ہے، سید اور بنی ہاشم کے لئے زکوٰۃ کے عدم جواز کی اصل علت اوساخ الناس

ہی ہے، نیز اگر خمس بیت المال کے حصوں کو بھی علت قرار دیا جائے، تو وہ اتنی بڑی اہم علت نہیں ہے، جتنی اہمیت اوساخ الناس کی علت ہونے میں ہے، حدیث شریف کا ذخیرہ بھرا پڑا ہے، جس میں علت حرمت بار بار اوساخ الناس ہی کو قرار دیا ہے، تو اگر حصول خمس بیت المال کی علت ختم ہوگئی ہے تو پھر اوساخ الناس کی علت سے وجود کا انکار کس طرح کیا جاسکتا ہے، اسلئے احقر کے نزدیک اکابر مفتیان کرام کی طرح سید و بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

عن عبد الله بن الحارث بن نوفل الهاشمي..... وقال في الحديث : ثم قال لنا: إن هذه الصدقات إنما هي أو ساخ الناس، وإنها لاتحل لمحمد، ولا لآل لمحمد، الحديث : . (صحيح مسلم، الزكاة، باب ترك استعمال آل النبي ﷺ الصدقة، النسخة الهندية ۱/ ۳٤٤، بيت الأفكار رقم: ۱۰۷۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ رجب ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۲۵۲)

سیدہ بیوہ عورت کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک سیدہ عورت ہے جو بیوہ ہے اس کی کفالت کرنے والا کوئی نہیں ہے ایسی صورت میں اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سیدہ عورت کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اگر اسکو جان بوجھ کر زکوٰۃ دی جائیگی تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اسے دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، لہٰذا اسکا صدقات نافلہ ہی کے ذریعہ سے تعاون کرنا چاہئے۔

عن عبد الله بن الحارث بن نوفل الهاشمي..... وقال في الحديث : ثم

قال لنا: إن هذه الصدقات إنما هي أو ساخ الناس، وإنها لاتحل لمحمد ، ولا لآل لمحمد ، الحديث : . (صحيح مسلم ، الزكاة، باب ترك استعمال آل النبي ﷺ الصدقة ، النسخة الهندية ١/ ٣٤٤، بيت الأفكار رقم: ١٠٧٢)

ولا إلىٰ بني هاشم .... ثم ظاهر المذهب إطلاق المنع (تحته في الشامية) يعني سواء في ذلك كل الأزمان ، وسواء في ذلك دفع بعضهم لبعض ودفع غيرهم لهم . (شامی، كتاب الصدقات باب المصرف ، مطلب في الحوائج الأصلية ، كراچی ٢/ ٣٥٠، زكريا٣/٢٩٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ شعبان ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۱۰۶/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۸/۱۷ھ

کیا آل ہاشم کو بھی صدقات واجبہ دینا جائز نہیں؟

سوال: [۴۳۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن سادات کو صدقات واجبہ دینا جائز نہیں وہ آل ہاشم ہیں، یا صرف حضرت علیؓ کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہؓ سے ہیں، اور جن سادات کو صدقۂ واجبہ کا استعمال ناجائز ہے، کیا ان کی بالغ اولاد کو مدارس عربیہ میں سے برائے حصول علم دین امداد لینے کا جواز ہے؟

المستفتي: نور العابدین، محلّہ بارو دگراں،
پوسٹ: نولگڑھ، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جن سادات کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، ان میں حضرت علیؓ کی اولاد کے ساتھ ساتھ تمام بنو ہاشم داخل ہیں، اور حضرت فاطمہؓ کی اولاد کی بھی کوئی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ حضرت علیؓ کی دوسری بیوی کی اولاد بھی داخل ہیں۔

ولا إلى بني هاشم الخ. (درمختار ، كتاب الزكاة، باب المصرف ، زكريا

دیو بند۳/۲۹۹، کراچی ۲/۳۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۹۱۳)

صاحب نصاب لڑکی کی شادی کیلئے زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صاحب نصاب ہو جانے کے بعد اپنی لڑکی کی شادی کیلئے دوسرے تیسرے چوتھے شخص سے مالِ زکوٰۃ لینا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتي: ابوقمر، مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: لینے والے کیلئے حرام ہے نیز اگر معلوم ہو جائے تو دینے والے کیلئے بھی حرام ہے، نیز انکی زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوگی۔

وإذا حرم السؤال عليه إذا ملك قوة يومه فهل يحرم الإعطاء له إذا علم حاله (إلیٰ قوله) **يأثم بذلك لأنه إعانه على الحرام الخ.** (البحر الرائق، زکریا۲/۴۳۷، کراچی ۲/۲۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۰۳۷)

زکوٰۃ، فطرہ، قربانی کی کھال کس کو دی جائے؟

سوال: [۴۳۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ، فطرہ وقربانی کی کھالوں کو کس کو دینا چاہئے، بزرگوں سے سنا ہے کہ مستحق بہن بھائی چچا پھوپھی خالہ ماموں اس کے بعد قرابت داروں کو پڑوسیوں کو دینا چاہئے، اس کے خلاف مدرسے

والے رمضان شریف میں مدرسوں کی ضرورت دکھا کر زکوٰۃ فطرہ کا پیسہ وصول کر کے لیجاتے ہیں، اس پیسے کا کون زیادہ مستحق ہے؟

المستفتي: عبد القدیر، اصالتپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دو قسم کے لوگوں کو دینے سے ڈبل ثواب ملتا ہے، (۱) قریبی رشتہ دار، مثلاً بھائی، بہن، خالہ، پھوپھی وغیرہ۔ (۲) طالب علم اور علماء، رشتہ داروں کو دینے سے ڈبل ثواب اسلئے ہے کہ اس میں اداء زکوٰۃ اور صلہ رحمی دونوں موجود ہیں، علماء اور طلبہ کو دینے سے ڈبل ثواب اسلئے ہے، کہ اداء زکوٰۃ اور خدمت دین دونوں موجود ہیں، لہٰذا دونوں قسم کے لوگوں کو دینے میں زیادہ ثواب ہوگا، ہاں البتہ اس کا بھی لحاظ رکھنا بہتر ہوتا ہے کہ جو زیادہ محتاج ہو اس کو مقدم رکھا جائے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۱۰)

عن سلمان بن عامر أن رسول الله ﷺ قال: إن الصدقة على المسكين صدقة، وإنها على ذى رحم اثنتان، إنها صدقة وصلة. (صحيح ابن خزيمه، المكتب الإسلامي ۲/۱۱۴۸، رقم: ۲۳۸٤، المستدرك، كتاب الزكاة، قديم ۱/٤۰۷، مكتبه نزار مصطفى الباز ۲/۵۷۳، رقم: ۱٤۷٦، صحيح ابن حبان، دارالفكر ٤/۱۰۳، ۱۰٤، رقم: ۳۳٤۱)

التصدق على العالم الفقير أفضل. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الزكاة، باب المصرف، دارالكتاب ديوبند/۷۲۲، هنديه، كتاب الزكاة، الباب السابع فى المصارف زكريا ديوبند ۱/۱۸۷، جديد ۱/۲٤۹، تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب المصرف مكتبه امداديه ملتان ۱/۳۰۲، زكريا ديو بند ۲/۱۲٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ذی الحجہ ۱٤۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۵۵۲)

ایک فقیر کو بیک وقت مکمل نصاب کا مالک بنانا

سوال: [۴۳۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسئلۂ تملیک جو آجکل مدارس دینیہ میں رائج ہے اگر کسی فقیر کو زکوٰۃ کی اتنی رقم دی جائے جس سے وہ خود صاحب نصاب ہو جائے، آیا جائز ہے یا نہیں؟ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں، نیز زکوٰۃ محتاجوں کو دی جاتی ہے، اور آجکل مدارس کے اندر کثیر رقم ہونے کے باوجود وہ زکوٰۃ حاصل کرتے ہیں، جبکہ فنڈ میں ان مدارس کا کافی روپیہ رہتا ہے مگر پھر بھی زکوٰۃ وصول کرتے ہیں، کیا یہ صورت جائز ہے؟ اور ان کا زکوٰۃ وصول کرنا جائز ہے، اگر ایسی صورت میں کوئی زکوٰۃ ادا کرتا ہے، تو زکوٰۃ کا ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: اختر حسین قاسمی، مدرسہ مصباح الظفر، ڈھکہ حسن پور، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کسی ایک فقیر کو زکوٰۃ میں سے اتنی رقم دینا جس سے صاحب نصاب بن جائے مکروہ ہے، زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ تو ادا ہوگی مگر ساتھ ساتھ کراہت بھی لازم آتی ہے۔

كره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر الخ. (در مختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في حوائج الأصلية كراچی ۲/۳۵۳، زكريا ديوبند۳/۳۰۳، الفتاویٰ التاتار خانية، كتاب الزكاة، الفصل الثامن من توضع فيه الزكاة، زكريا ديو بند۳/۲۲۱، رقم: ۴۱۸۵، هدايه، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لايجوز، اشرفيه ديو بند ۱/۲۰۷)

نیز مدرسہ شخص حقیقی نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس میں بہت سارے مستحق طلبہ ہوتے ہیں، اسلئے مدارس میں زیادہ تعداد میں زکوٰۃ دینا جائز ہے، اور بینک میں حفاظت کیلئے تو رکھنا جائز ہے، لیکن سودی کھاتہ اور فکسڈ ڈپازٹ کھاتہ میں رکھنا جائز نہیں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۱۲۲)

غریب کو مال زکوٰۃ دیکر صاحب نصاب بنانا

سوال: [۴۳۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنے کسی عزیز غریب کو نادار مفلوک الحال خیال کر کے اس کی جوان لڑکی کی شادی کیلئے بمد زکوٰۃ ۴؍ ہزار روپیہ دئے جس سے وہ مفلوک الحال اب صاحب نصاب ہو گیا، دوسرے شخص نے ۲؍ ہزار روپئے دیئے، تیسرے شخص نے ۵؍ ہزار روپے دیئے اور یہ سب رقم بمد زکوٰۃ دی گئی کیا دوسرے اور تیسرے شخص کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی کہ نہیں؟

المستفتي: ابوقمر، مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: اول شخص کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی لیکن ایکدم صاحب نصاب بنا دینے کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔

کرہ إعطاء فقير نصاباً أو أكثر الخ. (در مختار، کتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في حوائج الأصلية کراچی ۲/۳۵۳، زکریا دیوبند ۳/۳۰۳، البحر الرائق، زکریا دیوبند ۲/۴۳۵، کوئٹہ ۲/۲۴۹)

اسکے بعد دوسرے اور تیسرے شخص نے اول شخص کے واقعہ کے علم ہوتے ہوئے یا مدفوع إلیہ سے اس سلسلہ میں بلا تحقیق یا شک وتردد ہوتے ہوئے دیا ہے، تو ان دونوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اور اگر ان دونوں نے مصرف زکوٰۃ ہونے کے یقین کے ساتھ دیا ہے، تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، ورنہ نہیں۔

لو دفع بلا تحر لم يجز إن أخطأ وفى الشامية أما تحرى فدفع لمن ظنه غير مصرف أو شک ولم يتحر لم يجز حتى يظهر أنه مصرف الخ.

(الدرالمختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، مطلب فی حوائج الأصلية

زکریا۳/۲۳ ۳۰، کراچی ۲/ ۳۵۲)

وأما إذا شک ولم یتحر أو یتحر فدفع وفی أکبر رأیه أنه لیس بمصرف لایجزیه إلا إذا علم أنه فقیر هو الصحیح الخ. (هدایه، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقات إلیه ومن لایجوز، اشرفی دیوبند۱/ ۲۰٤، هندیه، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف، زکریا۱/ ۱۹۰، جدید۱/ ۲۵۱، تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا۲/ ۱۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۰۳۷)

زکوٰۃ کی رقم سے جنگی ہتھیار خریدنا یا تنخواہ میں دینا

سوال: [۴۳۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک گاؤں جہاں مسلم آبادی زیادہ مقدار میں ہے لیکن اس گاؤں کے اردگرد غیر مسلموں کا علاقہ ہے گاہ بگاہ غیر مسلم اس گاؤں پر حملہ کرتے رہتے ہیں، وہاں کے مسلمان حالات کے پیش نظر دشمنوں سے مقابلہ کیلئے اسی گاؤں کے مدرسہ کے روپئے سے جن گی اور دفاعی ہتھیار خریدنا چاہتے ہیں، یا اس مدرسہ کے روپئے کو دیگر مسلم مفاد میں صرف کرنا چاہتے ہیں، تو کیا شریعت میں اسکی اجازت ہے؟

(۲) مدرسہ میں آئی ہوئی زکوٰۃ کی رقم سے بغیر لڑکوں سے تملیک کے استادوں کو تنخواہ دینا عمارت بنوانا لڑکوں کے کھیل کود کیلئے بال وغیرہ خریدنا مدرسہ کے اندر پھول وغیرہ لگانا کہاں تک درست ہے؟

المستفتي: محمد مظفر الحق، گڈاوی، مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) زکوٰۃ فقراء و مسکین کا حق ہے، اسکو ہتھیار

وغیرہ کی خریداری نیز مروجہ تملیک اور بلا تملیک کے مدرسین کی تنخواہوں میں صرف کرنا اسی طرح تعمیرات اور سوالنامہ میں مذکور امور میں صرف کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اسطرح کی ضروریات باہمی تعاون سے پوری کی جائیں زکوٰۃ مستحقین پر ہی صرف کرنا لازم ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ. (سورة التوبة: ٦٠)

مصرف الزكوٰة ...وهو الفقير . (درمختار ، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچی ٣٣٩/٢) زكريا ٢٨٣/٣)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة . (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف كراچی ٣٤٤/٢، زكريا ٢٩١/٣)

وأما تفسيرها فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ هذا في الشرع. (هنديه ، كتاب الزكاة، الباب الاول زكريا١/ ١٧٠، جديد١/ ٢٣٢)

الزكاة يجب فيها تمليك المال، لأن الإيتاء في قوله تعالىٰ وآتوا الزكاة. (البقرة: ٤٣) **يقتضي التمليك ولا تتأدى بالإباحة .** (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، زكريا ديو بند٢/ ١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۱۳ھ

وکیل کا زکوٰۃ کی رقم مؤکل کی بیوہ اولاد کو دینا

سوال: [۴۳۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور زید کی بالغ اولاد ایک ساتھ محنت کرتے ہیں، اور کمائی والد صاحب کے پاس جمع ہوتی ہے، اب جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگئی، زید نے زکوٰۃ کی رقم بالغ اولاد کو دیدی کہ جس کو چاہو ادا کردو جو تمہاری نگاہ میں مستحق ہو ایسی صورت میں کیا یہ بالغ اولاد اپنی بہن جو بیوہ ہے اور

ازحد پریشان ہےاس کوزکوٰۃ کی رقم دے سکتی ہے؟

المستفتي: محمد ارمان، جامع مسجد، کاسگنج، ایٹہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بالغ اولاد اس مال زکوٰۃ کی مالک نہیں ہے، بلکہ مستحقین کو دینے کیلئے وکیل ہے، اسلئے بالغ اولاد کیلئے باپ کی زکوٰۃ باپ کی بیٹی کو دینا جائز نہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

لايدفع المزكي زكوٰة ماله إلى أبيه وجده وإن علا ولاإلىٰ ولده وولد ولده وإن سفل الخ. (هدايه، كتاب الزكاة، باب من يجوز، دفع الصدقات إليه ومن لايجوز، اشرفي ديوبند ۱/۲۰۶)

ولا يدفع إلىٰ والده وإن علا ولاإلىٰ ولده وإن سفل، لأنه ينتفع بملكه، فكان الدفع إليه دفعاً إلىٰ نفسه من وجه، فلا يقع تمليكا مطلقاً. (بدائع، كتاب الزكاة، فصل في ركن الزكاة، زكريا ديوبند۲/۱۴۳)

ولا يعطى من الزكاة والداً، وإن علا، ولاولداً، وإن سفل، وفي الخانية من قبل الذكور والإناث. (الفتاوىٰ التاتار خانية، كتاب الزكاة، الفصل الثامن في من توضع فيه الزكاة، زكريا۳/۲۰۶، رقم: ۴۱۳۷)

ولايجوز دفع الزكاة، إلىٰ أولاده وأولاد أولاده من قبل الذكور والإناث وإن سفلوا. (خانية على الهندية، كتاب الزكاة، فصل في من توضع فيه الزكاة، زكريا ديوبند۱/۲۶۷، جديد۱/۱۶۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/۹/۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۸۸۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۹/۱۴۱۹ھ

تنخواہ نہ کافی ہونے والے ملازم کا زکوٰۃ لینا

سوال: [۴۳۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ لینے کے حقدار کون لوگ ہیں، ایک شخص پرائیویٹ ملازم ہے اس کی ماہانہ تنخواہ ایک ہزار روپئے ہے اس کے پاس ذاتی مکان ہے ساڑی بننے کیلئے ایک لوم بھی ہے، اس کی آمدنی گھر کے اخراجات کیلئے خاطر خواہ کافی نہیں ہوتی ہے، وہ شخص کثیر الأ ولاد بھی ہے، جس کی وجہ سے پریشانی وتنگ دستی کا شکار رہے، کیا ایسے شخص کی زکوٰۃ سے مدد کی جاسکتی ہے؟

المستفتي: شمشاد احمد الاعظمی، چندن پورہ، مئو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پرائیویٹ ملازم ایک ہزار روپیہ تنخواہ سے اپنی اور بال بچوں کی ضروریات پوری نہیں کرپاتا ہے اور محتاج رہتا ہے تو وہ مستحق زکوٰۃ ہے، بقدر ضرورت زکوٰۃ کے پیسے سے بال بچوں کی ضرورت پوری کرسکتا ہے۔

وإن كان غلتها لا تكفي لنفقته ونفقة عياله سنة قال محمدؒ يحل له أخذ الزكوة، وإن كان قيمتها يبلغ ألوفاً وفي العتابية وعليه الفتوىٰ.

(تاتارخانيه، كتاب الزكاة، الفصل الثامن، من توضع فيه الزكاة، زكريا ديوبند ۳/۲۱٦، رقم: ٤١٦٧، كوئٹه ۲/۲۷۷، وهكذا في المحيط البرهاني ،كتاب الزكاة، الفصل الثامن من يوضع فيه الزكاة، المجلس العلمي۳/۲۱٦، رقم: ۲۷۹۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/۱/۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۴۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۲/۱۴۲۹ھ

تجارت اور اچھی مزدوری کرنے والے کا زکوٰۃ لینا

سوال: [٤٣٦٢]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص تجارت کرتا ہے، اور اچھی اجرت کی مزدوری کر لیتا ہے، تو یہ شخص زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟ جواب دیں کرم ہوگا؟

المستفتي: مظہر الاسلام، فرف بابوڈھیٹرہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص محنت مزدوری کی طاقت رکھتا ہے، یا تجارت کرتا ہے، صحیح اور تندرست بھی ہے اچھی اجرت پر کام کرتا ہے، تو حدیث شریف میں ایسے شخص کو زکوٰۃ لینے سے منع کیا گیا ہے۔

عن عبد الله بن عمرو عن النبی ﷺ قال: لاتحل الصدقة لغني، ولا لذي مرة سوي. (سنن الترمذی، کتاب الزکاة، باب من لاتحل له الصدقة، النسخة الهندية ١/ ١٤١، دارالسلام رقم: ٦٥٢، مسند الدارمي، دار المغني ٢/ ١٠٢٠، رقم: ١٦٧٩، مسند أحمد بن حنبل ٢/ ١٦٤، رقم: ٦٥٣٠، ٢/ ١٩٢، رقم: ٦٧٩٨)

البتہ اگر مقروض ہو تو اس کو قرض کی ادائیگی کیلئے زکوٰۃ لینے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٧/ جمادی الثانیہ ١٤١٧ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٢/ ٤٩٠٤)

۲۵، ۳۰/ بیگہ زمین کے مالک کا ادائے قرض کے لئے زکوٰۃ وصول کرنا

سوال: [٤٣٦٣]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مستحق زکوٰۃ نے اہل نصاب کو یہ خط لکھا کہ آپ اپنی زکوٰۃ سے میرا قرضہ ادا کردیں کیا مستحق زکوٰۃ مقروض کا یہ سوال جائز ہے یا نہیں؟ مستحق مقروض کے پاس ۲۴/ بیگہ زمین بھی ہے یہ زمین گاؤں کے پاس ہے جس میں فصل کا بہت زیادہ اجاڑ ہے، جس کی وجہ سے کوئی خریدنے

کیلئے تیار نہیں ہے، صاحب نصاب اور مستحق زکوٰۃ کے لڑکے کا دوستانہ ہے، جب مستحق زکوٰۃ کا لڑکا صاحب نصاب سے ملنے گیا تو صاحب نصاب نے اس لڑکے سے یہ کہا کہ تمہارے والد صاحب کا یہ خط آیا ہے، یہ لڑکا سرکاری ملازم بھی ہے، جو۱۵۰۰۰/ ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ پاتا ہے ،اور مالدار بھی ہے،اور والد صاحب کا قرضہ ادا کرنے میں والد صاحب کا کوئی تعاون نہیں کرتا بلکہ اس خط کی فوٹو کاپی کرا کے عام لوگوں کو سنایا جس کی وجہ سے بوڑھا باپ رسوا ہوا لڑکے کے لئے باپ کے حق میں ایسا کرنا کیسا ہے؟ اہل نصاب کا کسی کو مستحق زکوٰۃ کا خط پڑھوانا یا سنانا جائز ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: حاجی عبدالرحمٰن ،ردرپور، ضلع رام پور،

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: جو آدمی ۲۵،۳۰/ بیگہ زمین کا مالک ہے اور بیٹا دس پندرہ ہزار روپیہ تنخواہ پر ملازم ہے اس کا قرضہ ادا کرنے کے لئے زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ پہلے اپنے سارے سرمایہ سے قرضہ ادا کرے گا، اور یہ کہنا درست نہیں کہ زمین کے خریدار نہیں ہیں ، زمین کے خریدار اس لئے نہیں مل رہے ہوں گے ، کہ زمین جس معیار کی ہوگی اس سے زیادہ پیسہ مانگا جارہا ہوگا، نیز زمین کے ذریعہ قرضہ ادا کیا جاسکتا ہے، نیز جن لوگوں کا قرضہ ہے زمین کے معیار کے مطابق قیمت لگا کر ان کے نام فروخت کردی جائے۔

عن عبد اللّٰه بن عمرو عن النبی ﷺ قال: لاتحل الصدقة لغني، ولا لذي مرة سوي. (سنن أبی داؤد ،کتاب الزکاة، باب من یعطی من الصدقة ، وحد الغنی، النسخة الهندیة ۱/ ۲۳۱، دارالسلام رقم: ۱۶۳٤، سنن ابن ماجه ، الزکاة، باب من سأل عن ظهر غنی ، النسخة الهندیة ۱۳۲/۱، دارالسلام رقم: ۱۸۳۹)

وإن كان أحدهما عيناً والآخر موصوفاً في الذمة فإن جعل العين منهما مبيعاً والدين ثمنا جاز. (عالمگیری ، کتاب البیوع ، الفصل الثالث ، فی معرفة المبیع والثمن والتصرف فیهما قبل القبض زکریا دیوبند۳/۱۳، جدید۳/۱۵)

ولا إلیٰ غني یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلیة من أي مال کان . (درمختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف ، قبیل مطلب فی جهاز المرأة هل تصیر به غنیة زکریا دیوبند۳/ ۲۹۵، ۲۹٦، کراچی ۲/ ۳٤۷)

نیز جس سے زکوٰۃ کا پیسہ مانگا گیا ہے ایسے صاحب نصاب جائداد شخص کے بارے میں اس نے اگر تحقیقات کی ہیں، تو یہ کوئی بری بات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ شعبان ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۳۹۲)

غیر صاحب نصاب جائیداد کے مالک کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳٦۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ ایسے لوگوں کو دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ جو صاحب جائداد ہوں مگر وہ اتنا روپیہ نہیں رکھتے جس کی زکوٰۃ ادا کی جائے؟

المستفتي: روشن جہاں، ابو منصور کمپنی، محلّہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ کوئی زیور وغیرہ بھی اتنا نہ ہو جس سے صاحب نصاب بن جائے، لیکن ایسے صاحب جائداد شخص کی شایان شان نہیں ہے، کہ وہ دوسروں کے اموال کا میل (زکوٰۃ) کھائے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ. (سورة التوبة: ٦٠)

عن سعید بن جبیر قال: یعطی من الزکاة من له الدار والخادم والفرس وأخرج أیضا ، عن شبیب بن عبد الملک قال: سألت مقاتل بن حیان عن رجل فی الدیوان له عطاء وفرس، وهو محتاج ، أعطیه من الزکاة،

قال: نعم . (المصنف لإبن أبی شیبة ، الزکاة، من له دار وخادم یعطی من الزکاة، مؤسسه علوم القرآن ٦/٥١٧، رقم: ١٠٥١٦، ١٠٥١٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۷۸)

مالداروں کے گھر رہنے والی غریب لڑکی کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکی جو غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہے، وہ ہمارے ساتھ رہتی ہے، اسکی ساری ضرورتیں تعلیم کھانے پینے اور دیگر خرچ کی ذمہ داری ہماری ہے کیا اس کی ضرورتوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے؟

المستفتي: محمد ناصر، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وہ لڑکی مستحق زکوٰۃ ہے، تو اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے، لیکن یہ شرط ہے کہ اگر وہ لڑکی آپ کے یہاں کام کرتی ہے، تو زکوٰۃ کے پیسے سے اس کو اجرت دینا درست نہیں ہے، ہاں البتہ اس کی اجرت کے علاوہ الگ سے اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے، اور ایسا کرنا درست نہیں ہے کہ آپ اس سے گھر کی نوکرانی بنا کر کام لیتے رہیں، اور اس کی ضروریات کی تمام چیزیں مد زکوٰۃ سے ادا کرتے رہیں، اور اسی کی بنا پر وہ آپ کے یہاں نوکرانی بن کر رہ رہی ہے، تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کے پیسے اجرت میں شمار ہو جائیں گے۔

لشخص مخصوص هو أن یکون فقیراً ونحوه من بقیة المصارف غیر هاشمی ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ . (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، کتاب الزکاة دارالکتاب دیوبند / ٧١٤،

قدیم /٣٨٩، البنایه ، الزکاة، اشرفیه دیوبند٣/ ٢٨٨، هندیه ، کتاب الزکاة، الباب الاول زکریا دیوبند ١/ ١٧٠، جدید١/ ٢٣٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٠/ صفر ١٤٢٦ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٨٧٣٣/٣٧)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤٢٦/٣/٢٢ھ

حج کیلئے زکوٰۃ کا سوال کرنا

سوال: [٤٣٦٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی حافظ یا مولوی قاری ہو کر حج کے لئے زکوٰۃ کا سوال کرے تو کیا ان کو زکوٰۃ حج کیلئے دینا جائز ہے یا نہیں اور اس کا سوال کرنا ٹھیک ہے یا غلط؟

المستفتي: محمد عثمان فینسی کارنر، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی غیر مصرف اور غیر مستحق کیلئے زکوٰۃ کا سوال کرنا جائز نہیں ہے، زکوٰۃ صرف فقراء کا حق ہے، حج کو جانے کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ مانگنا مشروع نہیں ہے۔

ذهب جمهور العلماء إلیٰ أنه لایجوز الصرف فی الحج من الزکاة لأن سبیل الله فی آیة مصارف الزکاة مطلق وهو عند الإطلاق ینصرف إلیٰ الجهاد فی سبیل الله . (الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٣/ ٣٢٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٥/ ربیع الاول ١٤٢٣ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٧٥٦٨/٣٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤٢٣/٣/١٥ھ

نابینا حاجی کی مدد کیلئے بینا کو زکوٰۃ کی رقم سے بھیجنا

سوال: [۴۳۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک نابینا شخص حج کو جانا چاہتا ہے، اس کی مدد کیلئے ایک صاحب زکوٰۃ کے پیسہ سے ایک بینا شخص کو بھیجنا چاہتے ہیں، تو کیا اس آدمی کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟

المستفتي: محمد حنیف، پیرزادہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم سے کسی کو حج کرانا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ منشاء زکوٰۃ کے خلاف ہے، اسلئے کہ زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ مال زکوٰۃ کو فقیر کی ملکیت میں پورے طور پر منتقل کر دیا جائے، اور اس کے بعد اس زکوٰۃ دینے والے کا اس میں کوئی دخل نہ ہو، اور وہ فقیر جہاں چاہے اسے اپنی مرضی سے خرچ کرے خواہ اپنے بال بچوں پر خرچ کرے یا اس سے حج کرے لیکن اس رقم سے حج کرانے کا مطلب یہ ہے کہ اس زکوٰۃ میں فقیر کو آزادانہ تصرف کا حق نہیں دیا گیا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں زکوٰۃ کے ادا ہونے میں بھی تردد ہوتا ہے، اسلئے زکوٰۃ کے پیسے سے کسی کو حج نہ کرایا جائے، بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ اپنی جیب خاص اور مد تعاون سے حج کرائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۳۴/۶۱۰۲)

تبلیغ والوں کو مد زکوٰۃ سے کھانا کھلانا

سوال: [۴۳۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) یہ کہ مرادآباد میں تبلیغی جماعتیں آتی رہتی ہیں، ہر ہفتہ بروز جمعرات قریب نماز مغرب ساری جماعتیں مسجد سرائے پختہ مرکز تبلیغ مرادآباد میں آجاتی ہیں بعد نماز عشاء سب کو فری کھانا دیا جاتا ہے، جماعتیں ۴۸؍میل سے کم کی بھی ہوتی ہیں، اور ۴۸/ میل سے زیادہ کی

بھی ہوتی ہیں، کبھی کبھی غیر ملکی جماعتیں بھی ہوتی ہیں، سوال یہ ہے جس طرح طلباء مدارس اسلامیہ کیلئے مطبخ کا خرچہ مدزکوٰۃ سے کیا جاتا ہے کیا ان جماعتوں کے کھانے کا خرچہ مدزکوٰۃ سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) یہ کہ اس میں مخیّر صاحبان کی زکوٰۃ بلاشبہ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

(۳) یہ کہ اس کھانے میں مقامی انتظامیہ صاحبان کا شریک ہو کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبدالعزیز، سابق بزازحال،
ظروف مرچنٹ بازار، شاہی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) سائل کا مقصد سوالنامہ میں ذکر کردہ لوگوں کا ابن السبیل کے دائرہ میں داخل ہونا ہے، قرآن کریم میں جو ابن سبیل کا لفظ آیا ہے، اس کا مصداق ہر قسم کا مسافر نہیں ہے، بلکہ صرف وہ مسافر مراد ہے، کہ جس کے پاس حالت سفر میں اپنی ضروریات کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، اور جس مسافر کے پاس بقدر ضرورت روپیہ وغیرہ ہو وہ ابن السبیل کے دائرہ میں نہیں آتا ہے، اس لئے تبلیغ والوں کو ابن السبیل یا فی سبیل اللہ کے دائرہ میں داخل سمجھ کر ان کو مدزکوٰۃ سے کھانا کھلانا ہرگز جائز نہیں ہے۔
(مستفاد: معارف القرآن ۴/ ۴۰۹)

عن الضحاك في رجل سافر وهو غني فنفد ما معه في سفره واحتاج، قال: يعطى من الصدقة في سفره، لأنه ابن سبيل. (مصنف ابن أبي شيبه ،الزكاة، ماقالوا فيما رخص فيه من المسالة لصاحبها ٧/ ٣٧، رقم: ١٠٧٨٩)

وفي كتاب علي بن صالح الجوزجاني أن ابن السبيل هو الذی لايقدر على ماله وهو غني، ولو يقدر علىٰ أن يستقرض ، فالقرض خير له من قبول الصدقة ، وإن قبل الصدقة أجزىٰ أن يعطيه . (الفتاویٰ التاتار خانية ،

کتاب الزکاۃ، الفصل الثامن فی من توضع فیہ الزکاۃ، زکریا٣/٢٠٤، رقم: ٤١١٣٥)

(٢) ایسی صورت میں مخیرّ حضرات کی زکوٰۃ ادا ہونے میں واقعی شبہ اور تردد باقی رہ جاتا ہے۔

(٣) مقامی صاحب نصاب حضرات کا شریک ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ. (سورۃ التوبۃ: ٦٠)

عن ابن عمر، عن النبی ﷺ قال: لاتحل الصدقة لغنی، الحدیث: (سنن الترمذی، الزکاۃ، باب ماجاء من لا تحل لہ الصدقۃ النسخۃ الهندیہ ١/١٤١، دارالسلام رقم: ٦٤٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٨ر شوال المکرّم ١٤١٢ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٢٨/٢٨٦٥)

ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے زکوٰۃ وصدقہ دینا

سوال: [٤٣٦٩]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکا دہلی کے میڈیکل کالج میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کررہا تھا، وہ قوم کا سید نہیں تھا، اسکے والد کا انتقال ہوچکا ہے، رہنے کیلئے ذاتی مکان ہے، اسکے علاوہ کچھ زمین اور جائداد بھی ہے، جس کی تقسیم ابھی ورثاء میں نہیں ہوئی ہے، اسکے پاس تعلیم کے اخراجات پورے کرنے کے لئے روپیہ نہیں ہے، اس لڑکے کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد احمد، فیض گنج، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مذکورہ لڑکے کا حصہ اور اسکے حصہ کی جائداد کی آمدنی نصاب کی مقدار کو پہونچ جاتی ہے، تو اس کو زکوٰۃ وصدقہ فطر وغیرہ دینا شرعاً جائز

نہیں ہے، اور اگر نصاب کی مقدار کو نہیں پہونچتی ہے تو جائز ہے اور جائیداد کا تقسیم نہ ہونا کوئی عذر نہیں ہے، منافع لازمی تقسیم ہوسکتے ہیں۔

سئل محمد عمن له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاثة آلاف ولا تكفي لنفقته ونفقه عياله سنة يحل له أخذ الزكوٰة وإن كانت قيمتهاتبلغ ألوفًا وعليه الفتوىٰ، وعندهما لايحل الخ. (شامی، کتاب الزكاة، باب المصرف، قبيل مطلب في جهاز المرأة هل تصير به غنية زكريا ديوبند٣/٢٩٦، کراچی ٢/٣٤٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر رمضان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۳۹۶)

صاحب نصاب کو علاج کے لئے زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس پانچ ہزار روپیہ نقد ہیں، اور وہ بیمار ہے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، علاج کیلئے ڈاکٹر اس کو علاج کیلئے دس ہزار روپیہ بتاتا ہے، جو کہ اس کے پاس نہیں ہیں، صرف پانچ ہزار روپئے ہیں تو کیا اس شخص کے پاس پانچ ہزار نقد موجود ہونے کے باوجود اس کو مدز کوٰۃ سے پانچ ہزار روپیہ دیئے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

المستفتي: عبد اللہ، مظفر نگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورت مسئولہ میں اگر شخص مذکور کے پاس بقدر نصاب روپئے موجود ہیں، تو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اسکی صورت یہ ہوگی کہ وہ اپنا علاج کرائے اور جب کل روپئے یا اتنے روپئے خرچ ہو جائیں کہ وہ بقدر نصاب مالک ہی نہ

رہے، تو اسکو مدزکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ بھی ادا ہوجائیگی اور اس کے لئے لینا بھی جائز ہوجائیگا، یا یوں کرے اولاً پانچ ہزار روپیہ قرض لے کر علاج کرے اور علاج کے بعد قرض ادا کرنے کیلئے مدزکوٰۃ سے اسکو پانچ ہزار روپیہ دیدے۔

مصرف الزكوٰة (إلىٰ قوله) هو فقير وهو من له أدنى شيئى ومسكين من لاشيئى له . (درمختار مع الشامی ، كتاب الزكاة ، باب المصرف، زكريا ديوبند ۳/۲۸۳، ۲۸٤، كراچی ۳/۳۳۹، عالمگیری ، كتاب الزكاة، الباب السابع فی الصارف ۱/۱۸۷، جديد ۱/۲٤۹)

ويجوز دفعها إلىٰ من يملك أقل من النصاب ، وإن كان صحيحاً مكتسباً . (عالمگيری ، كتاب الزكاة، الباب السابع فی المصارف زكريا ۱/۱۸۹، جديد ۱/۲۵۱)

مديون لايملك نصاباً فاضلاً عن دينه . (درمختار مع الشامی،كتاب الزكاة، باب المصارف زكريا ديوبند ۳/۲۸۹، كراچی ۲/۳٤۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۴/۵/۱۴۱۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۴۵۴)	۴/۵/۱۴۱۴ھ

غریب مریض کے علاج ومعالجہ کے لئے زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا مدزکوٰۃ سے غریب نادار کینسر کے بیماروں کی دوا علاج کے لئے دے دینا جائز ہے یا نہیں ؟ ایک ہسپتال بمبئی میں وکرناٹک میں اس خدمت کوانجام دے رہا ہے۔

المستفتي: عبدالحق محلہ اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غریب نادار مریضوں کو مالکانہ قبضہ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائیگی اس کے بغیر ہسپتال وغیرہ میں دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی ، نیز وہاں بدعنوانیاں بھی ظاہر ہیں۔

عن الشعبی ، أن شريحاً ومسروقاً كانا لايجيز ان الصدقة حتى تقبض. (مصنف عبد الرزاق ، باب لا تجوز الصدقة إلا بالقبض ، المجلس العلمي۹/۱۲۱، رقم: ۱۶۵۹۱)

يشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة ولا يصرف إلیٰ بناء نحو مسجد الخ. (الدرالمختار ، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند۳/ ۲۹۱، كراچی ۲/ ۳٤٤، مصري ۲/ ۸٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ رمضان ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۰۱)

صدقات وزکوٰۃ ہسپتال میں صرف کرنا

سوال: [۴۳۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرادآباد میں ایک ہسپتال ہندو حضرات کے زیر اہتمام ان کے چندہ اور گورنمنٹ کی امداد سے بن رہا ہے، مریضوں کو بغیر کسی فیس کے دیکھا جاتا ہے، اور علاج بھی ہورہا ہے، اس ہسپتال کی تکمیل کے بعد مریضوں کو دہلی آنے جانے کی ضرورت نہیں رہے گی، معلوم یہ کرنا ہے، کہ ایسے ادارہ میں جو رفاہ عام کے طور پر ہو کسی مسلمان کو بغرض خدمت خلق اور بہ نیت ثواب اس کی خدمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب سے فوراً براہ کرم مطلع فرما کر رہبری فرمادیں۔ آپ کا ممنون ہوں گا؟

المستفتي: احقر ظفر حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ ادارے میں بغرض خدمت خلق زکوٰۃ وصدقہ فطر کے ذریعہ خدمت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، اس میں دینے سے زکوٰۃ وصدقہ فطر ادا نہیں ہوگا۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر ولا يصرف إلیٰ

بناء نحو مسجد ولا إلیٰ کفن میت وتحته فی الشامیة : کبناء القناطر والسقایات ، وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد، وکل مالا تملیک فیه الخ. (الدر مختار مع الشامی ، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیو بند۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳٤٤)

ہاں البتہ بغرض خدمت خلق بنیت ثواب نفلی امداد کی گنجائش ہے! لیکن وہ ثواب حاصل نہیں ہوسکتا جو مسلم ادارے میں دینے سے حاصل ہوسکتا ہے! (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/ ۲۷۷، معارف القرآن ۸/۴۰۶، مطبوعہ ربانی بکڈپو، مالابدمنہ/۱۱۳ مطبوعہ نامی لکھنؤ) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۳۹۹)

زکوٰۃ کی رقم غریبوں کیلئے تیار شدہ ہوسپٹل میں لگانا

سوال: [۴۳۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس ہوسپٹل کی عمارت میں غریبوں کی دوائیاں اور دیگر ضروریات مثلاً دوائی بغیر پیسے ہے، اور کمرے کی رہائش وغیرہ کا کوئی کرایہ غریب مریض سے نہیں لیا جاتا ہے، مزید بات یہ ہے کہ ان تمام اخراجات سے ہوسپٹل گیارہ لاکھ کا مقروض ہو چکا ہے، تو کیا اس ہوسپٹل میں زکوٰۃ کا پیسہ لگایا جاسکتا ہے، کہ نہیں اور اگر کسی نے لگا دیا تو کیا زکوٰۃ ادا ہوجائیگی کہ نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ ہسپتال میں زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے، چاہے ہسپتال مقروض ہوگیا ہو، اگر اس میں زکوٰۃ کا پیسہ لگایا جائے، تو زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور جس نے ہسپتال میں زکوٰۃ کا پیسہ دیا ہے اسپر دوبارہ اپنی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے، حتی کے مسجد میں لگانے سے بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے۔

عن الثوری قال: الرجل لایعطی زکاة ماله .... فی کفن میت ولا دین میت، ولا بناء مسجد ، ولا شراء مصحف ، الحدیث: (مصنف عبد

الرزاق ، کتاب الزکاة، باب لمن الزکاة، المجلس العلمی بیروت ٤/١١٣، رقم: ٧١٧٠)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة ولا یصرف إلیٰ بناء نحو مسجد وفی الشامیة کبناء القناطر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل مالا تملیک فیه الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف ، کراچی ٢/٣٤٤، زکریا٣/٢٩١)

وعلی هذا یخرج صرف الزکاة، إلیٰ وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقایات وإصلاح القناطر وتکفین الموتیٰ ودفنهم أنه لایجوز، لأنه لم یوجد التملیک أصلاً. (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة، فصل فی ارکان الزکاة، زکریا ٢/١٤٢)

ولاتصرف فی بناء مسجد وقنطرة .... ورباط .... ولا یبنی بها قبر ، ولا یقضی بها دین میت، ولایعتق عبد ولا یکفن میتا . (الفتاویٰ التاتار خانیة ، کتاب الزکاة، الفصل الثامن ، فی من توضع فیه الزکاة، زکریا٣/٢٠٨، رقم: ٤١٤٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ر شوال ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۶۵۸)

صاحب نصاب فقیر برادری کے افراد کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں پرانی رسم چل رہی ہے، کہ لوگ صدقہ فطرہ اپنے یہاں کے فقیروں کو دیتے ہیں، جو ایک ذات یا برادری کے نام سے جانی جاتی ہے، جو میاں خاندان کے نام سے مشہور ہے ہوسکتا ہے، کہ کسی زمانہ میں واقعتہً یہ لوگ اس لائق ہوں کہ جن کی زکوٰۃ فطرہ وغیرہ کے ذریعہ سے مدد کی جا سکے لیکن اس وقت ان کی حیثیت مالی اعتبار سے زیادہ

اچھی نہ صحیح مگر پھر بھی متوسط درجہ کی حیثیت رکھتے ہیں، کیا ایسے لوگوں کو زکوٰۃ یا صدقہ فطر یا کسی قسم کے صدقات دینا درست ہے؟ اور کیا دینے والوں کو ثواب ملیگا، اور کیا ایسی ہی حالت رشتہ دار کی ہو تو اسے دینا درست ہے؟

المستفتي: ابوالکلام، سدھارتھ نگری۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زکوٰۃ اور صدقہ فطر کا مصرف فقراء اور مساکین ہیں، اگر آپ کے رشتہ دار اور سوالنامہ میں ذکر کردہ افراد صاحب نصاب ہیں، جیسا کہ سوالنامہ سے پتہ چلتا ہے، اور ان کے صاحب نصاب ہونے کا علم پہلے سے ہے، تو انہیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور نہ ہی انھیں دینے سے زکوٰۃ کا فریضہ ذمہ سے ساقط ہوگا، ایسے رشتہ داروں اور لوگوں کی صدقات نافلہ کے ذریعہ مدد کرنی چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ٦/٢٠٢، ٦/٢١١)

عن عبد الله بن عمرو، عن النبی ﷺ قال: لاتحل الصدقة لغني، ولا لذي مرة سوي. (سنن ابي داؤد، الزكاة، بابمن يعطى من الصدقة وحدالغني، النسخة الهندية ١/٢٣١، دارالسلام رقم: ١٦٣٤، مصنف عبد الرزاق، الزكاة، باب كم الكنز ولمن الزكاة، المجلس العلمي ٤/١١٠، رقم: ٧١٥٥، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ٦/٢٣٨، رقم: ٢٢٧١، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ٤/١٤، رقم: ٣٥٠٤، ١٣/٨، رقم: ٢٠)

ولا إلیٰ غنی يملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، قبيل مطلب فى الجهاز هل تصيريه غنيه، زكريا ديوبند٣/٢٩٥، ٢٩٦، كراچى ٢/٣٤٧)

وأما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى الغني لأنها تجری مجریٰ الهبة. (بدائع الصنائع، كتبا الزكاة، باب مصارف الزكاة، زكريا ديوبند٢/١٥٧)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍رجب ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۱۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴؍۷؍۱۴۲۴ھ

سود یا زکوٰۃ کی رقم سے موٹر لگوانا

سوال: [۴۳۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت صاحب حیثیت رہی ہے، لیکن کافی عرصہ سے اس کے شوہر کا کام خراب ہوگیا ہے، اور قرضدار ہے جسکی وجہ سے وہ بہت تنگ حال ہے اسکی عورت کا زیور بھی گروی ہے، البتہ سات تولہ یا کچھ زیادہ زیورات بھی اس کے پاس ہیں، اس کو پانی کی بہت تکلیف ہے اوپری منزل ہے پانی نہیں پہونچتا اسکی بہن بینک کے سود سے اس کے یہاں موٹر لگانا چاہتی ہے، اس کیلئے کیا حکم ہے اور اگر زکوٰۃ اس پر خرچ کی جائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: فرحت جہاں، محلّہ قانون گویاں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جتنا اس پر قرض ہے اس کو منہا کرنے کے بعد موجودہ زیور ونقدی ملاکر چاندی کے نصاب کو اگر پہونچ جاتا ہے، تو اس کو زکوٰۃ وغیرہ دینا جائز نہیں ہے اور اگر نصاب کے بقدر باقی نہیں رہتا ہے، تو اس کو زکوٰۃ کے پیسہ سے امداد کرنا جائز ہے، اور اگر بالکل نہیں بچتا ہے، تو سود کا حرام اور خبیث پیسہ بھی اس کو دیا جاسکتا ہے، اور اس سے وہ پانی کا نل وغیرہ لگواسکتی ہے۔

عن عطاء بن يسار، أن رسول الله ﷺ قال: لاتحل الصدقة لغني، إلا لخمسة: لغاز في سبيل الله، أو العامل عليها، أو لغارم، الحديث: (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة، باب من يجوز له أخذ الصدقة وهو غني، النسخة الهندية ۱/۲۳۱، دارالسلام رقم: ۱۶۳۵)

ومديون لايملك نصاباً فاضلاً عن دينه الخ. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا۳/۲۸۹، كراچی ۲/۳٤۳)

ومنها الغارم: وهومن لزمه دين ولا يملك نصابا فاضلاعن دينه. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب السابع فی المصارف زكريا ۱/۱۸۸، جديد۱/۲۵۰، تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند۲/۱۱۵، مراقی الفلاح مع حاشية، كتاب الزكاة، باب المصرف دارالكتاب ديوبند/۷۱۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۳۸۴)

زکوٰۃ کی رقم تجہیز وتکفین میں خرچ کرنا

سوال: [۴۳۷٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کا پیسہ کسی قریبی رشتہ دار مردے کے گور وکفن میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: محمد جاوید اختر، محلّہ مقبرہ دوئم، حظیرے والی مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جائز نہیں ہے۔

عن الثورى قال: الرجل لايعطى زكاة ماله .... فى كفن ميت ولا دين ميت، ولا بناء مسجد، ولا شراء مصحف، الحديث: (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، باب لمن الزكاة، المجلس العلمى بيروت ٤/۱۱۳، رقم: ۷۱۷۰)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر لايصرف إلىٰ بناء نحو مسجد ولاإلىٰ كفن ميتٍ وقضاء دينه الخ. (الدر المختار مع الشامی،

كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا۳/۱ ۲۹، كراچی ۲/۳٤٤)

ولا يجوز أن يكفن بهاميت ولا يقضى بها دين الميت كذا فى التبيين.

(هنديه ، كتاب الزكاة، الباب السابع فى المصارف ،زكريا ديوبند ۱/۱۸۸، جديد ۱/ ۲۵۰)

ولا تصرف فى بناء مسجد وقنطرة ، ولا يبنى بها قبر، ولا يقضى بها دين ميت، ولا يعتق عبد ، ولا يكفن ميتاً. (الفتاوى التاتارخانية ،كتاب الزكاة، الفصل الثامن فى من توضع فيه الزكاة، زكريا ديوبند۳/۲۰۸، رقم: ٤١٤٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۰۲۷)

ڈپوزٹ میں دینے کیلئے زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۳۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آجکل مہنگائی ہمارے یہاں اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایک معمولی رہنے کا مکان کا خریدنا بھی ہر ایک کے بس میں نہیں اسلئے یہاں کے غریب مسلمان پگڑی سے خریدنے سے قاصر ہیں، اور مجبوراً ڈپوزٹ میں مکان رکھ لیتے ہیں، اور بعضوں کو تقریباً ۴۰ سے ۵۰؍ہزار تک ڈپوزٹ دینا پڑتا ہے، اور وہ بھی یہی زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے ڈپوزٹ سے مکان رکھتے ہیں، اور اپنی پوری پونجی اسی میں لگا دیتے ہیں، اور ہاتھ میں بالکل نقد رقم نہیں رہتی ہے، گو کہ ڈپوزٹ کی رقم بطور امانت جمع رہتی ہے، لیکن اگر یہ غریب شخص اپنی ڈپوزٹ کی رقم لے لیتا ہے، تو اس کا پورا کنبہ گھر سے باہر ہو جاتا ہے، اور اس کے گھرانہ کیلئے رہنے کی ضرورت جو اس کیلئے از حد ضروری ہے، رہ جاتی ہے، اسلئے ایسے شخص کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ڈپوزٹ میں رکھی ہوئی رقم ضرورت رہائش کیلئے ہے، اور یہ رقم ضرورت سے زائد نہیں ہے؟

ہمارے ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تقریباً ۴۰؍ہزار تک ہوتی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں مکان لینے والے کے پاس بقدر نصاب رقم موجود ہو یا بقدر نصاب رقم ڈپوزٹ میں دے چکا ہو جو واپس ملنے والی ہے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز نہیں، لیکن اگر نصاب کے بقدر مال اس کے پاس نہ ہو اور نہ ڈپوزٹ میں دی ہو تو وہ زکوٰۃ کی رقم لے سکتا ہے، پھر مکان مالک کو ڈپوزٹ میں دے سکتا ہے۔

(قوله والفقير له أدنى شيئى) وهو ما دون النصاب أو قدر نصاب غير تام وهو مستغرق في الحاجة. (فتح القدير، کوئٹہ ٢/٢٠٢، زکریا دیوبند ٢/٢٦٠، البحر الرائق، زکریا دیوبند ٢/٤١٩، کوئٹہ ٢/٢٤٠، الدر المختار مع الشامی، زکریا ٣/٢٨٣، کراچی ٢/٣٣٩، بدائع الصنائع، زکریا ٢/١٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	٢ رشعبان ١٤١٩ھ
١٤١٩/٨/٢ھ	(الف فتویٰ نمبر: ٣٤/ ٥٨٧٥)

زکوٰۃ کی رقم کمیٹی کی رجسٹری وغیرہ میں صرف کرنا

سوال: [٤٣٧٨]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں سالانہ زکوٰۃ کی رقم نکالتا ہوں مدارس کیلئے نیز غرباء ومساکین کوادائیگی کے لئے ایک شخص کو وکیل بنادیا تھا، تاکہ وہ اپنی تحقیق کی بنیاد پر غرباء پر زکوٰۃ کی رقم صرف کردے اب تک اس طرح ادائیگی ہوتی رہی لیکن اس سال میں نے ارادہ کیا ہے، کہ ایک کمیٹی اپنی نجی بنا کر رجسٹریشن کرا کر صرف اپنی ہی رقم اس رجسٹرڈ کمیٹی کی نگرانی میں غرباء پر صرف کریں تاکہ ایک باقاعدہ نظام کے تحت ادائیگی ہوجائے، رجسٹرڈ کمیٹی اس لئے کرانا چاہتا ہوں تاکہ کوئی اختلاف نہ ہو کام کرنے والوں میں چونکہ میں خود اپنی مشغولی میں رہتا ہوں، اسلئے پوچھنا یہ ہے کہ کمیٹی کے رجسٹرڈ کرانے وکرایہ بھاڑا کے جملہ اخراجات اسی مدزکوٰۃ سے کرسکتا ہوں یا الگ سے اخراجات پورے کریں نیز اگر ایک شخص کو مستقل اسی کام پر لگادیا جائے، تاکہ وہ

بمدزکوٰۃ مستحق کوپہونچادے اس کی تنخواہ الگ سے دیں یااسی رقم سے؟ جواب تحریرفرمادیں۔

المستفتي: محمدانیس، ساانڈی، ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ سوال میں زکاۃ کی رقم کوکمیٹی کے رجسٹرڈ کرانے اورکرایہ وغیرہ کے جملہ اخراجات پوراکرنے میں صرف کرناجائزنہیں ہے، اسی طرح زکوٰۃ کی رقم سے مذکورہ ملازم کوتنخواہ دینابھی جائزنہیں ہے، اگرایساکیاتوزکوٰۃ ادانہ ہوگی۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة، لايصرف إلىٰ بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات ..... وكل مالاتمليك فيه. (درمختارمع الشامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، کراچی ٢/ ٣٤٤، زکریا ٣/ ٢٩١)

قوله لشخص مخصوص هو أن يكون فقيراً ونحوه من بقية المصارف غيرهاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ.

(طحطاوی علی المراقی، دارالکتاب دیوبند/ ٧١٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
یکم؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۰۸)

الجواب صحیح:
احقرمحمدسلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۳/۶/۲ھ

صدقات واجبہ کی رقم سے بیت المال کی رسید چھپوانا

سوال: [۹۷۳۴]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ادارہ کے تحت بیت المال قائم ہے، اس کا مقصدعلاقہ کے غرباء کے مریضوں کے علاج اورمسکین بچوں کی تعلیم کیلئے رقم فراہم کرنا ہے، اور یہ رقم زکوٰۃ صدقۃ الفطراور چرم قربانی سے فراہم ہوتی ہے، آیااس بیت المال کی اس رقم سے بیت المال کے لئے رسید چھپواناقربانی کیلئے چھری تیزکروانے اورکھال وصول کرنے والوں کی اجرت وغیرہ دیناجائزہے یانہیں؟ تشریح کے ساتھ جواب دیں؟

المستفتي: ریاض احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی رقم سے بیت المال کیلئے رسید چھپوانا چھری تیز کروانے اور کھال وصول کرنے والوں کواجرت دینا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی رقم کے مستحق فقراء اور مساکین ہیں۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة. (درمختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف کراچی ٢/٣٤٤، زکریا٣/٢٩١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

١٥/٣/١٤٢٨ھ

(الف فتویٰ نمبر: ٩٢١٢/٣٨)

زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ کی رقم سے مسافر خانہ تعمیر کرنا

سوال: [٤٣٨٠]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ، فطرہ صدقہ کی رقم سے مسافر خانہ تعمیر کرسکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتي: عبدالعظیم، مسجد بساتیان، نولگڑھ، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زکوٰۃ، فطرہ اور صدقہ واجبہ کی رقم مسافر خانہ کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

عن الثوری قال: الرجل لايعطى زكاة ماله .... في كفن ميت ولا دين ميت، ولا بناء مسجد، ولا شراء مصحف، الحديث: (مصنف عبد الرزاق، کتاب الزکاۃ، باب لمن الزکاۃ، المجلس العلمی بیروت ٤/١١٣، رقم: ٧١٧٠)

ولايصرف إلىٰ بناء نحو مسجد وتحته في الشامية كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف زکریا ٣/٢٩١، کراچی ٢/٣٤٤، زکریا٣/٢٩١)

وعلیٰ هذا يخرج صرف الزكاة إلىٰ وجوه البر من بناء المساجد والرباطات ، والسقايات وإصلاح القناطر وتكفين الموتى ودفنهم أنه لايجوز ، لأنه لم يوجد التمليك أصلاً . (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة، فصل في ركن الزكاة، ۲/۱٤۲)

ولا تصرف في بناء مسجد وقنطرة ، ولايبنى بها قبر ، ولا يقضى بها دين ميت، ولا يعتق عبد ، ولا يكفن ميتاً. (الفتاویٰ التاتار خانية ،كتاب الزكاة، الفصل الثامن في من توضع فيه الزكاة، زكريا ديوبند ۲۰۸/۳، رقم: ٤۱٤۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر :۲۸/ ۳۲۰۲)

زکوٰۃ کی رقم سے تعمیری قرض کی ادائیگی

سوال : [۴۳۸۱] : کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ ایک مدرسہ کے ذمہ داران نے ادارہ کی تعمیری ضرورت کیلئے ایک صاحب خیر سے قرض لیا اور ضرورت بھر کی تعمیر کر لی گئی اب کافی عرصہ ہوگیا مدرسہ کے پاس عطیہ اور تعمیر کی مد میں کوئی آمدنی نہیں ہو پا رہی ہے، مطبخ اور تنخواہوں کی ضروریات بھی بڑی مشکل سے پوری ہورہی ہیں ،تو کیا مدزکوٰۃ کی رقم سے تملیک کے بعد تعمیری قرض کی ادائیگی کی کوئی گنجائش ہے یانہیں؟

المستفتي: ظہیر احمد قاسمی، ناظم : مدرسہ بحر العلوم ،سانڈہ، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق : شرعاً ایسا قرض لینا جائز نہیں ہے، جس کی

ادائیگی کے لئے پہلے سے کوئی اسباب موجود نہ ہوں، اگر اس طرح کی اجازت مل جائے کہ قرض لے کر تعمیر کر لی جائے، اور اسکے بعد زکوٰۃ کے پیسے سے تعمیری قرض ادا کیا جائے تو یہ ایک ایسا حیلہ ہے جس کے ذریعہ زکوٰۃ کے مستحقین کی حق تلفی لازم آتی ہے، پھر یہ سلسلہ مدارس سے تجاوز کر کے اسکولوں اور ہسپتالوں میں بھی جاری ہو جائیگا، اس لئے اس قرض کی ادائیگی زکوٰۃ کی رقم کے بجائے امداد ہی کی رقم سے کرانی ضروری ہے اور اس مقصد کیلئے حیلہ تملیک کرنا درست نہیں ہے۔

وقال محمدؒ يكره لمافيه من القصد إلىٰ إبطال حق الفقراء بعد وجود سببه. (عمدة القارى، كتاب الحيل، باب فى الزكاة، داراحياء التراث العربي بيروت ٢٤/١١١، زكريا ديوبند١٦/٢٣٩)

وإن كانت لإبطال حق مسلم فلا بل هى إثم وعدوان. (فتح البارى، كتاب الحيل، دارالريان للتراث ١٢/٣٤٢، ١٢/٣٢٦)

وماحتال به حتى يبطل حقاً أو يحق باطلاً أوليدخل به شبهة فى حق فهو مكروه. (فتح البارى، كتاب الحيل، باب فى الزكاة، دارالريان للتراث بيروت١٢/٣٤٧، اشرفيه ديوبند ١٢/ ٤١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۸۱۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۱۱/ ۱۴۳۰ھ

کیا مقروض مستحق زکوٰۃ ہے؟

سوال: [۴۳۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسلمان بے روزگار ہو اور پہاڑ برابر قرض میں مبتلا ہو بے روزگاری اور تنگی کی بہت زیادہ کیفیت ہو اور قرض دینے والے اسے بہت زیادہ پریشان کر رہے ہوں، تو کیا اس حالت میں وہ زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟ اور کیا زکوٰۃ کا پیسہ لیکر قرض ادا کیا جا سکتا ہے؟

المستفتي: افسرعلی، بارہ دری، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ پرغور کیا گیا اس کے بعد شرعی حکم واضح کیا جارہا ہے، ہمارے مراد آباد میں قرض کے شکار دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

(۱) ایک وہ غریب اور محنت کش لوگ ہیں، جو اپنی محنت ومزدوری اور معمولی کاروبار سے گذارہ کررہے ہیں، اور بے روزگاری کی وجہ سے اپنے اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنے کیلئے دوسروں سے قرض لیکر بچوں کی روٹی روزی کا انتظام کرتے ہیں، اور پھر محنت ومزدوری کے پیسے قرضہ کی ادائیگی کیلئے نہیں ہوپاتے تو ایسے لوگوں کے قرض کی ادائیگی کیلئے زکاۃ دہندگان کا اپنی زکوٰۃ دینا اور ان کا زکوٰۃ لیکر اپنا قرض ادا کرنا شرعی طور پر جائز اور درست ہے۔

(۲) دوسرے قسم کے قرضدار وہ لوگ ہوتے ہیں، جو بڑے اور اونچے کاروبار کرتے ہیں، اور سرمایہ داری اور تجارت کو فروغ دینے کیلئے کبھی سرکار سے قرض لیتے ہیں، اور کبھی سرمایہ دار دوستوں سے قرض لیتے ہیں، ایسے قرض کی ادائیگی کیلئے زکاۃ کا پیسہ نہیں ہوتا ہے، کیونکہ وہ فقراء اور غرباء کا حق ہے، اور بسا اوقات لوگ ایسا بھی کرتے ہیں، کہ کوئی چیز مہنگے ریٹ میں ادھار میں خریدتے ہیں، اور پھر نقد میں سستی بیچتے ہیں، مثلاً کوئی چیز ۲۲۰/روپئے ادھار میں خرید کر ۲۰/روپیہ کا نقصان اٹھا کر ۲۰۰/روپیہ میں فروخت کردیتے ہیں، تاکہ نقد پیسہ ہاتھ میں آجائے، اور اس طرح کرتے ہوئے دسیوں لاکھ روپیہ اپنے اوپر قصداً قرض میں چڑھا لیتے ہیں، یہ ضرورت کا قرض نہیں ہے بلکہ بالقصد دوسروں کے پیسے کو ہڑپ کرنا ہے، پھر اس طرح کے قرض لینے کے بعد دوسرے سرمایہ داروں سے اس قرض کی ادائیگی کیلئے دسیوں لاکھ کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں، ایسے قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ دہندگان کا اپنی زکوٰۃ دینا ناجائز اور فقراء ومستحقین کی سخت ترین حق تلفی ہے، اس طرح قرض لینے والے اپنی جائیداد اپنا گھر سب کچھ بیچ کر اپنا قرض ادا کریں۔

عن عبد الله ؓ قال: قال رسول الله ﷺ : من اقتطع مال امرئ مسلم بيمين كاذبة ، لقي الله وهو عليه غضبان ، قال عبدالله : ثم قرأ رسول الله ﷺ ، مصداقه من كتاب الله تعالىٰ : إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمناً قليلاً ،أولئک لا خلاق لهم فی الآخرة ولا يكلمهم الله .
(الآية: بخاری شریف، ابواب التفسیر ، باب قول اللّٰه تعالیٰ: وجوه يومئذ ناضرة إلىٰ ربها ناظره ۲/ ۱۱۰۹، رقم: ٧١٤٥، ف: ٧٤٤٥)

عن أبي أمامة أن رسول الله ﷺ قال: من اقتطع حق امرئٍ مسلم بيمينه ، فقد أوجب الله له النار، وحرم عليه الجنة ، فقال له رجل : وإن كان شيئا يسيراً يارسول الله ﷺ قال: وإن قضيباً من أراک . (مسلم شريف ، كتاب الإيمان ، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار ، النسخة الهندية ١/ ٨٠، بيت الأفكار رقم: ١٣٧ ، نسائی شريف، القضاء في قليل الماء و كثيره ، النسخة الهندية ٢/ ٢٦٣ ،دارالسلام رقم: ٥٤١٩ ، سنن الدارمي دارالمغنی٣/ ١٦٩٦ ، رقم: ٢٦٤٥ ، مسند أحمد بن حنبل ٥/ ٢٦٠، رقم: ٢٢٥٩٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ شعبان ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۸/۱۹ھ

کیا مقروض مستحق زکوٰۃ ہے؟

سوال: [۴۳۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں محمد الیاس کچھ عرصہ قبل کافی مقروض ہوگیا، اور کوئی کام بھی نہیں چل رہا ہے، ۸/ ماہ سے مکان کا کرایہ ادا نہیں کرسکا ہوں سخت ضرورتمند ہوں قرضہ ادا کرنے کی کوئی صورت بظاہر نہیں ہے، تو آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا اہل خیر حضرات کی زکوٰۃ مجھے دینے سے ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

المستفتي: محمد الیاس، محلہ بابریان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مستحق زکوٰۃ مقروض کے قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، مگر یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے، کہ اگر کچھ لوگوں کے دینے سے قرض ادا ہو جائے، اور نصاب کے برابر اضافہ بھی ہو جائے، تو اسکے بعد اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہ ہوگا۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً الخ.

(درمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف زکریا دیوبند۳/ ۳۰۳، کراچی ۲/ ۳۵۳، بدائع زکریا۲/ ۱٦۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ ۱/ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴٦۰۹)

مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۳۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے ایک عزیز اپنے کاروبار میں لاکھوں کے مقروض (قرضدار) ہو گئے ہیں، میں ان کے قرضہ کی ادائیگی کیلئے اپنے شہر کے چند صاحب حیثیت حضرات سے رجوع ہو رہا ہوں رائے مطلوب یہ ہے کہ رقم دینے والے حضرات کیا قرضدار کو قرض حسن دے سکتے ہیں، اور وہ لوگ کیا قرض حسن رقم کو زکوٰۃ میں ڈال سکتے ہیں، تا کہ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے، اور لینے والے کیلئے وہ رقم قرض حسن ہو جائے، آپ مفتی حضرات کی اس مسئلہ میں کیا تجویز ہے؟

المستفتي: عبد القادر، واجد نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر وہ شخص قرضہ مجریٰ کرنے کے بعد ساڑھے

باون تولہ چاندی کی قیمت (تقریباً چار ہزار روپیہ) کی مالیت کا مالک رہ جائیگا تو مدزکوٰۃ میں سے اس کو دینا جائز نہ ہوگا، اور اگر قرضہ کو مجریٰ کرنے کے بعد چار ہزار روپیہ کا مالک نہیں رہتا ہے، تو اس کو قرض ادا کرنے کیلئے مدزکوٰۃ میں سے دینا جائز ہوگا، اگر ایک دو شخص کے دینے سے قرض ادا ہوکر چار ہزار کا مالک بھی ہوجاتا ہے، تو اس کے بعد کسی اور شخص سے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز نہ ہوگا، اور نہ ہی زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہوگی، اس کا لحاظ رکھتے ہوئے صاحب حیثیت حضرات سے ملاقات کرسکتے ہیں۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً الخ. (درمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف مطلب فى حوائج الأصلية كراچى ٢/٣٥٣، زكريا ٣/٢/٣٠٣)

فإن كان مديوناً، فدفع إليه مقدار مالو قضىٰ به دينه ولا يبقى له شيئى أو يبقى دون المأتين لابأس به. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب السابع، فى المصارف زكريا ١/١٨٨، جديد ١/٢٥٠)

فإن كان عليه دين يجوز أن يعطيه قدر مايقضى دينه، وزيادة دون مأتين. (مجمع الانهر، كتاب الزكاة، باب فى بيان أحكام المصرف، دارالكتب العليمة بيروت ١/٣٣٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۳۰/شوال ۱۴۱۷ھ
۱۰/۳۰/ ۱۴۱۷ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۵۰۱۱)

سوال: [۴۳۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے ایک عزیز پر مبلغ پچھتر لاکھ روپیہ کا قرضہ ہوگیا ہے، اور لوگ برابر رقم وصول کرنے کا تقاضہ کررہے ہیں، ان کی بازار میں ۱۶۰۰۰۰۰/ روپیہ کی وصولیابی بھی ہے جو کہ تھوڑی تھوڑی کرکے وصول ہوگی اور ان کے پاس تقریباً ۲۴۰۰۰۰۰/ روپیہ مالیت کی جائیداد ہے جو کہ برائے فروخت ہے لیکن خریدار نہ ہونے کی وجہ سے ابھی فروخت نہیں ہوئی ہے، اگر

یہ دونوں رقومات وصول ہوجائیں تو بھی ٣٥٠٠٠٠٠ ؍پینتیس لاکھ روپیہ کم رہے گا، جوکہ ان کو ادا کرنا ہے ایسی حالت میں کیا یہ قرض حسن لے سکتے ہیں، اور دینے والے حضرات کی زکوٰۃ ادا ہوجائیگی؟

المستفتي: عبد القادر، واجدنگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال سے واضح ہوتا ہے کہ شخص مذکور ٧٥٠٠٠٠٠ ؍پچھتر لاکھ روپیہ کا مقروض ہونے کے ساتھ ساتھ ٤٠٠٠٠٠٠ ؍کا مالک بھی ہے تو اولاً چالیس لاکھ کا قرض ادا کردے اس کے بعد ٣٥٠٠٠٠٠ ؍کا مقروض رہ جائیگا، تو یہ قرض صاحب حیثیت حضرات سے زکوٰۃ لیکر ادا کرسکتا ہے، جب قرض ادا کرنے کے بعد چار ہزار روپیہ کی مالیت کا مالک رہ جائیگا، تو پھر زکوٰۃ لینا جائز نہ ہوگا، اور نہ ہی زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہوگی۔

وکرہ إعطاء فقیر نصاباً أو أکثر إلا إذا کان المدفوع إلیه مدیوناً الخ. (درمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف مطلب فی الحوائج الأصلیة زکریا دیوبند ٣/٣٠٣، کراچی ٣٥٣/٣، الفتاویٰ التاتارخانیة زکریا٣/٢٢١، رقم: ٤١٨٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
٢؍ذیقعدہ ١٤١٧ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ٥٠١٥/٣٢)	١٤١٧/١١/٢ھ

مقروض شخص کی زکوٰۃ سے امداد کرنا

سوال: [٤٣٨٦]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی شخص اپنے والد کے مکان میں رہتا ہے، اور یہ مکان اسی گز کا کرولہ پر ہے جس کے پانچ وارث ہیں، اور وہ مکان بک کر اس کے حصہ میں جو پیسہ آئے اس سے کچھ قرض اتار دے،

اور پھر دوبارہ کچھ قرض لیکر آزادنگر ایم ڈی اے میں قبضہ کے پیسے دیکر ایک مکان ۲۵/میٹر کا فراہم کرلے اس مکان کی رجسٹری اس کے نام ہے، جس کو پیسہ دیئے ہیں، اس مکان کو اپنے نام کرانے کے واسطے اس کے پاس مکان کی قسط جمع کرنے کو پیسہ نہیں ہیں، اور رجسٹری کے خرچ کے لئے بھی پیسہ نہیں ہیں، یہ کام اس لئے کیا تھا، کہ مکان کے کرایہ کے دباؤ سے بچ جائے، اس وقت اس کی ملازمت بھی ختم ہوگئی ہے، اس کے پاس کوئی جائیداد یا کسی بھی طرح کا بینک کا یا اور کوئی بچت کھاتہ نہیں ہے، اور نہ اس کے پاس کوئی جمع رقم ہے اور زیور بھی نہیں ہے، اور قرضدار ہے اور کوئی کام کاروبار یا نوکری بھی نہیں ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں، یہ شخص جسامت اور قامت سے بھاری بھرکم ہے اور دیندار ہے، شریعت کا پابند ہے اور کسی سے کہنے میں شرم محسوس کرتا ہے؟

المستفتي: محمد شمس الدین، آزادنگر، ایم ڈی اے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ شخص مالی اعتبار سے اتنا کمزور ہے کہ جس کی وجہ سے وہ مستحق زکوٰۃ ہے اور اس کے یہاں زیورات بھی نہیں ہیں، تو مد زکاۃ سے اس کی امداد کی گنجائش ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ. (سورة التوبة: ٦٠)

ويجوز دفعها إلىٰ من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحاً مكتسباً كذا في الزاهدى. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف زكريا ١/ ١٨٩، جديد ١/ ٢٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/شعبان ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۴۷۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۸/۱۴ھ

قرضدار کوزکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: [۴۳۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد صدیق والد تصدق حسین شاہ بلاقی صاحب کی زیارت مکرب پور کا رہنے والا ہوں، کافی وقت سے پریشان چل رہا ہوں، لگ بھگ ۱۲۵۰۰/ کا قرض ہے میری آمدنی ۷۰۰/روپے مہینہ ہے جوکہ ۶۵۰/ پڑتی ہے ایک میرا لڑکا جسکو ہر روز ۱۰/روپئے ملتے ہیں، مہینہ میں ۱۶/دن اسکا کام ہوتا ہے، ۱۶۰/روپئے مہنیہ اس کی آمدنی ہے، ۸۱۰/روپیہ یہ میری مہینہ کی آمدنی ہے اور میرے آٹھ بچے ہیں، لوگوں کے قرض دینے کی کوشش کرتا ہوں لیکن آمدنی کم ہونے کی وجہ سے کسی کا قرض ادا نہیں کرسکتا، لیکن ایک روز مرنا ہے، اور اللہ کو منھ دکھانا ہے، صرف ادا کرنا چاہتا ہوں، اب آپ مجھے اس کا فتویٰ دیں اگر کوئی صاحب مجھے زکوٰۃ کی مد میں سے پیسے دینے چاہیں، تو وہ میرے لئے زکوٰۃ لیکر قرض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

المستفتي: محمد صدیق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسی صورت میں قرض ادا کرنیکی غرض سے آپ کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز ہے، اور اس سے زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع مديوناً أو كان صاحب عيال الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الأصلية زكريا ديوبند۳/۳۰۳، کراچی ۲/۳۵۳، مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، قبيل باب صدقة الفطر، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳۳۳، هنديه، كتاب الزكاة، الباب السابع فى المصارف زكريا ديوبند ۱/۱۸۸، جديد ۱/۲۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۶/۱۹۵۵)

مقروض کو قرض سے زائد زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص ۲۰۰۰۰؍ کا مقروض ہے تو اس کو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے زائد کی رقم زکوٰۃ میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اس شخص کی اپنی کوئی قابل زکوٰۃ ملکیت نہیں ہے؟

المستفتي: ریاست حسین، طویلہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیس ہزار روپیہ کے مقروض کے پاس اگر کوئی دوسری رقم یا دولت نہیں ہے، تو اسکو قرض ادا کرنے کیلئے پورے بیس ہزار روپیہ تک زکوٰۃ میں دینا جائز ہے اور اگر مثلاً دس ہزار موجود ہے تو اس کو پورا قرض ادا کرنے کیلئے مزید دس ہزار زکوٰۃ میں دینا جائز ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۱۱۱)

ومدیون لایملک نصاباً فاضلاً عن دینه الخ. (شامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/ ۲۸۹، کراچی ۲/ ۳۴۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم؍رمضان ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۱/۳۵۷۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱؍رمضان ۱۴۱۴ھ

غریب مقروض کو مالدار قرضخواہ کا زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۳۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک رقم قرض لی، قرضدار بہت بدحال ہوگیا، اور قرضہ ادا نہ کرسکا، قرض دینے والا بہت دولت مند ہے اور کافی روپیہ زکوٰۃ کا ادا کرتا ہے، اگر یہ دولت مند

شخص جس طرح دوسروں کوزکوٰۃ تقسیم کرتا ہے، اس مقروض کوبھی کچھ رقم دیدے، اور وہ مقروض پوری طرح مالک (قبضہ کرلے) بننے کے بعد اس رقم میں سے اپنا قرض ادا کرے، تو کیا یہ فعل درست ہوگا؟ اور زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوجائیگی؟

المستفتي: محمد حبیب، محلّہ قانون گویاں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر مقروض کی ملکیت میں جتنا مال ہے، اس سے زائد قرض ہے، یا قرض ادا کردینے سے نصاب کی مقدار دولت نہیں رہے گی، تو سوالنامہ میں درج شدہ صورت شرعاً جائز ہوگی۔

والحيلة في ذلك: أن يتصدق صاحب المال على الغريم بمثل ماله عليه من المال العين ناوياً عن زكاة ماله ويدفعه إليه، فإذا قبضه الغريم ودفعه إلىٰ صاحب المال قضاء بما عليه من الدين يجوز. (هنديه، كتاب الحيل، الفصل الثالث في مسائل الزكاة، زكريا ديوبند٦/ ٣٩١، جديد٦/ ٣٩٤، وهكذا في الدر مع الرد، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند٣/ ١٩٠، ١٩١، كراچی ٢/ ٢٧١، الموسوعة الفقهية الكويتية٢٣/ ٢٤٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۳۳۴)

زکوٰۃ کی رقم سے قرض کی ادائیگی

سوال: [۴۳۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلۂ ذیل کے بارے میں: کہ میں سائل رفیق احمد ولد عبد المجید، ساکن: گرام لاکڑی فاضل پور، پرگنہ ضلع مرادآباد غریب ومفلس نادار اور عیال دار ہوں میری دولڑکیاں ہیں جن میں سے ایک لڑکی کی شادی کرچکا ہوں، اور ایک لڑکی کنواری ہے چھ لڑکے ہیں جن میں صرف دولڑکے برسر روزگار ہیں، جب کہ آمدنی

سے گھر کا خرچہ بھی صحیح طریقہ پرنہیں چل پاتا ہے، جس کی وجہ سے میں کافی قرضدار ہوگیا ہوں، اور کچھ زیورو غیرہ بھی رہن پڑا ہوا ہے، جسکا مسلسل سود بھی ہورہا ہے، اس صورت میں از روئے شرع شریف میں زکوٰۃ کا روپیہ وغیرہ لے سکتا ہوں یا نہیں؟ از رائے مہربانی مطلع فرمائیں؟

المستفتي: رفیق احمد، لاکڑی فاضل پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر آپ بالکل فقیر ہیں اور مقروض ہیں، تو زکوٰۃ کے پیسے سے قرض ادا کرسکتے ہیں، مگر اس کو کمائی کی شکل نہ بنائیں۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً أو كان صاحب عيال الخ. (در مختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الأصلية كراچی ٢/٣٥٣، زكريا٢/٣٠٣)

فإن كان مديوناً فدع إليه مقدار مالو قضى به دينه لايبقى له شيئى أو يبقى دون المأتين لابأس به. (هنديه، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف زكريا ١/١٨٨، جديد١/٢٥٠)

فإن كان عليه دين يجوز أن يعطيه قدر مايقضى دينه، وزيادة دون مأتين. (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصرف، دارالكتب العلمية بيروت ١/٣٣٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٤/ شعبان ١٤١٧ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٢/ ٤٩٨٨)

مالدار مقروض کو زکوٰۃ دینا

سوال: [٤٣٩١]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید مالی پریشانی میں گرفتار ہے، اپنے لڑکوں کی ملازمت حاصل کرنے کی غرض سے سود پر روپیہ قرض لیکر ملازمت حاصل کرنے میں رشوت دی جس کی وجہ سے مزید مقروض ہو چکا ہے، اس کے

علاوہ گھریلو حالات مالی اعتبار سے بیحد کمزور ہیں، زید ان حالات میں امداد کا خواہشمند ہے، بکر کے پاس مد زکوٰۃ کی رقوم موجود ہیں، اور یہ زید کی زکوٰۃ سے مدد کرنا چاہتا ہے، کیا ایسی صورت میں مد زکوٰۃ سے امداد کر سکتے ہیں، اس طریقے سے زکوٰۃ ادا ہوجائیگی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمایا جائے۔

المستفتي: فیض محمد، فوجی ریٹائر، رحمت نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ اللہ کے فقراء ومساکین کا حق ہے، انہیں کو زکوٰۃ پہونچنی چاہئے، آجکل کے زمانے میں افسوس کی انتہا نہ رہی کہ مالدار لوگ بڑی بڑی تجارت کیلئے بھاری قرض لے لیتے ہیں، اور اس کے بعد نقصان ہونے کی صورت میں اپنے آپ کو مستحق زکوٰۃ ثابت کرکے دوسرے مالداروں کی زکوٰۃ کی رقم اپنے قرض کی ادائیگی اور اپنی ضروریات میں صرف کرتے ہیں، نتیجہ یہ ثابت ہوتا ہے، کہ درحقیقت زکوٰۃ ایسے طریقہ پر ایک حیلہ کیساتھ بڑے بڑے تاجروں کو پہونچ رہی ہے، اور جو لوگ بنیادی طور پر فقیر ومسکین ہیں، ان تک زکوٰۃ کا ایک فیصد اور سوا حصہ بھی نہیں پہونچ رہا ہے، زکوٰۃ دہندگان اس کا ضرور خیال رکھا کریں کہ ان کی زکوٰۃ اصل مستحق کو پہونچ رہی ہے، یا عارضی مستحق کو پہونچ رہی ہے، اور یہ تاجر جو اپنے کو مستحق زکوٰۃ ثابت کرتے ہیں، وہ عارضی اور وقتی طور پر ہیں، اگرچہ مسئلہ کی رو سے ایسے مقروض تاجر کے قرضہ کی ادائیگی میں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے مذکورہ صورت میں بھی ایسا ہی ہے، کہ سائل عارضی اور وقتی طور پر مستحق ہے۔

قوله (ومديون) (تحت في الشامية) فإنما جاز الدفع إليه لأنه فقير يداً . (شامی، كتاب الزكاة، باب المصرف، زكريا ديوبند ۲۹۱/۳، كراچی ۳۴۳/۲)

نیز رشوت اور سود پر قرض لینا خود باعث لعنت اور بربادی ہے، جس کا نتیجہ خود ظاہر ہے، اور ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینے کی صورت میں سودی لین دین میں تعاون کرنا ہے، جس میں کسی خیر کی امید نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۵۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۳/۱۴۲۱ھ

مالدار کا اپنا قرض ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ لینا

سوال: [۴۳۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) زید ایک زراعت پیشہ آدمی ہے، انکی ملکیت میں آٹھ بیگہ زمین ہے اس آٹھ بیگہ زمین میں سے تین بیگہ زمین بیس ہزار روپئے قرض کے عوض دوسرے کے پاس رہن پر ہے، اس رہن پر رکھی ہوئی زمین کی پیداوار قرض خواہ خود لیتا ہے، زید کو اس سے کچھ نہیں ملتا ہے، اب زید کے پاس پانچ بیگہ زمین زراعت کیلئے ہے نیز زید نے زراعت کیلئے ایک ٹریکٹر بھی خرید لیا ہے، جس کی قیمت تقریباً ساٹھ ہزار ہے، اس ٹریکٹر سے زید اپنی کھیتی کرتا ہے، اور موقع ملنے پر دوسرے کے کھیت کی بھی جوتائی کرتا ہے، مذکورہ صورت حال کے باوجود زید کی مالی حالت بہت خراب ہے کھیت کی پیداوار اور ٹریکٹر کی آمدنی زید کی آٹھ اولاد مع زوجین کے گذر بسر کیلئے ناکافی ہے بہت مشکل سے سال گذرتا ہے قرض کی ادائیگی زمین یا ٹریکٹر فروخت کر کے ہوسکتی ہے، تو سوال یہ ہے کہ زید کی مذکورہ حالت کے پیش نظر کیا زید کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، تاکہ زید اپنا قرض ادا کرسکے، زید کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ جبکہ ٹریکٹر اور زمین کی قیمت نصاب کو پہونچ جاتی ہے، مفصل ومدلل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

(۲) بالغ اولاد جو غیر شادی شدہ ہیں، اور والدین کی کفالت میں ہیں، کیا والدین کے غنی ہونے سے اس بالغ غیر شادی شدہ اولاد پر بھی غنی ہونیکا حکم لگےگا، اگر یہ محتاج وغریب ہوں تو ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ غنی اور فقر میں یہ مستقل بنفسہ ہیں یا والدین کے تابع ہیں؟

المستفتي: محمد داؤد، محلّہ، کیتھا، بھاگل پور، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) زید کے پاس ساٹھ ہزار روپئے کا ٹریکٹر ہے اور زراعت کیلئے ۵؍ بیگہ زمین ہے اس کے علاوہ ۳؍ بیگہ زمین رہن پر رکھی ہوئی ہے، تو اس کیلئے بیس ہزار قرض ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز نہیں ہے، اس کو زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، جو ۳؍ بیگہ زمین رہن پر ہے، چاہے اس میں سے بیچ کر اپنا قرضہ ادا کرے یا ٹریکٹر بیچ کر قرضہ ادا کرے، زید مستحق زکوٰۃ نہیں ہوا ہے، اور رہن پر رکھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے، کہ اگر کسی وجہ سے قرض ادا نہ کرسکے تو رہن پر رکھی ہوئی چیز فروخت کر کے قرض ادا کردیا جائے، یہی رہن کا مقصد ہے، لہٰذا مقصد رہن کے مطابق رہن پر رکھی ہوئی زمین بیچ کر قرضہ ادا کردے۔

فإن کان له فضل عن ذلک تبلغ قیمته مائتی درهم حرم علیه أخذ الصدقة. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، قبیل مطلب فی جهاز المرأة هل تصیر به غنیة کراچی ۲/۳٤۷، زکریا ۳/۲۹٦، بدائع الصنائع، مطبوعه کتاب الزکاة، باب مصارف الزکاة، زکریا ۲/۱۵۸)

(۲) اگر بالغ اولاد ہے اور باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہیں اور ایک ہی فیملی میں رہتے ہیں، اور ایک ساتھ کھانا پکایا جاتا ہے اور بالغ اولاد اپنی ساری کمائی باپ کو دیتی ہیں، تو ایسی صورت میں ساری دولت کا مالک باپ ہوتا ہے بیٹے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی مگر بیٹے کیلئے زکوٰۃ لینا درست نہیں ہے، جبکہ وہ کمانے پر قادر ہے، اور کما کر باپ کو دیتا ہے، ہاں البتہ دور دراز سفر میں پہونچ جائے فی الجملہ وقتی طور پر باپ کی فیملی میں نہیں ہے، الگ رہتا ہے، جیسا کہ مدارس اسلامیہ کے بالغ طلبہ ہیں، اگرچہ ان کے ماں باپ غنی ہوں مگر یہ کماتے نہیں ہیں، اور دور دراز رہتے ہیں، اسلئے ان بالغ لڑکوں کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ استعمال کرنا جائز ہے، اسی طرح وطن میں رہکر باپ کی فیملی سے الگ رہے کھانا پینا الگ رہے ان کی سالانہ آمدنی نصاب کو نہ پہونچے تو ان کے لئے بھی زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

الأب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیء فالکسب کله للأب إن کان الإبن في عیاله لکونه معینا له. (شامی، کتاب

التركة، مطلب اجتمعافی دار واحدة، واكتسابا ولا يعلم التفات فهوبينهما بالسوية كراچی ٤/٣٢٥، زكريا ديوبند٦/٥٠٢)

وإبن السبيل (وتحته فی فتح القدير) فيجوز له أن يأخذ وإن كان له مال فی وطنه لايقدر عليه للحال. (هدايه، مع الفتح، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز زكريا ديوبند٢/٢٦٩، كوئٹه ٢/٢٠٥، دارالفكر مصری قديم ٢/٢٦٤)

الملک فی المدفوع نفع لمولاه وهو غني فكان دفعا إلیٰ الغني. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة، زكريا ٢/١٥٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/صفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۷۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۱۸ھ

غیر مستحق کا زکوٰۃ لے کر تجارت کرنا

سوال: [۴۳۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی شخص زکاۃ دینے کے قابل نہیں ہے، مگر وہ زکاۃ لے کر (تقریبا ۶۰ / ہزار روپئے کی) تجارت کرنا چاہتا ہے، تو کیا وہ یہ زکاۃ ۶۰ / ہزار روپیہ کی کثیر رقم لیکر تجارت کرسکتا ہے، اگر نہیں تو اس زکاۃ کی رقم کو بطور قرض استعمال کرسکتا ہے، اگر کرسکتا ہے، تو کس طرح کیونکہ تجارت میں نفع اور نقصان دونوں ہی ہوتے ہیں؟

نوٹ: رقم ۶۰ / ہزار سے زیادہ لمبی ہوسکتی ہے؟

المستفتي: ڈاکٹر شمیم انور، محلّہ بھٹی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فقراء اور مساکین کی ضرورت پوری کرنے کے لئے فرض فرمایا ہے، اس لئے نہیں کہ زکوٰۃ کے ذریعہ سے کسی کی

تجارت کوفروغ دیا جائے ،اور مستحقین کو اس سے محروم کردیا جائے،اس لئے مذکورہ شخص کو تجارت کے لئے اتنی بڑی رقم کی زکوٰۃ دینا جائز نہ ہوگا ،اور نہ ہی زکوٰۃ کی رقم کوبطور قرض دینا جائز ہے ،اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشادفرمایا کہ زکاۃ کے مستحق صرف فقیرومسکین ہیں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ. (سورة التوبة: ٦٠)

نیز حدیث شریف میں ایسے شخص کو مال زکوٰۃ حاصل کرنے سے سختی سے منع کیا گیا جو صحیح وتندرست اور کمانے کی قدرت رکھتا ہو۔

لايحل الصدقة لغني و لا لذى مرة سوى. (ترمذی شریف، الزکاة، باب ماجاء فی فضل الصدقة ، النسخۃالھندیة ١/ ١٤٢، دارالسلام رقم: ٦٥٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۴۴۴)

کاروبار شروع کرنے کیلئے مدزکوٰۃ سے کتنی رقم دے سکتے ہیں؟

سوال: [۴۳۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مد زکوٰۃ سے کسی کو کاروبار کے واسطے دینے کی کیا کوئی حد مقرر ہے، کیا اتنی ہی رقم دیجاسکتی ہے جتنی صاحب نصاب نہ بنائے یا اس حد سے زیادہ بھی کاروباری ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے رقم دی جاسکتی ہے؟

المستفتي: محمد اختر شمسی، پیراماؤنٹ ٹریڈنگ کارپوریشن، طویلہ اسٹریٹ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس کو دیا جائے وہ اگر زکوٰۃ کا مصرف ہے اور کاروبار اورتجارت ہی کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ دیاجارہاہے، تو صرف نصاب کے برابر دیا جاسکتا ہے، اس سے زیادہ دینا ناجائز اور مکروہ ہے، نیز اگر اس کو دیا جارہا ہے، اس کے پاس پہلے سے کچھ رقم موجود ہے، تو نصاب پورا ہونے میں اس رقم کا بھی حساب رکھنا چاہئے۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر وتحته في الشامية عن هشام قال سألت أبا يوسفؒ عن رجل لهٗ مائة وتسعة وتسعون درهما فتصدق عليه بدرهمين قال يأخذ واحداً ويرد واحداً الخ. (شامی، کتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الاصلية زكريا ۳/۳۰۳، کراچی ۲/۳۵۳، مجمع الانهر، کتاب الزكاة، قبيل باب صدقة الفطر، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۳۳۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۱۶۶)

تجارت کو فروغ دینے کیلئے زکوٰۃ حاصل کرنا

سوال: [۴۳۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک کاروباری قرضدار ہے، اور اسکا کاروبار بند ہے، وہ اپنا مشکل سے گذارا کررہا ہے ب ت ث سے قرضہ لیا زکوٰۃ کے پیسہ سے الف کے پاس اب کچھ خدا کی طرف سے غیب سے مدد ہوئی ہے وہ اپنا کام چلانا چاہتا ہے لیکن کچھ مزید اور پیسوں کی ضرورت ہے اب وہ ب سے ضرورت طلب کرتا ہے جو کہ صاحب حیثیت ہے اور ان کے پاس زکوٰۃ کا پیسہ دینے کیلئے ہے ،الف، ب سے زکوٰۃ کے نام سے لیکر کام چلاسکتا ہے، یا نہیں؟ جبکہ ب کو معلوم ہے یہ کاروبار کیلئے لے رہے ہیں، زکوٰۃ کا پیسہ دینے میں ب کو اس بات کا شک ہے میں الف کو کاروبار کی کمی پورا کرنے کیلئے یہ پیسہ دوں یا نہ دوں، اگر الف نے یہ پیسہ واپس نہیں کیا تو کیا ب پر سے زکوٰۃ ادا ہوجائیگی اور الف کو یہ پیسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتي: عنایت کریم، حسن پور، مرد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تجارت کو فروغ دینے کیلئے زکوٰۃ حاصل کرنا جائز نہیں ہے، البتہ قرض کی ادائیگی کیلئے زکوٰۃ کی رقم حاصل کرنا جائز ہے، اور اگر قرض کی مقدار وافر انداز میں ہے، تو اسی تناسب سے وافر مقدار کی زکوٰۃ حاصل کرنا بھی اداءِ قرض کیلئے جائز ہے۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذاكان المدفوع إليه مديوناً الخ.
(در مختار ، کتاب الزكاة، باب المصرف ، مطلب في الحوائج الأصلية زكريا ديوبند ۳/۳۰۳، کراچی ۲/۳۵۳)

قال محمدؒ في الأصل: إذا أعطى من زكاته مائتي درهم أو ألف درهم إلىٰ فقير واحد، فإن كان عليه دين مقدار ما دفع عليه.... فإنه يجوز ولايكره. (الفتاوىٰ التاتارخانية ، كتاب الزكاة، الفصل الثامن من توضع فيه الزكاة، زكريا ديوبند ۳/۲۲۱، رقم: ۴۱۸۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۹۸۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۴/۱۴۱۵ھ

کاروباری مقروض فقیر کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں کافی مقدار میں مقروض ہو چکا ہوں معمولی کاروبار ہے اور کاروبار بھی کسی سے دس ہزار روپیہ قرض لیکر کیا ہے، اور اس میں صرف دو ہزار کا سامان ہی رہ گیا ہے، باقی سب گھر میں خرچ ہو چکا ہے، اور ان پیسوں کی جو آمد ہوتی ہے، وہ بھی گھر میں خرچ ہو جاتی ہے، ذہن بہت پریشان ہے کیا ایسی صورت میں میرے لئے زکوٰۃ لینا درست ہے، اور زکوٰۃ کی رقم سے اپنا قرض ادا کرسکتا ہوں؟

المستفتي: محمد اقبال، دریبہ پان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ کی دوکان سے آپ کا اور آپ کے اہل خانہ کا گذر بسر نہیں ہوتا ہے، جس کی وجہ سے آپ مقروض بن گئے ہیں، اور یہاں تک حالات پیش آ گئے ہیں کہ آپ واقعی مستحق زکوٰۃ بن گئے ہیں، تو ایسی صورت میں آپ کیلئے زکوۃ لے کر ضرورت پوری کرنا اور قرضہ ادا کرنا جائز ہے، لیکن یاد رکھئے کہ تجارت کو

فروغ دینے کیلئے زکوٰۃ نہ لی جائے۔

وذکر فی الفتاویٰ فیمن له حوانیت ودور للغلة لکن غلتها لاتکفیه وعیاله أنه فقیر، ویحل لهٗ أخذ الصدقة عند محمدؒ. (شامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، قبیل مطلب فی جهاز المرأۃ هل تصیربه غنیة، کراچی ۲/۳۴۸، زکریا دیوبند ۳/۲۹۶، الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الزکاۃ، الفصل الثامن من توضع فیه الزکاۃ، زکریا دیوبند ۳/۲۱۶، رقم: ۴۱۶۷، المحیط البرهاني، کتاب الزکاۃ، الفصل الثامن یوضع فیه الزکاۃ، المجلس العلمي ۳/۲۱۶، رقم: ۲۷۹۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۵۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۵/۶ھ

تجارتی مقروض کو زکوٰۃ دینے کا شرعی حکم

سوال: [۴۳۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بطور مضاربت عبد اللہ نے پانچ سرمایہ داروں سے پیسے لیکر اس کو عمر کے پاس کاروبار میں لگایا عمر نے اس کو تیسری جگہ لگایا، ایک زمانہ تک عبد اللہ کو جو نفع ملتا رہا وہ فیصد کے حساب سے ارباب اموال کو نفع دیتا رہا پھر اچانک عمر نے جس جگہ پیسہ لگایا تھا، اس فریق ثالث نے وہ پیسہ ہڑپ لیا، اب سرمایہ داروں نے عبد اللہ سے مطالبہ شروع کیا اور چونکہ عبد اللہ پورے پیسے کاروبار میں لگا چکا تھا، اس لئے وہ بالکل تنگدست اور فقیر ہوگیا، اور عمر نے بھی وہ سارے پیسے کاروبار میں لگا دیئے تھے، تو دونوں بالکل کنگال ہو گئے، اب ہم لوگوں نے آپس میں زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے پہلے عبد اللہ کو دی کہ وہ اپنے قرض خواہوں کا قرضہ ادا کرے، پھر ہم نے دوبارہ زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے عمر کو بھی بڑی رقم زکوٰۃ کی دی تاکہ وہ عبد اللہ کا قرضہ ادا کرے، اور عبد اللہ جو بالکل کنگال ہو چکا ہے، عمر کی طرف سے ملنے والی اس رقم سے کاروبار شروع کر دے، تو عبد اللہ کیلئے اس پیسہ کو لیکر اپنے ذاتی استعمال یا کاروبار میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ ہمارا مقصود یہ

ہے کہ عبداللہ اور عمر اپنے قرضداروں سے سبکدوش ہوجائیں، اورعبداللہ چھوٹا موٹا کاروبار شروع کرکے اپنے پیروں پر کھڑا ہوجائے؟

المستفتي: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب عبداللہ کو عمر کی طرف سے قرضہ کی واپسی کی شکل موجود ہے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کی رقم سے عبد اللہ کا قرضہ چکا کر عبد اللہ کا کاروبار شروع کرانا، قطعی طور پر جائز نہیں ہے، یادرکھیں کہ زکاۃ کی رقم کے مستحق فقراء اورمساکین ہی ہوتے ہیں، تجارت کوفروغ دینے کیلئے قرضہ ادا کرنے کے نام سے زکاۃ کے پیسے کو گھما پھرا کر ایک شخص کو دینا جائز نہیں ہے، اور یہ بات بھی یادرکھیں کہ حضرات فقہاء نے مقروض کو اپنا قرض ادا کرنے کیلئے زکاۃ دینے کی جو گنجائش لکھی ہے اس سے مراد فقہاء کے زمانہ کا قرض ہے، اس زمانہ میں وہی شخص مقروض ہوا کرتا تھا، جسکو اپنے گھر میں خود کھانے اور بال بچوں کے کھانے کے لئے نہیں ہوتا تھا، وہ اپنے اور بال بچوں کا پیٹ بھرنے کیلئے دوسروں سے قرض لیتا تھا، پھر اس قرض کی ادائیگی میں پھنسا رہتا تھا، ایسے مقروض کو زکاۃ دینے کو فقہاء نے جائز لکھا ہے، یہاں پر یہ شکل قطعاً نہیں؟ بلکہ یہاں تجارت کو فروغ دینے ہی کی شکل ہے، نیز سوالنامہ میں اس بات کو بھی واضح کیا گیا ہے، کہ عبداللہ نے چار پانچ آدمیوں سے مضاربت کا پیسہ لیا تو اس نے کیوں لیا، اور دوسرے شخص کو کیوں دیا ہے، اور وہ اس نے کس کاروبار میں لگایا ہے یا کس کو دیا یہ صرف نام کی مضاربت ہے۔

كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة فيه أو لتمويه باطل فهي مكروهة. (هنديه، قديم ٦/ ٣٩٠، جديد ٦/ ٣٩٣، كتاب الحيل، الفصل الأول، زكريا ديوبند ٦/ ٣٩٠، عمدة القارى، دار إحياء التراث العربي ٢٤/ ١٠٩، زكريا ديوبند ١٦/ ٢٣٩، تحت رقم الحديث: ٦٩٥٣، الفتاوىٰ التاتار خانية، زكريا ١٠/ ٣١١، رقم: ١٤٨٤٥)

لیس لہ أن یبیع ما اشتریٰ إلا بأمر رب المال فإن با ع بغیر أمرہ فحکمہ کحکم بیع الفضولی لایجوز إلا بإجازۃ المالک . (ھندیہ ، کتاب المضاربۃ ، الباب الأول زکریا دیوبند ٤/٢٨٥، جدید٤/٢٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۴۰/۱۱۵۰۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۴/۱۴۳۵ھ

تجارتی مقروض مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

سوال: [۴۳۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک ہٹا کٹا شخص ہوں، مگر کانوں سے بہرہ اور ٹانگوں سے تھوڑا کمزور ہوں ،ایک زمانے سے بہت زیادہ تنگ دستی، بے روزگاری،اور بہت زیادہ قرض میں مبتلا ہوں ،اور اللہ کے فضل وکرم سے بہت عزت دار بھی ہوں، قرضداروں نے بہت پریشان کررکھا ہے،قرض کی ادائیگی کیلئے کچھ بھی اسباب میرے پاس نہیں ہیں،تو کیا میں قرض ادا کرنے کیلئے کسی مالی مدد زکوٰۃ وغیرہ لینے کا مستحق ہوں یا نہیں؟ اور میں صاحب نصاب بھی نہیں ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ پرغور کیا گیا اس کے بعد شرعی حکم واضح کیا جاتا ہے، ہمارے مرادآباد میں قرض کے شکار دو قسم کے لوگ ہیں۔

(۱) ایک وہ غریب اور محنت کش لوگ ہیں، جو اپنی محنت ومزدوری اور معمولی کاروبار سے گذارہ کررہے ہیں، اور بے روزگاری کی وجہ سے اپنے اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنے کیلئے دوسروں سے قرض لیکر بچوں کی روٹی روزی کا انتظام کرتے ہیں، اور پھر محنت ومزدوری کے پیسے قرضہ کی ادائیگی کیلئے نہیں ہو پاتے تو ایسے لوگوں کے قرض کی ادائیگی کیلئے زکاۃ دہندگان کا اپنی زکوٰۃ دینا اور ان کا زکوۃ لیکر اپنا قرض ادا کرنا شرعی طور پر جائز اور درست ہے۔

(۲) دوسرے قسم کے قرضدار وہ لوگ ہوتے ہیں، جو بڑے اور اونچے کاروبار کرتے

ہیں، اور سرمایہ داری اور تجارت کو فروغ دینے کیلئے کبھی سرکار سے قرض لیتے ہیں، اور کبھی سرمایہ دار دوستوں سے قرض لیتے ہیں، ایسے قرض کی ادائیگی کیلئے زکاۃ کا پیسہ لینا جائز نہیں ہوتا ہے، کیونکہ وہ فقراء اور غرباء کا حق ہے، اور بسا اوقات لوگ ایسا بھی کرتے ہیں، کہ کوئی چیز مہنگے ریٹ میں ادھار میں خریدتے ہیں، مثلاً کوئی چیز ۲۲۰ / روپیہ ادھار میں خرید کر ۲۰ / روپے کا نقصان اٹھا کر ۲۰۰ / روپیہ میں فروخت کر دیتے ہیں، تاکہ نقد پیسہ ہاتھ میں آجائے، اور اس طرح کرتے ہوئے دسیوں لاکھ روپیہ اپنے اوپر قصداً قرض میں چڑھا لیتے ہیں، یہ ضرورت کا قرض نہیں ہے، بلکہ بالقصد دوسروں کے پیسے کو ہڑپ کرنا ہے، پھر اس طرح کے قرض لینے کے بعد دوسرے سرمایہ داروں سے اس قرض کی ادائیگی کے لئے دسیوں لاکھ کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں، ایسے قرض کی ادائیگی میں زکاۃ دہندگان کا اپنی زکوٰۃ دینا ناجائز اور فقراء و مستحقین کی سخت ترین حق تلفی ہے، اس طرح قرض لینے والے اپنی جائیداد، اپنا گھر سب کچھ بیچ کر اپنا قرض ادا کریں۔

عن عبد اللّٰہؓ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من اقتطع مال امرئٍ مسلم بیمین کاذبۃ، لقي اللّٰہ وھو علیہ غضبان، قال عبداللّٰہ: ثم قرأ رسول اللّٰہ ﷺ، مصداقہ من کتاب اللّٰہ تعالیٰ: إن الذین یشترون بعھد اللّٰہ وأیمانھم ثمناً قلیلاً، أولئک لا خلاق لھم فی الآخرۃ ولا یکلمھم اللّٰہ الآیۃ.

(بخاری شریف، کتاب التوحید، باب وجوہ یومئذ ناضرۃ إلیٰ ربھا ناظرہ، النسخۃ الھندیۃ ۲/ ۱۱۰۹، رقم: ۷۱۴۵، ف: ۷۴۴۵)

عن أبي أمامۃ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: من اقتطع حق امرئٍ مسلم بیمینہ، فقد أوجب اللّٰہ لہ النار، وحرم علیہ الجنۃ، فقال لہ رجل: وإن کان شیئاً یسیراً یارسول اللّٰہ قال: وإن قضیباً من أراک. (مسلم شریف، الإیمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم بیمین فاجرۃ بالنار، النسخۃ الھندیۃ ۱/ ۸۰، بیت الأفکار رقم: ۱۳۷، نسائی شریف، القضاء في قلیل الماء و کثیرہ، النسخۃ الھندیۃ ۲/ ۲۶۳، دارالسلام رقم: ۵۴۲۱، سنن الدارمي دارالمغنی ۳/ ۱۶۹۶، رقم: ۲۶۴۵، مسند أحمد بن حنبل

٥/ ٢٦٠، رقم: ٢٢٥٩٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ رشعبان ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۵۰/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۷/۲ھ

سودی قرض ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص بینک سے سود پر ایک لاکھ کی رقم لیکر کپڑے کی دکان کھولتا ہے، تجارت کرتا ہے، پھر دوسرے بینک سے ایک لاکھ رقم سود پر لیکر ایک مکان بنوا کر اس میں رہتا ہے، پھر ایک اچھی موٹر کار قسطوں پر لیتا ہے، اچھا کھاتا پیتا ہے، گھر میں فرنیچر وغیرہ بھی اچھا خاصہ ہے لیکن یہ تمام چیزیں مکان دوکان موٹر وغیرہ بینکوں کے پیسوں سے ہیں، گاڑی بھی ادھار سے ہے، اب اگر اس شخص کے پاس جتنا اس نے بینکوں سے قرضہ لیا ہے، اس رقم سے اگر پچاس ہزار کا خسارہ ہوتو کیا اس باقی گاڑی کا قرضہ اور بینک کا ایک لاکھ پچاس ہزار کا مال موجود ہوتے ہوئے یہ شخص زکوٰۃ لینے کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ یعنی پچاس ہزار تک کی رقم زکوٰۃ سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتي: عبد اللہ، مظفر نگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: سود پر قرض لیکر کاروبار کرنا مکان وغیرہ تعمیر کرنا جائز نہیں ہے۔

عن جابرؓ قال: لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا، ومؤكله، وكاتبه، وشاهديه، وقال: هم سواء. (مسلم شريف، باب لعن آكل الربا ومؤكله، النسخة الهندية ٢٧/٢، بيت الأفكار رقم: ١٥٩٨)

لیکن جب اسکو خسارہ ہوگیا اور اس کے پاس قرض ادا کرنے کے بقدر رقم نہیں رہی

بلکہ اسمیں پچاس ہزار روپیہ کم ہوگئے تو ایسی صورت میں یہ شخص مقروض شمار کیا جائیگا ، اوراس کو قرض ادا کرنے کیلئے مدز کوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجا ئیگی۔

وفی الدر المختار مصرف الزکاۃ (إلیٰ ان قال) مدیون لایملک نصاباً فاضلاً عن دینه. (درمختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف زکریا دیو بند۳/۲۸۹، کراچی ۲/۳٤۳)

ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه أو كان له مال على الناس لايمكنه أخذه والدفع إلى من عليه الدين أولىٰ من الدفع إلى الفقير. (عالمگیری، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف ، زکریا دیو بند۱/۱۸۸، جدید۱/۲۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/۵/۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۴۵۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/۵/۱۴۱۴ھ

غریب قاتل کوزکوٰۃ دینا

سوال: [۴۴۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سوسائٹی جس کا نام عباس ویلفیئر آرگنائزیشن رجسٹرڈ ہے میں (محمد یسین) اس کمیٹی کا صدر ہوں ہم لوگوں نے پبلک سے جو روپیہ اکھٹا کیا ہے، وہ روپیہ فطرہ، چرم قربانی وغیرہ زکوٰۃ وصدقات سے وصول کیا گیا ہے ، اس روپیہ کو ہم یتیم ، بیوہ ، مریض ودینی تعلیم پر خرچ کرتے ہیں، ہمارے پاس ایک ایسے شخص کی درخواست آئی ہے جو کہ مسلمان ہے لیکن اس شخص نے ایک مسلمان بھائی کو قتل کیا ہے، وہ نہایت ہی کمزور وغریب آدمی ہے ،اوراسکی والدہ بیوہ ہیں،اور یہ شخص اسوقت جیل میں بند ہے، اوراسکی والدہ نے قتل کیس کے لئے ہم لوگوں سے مدد کی درخواست کی ہے آپ سے گذارش والتماس ہے کہ ہم لوگ اس شخص کی اس روپیہ سے مدد کرسکتے ہیں، یانہیں؟ آپ اس کیلئے ہمیں مشورہ وفتویٰ دیں، آپ کی مہربانی ہوگی۔

المستفتي: محمد یاسین، عباسی ویلفئر
آرگنائزیشن رجسٹرڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوالنامہ میں درج شدہ قاتل شخص اگر غیر مالک نصاب غیر سید ہے، تو اسکو دینے سے زکوٰۃ صدقہ فطرہ وغیرہ ادا ہوجائے گا، البتہ مومن کے قاتل کی مدد اعانت علی المعصیت ہونے کی وجہ سے دینے والا گنہگار ہوگا۔

قوله تعالیٰ: وَلاتَعَاوَنُوْا عَلٰی الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ .(سورۃ المائدۃ : ۲۰)

نیز ضروری بات یہ ہے کہ مذکورہ سوسائٹی کے صدر سے زبانی معلوم ہوا کہ زکوٰۃ وصدقہ فطر، اور چرم قربانی کا پیسہ بچوں کو تعلیم دینے والے استادوں کی تنخواہوں وغیرہ میں بھی دیا جاتا ہے، جس سے زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے، اس طرح صدقہ فطرہ وغیرہ بھی ادا نہیں ہوتا ہے، اسلئے کہ ان میں تملیک فقراء شرط ہے، جو یہاں مفقود ہے لہذا مذکورہ سوسائٹی میں زکوٰۃ وصدقہ، فطرہ وغیرہ دینے والوں کی زکوٰۃ، صدقہ، فطرہ وغیرہ ادا نہیں ہوگا، دوبارہ ادا کرنا لازم ہوگا۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة الخ. (الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف کراچی ۲/۳٤٤، زکریا۳/۲۹۱)

ولا تدفع إلیٰ غني يملك نصاباً الخ. (ملتقیٰ الأبحر، کتاب الزکاۃ، باب فی بیان أحکام المصرف مصری قدیم ۱/۲۲۳، دارالکتب العلیمه بیروت جدید ۱/۳۲۸، البحر الرائق، کتاب الزکاۃ، باب المصرف زکریا۲/٤۲٦، کوئٹه ۲/۲٤٤، فتاویٰ عالمگیری، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف کوئٹه وزکریا۱/۱۸۹، جدید۱/۲۵۱، زیلعی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف زکریا ۱/۱۲۳، کوئٹه ۱/۳۰۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ؍ جمادی الأخریٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۷۷۱)

شیعہ کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۴۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا کسی شیعہ کو زکوٰۃ کی مد میں سے امداد کی جا سکتی ہے، کیونکہ زیادہ لوگ (شیعہ حضرات) اپنے آپ کو سید کہتے ہیں، اور میری معلومات میں یہ ہے کہ سید حضرات کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی، برائے مہربانی تفصیلی جواب سے نوازیں، کرم ہوگا؟

المستفتي: حسنین اختر، قانون گویان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شیعہ غالی کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی ان کا ذبیحہ بھی جائز نہیں ہے، اور ان کے ساتھ بیاہ شادی بھی جائز نہیں ہے، اور ان کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ وہ سید ہیں، وہ سب جعلی طور پر اپنے آپ کو سید کہتے ہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۸۰)

ولا يجوز صرفها لأهل البدع كالكرامية لأنهم مشبهة فى ذات الله وكذا المشبهة فى الصفات وقال الشامى، تحت هذه العبارة: عبارة البزازية ولايجوز صرفها للكراميةالخ. فالمراد هنا بالبدع المكفرات الخ.

(الدر مع الرد، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ٣/٣٠٤، ٣٠٥، كراچى ٢/٣٥٤، سكب الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصرف، دارالكتب العليمة بيروت ١/٣٣٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ؍ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۲۸۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶ ؍ ۳ ؍ ۱۴۲۵ھ

کیا شیعہ کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

سوال: [۴۴۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ضرورت مند شیعہ حضرات کو زکوٰۃ کی مد میں سے رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتي: حبیب اختر، قانون گویان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: وہ شیعہ جن پر کفر کا فتویٰ صادر ہو چکا ہے، ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۸۱)

ولا يجوز صرفها لأهل البدع (تحته فى الشامية) فالمراد هنا بالبدع المكفرات الخ. (الدر مع الرد، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ۳/۳۰۴، كراچى ۲/۳۵٤، سكب الأنهر على هامش مجمع الانهر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصرف، دارالكتب العليمة بيروت ۱/۳۳۲)

وعند الحنفية: يجوز إعطاء الزكاة، للمنتسبين إلى الإسلام من أهل البدع، وإن كانوا من الأصناف الثمانية، مالم تكن بدعتهم مكفرة مخرجة لهم عن الإسلام. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳/۳۲۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۱۸۳۸)

غریب غیر مسلم کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا

سوال: [۴۴۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غریب غیر مسلم کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا کیسا ہے، کیا زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟

المستفتي: قاری تحسین، مدرس مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: غیر مسلم فقیر کوزکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: ..... فإن هم أطاعوا لک بذلک فأخبرهم، أن الله قد افترض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم ترد على فقرائهم، الحديث: (صحيح البخاری، الزكاة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء، النسخة الهندية ۱/۲۰۲، رقم: ۱٤۷٤، ف:۱٤۹٦، صحيح مسلم، الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين، النسخة الهندية ۱/۳٦، بيت الأفكار رقم: ۱۹۰)

لاتدفع إلىٰ ذمي الخ. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديو بند۳/۳۰۱، كراچی ۲/۳۵۱)

ولايجوز أن يدفع الزكاة إلىٰ ذمي. (هدايه، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لايجوز، اشرفيه ديو بند۱/۲۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۶۰۸)

زکوٰۃ وصدقۃ الفطر غیر مسلم کو دینا

سوال: [۴۴۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلم کو زکوٰۃ کا مال یا اسی طرح سے صدقۃ الفطر اور عشر دینا درست ہے یا نہیں؟

المستفتي: اسرار الحق، مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: غیر مسلم کو زکوٰۃ وعشر دینا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کے ذمہ سے فریضہ ساقط نہ ہوگا۔

ولا تدفع إلىٰ ذمي وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج إليه. (شامی، كتاب الزكاة، با المصرف كراچی ۲/۳۵۱، زكريا ۳/۳۰۱)

غیر مسلم کو صدقۂ فطر دینا جائز نہیں ہے، لیکن اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے،

بعض فقہاء نے ناجائز کہا ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے گنجائش بتائی ہے، لیکن ان حضرات کے نزدیک بھی کافر کے مقابلہ میں مسلمان فقیر کو دینا بہتر ہے، اور زیادہ افضلیت اور ثواب کا باعث ہے۔

واختلفوا فی صدقة الفطر ..... قال أبو حنیفةؒ ومحمدؒ یجوز إلا أن فقراء المسلمین أحب إلینا کذا فی شرح الطحاوی. (عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا دیوبند ١/١٨٨، جدید ١/٢٥٠، هکذا فی الشامی، کراچی ٢/٣٥١، زکریا ٣/٣٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٥/محرم الحرام ١٤٢٢ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٥/٧٠٥٢)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢٧/١/١٤٢٢ھ